اوضح التسہیل
لشرح ابن عقیل
www.KitaboSunnat.com
مقدمۃ النحو
شرح ابن عقیل کا بامحاورہ ترجمہ و تشریح
اشعار کا بامحاورہ ترجمہ
اشعار کی ترکیب
اشعار کے مفرداتِ مشکلہ کی تشریح
محلِ استشہاد کی وضاحت
ضرورت کے مطابق شانِ ورود
غیر ضروری طوالت سے اجتناب
تالیف
مفتی علی الرحمٰن فاروقی
زمزم پبلشرز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

جلد اوّل

تألیف

مفتی علی الرحمٰن فاروقی
فاضل و متخصص جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

○ مُقدّمۃ النحو	○ شرح ابن عقیل کا بامحاورہ ترجمہ و تشریح
○ اشعار کا بامحاورہ ترجمہ	○ اشعار کی ترکیب
○ اشعار کے مفرداتِ مشکلہ کی تشریح	○ محلِ استشہاد کی وضاحت
○ ضرورت کے مطابق شانِ ورود	○ غیر ضروری طوالت سے اجتناب

زمزم پبلشرز

کتاب کا نام ـــــ أوضح التسهيل لشرح ابن عقيل جلد اوّل

تاریخ اشاعت ـــــ نومبر ۲۰۱۰ء

باہتمام ـــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32729089

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- مکتبہ دار الھدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

- **Darul Uloom Zakaria**
  P.O. Box 10786, Lenasia
  1820 Gauteng
  South Africa
- **Azhar Academy Ltd.**
  54-68 Little Ilford Lane
  Manor Park London E12 5QA
  Phone: 020-8911-9797
- **ISLAMIC BOOK CENTRE**
  119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
  U.K
  Tel/Fax : 01204-389080

فہرست مضامین

اوضح التسہیل لشرح ابن عقیل

☆☆☆

تقریظ

استاذ محترم حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب دامت برکاتہم العالیۃ

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علاّمہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدالانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن تبعہم باحسان الیٰ یوم الدّین.

امّابعد!

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ’’علوم القرآن‘‘ (وہ علوم جن پر قرآن کریم کے سمجھنے کا دارومدار ہے) کی کئی شاخیں ہیں‘ ان میں سے ایک علم النحو ہے یعنی اوّلاً قرآن مقدّس کی ترکیب واعراب کا جاننا اور ثانیاً اس کے حقائق ومعارف کا سمجھنا نحوی اصول وقواعد پر ہی موقوف ہے۔ اس لئے کہ جب تک کسی لفظ کا اعراب اور پھر اس کی وجہ ترکیب دوسرے الفاظ کے ساتھ سمجھ میں نہ آئے تو اس کے مفہوم کا سمجھنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اس لحاظ سے ’’علم النحو‘‘ ان علوم میں سرفہرست ہے جن کے بغیر قرآن کریم کا سمجھنا مشکل ہے اس لحاظ سے علم نحو کی خدمت درحقیقت قرآن کریم کی خدمت ہے۔

پہلی صدی ہجری سے علماء اسلام نے علم نحو کو مختلف طریقوں سے (شروح، متون، تعلیقات، اور حواشی کے ذریعے سے) نظمًا ونثرًا موضوع بحث بنایا ہے، چنانچہ درسی وغیر درسی بے شمار کتابیں معرض وجود میں آئیں اور ہر ایک کی اپنی افادیت ہے۔

ہمارے درس نظامی میں سالہا سال سے کافیہ ابن حاجب اور شرح ملاّ جامی شامل نصاب ہیں لیکن زمانہ گزرنے اور اقدار واذھان کی تبدیلی سے نظام ونصاب تعلیم میں تبدیلی ایک فطری عمل ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کافیہ میں ادبی پہلو، سماعی امثلہ، کلام فصحاء عرب سے استشہاد اور قواعد کی تطبیق تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے، اسلوب بھی منطقی اور معقد ہے۔

لہٰذا ہمارے اکابر نے خصوصاً محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری نوّر اللہ مرقدہ اور موجودہ دور میں نصاب تعلیم کے ماہرین نے یہ فیصلہ کیا کہ درجہ ثالثہ میں کافیہ کی جگہ شرح ابن عقیل کو رکھا جائے چنانچہ یہ کتاب کافی عرصہ سے پاکستان کے اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے، طلبہ کی سہولت کے پیش نظر جامعہ علوم اسلامیہ علاّمہ بنوری ٹاؤن کے فاضل اور متخصص مولوی علی الرحمٰن فاروقی صاحب نے شرح ابن عقیل کا اردو میں عمدہ ترجمہ اور تشریح کر کے معلّمین اور متعلّمین پر بوجھ کم کردیا، ماشاء اللہ ترجمہ وتشریح علمی انداز میں ہے اور مناسب ہے، تدریسی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے کتاب ''شرح ابن عقیل'' کی عمدہ تسہیل کی ہے۔

﴿هٰذا رأيي وَلا أزكّي عَلَى اللّٰه أحدًا﴾

محمد انور بدخشانی

۹/۳/ ۱۴۲۴ھ

تقریظ

استاذ محترم حضرت مولانا محمد زیب صاحب دامت برکاتہم العالیة

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبیّ بعدہ.

وبعد!

علم نحو کی اہمیّت کسی سے مخفی نہیں ہے قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے جس قدر اس علم کی ضرورت ہے یہی اس کی فضیلت کیلئے کافی ہے۔

ایک شاعر کا قول ہے:

انّما النّحوُ فی مَجلسہ
کَشِہَابِ ثَاقِبٍ بَیْنَ السُّدف
یَخْرُجُ القرآنُ من فِیْہ کما
تَخْرُجُ الدرّۃُ مِن بین الصدف

اہل علم نے اس علم کی اہمیت کی وجہ سے ابتداء سے اس علم کی خدمت متون، شروح، تعلیقات کے ذریعہ سے کی ہے جو اکثر دینی جامعات ومدارس میں شامل نصاب ہیں، عرب اسلامی جامعات میں الفیہ ابن مالک اور اس کی شرح ''شرح ابن عقیل'' کو بہت زیادہ اہمیّت دی گئی ہے یہاں تک کہ بعض جامعات میں کلیہ کے داخلہ کیلئے الفیہ کا زبانی یاد ہونا شرط ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ الفیہ ابن مالک اور اس کی شرح شرح ابن عقیل علم نحو کی کتابوں میں مسائل نحو کے سمجھنے کیلئے بہت مفید ہیں جن

میں صرف مسائل نحو کی وضاحت مثالوں سے کی گئی ہے کسی دوسرے فن کے مسائل کا ذکر اس میں نہیں ہے نہ کافیہ اور شرح ملا جامی جیسے معقد اور منطقی اسالیب کا ذکر ہے اسی وجہ سے ہمارے بعض اکابر نے شرح ابن عقیل کی اہمیت کی وجہ سے درجہ ثالثہ میں کافیہ کی جگہ اس کو رکھا ہے۔

اگر چہ شرح ابن عقیل آسان اور عام فہم کتاب ہے لیکن دن بدن استعداد کی کمی اور تسہیلات کی عادت کی وجہ سے اردو میں ہمارے مخلص بھائی، فاضل و مخصص جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن مولانا علی الرحمٰن صاحب نے انتہائی علمی اور عمدہ انداز میں اس کا ترجمہ اور تشریح کی ہے اگر چہ بالاستیعاب میں موصوف کی شرح و ترجمہ کو نہ دیکھ سکا البتہ بعض جگہیں دیکھی ہیں امید ہے کہ یہ کتاب طلباء علوم دینیہ کیلئے مفید ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس کاوش و محنت کو شرف قبولیت بخشیں اور ہر خاص و عام کیلئے مفید بنائے۔

ھٰذا ما رأیته فی الظاھر واللّٰہ اعلم بالسرائر

کتبہ:

(حضرت مولانا) محمد زیب عفی عنہ

۱۳/۳/ ۱۴۲۴ھ

دعائیہ کلمات

استاذ محترم شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا سعید الرحمٰن دامت برکاتھم العالیة (عرف خطیب صاحب)

مہتمم دارالعلوم سعیدیہ اوگی صوبہ سرحد پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم!

امابعد!

اللہ تعالیٰ جس کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو اس کو ہر قسم کی توفیق عنایت فرماتے ہیں اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

محترم حضرت مولانا علی الرحمٰن مدظلہ العالی کی کتاب شرح ابن عقیل کی شرح (اوضح التسہیل لشرح ابن عقیل) پر کچھ اوراق دیکھ کر از حد خوشی ہوئی بوجہ کثرت مشاغل مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا'' موصوف بحمد اللہ اچھے ذکی اور قابل ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو تازیست درس وتدریس کے ساتھ علوم دینیہ پر لکھنے' تصنیف وتالیف کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

احقر سعید الرحمٰن

اوگی ضلع مانسہرہ حال وارد کراچی

۲۲ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

کلمات خیر

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب دامت برکاتھم العالیۃ

نائب مہتمم دار العلوم سعیدیہ اوگی، (مؤلف کتب کثیرہ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وکفٰی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی.

امّابعد!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی کوئی انتہاء نہیں اللہ کی مرضی جس سے علم دین کی خدمت لینا چاہتا ہے اس کو توفیق مرحمت فرمادیتے ہیں دینی خدمات کے کئی شعبے ہیں مگر تصنیف وتالیف جیسی خدمت ہمیشہ باقی رہنے والی خدمت ہے اور باقیات صالحات میں سے شمار ہوتی ہے، اور اس شخص کا مشغلہ بہت عظیم ہوتا ہے جس کا تعلق کتاب سے ہو اور خصوصاً دینی کتابوں کے ساتھ محبت رکھتا ہو کسی نے خوب کہا ہے!

اعزّ مکان فی الدّنیٰ سَرَج سابح

وخیر جلیس فی الزمان کتاب

اسی سلسلہ کی ایک کڑی محترم ومکرم حضرت مولانا علی الرحمٰن صاحب زید مجدہ کی کتاب ”اوضح التسھیل لشرح ابن عقیل“ ہے وقت کی مناسبت سے ضرورت تھی کہ شرح ابن عقیل جیسی کتاب کی ایک عام فہم شرح منظر عام پر آجائے، اللہ کا شکر ہے کہ یہ سعادت محترم موصوف کو ملی، مجھے امید ہے کہ موصوف کی یہ شرح علماء طلباء میں مقبول ہوگی اور علم نحو کے شیدائی اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش وزبردست محنت کو قبولیت سے نواز کر علوم وفنون کی خدمت کے اس میدان میں اعلیٰ مقام عطا فرمادے۔ آمین۔

فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(حضرت مولانا مفتی) حفیظ الرحمٰن عفی عنہ

حالاً کراچی۔

۲۲/رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

تقریظ

حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب دامت برکاتہم

استاذ مدرسہ گلشن عمرؓ شاخ: جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ ومدیر مدرسہ ارشاد العلوم یوسفیہ جونا مارکیٹ کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰه والصلوٰة والسلام الأتمان الأكملان على النبى المختار وعلى آله وصحبه الاتقياء البررة.

امابعد!

کسی بھی زبان کو سیکھنے کیلئے نحو وصرف (گرامر) کی اہمیت وضرورت محتاج بیان نہیں، خصوصاً عربی زبان جو قرآن وحدیث کی زبان ہے جسے فصاحت وبلاغت میں بلاشبہ تمام زبانوں پر فوقیت وبرتری حاصل ہے' چنانچہ ہر دور میں علماء کرام نے اس زبان کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے' اور ہزاروں چھوٹی بڑی کتابیں اس زبان کو سیکھنے اور سمجھنے کیلئے تالیف وتصنیف کی ہیں: اسی سلسلہ کی ایک کڑی ساتویں ہجری میں ابن مالکؒ کی الفیہ ہے اور اس کی شرح علامہ ابن عقیلؒ نے تحریر فرمائی ہے، یہ متن وشرح بے شک علم نحو وصرف کی عظیم الشان خدمت ہے، خصوصاً بلاد عرب میں اس کتاب کو جو پذیرائی حاصل ہوئی وہ کسی سے مخفی نہیں، سینکڑوں برس سے یہ کتاب نصاب میں شامل رہی۔

برصغیر پاک وہند میں اس کتاب کو سب سے پہلے محدّث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے اپنی بے نظیر جامعہ" جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن کراچی" میں کافیہ کی جگہ داخل نصاب کیا، جامعہ کی اتباع کرتے ہوئے دیگر بہت سے ارباب مدارس نے اس کتاب کی اہمیت کو محسوس کیا اور اپنے اپنے مدارس وجامعات میں نصاب کا حصہ بنایا، کتاب بلاشبہ فن نحو وصرف پر جامع کتاب ہے جس میں علم نحو کی تمام اہم جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہے نیز مسائل کو آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ عربی زبان کے محاورات وضرب الامثال، فصیح وبلیغ اشعار سے مدلّل ومبرہن کر کے آراستہ کیا گیا ہے، گویا کہ شارح مسائل نحو سکھانے کے ساتھ ساتھ دلائل اور اجراء وتمرین پر بھی خصوصی توجہ دے رہے ہیں، چونکہ الفیہ اور اس کی شرح ابن عقیل اور حواشی عربی زبان میں ہیں جن سے استفادہ عجمی طلبہ کیلئے قدرے دشوار تھا عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اردو زبان (جو ہماری قومی اور درسی زبان ہے) میں کتاب کی ایسی خدمت کی جائے جس سے استفادہ زیادہ بہتر اور آسان ہو جائے۔

الحمد للہ یہ ضرورت محترم مولانا علی الرحمٰن فاروقی صاحب نے بہتر طریقے سے پوری کی اور مدرسہ ارشاد العلوم یوسفیہ میں عرصہ چار سال سے شرح ابن عقیل کی تدریس کے ساتھ ساتھ شرح پر بھی کام کرتے رہے، جس کی پہلی جلد اس وقت پیش نظر ہے جس میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

۱......مقدمۃ النحو۔

۲......شرح ابن عقیل کا با محاورہ ترجمہ وتشریح۔

۳......اشعار کا با محاورہ ترجمہ۔

۴......اشعار کی ترکیب۔

۵......اشعار کے مفردات مشکلہ کی تشریح۔

۶......محل استشہاد کی وضاحت۔

۷......ضرورت کے مطابق شان ورورد۔

۸......غیر ضروری طوالت سے اجتناب۔

اللہ پاک مولانا کی اس سعی کو قبول فرمائیں اور طلبہ وعلماء کو اس شرح سے بھر پور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کتبہ:

(حضرت مولانا) محمد یٰسین غفرلہ

۳/شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

انتساب

میں اپنی اس معمولی سی کاوش کو اپنے جملہ اساتذہ کرام کے نام منسوب کرتا ہوں خصوصا ان اساتذہ کرام کے نام جن سے سیکھ کر بندہ بفضلہ تعالیٰ علم نحو سے قدرے آشنا ہوا۔ فللّٰہ الحمد.

۱...... شیخ الصرف والنحو حضرت مولانا نصر اللہ خان صاحب	توحید آباد پنجاب
۲...... حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب	جامعہ ربانیہ قصبہ کالونی کراچی۔
۳...... حضرت مولانا نور الوکیل صاحب	جامعہ ربانیہ قصبہ کالونی کراچی۔
۴...... حضرت مولانا محمد نذیر صاحب	یوسفیہ بنوریہ بہادر آباد کراچی۔
۵...... حضرت مولانا عبد المنان صاحب	یوسفیہ بنوریہ بہادر آباد کراچی۔
۶...... حضرت مولانا تاج اللہ صاحب	دار العلوم سعیدیہ اوگی صوبہ سرحد۔
۷...... حضرت مولانا محمد گلشن صاحب	دار العلوم سعیدیہ اوگی صوبہ سرحد۔
۸...... حضرت مولانا ملا جان صاحب	دار العلوم سعیدیہ اوگی صوبہ سرحد۔
۹...... حضرت مولانا غنی احمد صاحب	دار العلوم سعیدیہ اوگی صوبہ سرحد۔

عرض مؤلف (طبع اوّل)

الحمدلله ربّ العالمين والصلوٰة والسلام على افضل الانبياء والمرسلين وعلىٰ آله واصحابه الفائزين والراشدين وعلىٰ من تبعهم الىٰ يوم الدّين من الفقهاء والاولياء وعلماء العربيّة وكل تقى نقى ذى الحبل المتين.

امّا بعد!

بندہ جب جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علاّمہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن کراچی سے ۱۴۲۰ھ کو تخصص فی الفقہ سے فارغ ہوا تو اگلے سال تدریس کیلئے مدرسہ ارشادالعلوم یوسفیہ جونامارکیٹ کراچی میں تقرری ہوئی۔

تدریس کیلئے جہاں دیگر کتابیں سونپی گئیں وہاں ان میں بعض مدارس میں درجہ ثالثہ کے نصاب میں نحو کی مشہور کتاب شرح ابن عقیل بھی شامل تھی (جو کافیہ کی جگہ پڑھائی جاتی ہے)

سہ ماہی امتحان سے پہلے طلبہ نے اصرار کیا کہ شرح ابن عقیل کے اشعار کا ترجمہ، ترکیب مختصر تشریح لکھ کر ہمیں دے دی جائے تو امتحان کی تیاری میں آسانی ہوگی، کسی حد تک اختصار کے ساتھ بندہ نے لکھ کر فراہم کیا۔

اگلے سال دوبارہ جب شرح ابن عقیل پڑھانے کی ذمّہ داری سونپی گئی تو کچھ علماء کرام اور طلبہ کرام نے مشورہ دیا کہ اس کتاب کی اردو میں باقاعدہ کوئی شرح نہیں اس وجہ سے ضعیف الاستعداد طلبہ کیلئے اس کا ہونا بے حد ضروری ہے، کم علمی و ناتجربہ کاری کے باوجود/۲۳ رجب ۱۴۲۲ھ کو اللہ کا نام لیکر بندہ نے اس کی باقاعدہ ابتداء کی۔

پھر تیسرے سال شرح ابن عقیل کی تدریس کے ساتھ ساتھ بندہ کا یہ طرز رہا کہ دن کو جو سبق پڑھانا ہوتا وہ پہلے سے ہی رات کو لکھ دیتا الحمدللہ یہ سلسلہ چلتا رہا اور/۱۴ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ کو بفضلہ تعالیٰ پہلی جلد مکمل ہوئی۔

اس سلسلہ میں میں ان تمام مخلص علماء کرام کا شکرگزار ہوں جنہوں نے اس ناتجربہ کار کو مفید مشوروں اور حوصلہ افزائی سے نوازا جن میں امسال کے مدرسہ ارشادالعلوم یوسفیہ کے اساتذہ کرام قابل ذکر ہیں۔ خصوصاً حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب دامت برکاتہم (استاذ مدرسہ گلشن عمرؓ سہراب گوٹھ شاخ بنوری ٹاؤن کراچی) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مکمل ہونے سے پہلے

نظر ثانی کر کے راہنمائی کی اور قیمتی مشورے دیئے اور محترم محسن حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب دام ظلہم العالی (استاذ مدرسہ گلشن عمر سہراب گوٹھ شاخ بنوری ٹاؤن) کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے مخلصانہ اور علمی مشوروں کے ساتھ ساتھ کتابوں کی فراہمی میں بندہ کی مدد کی۔ نیز بندہ کے مخلص ساتھی مولانا مفتی عبداللہ جان صاحب (استاذ مدرسہ ارشاد العلوم یوسفیہ) اور جناب خطیب الرحمٰن صاحب (متعلّم درجہ ثالثہ ارشاد العلوم یوسفیہ) کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے پروف ریڈنگ میں مدد کی اور کمپوزنگ کی پیچیدہ غلطیاں نکالیں۔

اللہ ربّ العزت ان تمام حضرات کو جزائے خیر دے اور بندہ کی اس حقیر کوشش کو اپنے دربار عالی میں مقبول و منظور فرمائے اور طلبہ کو اس سے صحیح طریقے سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کتبہ:

علی الرحمٰن فاروقی

فاضل و متخصص: جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علاّمہ محمد یوسف بنوری ؒ ٹاؤن کراچی۔

مدرّس: مدرسہ ارشاد العلوم یوسفیہ جونا مارکیٹ کراچی۔

عرض مؤلف (طبع دوم)

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم.

امّابعد!

ربّ کریم کا بندہ پر بے حد فضل واحسان ہے کہ "اوضح التسہیل لشرح ابن عقیل" کی دونوں جلدیں مکمل نصاب کے ساتھ منظر عام پر آئیں، احباب وطلبہ کی جانب سے اس کو جو پذیرائی حاصل ہوئی وہ بلاشبہ ایک خوش آئند امر ہے۔

پہلی جلد کی منظر عام پر آنے کے بعد پڑھاتے وقت اس پر خصوصی نظر رہی پہلے ایڈیشن میں بعض جگہوں میں جہاں قدرے طوالت تھی اس کو اس دوسرے ایڈیشن میں مختصر کر دیا گیا اور جہاں مزید وضاحت کی ضرورت محسوس کی وہاں اضافہ بھی کر دیا گیا۔ (واضح رہے کہ پہلے ایڈیشن میں ترکیبوں میں بعض جگہ غلطی سے ضمیر بارز کو مستتر لکھ دیا گیا تھا اب کی بار اس کی تصحیح ہوگئی ہے)

الغرض اس طرح اوضح التسہیل لشرح ابن عقیل جلد اوّل کا یہ تصحیح شدہ جدید ایڈیشن تیار ہوا۔

فللّٰہ الحمدوما توفیقی الاباللّٰہ۔

ربّ کریم بندہ کی اس کوشش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ (آمین)

کتبہ:

ابوالصلاح علی الرحمٰن فاروقی۔

۲۰ صفر ۱۴۲۸ھ

مُقَدِّمَۃُ النحو

علم نحو کی اہمیت:

علم نحو اور اس جیسے دیگر علوم آلیہ کی فضیلت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ علوم قرآن وحدیث کے سمجھنے کیلئے ذریعہ ہیں تاہم علم نحو کے متعلق چند فضائل درج ذیل ہیں۔

۱......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے۔

"تعَلَّمُوا النحوَ کمَا تَعَلَّمُوْنَ السُّنَنَ وَ الفرائِضَ"

علم نحو کو اس طرح حاصل کرو جیسے تم فرائض اور سنن کو سیکھتے ہو۔

۲......امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

انَّمَا النحو قیاسٌ یتبع
وبِہٖ فی کلّ علم یُنتَفَع

علم نحو ایک ایسا ضروری آلہ ہے جس کی اتباع ہر علم میں فائدہ دیتی ہے۔

۳......مشہور مقولہ ہے۔

"النحو فی الکلامِ کالمِلحِ فی الطّعَام"

علم نحو کلام میں ایسا ہے جیسا کہ کھانے میں نمک۔

۴......بعض حضرات نے علم نحو کی تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں۔

أحبِبِ النحو مِن العلم فقد — یُدرکُ المرءُ بہ اعلی الشرف
انّما النحوُ فی مجلِسِہٖ — کشِہَابٍ ثاقبٍ بینَ السدف
یَخرُجُ القرآنُ مِنْ فِیہِ کما — تخرُجُ الدرّۃُ من بین الصدف

ترجمہ:......اے مخاطب علوم آلیہ میں سے صرف نحو کو پسند اور اختیار کر کیونکہ اس کے ذریعہ انسان اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے مجلس میں۔ علم نحو ایسا ہے جیسا کہ چمکتا ہوا شہاب ثاقب ہے۔ اس کے ذریعہ منہ سے قرآن کریم اس طرح آسانی سے بغیر غلطی ادا ہوتا ہے جس طرح سیپی کے منہ سے موتی۔

نحو کے چند معانی:

نحو لغت کے اعتبار سے کئی معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

﴿۱﴾ بمعنی قصد وارادہ:...... جیسے نحوتُ ھذا ۔ میں نے اس کا ارادہ کیا۔

﴿۲﴾ بمعنی راستہ:...... جیسے النحو السوّی۔ سیدھا راستہ۔

﴿۳﴾ بمعنی طرف، جہت:...... جیسے ذھَبَ نحو المسجد۔ وہ مسجد کی طرف گیا۔

﴿۴﴾ بمعنی پھیرانا:...... جیسے نحوت بصری الیہ۔ میں نے اپنی نظر اس کی طرف پھیرا دیں۔

﴿۵﴾ بمعنی نوع، قسم:...... جیسے ھذا علیٰ اربعةِ انحاء ۔ یہ چار قسم پر ہے۔

﴿۶﴾ بمعنی مثل:...... جیسے نحوُہ اس کی مثال۔

﴿۷﴾ بمعنی فصاحت:...... جیسے "ما احسن نحوُک فی الکلام ۔ یعنی تمہاری فصاحت کلام میں کیا ہی خوب ہے۔

وجہ تسمیہ نحو:

خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابو الاسود رحمہ اللہ تعالیٰ کی کوشش سے جب علم نحو مدوّن ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"ما احسن ھذا النحو قد نحوتُ"

یہ قصد کیا اچھا تھا جس کا میں نے ارادہ کیا،

چونکہ یہ کلمات آپ کی زبان مبارک سے نکلے تھے اس لئے تبرکاً اس علم کا نام نحو پڑ گیا۔

علم نحو کا ایجاد کیوں ہوا؟

اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

۱:...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک اعرابی نے لوگوں سے کہا کہ کوئی شخص ہے جو مجھے نبی اکرم ﷺ پر نازل شدہ قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھائے اس پر ایک شخص نے اس کو سورۃ توبہ کی ابتدائی آیتیں سنائیں اور آیت

"إنّ اللہ بریءٌ من المشرکین ورسولہ"

میں لفظ رسولہ کو جر کے ساتھ پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ بے شک اللہ مشرکین اور اپنے رسول ﷺ سے بری

ہے تو اعرابی نے کہا کہ جب اللہ خود اپنے رسول سے بری ہے تو میں بھی اس سے بری ہوں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس اعرابی کو بلا کر کہا کہ "رسولہ" پر ضمہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ مشرکین سے بری ہیں۔ اس کے بعد آپ نے ابوالاسود دوئلی رحمہ اللہ تعالیٰ کو نحو وضع کرنے کا حکم دیا اور ابوالاسود رحمہ اللہ تعالیٰ نے نحو کے قواعد جمع کئے۔

۲:......ابوالاسود دوئلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں ایک رقعہ ہے میں نے عرض کی امیر المؤمنین یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کلام عرب میں غور کیا اور دیکھا کہ وہ عجمیوں کے اختلاط کی وجہ سے بگڑ گیا ہے اس لئے میں نے کچھ اصول جمع کئے ہیں تا کہ ان کی طرف رجوع کرنے سے اس خرابی کا ازالہ ہو سکے یہ فرما کر آپ نے یہ رقعہ مجھے عنایت فرمایا اور حکم کیا کہ اس کے مطابق قواعد جمع کرو اور مزید باتوں کو بھی شامل کرو۔ میں نے جب رقعہ دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الکلام کلّہ اسمٌ وفعلٌ وحرف فالاسمُ ماانبأ عن المسمّٰی والفعل ماانبأعن حرکۃ المسمّٰی والحرف ماانبأ عن معنی لیس باسم ولافعل الخ

چنانچہ میں نے آپ کے اصول کی روشنی میں عطف، نعت، تعجب استفہام وغیرہ کے چند ابواب مرتب کئے اور جب باب " انّ " تک پہنچا تو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا آپ نے فرمایا کہ باب " لکنّ " کو بھی اس میں شامل کرلو۔ میں آپ کی ہدایات کے مطابق ابواب نحو مرتب کر رہا تھا یہاں تک کہ جب وہ مجموعہ تیار ہو گیا تو آپ نے دیکھ کر فرمایا۔

"مااحسن ھذاالنحو الذی قد نحوت"

۳:......ایک روز ابوالاسود رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیٹی نے ان کے سامنے کہا **مَااحسن السمآءِ** (کس چیز نے آسمان کو خوب صورت کیا) تو والد نے کہا ستارے نے، بیٹی نے کہا کہ میں تو یہ نہیں پوچھ رہی ہوں کہ کس چیز نے آسمان کو خوبصورت کیا، بلکہ میں تو اس کی خوبصورتی پر تعجب کر رہی ہوں۔ تو والد نے کہا کہ پھر یہ کہا کرو "**مَااَحْسَنَ السماءُ**" (یعنی آسمان کیا ہی خوبصورت ہے) اس غلطی کو محسوس کرتے ہوئے ابوالاسود رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب تعجب، باب استفہام تحریر فرمایا۔

اس واقعہ کے بعد ابوالاسود رحمہ اللہ تعالیٰ نے تدوین نحو کی طرف بھرپور توجہ دی جس سے نحو کی بنیاد مضبوط ہو گئی۔

۴:......منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک اعرابی کو **لایاکلہ الاّ الخاطئون** کے بجائے **الا الخاطئین** پڑھتے سنا تو آپ تدوین نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی طرح روز بروز علم نحو کی ضرورت بڑھتی گئی حتّٰی کہ ہر دور کے علماء نے اپنی پوری کوشش سے علم نحو کی اشاعت کی۔

۵:......بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علم نحو کا واضع اوّل عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج ہے اور بعض نے نصر بن عاصم کو واضع اوّل مانا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ واضع اوّل حضرت علی بن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ ہی ہیں آپ ہی کے بتائے ہوئے چند اصول کو سامنے رکھ کر ابوالاسود دوئلی رحمہ اللہ نے قواعد نحو یہ جمع کئے ہیں۔

طبقات نحاۃ اور علم نحو کی اشاعت

پہلا طبقہ:

اس طبقہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفیٰ ۲۴ھ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ متوفی ۴۰ھ اور حضرت ابوالاسود دئلی متوفی ۶۹ھ قابل ذکر ہیں انہوں نے سب سے پہلے علم نحو کی تدوین اور اشاعت نحو میں خوب کوشش کی۔

دوسرا طبقہ:

اس کے بعد ابوالاسود رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور شاگردوں کا دور شروع ہوتا ہے آپ کے قابل شاگرد عنبۃ الفیل، میمون الاقرن، نصر بن عاصم، عبدالرحمٰن بن ھرمز۔ یحیٰ بن یعمر ہیں۔ ان کے دور میں علم نحو نے ایک مستقل مقام حاصل کرلیا۔

تیسرا طبقہ:

اس کے بعد ابوالاسود رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو صاحبزادوں اور ان کے شاگردوں کا دور شروع ہوا جو اپنے وقت کے امام تھے۔ آپ کے صاحبزادے ابوالحرب عطاء ہیں ان کے شاگرد عبداللہ ابن اسحاق، عیسیٰ ابن عمر والثقفی اور ابوعمرو بن العلاء ہیں۔ اس دور میں علم نحو اس قدر مشہور ہوا کہ اس میں علم نحو کی تصانیف شروع ہوگئیں لیکن وہ ضائع ہوگئیں تاہم اس دور میں یہ علم کتابی صورت میں وجود میں آیا۔

چوتھا طبقہ:

اس کے بعد علامہ خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ نحوی پھر علامہ سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ کسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ شروع ہوا اس دور میں نحو کے مسائل پر مباحثے شروع ہوئے۔

پانچواں طبقہ:

ان کے بعد امام اخفش اور امام فرّاء رحمہما اللہ آئے اس وقت علماء کے دو فریق ہو گئے بصری اور کوفی۔ ہوا یوں کہ جب علم نحو بصرہ اور اس کے قرب وجوار کے علاقہ میں پھیل گیا تو اہل کوفہ نے بھی اس میں حصہ لینا شروع

کیا اور انہوں نے پہلے یہ علم بصریوں سے ہی سیکھا تھا پھر اس کے پڑھنے پڑھانے شرح وتفصیل میں انہوں نے بصریوں سے مقابلہ شروع کر دیا یہاں تک کہ فریقین میں کافی کشمکش ہونے لگی اور فریقین میں سے ہر ایک کا جداگانہ مذہب ہو گیا، مخالفت کی بنیاد یہ تھی کہ اہل بصرہ سماع کو ترجیح دیتے اور صرف بصورت مجبوری قیاس کی اجازت دیتے تھے روایت کے سختی سے پابند اور صرف خالص فصیح عربوں کو قابل سند سمجھتے تھے، اور اہل کوفہ بیشتر مسائل میں قیاس پر اعتماد کرتے اور ان عرب دیہاتیوں کو بھی قابل سند سمجھتے تھے جن کی فصاحت بصری تسلیم نہیں کرتے تھے۔

بہر حال اُن ہی کے بدولت ائمہ نحو دور دراز تک پھیل گئے اور دیگر نحو مذاہب کی بنیاد پڑ گئی۔

چھٹا طبقہ:

اس کے بعد علامہ صالح بن اسحاق جرمی رحمہ اللہ تعالیٰ، بکر بن عثمان مازنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا دور شروع ہوا اس دور میں ایسی ترقی ہوئی کہ عورتیں بھی مسائل نحو جانتی تھیں۔

ساتواں طبقہ:

اس کے بعد نحو کے مشہور عالم امام مبرد رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ثعلب رحمہ اللہ تعالیٰ آئے ان کے دور میں انہوں نے اس علم کو بہت عروج دیا۔

آٹھواں طبقہ:

اس کے بعد ابو اسحاق زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ، محمد بن سراج رحمہ اللہ تعالیٰ، ابن درستویہ رحمہ اللہ تعالیٰ مہرمان رحمہ اللہ تعالیٰ کا دور شروع ہوا، اس میں بھی نحو کو نمایاں ترقی ملی۔

نواں طبقہ:

اس کے بعد ابو علی فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ، حسن سیرافی رحمہ اللہ تعالیٰ کا دور شروع ہوا اس دور میں اس علم کا اتنا چرچا ہوا کہ گلی گلی عالم نحو ملتا تھا ہر جگہ مناظرے ہوتے تھے۔ نحو کی مجالس منعقد کی جاتی تھیں۔

دسواں طبقہ:

اس کے بعد حضرت شیخ عبدالقاہر جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ ابن حاجب رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ ابن ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاندار دور شروع ہوا ان کی خدمات سے عربیت کا ایسا قانون اور ترازو بنا جو قیامت تک کیلئے کافی شافی ہے۔

ہندوستان میں علم نحو

۸۲۷ھ میں علم نحو کے ماہر علامہ بدرالدین محمد بن محمد دمامینی رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان تشریف لائے عرصہ ایک سال کے بعد انتقال کر گئے تاہم اتنے عرصہ کیلئے آنا اشاعت نحو کا ایک موجب بنا۔

پھر ایک دوسرے عالم قاضی شہاب الدین دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جنہوں نے علم نحو کو خوب ہندوستان میں رائج کیا۔

ان ہی کی بدولت آج علماء وطلبہ علوم نبویہ علےٰ صاحبھا الصلاۃ والسلام سے سیراب ہو رہے ہیں۔

"فجزاھم اللّٰہ خیر الجزاء وادخلھم جنّٰت النعیم"

پہلی صدی میں مشہور علماءِ نحو

(نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نحو کے مشہور علماء کا ذکر بھی اختصار کے ساتھ ہو جائے اس لئے کہ خود شرح ابن عقیل میں جا بجا ان کا ذکر آتا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں صدی سے مراد وہ صدی ہے جس میں ان حضرات کا انتقال ہوا ہے)

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴ھ۔ (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ متوفی ۴۰ھ۔

ان دونوں صحابہ کرامؓ کے حالات مشہور ہیں اور اکثر کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔

(۳) ابوالاسود دئلی رحمہ اللہ:

ابوالاسود ظالم بن عمرو دئلی نام ہے، دئل (دال کے ضمہ اور ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ)

ایک جانور کا نام ہے جو نیولے جانور کی مانند ہے اس سے تشبیہ دیتے ہوئے ایک شخص کا نام دُئل رکھا گیا پھر ابن ابی بکر بن کنانہ کے قبیلہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے دُئلی پڑھا چونکہ ابوالاسود اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے دُئلی کہلانے لگے۔ نسبت کے وقت امام اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُئَلی (ہمزہ کے کسرہ کو فتح کے ساتھ پڑھتے ہیں تاکہ توالی کسرات لازم نہ آئے یا تخفیف کیلئے ہمزہ کو واؤ سے بدل کر دُوَلی ڑھتے ہیں۔

مختصر حالات:

یہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ایک نحوی عالم کے نام سے مشہور ہوئے اور یہ بڑے تابعین میں سے تھے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایام جاہلیت میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اسلام کا اوّل زمانہ پایا اور جنگ بدر میں شریک ہوئے اس سے ان کی صحابیت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن صحیح قول کے مطابق یہ تابعی تھے، بصرہ میں طاعون کے مرض میں ۶۹ھ کو وفات پائی۔

دوسری صدی میں مشہور علماءِ نحو

علامہ خلیل رحمہ اللہ:

خلیل بن احمد بصری ازدی:

۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے متقی صاحب عقل اور حلیم الطبع تھے فقر وفاقہ افلاس کی زندگی گزاری بادشاہوں کے در پر کبھی نہ جاتے تھے۔ انہوں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ مجھے ایسا علم عطا فرما جو کہ آج تک کسی نے ایجاد نہ کیا ہو چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اس کے بعد آپ نے علم عروض کے قواعد ایجاد کئے۔ آپ کے مشہور شاگرد علامہ سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ، ابو سعید اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ، نضر بن شمیل رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

ان کی وفات بعض کے قول کے مطابق ۱۳۰ھ اور بعض کے نزدیک ۱۷۰ھ یا ۱۶۰ھ میں ہوئی۔

علّامہ کسائی رحمہ اللہ:

ابو الحسن علی بن حمزہ لقب کسائی،

کساء (بفتح الکاف) بزرگی کو کہتے ہیں نسبت کرتے وقت کسائی بولا جاتا ہے یا کسائی (کسرہ کاف) بمعنی کمبل کے ہے۔

وجہ تسمیہ کسائی:

(۱) انہوں نے ایک بار کمبل اوڑھ کر احرام باندھا تو لوگوں نے کسائی کہنا شروع کیا۔

(۲) ایک مجلس میں کمبل اوڑھ کر بیٹھے تھے کسی نے پوچھا کہ یہ کون ہیں ظاہری حالت دیکھ کر کسی نے کہا کسائی ہیں۔ واللہ اعلم

امام کسائی اور فراء رحمہما اللہ کی محنت نے کوفہ کو علم نحو کا مرکز بنایا اس لئے کہ یہ دونوں کوفی تھے ادھر سے علامہ سیبویہ اور اخفش رحمہما اللہ نے بصرہ کو نحوی مرکز بنایا اسی میں علماء نحو کے دو فریق بنے ایک بصری دوسرے کوفی۔

ان کی وفات ۱۸۲ھ اور یا ۱۸۹ھ میں ہوئی بعض نے ۱۸۳ھ بھی لکھا ہے۔

علّامہ سیبویہ رحمہ اللہ:

ابو بشر عمر بن عثمان،

لقب سیبویہ ہے یہ لقب کیوں پڑ گیا اس کی کئی وجوہات ہیں۔

(۱) آپ کے جسم مبارک سے سیب جیسی خوشبو آتی تھی اس لئے سیبویہ سے مشہور ہوئے۔

(۲) آپ سیب زیادہ تر سونگھا کرتے تھے اس لئے سیبویہ لقب ہوا۔

(۳) یا خوبصورتی کی وجہ سے آپ کے رخسار مبارک سیب کی طرح مزین اور خوبصورت تھے اس وجہ سے آپ کو سیبویہ پکارا جاتا تھا۔ آپ نے بصرہ میں تربیت پائی نحوی کمال حاصل کیا، یہانتک کہ آپ نے جنات کو بھی علم نحو سکھایا۔

علامہ موصوف کی تصنیف بنام کتاب سیبویہ بہت مشہور ہے یہ ایسی کتاب ہے جو نحو کے مرکز کی حیثیت رکھتی ہے لیکن ہر کسی ناکس اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ بصرہ میں انتقال ہوا ۱۶۱ھ یا ۱۸۰ھ یا ۱۷۷ھ یا ۱۸۸ھ سن وفات ہیں۔

علاّمہ حمّاد رحمہ اللہ:

حماد بن سلمہ بصری نحوی رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے وقت کے علم نحو کے بڑے شیخ تھے علماء نے ان کو بصریین میں ذکر کیا ہے فصاحت و بلاغت میں یکتا تھے۔

۱۶۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔

تیسری صدی میں نحو کے مشہور علماء

علاّمہ فراء رحمہ اللہ:

ابو زکریا یحیٰ، لقب فراء اور کوفی تھا' مالداری کی وجہ سے آپ کو فرّاء کہا جاتا تھا۔

اہل کوفہ علاّمہ کسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد فراء رحمہ اللہ کو امام نحو کی حیثیت دیتے تصنیف کرتے وقت ان کے پاس کوئی کتاب نہ ہوتی اور بعد میں بھی نظر ثانی کی ضرورت پیش نہ آتی۔

حضرت کسائی اور یونس رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ میں سے ہیں آپ بمقام کوفہ ۱۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۳ سال کی عمر میں ۲۰۷ھ کو اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے۔

علاّمہ مبرّد رحمہ اللہ:

ابو العبّاس محمد بن یزید ازدی بصری، لقب مبرّد تھا اور اسی سے آپ کی شہرت ہوئی۔

مبرّد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا معنی ہے حق کو ثابت کرنے والا چونکہ انہوں نے حق کو ثابت کیا تھا اس وجہ سے یہ لقب پڑ گیا۔ یا بمعنی کمبل والا۔

انتہائی فصیح بلیغ اور حاضر جواب تھے اپنے وقت میں نحو کے امام تھے زجاج رحمہ اللہ آپ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں۔ بروز اتوار ۲۱۰ھ ذی الحجہ کو امام صاحب پیدا ہوئے۔

اور بروز اتوار ہی علامہ کا انتقال ہوا امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

علامہ مازنی رحمہ اللہ:

ابو عثمان بکر بن محمد عرف مازنی،

چونکہ آپ قبیلہ بنی مازن میں قیام پذیر تھے اس لئے مازنی مشہور ہوئے۔ اپنے زمانے میں علم نحو کے امام، متقی، پرہیزگار تھے۔

علامہ موصوف نحوی ہونے کے باوجود علم صرف کے بھی بڑے امام تھے آپ کے اساتذہ میں ابوعبیدۃ رحمہ اللہ تعالیٰ، اصمعی رحمہ اللہ تعالیٰ، اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور ہیں اور شاگردوں میں امام مبرّد زیادہ مشہور ہیں۔

۲۴۹ھ یا ۲۴۸ھ میں علامہ مازنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفات پائی۔

علامہ اصمعی رحمہ اللہ:

ابوسعید اصمعی نحوی، بصری، لغوی رحمہ اللہ، علم نحو کی مہارت کے ساتھ اشعار ان کو بہت یاد تھے۔

ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے مشہور شاگرد ہیں۔ ۲۱۷ھ کو وفات کر گئے۔

علامہ جاحظ رحمہ اللہ:

ابو عثمان جاحظ،

آپ کی آنکھیں مبارک ابھری ہوئی تھیں اس لئے ان کو جاحظ کہا جاتا تھا۔ نحو کے بڑے اماموں میں سے تھے۔

ان کو ۹۶ سال کی عمر میں فالج ہوگیا اسی مرض میں بمقام بصرہ ۲۵۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔

علامہ ثعلب رحمہ اللہ:

ابوالعباس ثعلب رحمہ اللہ تعالیٰ،

قوت حافظہ رکھنے کے باوجود منکسر المزاج تھے، علم نحو میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔

ہر وقت کتابوں کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے بروز جمعہ بعد نماز عصر جامع مسجد سے اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے اچانک گھوڑے کی ٹاپ سر میں لگنے سے بے ہوش ہو کر گر پڑے اسی حادثہ سے بروز ہفتہ

جمادی الاخریٰ ۲۹۱ھ میں انتقال کر گئے۔ دو لاکھ دینار اور اکیس ہزار درھم کی کتابیں اور دکان میں تیس لاکھ دینار کا مال وراثت میں چھوڑا۔

علاّمہ ابن سِکّیت رحمہ اللہ:

یعقوب بن اسحاق، ابویوسف، ابن السکّیت مشہور نحوی لغوی سکّیت (سین کے کسرہ اور کاف کی تشدید کے ساتھ بروزن فعیل) زیادہ خاموش کو کہا جاتا ہے۔

کوفہ کے علماء میں آپ بڑے عالم تھے نحو کے ساتھ لغت، تفسیر میں بھی ماہر تھے والد کے علاوہ امام کسائی، رحمہ اللہ تعالیٰ امام فراء رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابن الاعرابی رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کیا ۵۸ برس کی عمر میں ۲۵ رجب ۲۴۴ھ کو انتقال کر گئے۔

علاّمہ ابن کیسان رحمہ اللہ:

ابوالحسن ابن کیسان، والد کا لقب کیسان تھا، نحوی بصری، انہوں نے نحوی مسائل میں کوفی اور بصری مذہب کو خلط ملط کر دیا ظاہرًا ان کا میلان بصریین کی طرف تھا،

آپ کی ملاقات کیلئے سینکڑوں لوگوں کا مجمع لگا رہتا تھا امیر غریب سب سے برابر ملاقات کرتے آپ کے اساتذہ میں امام مبرد اور ثعلب رحمہما اللہ مشہور ہیں ۲۹۹ھ کو وفات پائی۔

چوتھی صدی میں نحو کے مشہور علماء

امام اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ بصری۔

جس کی آنکھیں چھوٹی ہوں اس کو اخفش کہا جاتا ہے شاید ان کی آنکھیں چھوٹی ہونگی اس لئے اخفش ان کا لقب ہوا۔

علاّمہ سیوطی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق کل گیارہ اخفش گزرے ہیں لیکن تین ان میں زیادہ مشہور ہیں۔

فرق کرنے کیلئے اوّل کو اکبر دوسرے کو اوسط تیسرے کو اصغر کہتے ہیں۔

اکبر:...... ابوالخطاب عبدالحمید اخفش اکبر، یہ علاّمہ سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد ہیں۔

اوسط:...... ابوالحسن سعید بن سعد مجاشعی بصری۔

اصغر:...... ابوالحسن علی بن سلیمان بغدادی اخفش اصغر ہیں، امام ثعلب اور مبرّد کے شاگرد ہیں جو علم نحو میں مشہور ہیں وہ اخفش اوسط ہیں، اخفش اوسط کی عمر بڑی تھی۔

کسائی اور فراء رحمہما اللہ ان کے زمانے میں تھے لیکن ان کا مرتبہ سب سے زیادہ تھا، ۳۱۵ھ کو ان کا انتقال ہوا۔

علامہ زجاج رحمہ اللہ:

ابواسحاق زجاج ابراہیم بن محمد نحوی،

شیشہ گری کا کام کرتے تھے اس وجہ سے ان کو زجّاج کہا جاتا تھا۔

امام مبرّد کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے، علامہ ثعلب رحمہ اللہ بھی ان کے اساتذہ میں سے ہیں۔

آپ کی وفات بروز جمعہ بمقام بغداد ۹ جمادی الثانی ۳۱۱ھ کو ہوئی۔

علامہ ابن جنی رحمہ اللہ:

ابوعثمان بن جنی، ابوالفتح نحوی

آپ نحو کے ساتھ ساتھ ادب، صرف میں بھی مہارت رکھتے تھے ابوعلی فارسی رحمہ اللہ کی خدمت میں عرصہ چالیس سال تک علم حاصل کرتے رہے پھر ان کی جگہ قائمقام ہوئے۔ موصل میں ۳۳۰ھ کو پیدا ہوئے اور ۳۹۱ھ کو انتقال کر گئے۔

علامہ ابن انباری رحمہ اللہ:

ابوبکر محمد بن قاسم بن بشار انباری رحمہ اللہ تعالیٰ،

کوفی مسلک کے نحوی عالم تھے آپ علم وتقویٰ انکساری عاجزی میں مشہور تھے سادے کھانے کو پسند فرماتے،

قوت حافظہ کے متعلق وہ خود کہتے ہیں کہ میرے پاس تیرہ صندوق کتب کی بھری ہوئی ہیں اور وہ سب مجھے یاد ہیں۔

تین لاکھ اشعار کے علاوہ ایک سو بیس تفسیریں یاد تھیں۔

امام ثعلب رحمہ اللہ آپ کے استاذوں میں سے تھے، نحاس مرادی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۳۸ھ آپ کے مشہور شاگرد ہیں۔

ماہ رجب ۲۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور ماہ ذی الحجہ ۳۲۸ھ کو انتقال کر گئے۔

اس صدی میں علامہ ابن درید بصری رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۲۱ھ اور علامہ ابوبکر بن سراج رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۱۶ھ علامہ نفطویہ رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۲۸ھ جیسے علماء بھی گزرے ہیں۔

پانچویں صدی میں نحو کے مشہور علماء

علامہ جرجانی رحمہ اللہ:

عبدالقاہر بن عبدالرحمٰن الجرجانی رحمہ اللہ۔

مذہب کے اعتبار سے شافعی تھے، اکابر نحاۃ میں سے تھے علوم عربیہ میں آپ کی شخصیت مانی جاتی ہے۔

الجمل، اسرار البلاغۃ، ماۃ عامل موصوف کی مشہور تصانیف ہیں ۴۷۱ھ میں آپنے وفات پائی۔

ان کے علاوہ اس صدی میں علامہ ابن وراق متوفی ۴۲۵ھ، علامہ ربعی نحوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۴۲۰ھ علامہ خطیب متوفی ۴۴۲ھ علامہ ابوالقاسم متوفی ۴۴۲ھ جیسے حضرات بھی گذرے ہیں۔

چھٹی صدی میں نحو کے مشہور علماء

علامہ زمخشری:

ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد بن عمر، نحوی 'لغوی'

علم نحو میں مہارت کے ساتھ ساتھ تفسیر، حدیث لغت کے بھی امام تھے فروعی مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک پرعمل کرتے تھے اور عقیدہ کے اعتبار سے معتزلی تھے اور اپنے معتزلی ہونے کا برملا اعلان کرتے اپنی جوانی میں علم کے حصول کیلئے گھوڑے پر سوار جارہے تھے راستہ میں گھوڑے سے گر گئے جس کی وجہ سے پاؤں ٹوٹ گیا۔

ان کی تصانیف میں تفسیر کشاف، مفصّل، اساس البلاغۃ انموذ، شرح ابیات سیبویہ مشہور ہیں۔

بروز بدھ ۲۷ رجب ۴۶۷ھ کو پیدا ہوئے اور جرجانیہ کے مقام میں ۵۳۸ھ کو ان کا انتقال ہوا۔

ان کے علاوہ علامہ زبیدی رحمہ اللہ متوفی ۵۵۵ھ بھی اسی صدی میں گزرے ہیں۔

ساتویں صدی میں نحو کے مشہور علماء

علامہ ابن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ (صاحب الفیہ)

ابوعبداللہ جمال الدین محمد بن عبداللہ بن مالک الطائی الشافعی رحمہ اللہ اندلس کے شہر جیان نامی مقام پر پیدا ہوئے اپنے دور کے تمام علماء پر فائق تھے۔

علم نحو میں خصوصی مہارت کے ساتھ ساتھ شعر کہنے پر ایک ماہرانہ قدرت تھی، استدلال کرتے وقت برجستہ اشعار پڑھ دیتے تھے۔ وقت کے بڑے پابند تھے ایک منٹ بھی ضائع نہیں ہونے دیتے ہر وقت مصروف رہتے تھے یا تو قرآن کریم کی تلاوت کررہے ہوتے یا تصنیف میں مشغول نظر آتے۔ آپ ایک جگہ امام تھے نماز پڑھانے کے بعد احباب ان کو گھر تک چھوڑتے۔

ابن مالک رحمہ اللہ کی بہت تصانیف ہیں منجملہ ان کے الفیہ (جن کی بہت زیادہ شروحات ہیں ایک ان میں سے شرح ابن عقیل بھی ہے) نامی کتاب ہے چونکہ اس میں نظم کے اشعار ایک ہزار ہیں اس وجہ سے الفیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ علاّمہ سخاوی رحمہ ان کے استادوں میں سے ہیں علاّمہ شلوبین رحمہ اللہ سے بھی تقریباً ۱۳ دن پڑھتے رہے۔ ان کی وفات کے بارے میں بعض حضرات نے لکھا ہے کہ وہ سیر وتفریح کیلئے کہیں دوستوں کے ساتھ گئے تھے راستہ میں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے، جب ساتھی جمع ہوئے دیکھا کہ علاّمہ موصوف کی میت درخت کے پتوں پر ہے۔

۶۷۲ھ یا ۶۷۶ کو ان کا سن وفات ہے ان کی وفات سے نحو کی ترقی کو ایک بڑا دھچکہ لگا۔

علامہ شلوبین رحمہ اللہ:

عمر بن محمد استاد ابو علی الشبیلی المعروف بہ شلوبین (شین کے فتح واؤ کے سکون اور یاء کے کسرہ کے ساتھ) نحو کے امام تھے ۵۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۴۵ھ میں وفات پائے۔

علاّمہ رضی:

شیخ رضی الدین، لقب نجم الائمۃ۔ سخت متعصب شیعہ تھے صرف نحوی کمال کی وجہ سے علماء ان کی قدر وعزت کرتے تھے۔ آپ کی مشہور تصنیف رضی ہے جو کافیہ کی شرح ہے۔ بہت ہی کامیاب اور تحقیق مسائل میں اچھی کتاب ہے۔

۶۸۴ھ یا ۶۸۶ھ میں انتقال ہوگیا اس صدی میں علاّمہ سکاکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۶۲۶ھ اور علاّمہ ابن حاجب متوفی ۶۴۶ھ صاحب کافیہ بھی گزرے ہیں۔

آٹھویں صدی میں نحو کے مشہور علماء

علاّمہ جاربردی رحمہ اللہ:

فاضل احمد بن الحسن فخر الدین جاربردی،

نحو میں خاص مہارت رکھتے تھے آپ کی شروحات میں مشہور شرح جار بردی ہے یہ شافیہ کی مقبول شرح ہے ۷۴۶ھ میں انتقال کر گئے۔علاّمہ نظام رحمہ اللہ متوفی ۸۰۰ بھی اس زمانہ کے ہیں۔

علاّمہ ابن ھشام رحمہ اللہ:

آپ ۷۰۸ھ کو پیدا ہوئے فن نحو میں اپنے وقت کے بڑے بڑے شیوخ سے سبقت لے گئے عربیت میں حد درجہ مہارت رکھتے تھے ابن خلدون ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"مَازِلْنَا ونحن بالمغرب نسمع انّه ظَهَرعالِم بمصرعالم بالعربية يقال له ابن هشا م.انحىٰ من سيبويه"

ہم سنا کرتے تھے کہ مغرب میں ایک عالم ہیں جن کا نام ابن ہشام ہے جو علاّمہ سیبویہ رحمہ اللہ سے بھی بڑے نحوی ہیں۔

آپ نے زیادہ تر وقت تصنیف میں گزارار۔

آپ مشہور تصانیف یہ ہیں جو بہت ہی اہم ہیں۔

(۱) مغنی اللبيب عن كتب الاعاريب(۲) الاعراب عن قواعدالاعراب (۳) اوضح المسالك الىٰ الفية بن مالک (۴) دفع الخصاصة عن قراء الخلاصة (۵) شذ ورالذهب(۶) شرح شذ ورالذهب (۷) قطر النّدى وبلّ الصّدى.(۸) شرح قطرالنّدى وبلّ الصّدى.

اس کے علاوہ الفیہ پر بھی کچھ حواشی ہیں۔۵ ذیقعدہ ۷۶۱ھ میں وفات پائی۔

نویں صدی کے مشہور علماء نحو

علاّمہ بدر الدین محمد بن محمد دمامینی رحمہ اللہ:

علم نحو میں ماہر تھے ۸۲۷ھ میں ہندوستان آئے اور گلبرگہ میں قیام فرمایا۔

۷۶۳ھ کو اسکندریہ میں پیدا ہوئے اور ۸۲۷ھ کو انتقال ہو گیا۔

علاّمہ جامی رحمہ اللہ:

عبدالرحمٰن بن شمس الدین احمد اصفہانی رحمہ اللہ ۸۱۷ھ کو شہر جام میں پیدا ہوئے۔مشہور تصنیف شرح جامی ہے بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۸۹۸ کو وفات پا کر ہرات میں مدفون ہوئے۔

(ماخوذ از تاریخ علم نحو اور علمائے نحو کے حالات' مقدمات علوم درسیہ' ظفر المحصّلین باحوال المصنفین (ملخصًا)

علم نحو میں چند مشہور کتابیں

جن کو نحو کا طالب علم پڑھ کر علم نحو میں مہارت حاصل کر سکتا ہے۔

(۱) علم النحو:......اردو میں بالکل ابتدائی طالب علم کیلئے آسان کتاب ہے' اس کے پڑھنے سے نحو پڑھنے میں مدد ملے گی۔

(۲) نحو میر:......مبتدی کیلئے ضروری اور انتہائی اہم کتاب ہے فارسی میں ہے۔(بندہ نے بفضلہٖ تعالیٰ مختصر تشریح کے ساتھ نحو میر کو اردو زبان آسان انداز میں کر دیا ہے جو عنقریب شائع ہو جائے گی انشاء اللہ)

(۳) ہدایۃ النحو:......درس نظامی میں شامل مشہور کتاب ہے اس کے پڑھنے سے کافیہ آسان ہو جاتی ہے۔

(۴) کافیہ:......انتہائی مختصر مگر جامع کتاب ہے اس کے پڑھنے سے نحو کے تمام ضروری مسائل کا علم ہو جاتا ہے۔

(۵) رضی:......یہ کافیہ کی مشہور شرح ہے۔

(۶) تحریر سنبٹ:......یہ بھی کافیہ کی شرح ہے' عربی میں ہے۔

(۷) خادمۃ الکافیہ:......یہ بھی کافیہ کی شرح ہے' عربی میں ہے۔ان کے مصنف باباجی صاحب لا خار کے نام سے مشہور ہیں ۱۳۹۰ھ کو انتقال کر گئے ہیں۔

(۸) ایضاح المطالب:......اردو میں کافیہ کی بہترین شرح ہے۔

(۹) شرح ابن عقیل......(قاضی القضاۃ بھاء الدین عبداللہ بن عقیل متوفی ۷۶۹ھ کی کتاب ہے' حقیقت یہ ہے کہ اس میں نحو کے عجائبات اور نایاب جزئیات جمع ہیں' انداز بیان سہل ہے)

(۱۰) النحو الواضح فی قواعد اللغۃ العربیۃ:......جس میں مثالوں کے ساتھ قواعد کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱۱) قطر النّدی وبلّ الصّدی۔

(۱۲) شرح قطر الندی وبلّ الصّدی۔

(۱۳) مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب:

(۱۴) اوضح المسالک إلی الفیۃ ابن مالک۔

(۱۵) شذور الذھب فی معرفۃ کلام العرب۔

(۱۶) شرح شذور الذھب فی معرفۃ کلام العرب۔

مؤخر الذکر کتابیں علاّمہ ابن ہشام رحمہ اللہ کی ہیں جو علم نحو میں مہارت حاصل کرنے کیلئے ضروری ہیں۔

(۱۷) شرح جامی:......کافیہ کے طرز پر بہترین کتاب ہے' درس نظامی میں داخل ہے۔

علم النحو کی تعریف:

علـمٌ بأُصولٍ يُعْرَفُ بِهَا احوالُ اواخِرِ الكلِمِ الثلٰث مِنْ حَيثُ الاعرابِ والبِناء وكيفيّة تركيبِ بعضها مع بعضٍ.

ترجمہ:......علم نحوایسے چند قاعدوں کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ تینوں کلوں (اسم، فعل، حرف) کے اخیر کے حالات پہچانے جاتے ہیں یہ باعتبار معرب اور مبنی ہونے کے اور نام ہے بعض کلموں کو دوسرے بعض کے ساتھ مرکب کرنے کی کیفیت کے جاننے کا۔

علم النحو کا موضوع:

علم نحو کا موضوع: کلمہ اور کلام ہے۔

علم النحو کی غرض:

”صیانۃ الذھنِ عن الخطأ اللفظی فی کلام العرب“

ذہن کو بچانا ہے لفظی خطا سے کلام عرب میں۔

حالات مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ شرح ابن عقیل

(چونکہ الفیہ کے مصنف علامہ ابن مالک رحمہ اللہ کے حالات ساتویں صدی کے علماء میں گزر چکے ہیں اس لئے یہاں صرف شرح ابن عقیل کے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات ذکر کئے جا رہے ہیں)

ان کا پورا نام بہاء الدین عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن محمد ہے چونکہ یہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے اس وجہ سے ابن عقیل کی کنیت سے مشہور ہوئے۔

آپ کے اباء واجداد ہمدان شہر میں مقیم تھے ان میں سے ایک مصر آیا جن کی نسل سے موصوف پیدا ہوئے بعض حضرات کے نزدیک سن پیدائش ۶۹۸ھ بروز جمعہ ہے اور بعض کے نزدیک سن پیدائش ۶۹۴ھ ہے۔

علمی مقام:......نحو کے ائمہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے علم نحو میں خصوصی مہارت رکھتے تھے طلبہ کا ایک بڑا مجمع ہر وقت ان کے ہاں لگا رہتا تھا۔ بعض علماء نے آپ کے متعلق کہا ہے۔

"ماتحت ادیم السماء انحیٰ من ابن عقیل"

آسمان کے نیچے ابن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نحوی نہیں۔ یہ قاہرہ میں نائب قاضی بھی رہے۔

وفات:......۲۳ ربیع الاول ۷۶۹ھ کو قاہرہ میں وفات ہو گئے۔

تصانیف:......ان کی کافی تصانیف ہیں جن میں زیادہ مشہور شرح ابن عقیل ہے جو الفیہ کی بہترین شرح ہے۔

اس کے علاوہ کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱......التعلیق الوجیز علی الکتاب العزیز.

۲......تیسیر الاستعداد.

۳......المساعد فی شرح التسهیل.

الفیہ کے مصنف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعالیٰ کا خطبہ

قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَا بنُ مَالِک — اَحْمَدُ رَبِّیَ اللّٰهَ خیرَ مَالِکِ

فرمایا محمد بن مالک نے میں تعریف کرتا ہوں اپنے رب کی اللہ کی جو کہ بہتر مالک ہیں

مُصَلِّیًا علَی النَّبِی المصطفیٰ — وآلِهِ المُستکمِلِیْنَ الشَّرفَا

اس حال میں کہ درود بھیجنے والا ہوں اس نبی پر جو کہ چنا ہوا ہے اور اس کی آل پر جو بزرگی کو مکمل کرنے والے ہیں۔

وَاَسْتَعِیْنُ اللّٰهَ فِی اَلفیّة — مقاصدُ النحوبها محویّة

اور میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں الفیہ (نامی کتاب کے لکھنے) میں جس میں نحو کے اہم مقاصد جمع ہیں۔

تُقَرِّبُ الأقصیٰ بلفظٍ مُوجَزِ — وتَبْسُطُ البَذْلَ بِوَعْدٍ مُنْجَزِ

یہ کتاب (الفیہ) دور (معانی) کو مختصر لفظ کے ساتھ قریب کرتی ہے۔ اور پھیلاتی ہے اپنے دیئے ہوئے کو ایسے وعدہ کے ساتھ جو فوری (جلدی) ہے۔

وَتَقْتَضِیْ رِضا بِغیر سُخطٍ — فَائقةً اَلفیةَ ابنِ مُعطِ

اور یہ رضا کو طلب کرتی ہے (اللہ سے) نہ کہ ناراضگی کو اور یہ ابن معطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعالیٰ کے الفیہ پر فائق (بلند) ہے۔

وَهُوَ بِسبقٍ حَائِزٌ تفضیلاً — مُسْتَوجِبٌ ثنائی الجمیلا

اور وہ (ابن معطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعالیٰ) پہلے ہونے کی وجہ سے (یعنی زمانہ میں) جمع کرنے والے ہیں فضیلت کو اور وہ میری اچھی تعریف کے مستحق ہیں۔

واللّٰهُ یَقْضِی بِهِباتٍ وافِرَةٍ — لِیْ وَلَهُ فِی دَرَجَاتِ الآخِرَة

اور اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے مکمل عطیّوں کے ساتھ میرے لئے اور ان کے لئے آخرت کے درجات میں۔

اَلْکَلَامُ وَمَایَتالّفُ منه

کلامُنا لفظٌ مُفِیدٌ کاستقِم — وَاِسْمٌ وفعلٌ ثُمَّ حرفٌ الکَلِم

وَاحِدُهُ کلمةٌ والقولُ عَمّ — وکلمةٌ بِهَا کلامٌ قد یُؤمّ

ترجمہ:...... یہ باب کلام، اور جس سے کلام مرکب ہوتا ہے اس کی تشریح میں ہے۔ ہمارا کلام ایسا لفظ ہے جو کہ فائدہ دیتا ہو جیسے استقم۔ اور اسم فعل حرف کلمے ہیں۔ (کَلِم) کا واحد کلمہ ہے اور قول عام ہے۔ اور کبھی کلمہ سے کلام بھی مراد لیا جاتا ہے۔

ترکیب:

الکلامُ میں اختصار کی وجہ سے حذف ہوا ہے اصل میں عبارت یوں تھی هذا بابُ شرحِ الکلام وشرحِ مایتأ لفُ الکلام منه۔

هذا ترکیب کے اعتبار سے مبتدا تھا اس کو حذف کر کے خبر (یعنی بابُ) کو اس کے قائمقام کر دیا پھر خبر کو حذف کر کے اس کی جگہ لفظ شرح کو لایا اور شرح کی حرکت الکلام کی طرف منتقل کیا پھر شرح کو حذف کر کے اس کی حرکت الکلام کو دی، و حرف عطف ما موصولہ مضاف الیہ شرح مضاف یہاں محذوف ہے) یتالف فعل واحد مذکر غائب مضارع ھو ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل منه جار مجرور متعلق ہوا یتالف کے ساتھ، یتالف فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر صلہ ہوا موصول کا، موصل صلہ سے مل کر معطوف، معطوف علیہ معطوف سے مل کر تفصیل مذکور پر خبر ہوئی مبتدا کیلئے۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

کلامنا:

کلام مضاف نا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا لفظ موصوف مفید صفت، موصوف صفت سے مل کر خبر۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔ کاستقم ک حرف جر استقم صیغہ واحد مذکر امر حاضر از باب استفعال، انت ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر محلاً مجرور ہوا، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا (کائن) کے ساتھ، کائن صیغہ اسم فاعل اس کے اندر ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل۔ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ خبر ہوا۔ مبتدا محذوف ذالک کیلئے مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

واسم معطوف علیہ وفعل ثم حرف معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر خبر مقدم، (الکلم) مبتدا مؤخر۔

واحدة کلمة الخ:

واحد مضاف (ہ) ضمیر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا (کلمةٌ) خبر۔

(والقول) مبتدا (عم) واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف، اس میں (ھو) ضمیر مستتر ہے جو کہ راجع ہے قول کی طرف وہ اس کیلئے فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کیلئے۔

واضح رہے کہ عمّ کے اندر اسم تفضیل ہونے کا بھی احتمال ہے اس صورت میں اس کی اصل (اعمُّ) ہے۔ اس کے

شروع سے ہمزہ کو حذف کیا گیا جیسا کہ خیرٌ و شرٌّ دونوں اسم تفضیل کے صیغوں میں کثرت استعمال کی وجہ سے ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے اصل میں اخیر و اشر تھے، چنانچہ ایک شاعر نے اپنے شعر میں خیر کی اصل کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"بلالُ خیرُ النّاسِ و ابنُ الاخیرِ"

(و کلمة) مبتدا اوّل (بھا) جار مجرور متعلق ہوا بعد والے (یُؤمّ) کے ساتھ کلامٌ مبتدا ثانی قد حرف تقلیل (یُؤمّ) فعل مضارع مجہول، اس کے اندر (ھو) ضمیر مستتر ہے وہ اس کیلئے نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے ملکر محلاً مرفوع ہو کر خبر ہوا مبتدا ثانی کیلئے، مبتدا ثانی اپنی خبر سے مل کر خبر ہوئی مبتدا اوّل کیلئے۔

(ش) الكلام المصطلح عليه عند النحاة عبارة عن (اللفظِ المفيد فائدة يحسن السكوت عليها) فاللفظ: جنس يشمل الكلامَ، والكلمة، والكلم، ويشمل المهل كـ(ديز) والمستعمل ((عَمْرٍو)) ومفيد: أخرج المهمَلَ، و ((فائدة يحسنُ السكوت عليها)) أخرج الكلمة، وبعض الكلم- وهو ما تركب من ثلاث كلمات فأكثر ولم يحسن السكوت عليه - نحو ((إن قام زيدٌ))

ولا يتركب الكلام إلا من اسمين، نحو ((زيد قائم))، أو من فعل واسم كـ ((قامَ زيْدٌ)) وكقول المصنّف استقم)) فإنه كلام مركب من فعل إمر وفاعل مستتر، والتقدير: لستقم أنت؛ فاستغنى بالمثال عن أن يقول ((فائدة يحسن السكوت عليها)) فكأنه قال: ((الكلام هو اللفظ المفيد فائدة كفائدة استقم))

وإنما قال المصنف ((كلامنا)) ليعلم أن التعريف إنما هو الكلام فى اصطلاح النحويين؛ لا فى اصطلاح اللغويين، وهو فى اللغة: اسم لكل ما يتكلم به، مفيدا كان أو غير مفيد.

والكلم اسم جنس واحده كلمة، وهي: إما اسم، وإما فعل، وإما حرف؛ لأنها إن دلت على معنى فى نفسها غير مقترنة بزمان فهي الاسم، وإن اقترنت بزمان فهي الفعل، وإن لم تدل على معنى فى نفهسا- بل فى غيرها- فهي الحرف.

والكلم: ما تركب من ثلاث كلمات فأكثر، كقولك: إن قام زيدٌ.

والكلمة هى اللفظ الموضوع لمعنى مفرد؛ فقولنا ((الموضوع لمعنى)) أخرج المهمل كديز، وقولنا ((مفرد) أخرج الكلام؛ فإنه موضوع لمعنى غير مفرد.

ثم ذكر المصنف- رحمه الله تعالىٰ!- أن القول يعم الجميع، والمراد أنه يقع على الكلام أنه قول، ويقع أيضا على الكلم والكلمة أنه قول، وزعم بعضهم أن الأصل استعماله فى المفرد.

ثم ذكر المصنف أن الكلمة قد يقصد بها الكلام، كقولهم في ((لا إله إلا الله)): ((كلمة الإخلاص))

وقد يجتمع الكلام والكلم في الصدق، وقد ينفرد أحدهما.

فمثال اجتماعهما ((قد قام زيدٌ)) فإنه كلام؛ لإفادته معنى يحسن السكوت عليه، وكلم؛ لأنه مركب من ثلاث كلمات.

ومثال انفراد الكلم ((إن قام زيدٌ)). ومثال انفراد الكلام ((زيدٌ قائمٌ)).

ترجمہ وتشریح: .... کلام کی تعریف:

کلام کی تعریف مختلف مصنفین کتب نحو نے مختلف انداز میں کی ہے مثلاً صاحب نحو میر نے ان الفاظ میں کی ہے کہ "چوں قائل براں سکوت کند سامع راخبرے یا طلبی معلوم شود وآں راجملہ گویند وکلام نیز" یعنی جب بات کرنے والا بات کرکے خاموش ہو جائے تو سننے والے کو خبر یا طلب معلوم ہو۔ اور صاحب ہدایۃ النحو نے ان الفاظ میں کی ہے۔

الكلامُ لفظٌ تضمّن كلمتين بالاسناد والاسناد نسبة إحدى الكلمتين إلىٰ الاخرى بحيث تفيد المخاطب فائدة تامّةً يَصِحُّ السكوتُ عليها،

کہ کلام ایک لفظ ہے جو متضمن ہوتا ہے دوکلموں کو اسناد کے ساتھ اور اسناد نسبت کرنا ہے ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ کی طرف اس طور پر کہ مخاطب کو پورا فائدہ پہنچے اور چپ ہونا اس پر صحیح ہو، بہر حال ان سب کا مطلب ایک ہے اگر چہ تعبیر مختلف ہیں شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نحویوں کی اصطلاح میں کلام عبارت ہے۔ "اللفظ المفيد فائدة يحسن السكوت عليها" سے تو لفظ اسم جنس ہے کلام، کلمۃ، کلِم (کلم کی وضاحت آگے آرہی ہے) سب کو شامل ہے کیونکہ یہ سب الفاظ ہیں اور اسی طرح لفظ کی دونوں قسموں مہمل، مستعمل کو بھی شامل ہے، مہمل کی مثال دیز ہے اس میں د۔ی۔ز لفظ ہیں اگر چہ بے معنی ہیں اور مستعمل کو بھی شامل ہے جیسا کہ عمرو ہے، مفید کہا تو لفظ مہمل نکل گیا کیونکہ مہمل لفظ فائدہ نہیں دیتا۔

"فائدة يحسن السكوت عليها" کہکر کلمہ کو نکالا مثلاً صرف زید کلمہ ہے لیکن اس سے مخاطب کو فائدہ تامہ نہیں پہنچتا اور اسی طرح فائدة الخ کہکر بعض کلم کو بھی خارج کیا۔ کلم اس کو کہتے ہیں جو تین کلمات سے مرکب ہو،

واضح رہے کہ شارح بعد میں فرمائینگے کہ بعض کلم ایسے بھی ہیں جو فائدہ تامہ پہنچاتے ہیں جیسے قَدْ قَامَ زَيْدٌ.

(تحقیق زید کھڑا ہے ہوا) لیکن یہاں جن بعض کلِم سے احتراز ہے یہ وہ کلم ہیں جو فائدہ نہ پہنچائیں جیسے: اِنْ قَامَ زَيْدٌ (اگر زید کھڑا ہو جائے) اس میں مخاطب کو فائدہ تامہ نہیں پہنچ رہا ہے۔

شارح رحمہ اللہ نے کلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ "**الکلام المصطلح علیه عند النحاة عبارة عن اللفظ المفیدفائدة یحسن السکوت علیها**"

(کلام وہ لفظ ہے جوایسا فائدہ دے جس پر سننے والے کا سکوت صحیح ہو یعنی بات کرنے والا بات کرلے تو سننے والے کو خبر یا طلب ملنے کی وجہ سے خاموش ہونا پڑے یعنی اس کو مکمل فائدہ پہنچے جیسے: **قَامَ زَیْدٌ.**

اوراسی کونحویوں کے ہاں اسناد کہا جاتا ہے (جیسا کہ صاحب ھدایۃ النحو نے اس کی تفسیر کی ہے **والاسناد نسبة احدی الکلمتین الی الاخریٰ بحیث تفیدالمخاطب فائدَةً تامّة**) تو حاصل یہ ہوا کہ کلام کیلئے اسناد کا ہونا ضروری ہے اوراسناد صرف دواسموں اورایک فعل اوراسم میں پایا جاتا ہے اس کے علاوہ نہیں پایا جاتا اسی وجہ سے شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کلام مرکب نہیں ہوتا مگر دواسموں اورایک فعل اوراسم سے، دواسموں کی مثال جیسے **زَیْدٌ قَائِمٌ**، ایک فعل اورایک اسم کی مثال جیسے قامَ زیدٌ، اورمصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول **استقمْ**، یہاں تقدیر عبارت **اِسْتَقِیْم انت** ہے یہ بھی کلام ہے کیونکہ اس میں ایک توفعل (امر) ہے اورایک اسم (انت ضمیر فاعل مستتر) ہے، چونکہ اس مثال سے مخاطب کوفائدۃ تامہ پہنچتا ہے اس لئے شارح رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے یہ مثال پیش کرکے "**الکلام ھو اللفظ المفید فائدةً کفائدة استقم**" کی عبارت سے اپنے آپ کومستغنی کردیا(**لأنّ بناء المتون علی الاختصار**)

کلام کی ترکیب میں احتمالات

واضح رہے کہ باعتبارعقل ترکیب میں چھ احتمالات ہیں دواسموں سے مرکب ہو۔دوفعلوں سے مرکب ہو، دوحرفوں سے مرکب ہو، ایک فعل اورایک اسم سے مرکب ہو، ایک اسم اورایک حرف سے مرکب ہو، ایک فعل اورایک حرف سے مرکب ہو جس کوکسی نے اس شعر میں جمع کیا ہے۔

اسم اسم فعل فعل حرف حرف		اسم فعل اسم حرف فعل حرف

چونکہ کلام میں مسندالیہ اورمسند دونوں کا ہونا ضروری ہے لہٰذا کلام کی ترکیب پہلی اور چوتھی صورت سے ہوگی اورباقی چارصورتوں میں سے کسی ایک سے بھی کلام کی ترکیب نہیں ہوگی اس لئے کہ حرف نہ مسند ہوتا ہے اورنہ مسندالیہ اورفعل صرف مسند ہوتا ہے نہ مسندالیہ، اورکلام کیلئے مسندالیہ اورمسند دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ نے کلامنا اضافت کے ساتھ کہا ہے (یعنی ہمارا کلام) حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ یہ کتاب ویسے بھی نحو میں ہے جیسا کہ خطبہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔

لیکن اس کی وجہ مختلف اصطلاحات کی طرح اشارہ کرنا ہے کیونکہ لغت والوں کے ہاں کلام پھر اس اسم کو کہتے ہیں جس پر تکلّم کیا جائے چاہے وہ مفید ہو یا نہ ہو حالانکہ نحویوں کے ہاں کلام میں مفید ہونا ضروری ہے۔

کَلِمٌ کی تحقیق:

والکلم اسم جنس الخ:

کَلِمٌ کا لفظ متن میں گزرا تھا، شارح فرما رہے ہیں کہ کلم اسم جنس ہے واحد اسم کا کلمہ ہے، اب یہاں یہ جاننا چاہئے کہ اسم جنس کی دو قسمیں ہیں ایک اسم جنس جمعی ہے اور ایک اسم جنس افرادی ہے جمعی اس کو کہتے ہیں جو دو سے اوپر دلالت کرے، اس کے مفرد میں اکثر تا ہوتی ہے جیسے کَلِم اسم جنس جمعی ہے اس میں تاء آتی ہے لیکن وہ کثرت کے معنی کو بتانے کیلئے آتی ہے جیسے کمأ ایک کیلئے اور کمأۃ کثیر کیلئے ہے لیکن اس طرح بہت کم ہوتا ہے۔ اسم جنس افرادی اس کو کہتے ہیں جو لفظ کے اعتبار سے واحد ہو لیکن اس کا اطلاق سب پر ہوتا ہو۔

یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ یہ جو فرق بیان کیا گیا کہ اسم جنس جمعی اور اس کے مفرد میں تاء کے ذریعے سے فرق کیا جاتا ہے یہی فرق جمع تکسیر اور اس کے مفرد میں بھی ہوتا ہے جیسے قُریٰ جمع تکسیر ہے اس میں تا نہیں ہے اور قریۃ اس کا مفرد ہے اس میں تاء ہے تو اسم جنس جمعی اور جمع تکسیر میں صحیح فرق کیا ہے؟ اس اس کا جواب یہ ہے کہ اسم جنس جمعی اور جمع تکسیر میں فرق دو وجہوں سے ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جمع کے معین اور چند خاص اوزان ہوا کرتے ہیں۔

چنانچہ جمع قلّت کے اوزان: اَفْعُلٌ، اَفْعَالٌ، اَفْعِلَۃٌ، فِعْلَۃٌ ہیں

اور جمع کثرت کے اوزان: فُعْلٌ، فُعُلٌ، فُعَلٌ، فِعَلٌ، فُعَلَۃٌ، فَعَلَۃٌ، فَعْلیٰ، فَعَلَۃٌ، فُعَّلٌ، فُعَّالٌ، فِعَالٌ، فُعُوْلٌ، فِعْلَانٌ، فُعْلان، فُعَلاءُ، اَفْعِلاءُ، فَوَاعِلُ، فَعَائِلُ، فَعَالِی، فَعَالیٰ، فَعَالِیُّ، فَعَالِلُ، اور فَعَالِلُ کے مشابہ جیسے مفاعِلُ، فَوَاعِلُ، فَیَاعِلُ ھیں۔

(بحوالہ شذ االعرف فی فن الصرف از ص ۶۸ تا ص ۷۶)

اور اسم جنس جمعی میں کوئی خاص وزن مقرر نہیں، بقر شجر جمع کے اوزان میں سے کسی وزن پر نہیں ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عربی لغت اور عرب کے استعمال میں اسم جنس جمعی کی طرف جو ضمیر لوٹتی ہے وہ مذکر کی ہوتی ہے جیسے قرآن کریم میں ہے "اِنَّ البَقَرَ تَشَابَہَ عَلَیْنَا" (بنی اسرائیل کو جب اللہ رب العزّت نے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا انہوں نے ذبح کے حکم کو مختلف طریقوں سے ٹالنا چاہا آخر میں انہوں نے کہا کہ جنس بقر کی پہچان میں ہم کو قدرے اشتباہ ہے)

اب یہاں بقر کی طرف واحد مذکر کی ضمیر لوٹ رہی ہے کیونکہ تشابہ اصل میں تَشـابـہ یَتشابہُ تشابُھًا باب تفاعل سے واحد مذکر غائب ماضی معلوم کا صیغہ ہے اسی طرح الـکـلـم اسم جنس جمعی ہے اس کی طرف واحد مذکر کی ضمیر لوٹتی ہے قرآن کریم میں الیـہ یصعدالکلم الطیب میں بھی کلم کیلئے واحد مذکر غائب کا صیغہ لایا گیا۔ اور جمع کی طرف جو ضمیریں لوٹتی ہیں وہ مؤنث کی ہوتی ہیں جیسے "لَھُمْ غُـرف من فوقھاغُرفٌ مَبنیّۃ" یہاں غرف جمع ہے اس کی طرف ھا مؤنث کی ضمیر لوٹ رہی ہے اسی طرح قرآن کریم اور احادیث نبویہ علے صاحبہا الصلاۃ والسلام اور استعمال عرب میں اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ملتی ہیں۔

والکلم الی آخرہ:

اور کلم اس کو کہتے ہیں جو تین سے یا تین سے زیادہ کلمات سے مرکب ہو جیسے: اِنْ قَـامَ زیدٌ (یہاں اِنْ ایک کلمہ ہے اور قَامَ دوسرا کلمہ ہے اور زیدٌ تیسرا کلمہ ہے) اور کلمہ وہ لفظ ہے جس کو مفرد معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

الموضوع لمعنی: کے قول سے مہمل کو نکالدیا جیسے دیز ہے (کیونکہ یہ کسی معنی کیلئے وضع نہیں بلکہ بے معنی ہے جس کو مہمل کہتے ہیں) اور مفرد کہا تو کلام کو نکالدیا کیونکہ یہ مفرد کے علاوہ کے معنی کیلئے وضع ہے، پھر مصنف رحمہ اللہ نے متن میں یہ ذکر کیا کہ قول سب کو شامل ہے تو ان کی مراد یہ ہے کہ کلام کے اوپر بھی قول کا اطلاق ہوتا ہے اور کلم، کلمہ پر بھی۔ اگر چہ بعض حضرات کے زعم کے مطابق قول کا استعمال مفرد ہی میں کیا جاتا ہے جیسے لا الہ الا اللہ کو کلمہ اخلاص کہتے ہیں (یعنی لا الہ الا اللہ اگر چہ کلام ہے لیکن اس کو کلمہ کہا جاتا ہے (اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے فرمان مبارک میں کلمۃ سے مراد کلام ہے چنانچہ آپ سے روایت ہے "اَفْـضَلُ کَلِمَۃٍ قَالَھَاشاعِرٌ کلمۃُ لَبِید" بہتر کلمہ جس کو شاعر نے کہا وہ لبید کا کلمہ ہے اب یہاں کلمہ سے مراد کلام ہے اور وہ لبید کا شعر ہے۔

اَلاکُلُّ شَیٍٔ مَاخَلااللّٰہ بَاطِلٌ
وَکُلُّ نَعِیمٍ لامَحَالَۃَ زَائِلُ

ترجمہ:......خبردار ہر چیز اللہ کے سوا باطل ہے اور ہر نعمت ضرور ختم ہونے والی ہے۔

اور کبھی کلمہ وکلام دونوں ایک ساتھ صادق ہوتے ہیں اور کبھی صرف مفرد مراد لیا جاتا ہے، کلمہ وکلام ایک ساتھ دونوں جمع ہوں جیسے قَـدْقَامَ زیدٌ یہ کلام اسلئے ہے کہ اس پر کلام کی تعریف صادق آرہی ہے اس لئے کہ یہ ایسے معنی کا فائدہ دیتا ہے جس پر خاموشی صحیح ہے اور یہ کلم اس لئے ہے کہ یہ تین کلمات سے مرکب ہے۔

صرف کلم کی مثال "ان قَامَ زیدٌ" یہاں یہ تین کلمات سے مرکب ہے اس لئے کلم ہے اور چونکہ فائدہ تامّہ نہیں دیتا اس لئے کلام نہیں ہے اور صرف کلام کی مثال جیسے "زیدٌ قَائِمٌ" فائدہ تامّہ دینے کی وجہ سے کلام ہے اور تین کلمات نہ ہونے کی وجہ سے " کَلِمٌ "نہیں ہے۔

بِـالـجرِّ والتـنـوين والنداء وَآلْ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وَمُسْنَـدٍ للاِسْمِ تَـمِييـزٌ حَـصَلْ

ترجمہ:...... جر تنوین، نداء، الف لام، اور اسناد یعنی مسند الیہ ہونے سے اسم کی تمیز حاصل ہوتی ہے۔

ترکیب:

آسان ترکیب کے اعتبار سے اصل عبارت یوں ہے حَـصَـلَ تَـمِييـزٌ لـلاسـم بالجرِّ والتنوين والنّداء وَآلْ ومُسْنَدٍ.

(حَـصَـلَ) فعل واحد مذکر غائب (تَـمِييـزٌ) اس کا فاعل ہے (لـلاسم) جار ومجرور متعلق اوّل ہوا (حَـصَـلَ) کے ساتھ (بالجر) "ب" جار (الجر) معطوف علیہ واو حرف عطف (التنوين، النداء، ال، مسند) جملہ معطوفات، معطوف علیہ اپنے جملہ معطوفات سے مل کر مجرور ہوا جار کا، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلّق ثانی ہوا (حَـصَـلَ) کا۔

(ش) ذكر المصنف —رحمه الله تعالىٰ— في هذا البيت علاماتِ الاسمِ .

فـمنهـا الـجـر، وهو يشمل الجرَّ بالحرف والإضافة والتبعية، نحو ((مَرَرْتُ بغلامِ زيدٍ الفاضلِ)) فـالـغـلام: مـجرور بالحرف وزيدٍ: مجرور بالإضافة، والفاضلِ: مجرور بالتّبيعة، وهو أشمل من قول غيره ((بحرف الجر))؛ لأن هذا لايتناول الجرَّ بالإضافة، ولا الجرَّ بالتبيعة.

ومـنهـا التـنـويـن، وهـو عـلـى أربعة أقسام: تنوين التمكين، وهو اللاحق للأسماء المعربة، كزيد، ورجـل، إلا جـمـع الـمـؤنـث السـالـم، نحو ((مسلمات)) وإلا نحو ((جوار، وغواش)) وسيأتى حكمهما. وتنوين التنكير، وهو اللاحق للأسماء المبنى فرقا بين معرفتها ونكرتها، نحو: ((مررت بسيبويه وبسيبويه آخـر)). وتـنـويـن المقابلة، وهو اللاحق لجمع المؤنث السالم، نحو: ((مسلمات)) فإنه فى مقابلة النون فى جـمع المذكر السالم كمسلمين وتنوين العوض، وهو على ثلاثة أقسام: عوض عن جملة، وهو الذى يلحق ((إذ)) عوضا عن جملة تكون بعدها، كقوله تعالىٰ: (وأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ) أى: حين إذ بلغت الروح الحلقوم ؛فـحـذف ((بـلـغـت الروح الحلقوم)) وأتى بالتنوين عوضا عنه؛ وقسم يكون عوضا عن اسم، وهو اللاحق لِ

((کل)) عوضاعما تضاف إلیه،نحو:((کلٌّ قَائِمٌ))أی:((کلُّ إنسان قائِمٌ))فحذف((إنسانٌ))وأ تی بالتنوین عوضاعنه وقسم یکون عوضاعن حرف،وهواللاحق لِ ((جوار، وغواش)) ونحوهمارفعًاوجرا، نحو: هؤلاء جوار، ومررت بجوار))فحذفت الیاء وأتي بالتنوین عوضاعنها.

وتنوین الترنم،وهوالذی یلحق القوافی المطلقة بحرف علة، کقوله

اَقِـلِّـی الـلَّـومَ عـاذِلَ والـعَتـابَنْ

وَقُـوْلِـیْ اِنْ اَصبـتُ لَقَـدْ اَصَـابَنْ

فجیئ بالتنوین بدلا من الألف لأجل الترنم، وکقوله:

٢-اَزِفَ التَّـرَحُّلُ غَیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا

لَـمَّـا تَـزُلْ بِـرِحَـالِـنَـا وَکَاَنْ قَدِنْ

والتنوین الغالی-وأثبته الأخفش-وهوالذی یلحق القوافی المقیدة، کقوله:

٣......وَقَـاتِـمِ الاَعْـمـاقِ خـاوِیَ الـمـختـرقـنْ

وظاهر کلام المصنف أن التنوین کله من خواص الاسم،ولیس کذالک،بل الذی یختص به الاسم إنماهو تنوین التمکین،والتنکیر،والمقابلة،والعوض،وأماتنوین الترنم والغالی فیکونان فی الاسم والفعل والحرف .

ومن خواص الاسم:النداء،نحو((یازید))والألف واللام،نحو((الرجل))والإسنادإلیه ، نحو ((زیدٌقائمٌ))

فمعنی البیت:حصل للاسم تمییزعن الفعل والحرف:بالجر،والتنوین،النداء،والألف واللام، والإسناد إلیه:أی الإخبارعنه.

واستعمل المصنف((أل))مکان الإلف واللام،وقد وقع ذلک فی عبارة بعض المتقدمین- وهو الخلیل-واستعمل المصنف((مسند))مکان((الإسنادله)).

ترجمہ وتشریح:

اسم کی علامتیں:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ ان علامات کو ذکر فرمارہے ہیں جن سے اسم فعل اور حرف سے الگ ہو جائے اس کی علامات کو اس لئے پہلے ذکر فرمارہے ہیں کہ اسم فعل اور حرف کے بنسبت شرافت والا ہے اس لئے کہ اسم محکوم علیہ اور محکوم بہ دونوں واقع ہوتا ہے بخلاف فعل، حرف کے۔ چنانچہ شارح اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان علامات میں سے ایک جر ہے (جر کا لفظ اس جر کو بھی شامل ہے جو جر حرف کی وجہ سے آیا ہو اور اس جر کو بھی شامل ہے جو اضافت کی وجہ سے آیا ہو اور اس جر کو بھی شامل ہے جو تابع ہونے کی وجہ سے آیا ہو، مندرجہ ذیل مثال میں تینوں قسم کے جر موجود ہیں چنانچہ مَرَرْتُ بِغُلَامِ زیدِ الفاضلِ میں (غلام) حرف کے داخل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور (زید) اضافت کی وجہ سے اور (الفاضل) تابع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اس لئے زید اس کیلئے متبوع ہے اور تابع متبوع دونوں کا اعراب ایک ہوتا ہے (شارح فرماتے ہیں کہ) مصنف علیہ الرحمۃ کا قول (بالجرّ) حرف جر کی تعبیر سے زیادہ مناسب اور شامل ہے اس لئے کہ حرف جر کی تعبیر اس جر کو شامل نہیں جو جر اضافت یا تابع ہونے کی وجہ سے آیا ہو۔

تنوین کی اقسام

اسم کی علامات میں تنوین بھی ہے اور جو تنوین اسم کے ساتھ خاص ہے اس کی چار قسمیں ہیں۔

۱.....تنوین تمکین' اور یہ اس تنوین کو کہتے ہیں جو اسماء معربہ کے آخر میں آئے۔ جیسے زیدٌ، رَجلٌ اور جمع مؤنث سالم مسلماتٌ کی تنوین یا جو تنوین جَوَارٍ اور غَوَاشٍ میں ہے یہ اسماء معرب ہونے کے باوجود تنوین تمکین نہیں ہے بلکہ یہ اس سے مستثنیٰ ہیں (ان کا حکم آگے آرہا ہے کہ مسلِمَاتٌ میں تنوین مقابلہ ہے اور جوارٍ، غواشٍ میں تنوین عوضی ہے)۔

۲.....تنوین تنکیر' اور یہ اسماء مبنیہ کے آخر میں نکرہ اور معرفہ میں فرق کرنے کیلئے آتی ہے۔ یعنی تنوین تنکیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ جس پر داخل ہے وہ غیر معیّن ہے جیسے مَرَرْتُ بِسیبویہِ و بِسیبویَہٍ آخَرَ یہاں سیبویہ بغیر تنوین کے مبنی ہے اور معرفہ ہے جب اس سے معیّن شخص مراد لیا جائے جس کا نام سیبویہ ہو اور کوئی بھی شخص مراد لیا جائے جس کا نام سیبویہ ہے تو اس میں تنوین آئے گی جو نکرہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

۳.....تنوین مقابلہ وہ ہے جو جمع مؤنث سالم کے ساتھ ملحق ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ اس میں الف جمع کی علامت ہے جس طرح

جمع مذکر سالم مُسْلِمُوْنَ میں واؤ جمع کی علامت ہے اور جمع مؤنث سالم میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جو جمع مذکر سالم کے نون کا مقابلہ کر سکے اس لئے اس کے مقابلہ کیلئے اس کے آخر میں تنوین بڑھادی گئی اس وجہ سے اس کو تنوین مقابلہ کہتے ہیں۔

۴......تنوین عوض: جو کسی کے عوض میں آ جائے اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

ایک قسم وہ ہے جو جملہ کے عوض آئے اور یہ تنوین (اذْ) کے آخر میں اس جملہ کے عوض آتی ہے جو اس کے بعد ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول۔ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْن یہاں تنوین اِذْ بلغت الروح الحلقوم کے عوض آئی ہے۔

اور دوسری قسم وہ ہے جو اسم کے عوض آئے اور یہ تنوین کل کے ساتھ مضاف الیہ کے عوض آتی ہے جیسے کلٌّ قائِمٌ عبارت اصل میں یوں تھی کلُّ انسانٍ قائمٌ ۔انسان کو حذف کر کے اس کے عوض کل پر تنوین لائے، اور تیسری قسم وہ ہے جو حرف کے عوض آئے اور یہ وہ تنوین ہے جو جــوارٍ اور غـــواشٍ جیسی مثالوں کے ساتھ ملحق ہے جیسے هؤلاء جوارٍ حالت رفعی میں اور مررت بجوارٍ حالت جری میں تنوین یاء کے عوض آئی ہے (اور حالت نصبی میں یاء ذکر ہوتی ہے)

۵...... پانچویں قسم تنوین ترنم ہے اور یہ تنوین قافیہ مطلقہ کے آخر میں آتی ہے جس قافیہ کے آخر میں حرف علت ہو اس کو مطلقہ کہتے ہیں اور جس کے آخر میں حرف صحیح ساکن ہو اس کو قافیہ مقیدہ کہتے ہیں۔

جیسے شاعر کا یہ قول ہے

اَقِلّی اللَّومَ عـاذِلَ وَالعِتـابَنْ		وَقُولِی اِنْ اَصبتُ لَقَدْ اَصـابَنْ

ترجمہ:......اگر اِنْ اصبتُ واحد متکلم کا صیغہ مراد لیا جائے تو معنی یہ ہوگا اے ملامت کرنے والی تو ملامت اور عتاب کو کم کر (یعنی بالکل چھوڑ) اگر میں صواب میں (درستگی) کو پہنچوں تو تو کہہ کہ یہ صواب کو پہنچا (یعنی انصاف کر) اور اگر واحد مؤنث مخاطب کا صیغہ مراد لیا جائے تو معنیٰ یہ ہوگا۔ اگر تو حق کو پہنچنا چاہتی ہے تو کہہ دے کہ تحقیق وہ (شاعر عاشق) حق کو پہنچا۔

تشریح المفردات:

(اقلّی) اتر کی چھوڑ دو کے معنیٰ میں ہے عرب قلّت کو نفی کے معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں، (اللوم) ملامتی، (العتاب) بھی ملامتی کو کہتے ہیں لوم اور عتاب الفاظ مترادفہ ہیں یعنی الفاظ مختلف ہیں اور معنیٰ ان کا ایک ہے (عَاذِلَ) اصل میں یَاعَاذِلَةُ تھا تاء کو ترخیم کی وجہ سے حذف کر کے یاء حرف نداء کو بھی حذف کیا (قُولِی) اقلّی پر عطف ہے

(إن اصبتُ) تاء کے ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اور تاء کے کسرہ کے ساتھ بھی دونوں صورتوں میں شعر کا معنی مختلف ہے جس کا ذکر ہو گیا۔

ترکیب:

(اَقِلّی) واحد مؤنث حاضر امر حاضر معروف، (ی) مؤنث مخاطب کی ضمیر اس کا فاعل (اللوم) معطوف علیہ (و) حرف عطف (العتابن) معطوف، معطوف معطوف علیہ سے مل کر پھر معطوف علیہ (و) حرف عطف (قولی) واحد مؤنث امر حاضر (ی) مؤنث مخاطب کی ضمیر اس کا فاعل (ان اصبتُ) فعل بافاعل شرط (قد) حرف تحقیق (اصاب) فعل بافاعل قول کا مقولہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول بہ ہوا (اقلی) کیلئے۔ اور جواب شرط محذوف، تقدیر عبارت یوں ہے ''ان اصبت فقولی لقد اصابا'' شرط اور جزاء دونوں مل کر جملہ معترضہ۔

محلِ استشہاد:

یہاں العتاب اسم اور اصَاب فعل دونوں پر تنوین آئی ہے اصل میں العتابا اصَابا الف اطلاق کے ساتھ تھے الف کو حذف کر کے اس کی جگہ تنوین ترنم کو لایا گیا۔

اور شاعر کا یہ قول:

اَزِفَ التَّرَحُّلُ غَیْرَ اَنَّ رِکَابَنَا
لَمَّا تَزُلْ بِرِحَالِنَا وَکَاَنْ قَدِنْ

ترجمہ:...... کوچ کرنے وقت قریب آیا مگر یہ کہ ہماری سواریوں نے ہمارے سامان کو منتقل نہیں کیا اور گویا کہ وہ منتقل کیا۔

یہ ترجمہ اس وقت ہے جب (باء) اپنے اصلی معنی پر ہو اور (رحال) سے مسافر کا سامان مراد ہو، اور اگر رحال سے اس کا اصلی معنیٰ یعنی گھر لیا جائے اور باء من کے معنیٰ میں ہو تو ترجمہ یوں ہوگا۔

کوچ (سفر) کرنے کا وقت قریب آیا مگر یہ کہ ہماری سواریاں ہمارے گھروں سے نہیں چل پڑیں اور گویا کہ وہ چل پڑیں۔

تشریح المفردات:

(اَزِفَ) قریب ہونے کے معنی میں آتا ہے بعض نے (اَفِدَ) نقل کیا ہے دونوں کا معنی ایک ہے (الترحل) کوچ کرنا۔ (غیر) منصوب بنا بر استثناء منقطع یا متصل (رکاب) اونٹ (تزُلْ) اصل میں تزوُلُ تھا۔ (لمّا) کی وجہ سے آخر میں جزم آیا جس کی وجہ سے واؤ گر گیا، انتقال کے معنی میں ہے (رِحال) اصل میں وطن اقامت میں آدمی کے گھر کو کہتے ہیں پھر مسافر کے سامان پر اس کا اطلاق ہونے لگا اور یہاں بھی یہی مراد ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب باء اپنے اصلی معنیٰ پر ہو اگر باء (مِن) کے معنی میں لیا جائے تو (رحال) سے اس کا اصلی معنیٰ مراد ہے۔ (کان) میں (اَنْ) مخفف عن المثقل ہے اور اس کا اسم ضمیر شان ہے اور خبر اس کی محذوف ہے ای کان قدزَالَتْ۔

محل استشہاد:

(قدن) ہے (قد) حرف ہے اور اس پر تنوین ترنم آئی ہے۔

ترکیب:

(ازف) فعل ماضی (الترحل) اس کا فاعل (غیر) منصوب بنا بر استثناء (ان) حرف تاکید (رکابنا) مضاف مضاف الیہ (انّ) کا اسم (لما) حرف نفی و جزم (تزُلْ) فعل مضارع مجزوم با فاعل (برحالنا) جار مجرور متعلق تزل کے ساتھ ہوا (کان) حرف تشبیہ اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے ای کان قد زالت (فعل فاعل کو حذف کر کے قدکو اس کی جگہ قائم مقام کر دیا)۔

۶......ایک تنوین غالی ہے جس کو اخفش رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے تنوین غالی اس کو کہتے ہیں جو قافیہ مقیدہ کے آخر میں ہوتی ہے جس کے بارے میں پہلے ذکر کیا گیا کہ جس کلمہ کے آخر میں حرف صحیح ساکن ہو اس کو قافیہ مقیدہ کہتے ہیں۔ جیسے شاعر کا قول ہے۔

۳......وَقاتِمِ الاَعماقِ خاوِیَ المخترقنْ

ترجمہ:......بہت سے ایسے مکان جس کے اطراف سخت اندھیرے والے ہیں اور ان کے گزرنے کی جگہیں خالی ہیں (ان کو میں نے طے کیا) (شاعر اس میں اپنی بہادری بیان کر رہا ہے کہ ایسی جگہیں جہاں کسی کا جانا آسان نہیں ان جگہوں کو میں سفر کے ذریعہ طے کر چکا ہوں)

تشریح المفردات وترکیب:

(وقاتم) میں واو (رُبّ) کے معنیٰ میں ہے تقدیر عبارت یوں ہے۔ (وَرُبَّ مکان قاتم الاعماق) یہ مجموعی اعتبار سے مبتدا ہے اور خبر اس کی محذوف ہے جو کہ قَطَعْتُهُ ہے (قاتم) بمعنی شدید اندھیرے والا (الاعماق) عمق کی جمع ہے (بیابان کے دور علاقے کو کہا جاتا ہے (خاوی) خالی کے معنی میں ہے (المخترقن) گزرنے کی وسیع جگہ۔

محلّ استشہاد:

(المخترقن) ہے یہ قافیہ مقیدہ ہے اس لئے کہ اصل میں المخترق بسکون القاف تھا تنوین غالی آخر میں بڑھا دی گئی التقاء ساکنین کی وجہ سے (قاف) کو کسرہ دیا۔

وظاهر كلام المصنف الخ:

شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ تنوین کی جتنی قسمیں ہیں وہ ساری اسم کے خواص میں سے ہیں حالانکہ اسم کے ساتھ تنوین تمکن، تنکیر، مقابلہ، عوض خاص ہیں اور تنوین ترنم اور تنوین غالی دونوں اسم فعل حرف تینوں میں پائی جاتی ہیں (شاید مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے للاکثر حکم الکل کی وجہ سے مطلقاً تنوین کو ذکر کیا ہو) اور اس کے خواص میں سے نداء بھی ہے اسلئے کہ نداحرف ندا کا اثر ہے اور حرف نداء اسم ہی پر داخل ہوتا ہے لہٰذا نداء بھی اسم کے ساتھ خاص ہوگی۔ جیسے یا زید اور الف لام بھی اسم کے خواص میں سے ہے جیسے الرجل (الف لام کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی) اور مسند الیہ ہونا بھی اسم کے ساتھ خاص ہے جیسے زیدٌ قائمٌ۔ مصنف رحمہ اللہ کے پورے بیت کا ترجمہ یوں ہوا۔ اسم کی تمیز فعل اور حرف سے جر تنوین ندا الف لام مسند الیہ ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

اور مصنف علیہ الرحمۃ نے (ال) کو الف لام کی جگہ استعمال کیا ہے۔

بعض متقدمین کی عبارتوں میں اسی طرح ذکر ہے جیسا کہ خلیل رحمہ اللہ ہیں' یہاں شارح رحمہ اللہ تعالیٰ ایک اختلاف کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں جو حرف تعریف میں ہے سیبویہ رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ حرف تعریف صرف لام ہے اور ہمزہ شروع میں ابتداء بسکون کے متعذر ہونے کی وجہ سے زیادہ کیا جاتا ہے اور خلیل رحمہ اللہ کے نزدیک حرف تعریف مجموعہ الف ولام ہے یعنی (اَل)، شارح ابن عقیل کی بھی یہی رائے ہے اور مبرّد رحمہ اللہ کے نزدیک حرف تعریف صرف ہمزہ ہے اور لام کو اس کے بعد ہمزہ تعریف اور ہمزہ استفہام کے درمیان فرق کردینے کیلئے زیادہ کیا گیا ہے (اس کی مزید وضاحت ''المعرف باداة التعریف'' میں آئے گی انشاء اللہ)

الاسنادله کی جگہ مصنف رحمہ اللہ نے مسند استعمال کیا ہے اسلئے کہ مقصود دونوں کا ایک ہے۔

بِتَا فَعَلْتَ وَاَتَتْ وَیَا افْعَلِیْ
وَنُوْنِ اَقْبِلَنَّ فِعْلٌ یَنْجَلِیْ

ترجمہ:...... فَعَلْتَ کی اور اَتَتْ کی تاء اور افعِلی کی یاء اور اقْبِلَنَّ کے نون سے فعل واضح ہوتا ہے۔

ترکیب:

(ب) جار (تا) باعتبار لفظ مضاف (فعلت) باعتبار لفظ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ (واو) حرف عطف (اتت ویاافعلی ونونِ اقبلن معطوفات اپنے معطوف علیہ سے مل کر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور ملکر متعلق ہوا بعد والے ینجلی فعل کے ساتھ۔ (فعل) مبتدا (ینجلی) فعل با فاعل و متعلق خبر ہوا مبتدا کیلئے۔

(ش) ثم ذکر المصنف أن الفعل یمتاز عن الاسم والحرف بتاء ((فعلت)) والمراد بها تاء الفاعل، وھی المضمومة للمتکلّم، نحو((فعلت)) والمفتوحة للمخاطب، نحو((تبارکت)) والمکسورة المخاطبة، نحو ((فعلت))

ویمتاز أیضا بتاء((أتت)) والمراد بها تاء التأنیث انساکنة، نحو((نعمت)) و((بئست)) فاح ترزنا بالساکنة عن اللاحقة للأسماء، فإنها تکون متحرکة بحرکة الإعراب، نحو((ھذہ مسلمة، ورأیت مسلمة، ومررت بمسلمة)) ومن اللاحقة للحرف، نحو((لات، ورُبَّت، وثمت((۲)) وأما تسکینها مع رب وثم فقلیل، نحو((ربت، وثمت))

ویمتاز أیضا بیاء((افعلی)) والمراد بها یاء الفاعلة، وتلحق فعل الأمر، نحو((اضربی)) والفعل المضارع، نحو((تضربین)) ولا تلحق الماضی.

وإنما قال المصنف((یاافعلی)) ولم یقل((یاء الضمیر)) لأن ھذہ تدخل فیها یاء المتکلم، وھی لا تختص بالفعل، بل تکون فیه نحو((أکرمنی)) وفی الاسم نحو((غلامی)) وفی الحرف نحو((إنی))، بخلاف یاء ((أفعلی)) فإن المراد بها یاء الفاعلة علی ماتقدم، وھی لا تکون إلا فی الفعل.

ومما یمیز الفعل نون((أقبلن)) والمراد بها نون التوکید: خفیفة کانت، أوثقیلة، فالخفیفة نحو قوله تعالیٰ: (لنسفعا بالناصیة) والثقیلة نحو قوله تعالیٰ: (لنخرجنک یاشعیب). فمعنی البیت: ینجلی الفعل بتاء الفاعل، وتاء التأنیث الساکنة (۱)، ویاء الفاعلة، ونون التوکید.

ترجمہ وتشریح: ....فعل کی علامتیں:

پہلے مصنف علیہ الرحمۃ نے اسم کے خواص ذکر کئے اب فعل کے خواص ذکر فرمار ہے ہیں کہ چنانچہ شارح فرماتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا کہ فعل اسم اور حرف سے ممتاز ہوتا ہے فـعـلـتُ کی تاء کے ساتھ، مراد اس سے وہ تاء ہے جو فاعل کی ہے جو متکلم میں مضموم ہوتی ہے جیسے فَعَلْتُ اور مخاطب مذکر میں مفتوح ہوتی ہے۔ جیسے فَعَلْتَ اور مخاطب مؤنث میں مکسور جیسے: فَعَلْتِ۔

اور اسی طرح فعل، اسم اور حرف سے ممتاز ہوتا ہے اَتَـتْ کی تاء کے ساتھ' اور مراد اس سے ہر وہ تاء ہے جو تانیث کے لئے ہو اور ساکن ہو جیسے :نِـعْـمَـتْ ، بِئْسَتْ ، ساکنہ کہکر اس تاء سے احتراز کیا جو اسماء کے ساتھ پیوست ہوتی ہے اس لئے کہ وہ متحرک ہوتی ہے حرکت اعرابی کے ساتھ جیسے :هذه مُسْلِمَةٌ ، رأيْتُ مسلِمَةً، مررْتُ بمُسْلِمَةٍ اور اس سے احتراز کیا اس تاء سے جو حرف کے ساتھ پیوست ہوتی ہے جیسے لَاتَ رُبَّتَ ثُمَّتَ یہاں لَا، رُبَّ، ثُمَّ تینوں حرف ہیں جس کے ساتھ تاء متحرکہ آئی ہے رہا یہ کہ رُبَّ اور ثُمّ، کے ساتھ جو تاء ساکن ہو کر آتی ہے جیسے رُبَّتْ ، ثُمَّتْ تو یہ قلیل ہے۔

اور اسی طرح فعل اسم اور حرف سے ممتاز ہوتا ہے اِفْـعَلِیْ کی یاء کے ساتھ اور مراد اس سے فاعل کی یاء ہے جو فعل امر کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جیسے: اِضْرِبِی اور فعل مضارع کے ساتھ جیسے تَضربِینَ اور ماضی کے ساتھ ملحق نہیں ہوتی۔

مصنف رحمہ اللہ نے یا افـعـلـی کہا اور یاء ضمیر نہیں کہا اس لئے اگر یاء ضمیر کہتے تو اس میں یاء متکلم بھی داخل ہوتی حالانکہ یاء متکلم فعل کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کبھی تو فعل کے ساتھ ہوتی ہے جیسے اکـرمـنـی اور کبھی اسم کے ساتھ جیسے غُلَامِيْ اور کبھی حرف کے ساتھ جیسے انّي بخلاف یاء افـعـلـي کے کہ مراد اس سے فاعل کی یاء ہے اور فاعل کی یاء فعل کے علاوہ کہیں اور نہیں ہوتی۔

اور فعل ممتاز ہوتا ہے اسم سے اَقْبِلَنَّ کے نون کے ساتھ، اور مراد اس سے نون تاکید ہے خفیفہ ہو یا ثقیلہ، خفیفہ کی مثال جیسے: لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ اور ثقیلہ کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "لنُخرجنّک يا شعيبُ"۔

متن کے شعر کا معنی یہ ہوا کہ فعل تاء فاعل اور تاء تانیث ساکنہ اور یاء فاعل کے ذریعہ واضح اور روشن ہوتا ہے۔

سِـوَاهُـمَـا الـحـرفُ كَـهَـلْ وَفِـيْ وَلَـمْ
فِـعْـلٌ مُـضَـارِعٌ يَـلِـيْ لَـمْ يشَـمْ

ترجمہ:......اسم اور فعل کے علاوہ حرف ہے جیسے (هـل) اور (فـی) اور (لَـمْ) فعل مضارع (لَـمْ) سے ملتا ہے جیسے :یَشم (میں لم یشم پڑھنا)

ترکیب:

(سوی) مضاف (هما) مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر خبر مقدم (الحرف) مبتدا مؤخر، اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔

(ک) حرف جر (هل) معطوف علیہ (و) حرف عطف (فی) اور (لم) اس پر معطوف، معطوف علیہ معطوف مل کر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا کائن کے ساتھ کائن صیغہ اسم فاعل اس کے اندر (هو) ضمیر مستتر ہے وہ اس کیلئے فاعل، اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر خبر ہوا مبتدا محذوف (ذالک) کیلئے۔

(فِعْلٌ) موصوف (مضارع) صفت، موصوف صفت مل کر مبتدا (یلی) واحد مذکر فعل مضارع معلوم اس کے اندر ضمیر مستتر ہے جو کہ (هُوَ) ہے (فعل مضارع) کی طرف راجع ہے وہ اس کیلئے فاعل، (لم) باعتبار لفظ (یلی) کا مفعول بہ، فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کے لئے (کیشم ای و ذالک کائنٌ کیشم ما قبل کی طرح ہے)

وَمَاضِيَ الافْعَالِ بِالتَّامِزْ وَسِمْ
بِالنُّوْنِ فعلَ الامْرِ اِنْ امرٌ فُهِم

ترجمہ:......اور افعال کے ماضی کو ممتاز کیجئے (تاء) کے ساتھ۔ اور فعل امر پر نون کے ساتھ علامت لگایئے اگر امر کا معنیٰ سمجھا جائے۔

ترکیب:

(ماضی الافعال) مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ مقدم (بالتا) جار مجرور متعلق ہوا بعد والے (مِزْ) کے ساتھ ساتھ (مز) فعل امر با فاعل، اصل عبارت یوں ہے مِزْ ماضی الافعَال بالتاء (سِمْ) فعل امر (انت) ضمیر مستتر اس کے لئے فاعل (بالنون) جار مجرور متعلّق ہوا (سم) کے ساتھ (فعل الامر) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ،

(ان امرٌ فهم) (ان) حرف شرط (امرٌ) نائب فاعل مقدم (فُهِم) کیلئے، فُهم فعل ماضی مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر شرط، جزا اس کی محذوف ہے جو کہ فَسِمْ بالنون الخ ہے ما قبل کی عبارت اس پر دال ہے۔

(ش) یشیر إلى أن الحرف یمتاز عن الاسم والفعل بخلوه عن علامات الأسماء، وعلاماتِ الأفعال، ثم مثل بِ((هل وفی ولم)) منبها على أن الحرف ینقسم إلى قسمین: مختص، وغیر مختص،

فأشار بهل إلى غير المختص، وهو الذي يدخل على الأسماء والأفعال. نحو ((هَلْ زَيْدٌ قَائِمٌ)) و ((هَلْ قَامَ زَيْدٌ))، وأشار بفي ولم إلى المختص، وهو قسمان: مختص بالأسماء كفي، نحو ((زيد في الدار))، ومختص بالأفعال كلم، نحو ((لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ)).

ثم شرح في تبيين أن الفعل ينقسم إلى ماض ومضارع وامر؛ فجعل علامة المضارع صحة دخول ((لم)) عليه، كقولك في يَشَم لَمْ يَشم وفي يضرب: ((لَمْ يَضْرِبْ))، وإليه أشار بقوله: ((فعل مضارع يَلي لم كيَشَم)).

ثم أشار إلى مايميز الفعل الماضيَ بقوله: ((وماضِيَ الأفعال بالتَّامِزْ)) أى: مَيِّزْ ماضيَ الأفعال بالتاء، والمراد بها تاء الفاعل، وتاء التانيث الساكنة، وكل منهما لايدخل إلا على ماضي اللفظ، نحو ((تباركت يَاذَاالجلال والإكرام)) و ((نِعْمت المَرْأةُ هندٌ)) و ((بئستِ المرأة دَعْدٌ)).

ثم ذكر في بقية البيت أن علامة فعل الأمر: قبول نون التوكيد، والدلالة على الأمر بصيغته، نحو ((اضْرِبن، واخرجنَّ)).

فإن دلّتِ الكلمة على الأمر ولم تقبل نون التوكيد فهي اسم فعل، وإلى ذلك أشار بقوله:

ترجمہ وتشریح: .... حرف کی علامت:

مصنف علیہ الرحمۃ ان اشعار میں اشارہ فرمارہے ہیں اس بات کی طرف کہ حرف اسم اور فعل سے ممتاز ہوتا ہے جب وہ اسم اور فعل کی علامات سے خالی ہو، پھر (هل) اور (فی) اور (لم) کی مثال دیکر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ حرف کی دو قسمیں ہیں مختص ۲- غیر مختص۔ (هل) کے ذریعہ اشارہ کیا غیر مختص کی طرف، یعنی وہ کسی چیز کے ساتھ خاص نہ ہو چنانچہ (هل) اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے: هل زیدٌ قائمٌ اور فعل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے هَلْ قامَ زیدٌ اور (فی) اور (لم) کے ذریعہ سے اشارہ کیا حرف کی دوسری قسم مختص کی طرف۔ پھر مختص کی دو قسمیں ذکر کردیں ایک وہ جو خاص ہے اسم کے ساتھ جیسے (فی) اور دوسری قسم وہ ہے جو خاص ہے فعل کے ساتھ جیسے: لَمْ يَقُمْ زيدٌ.

پھر مصنف نے اس بات کو بیان میں شروع کیا کہ فعل کی تین قسمیں ہیں ماضی، مضارع، امر۔

فعل مضارع کی علامت:

یہ ہے کہ اس پر لَمْ کا داخل ہونا صحیح ہو جیسے: يَشَمُّ مضارع میں لم يشم پڑھنا صحیح ہے اور يضرِبُ میں لم يضرِب، فعل مضارع يلي لم میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

فعل ماضی کی علامت:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے (وماضی الافعال بالتامز) سے اس طرف اشارہ کیا کہ جو فعل ماضی کو ممتاز کرے چنانچہ فرمایا کہ افعال کے ماضی کو تاء کے ذریعہ الگ کرو اور اس تاء سے مراد فاعل کی تاء ہے اور تاء تانیث ساکنہ ہے اور یہ دونوں باعتبار لفظ ماضی پر داخل ہوتے ہیں جیسے: تبارکت یاذاالجلالِ والاکرام، نِعْمَتِ المرأۃُ ھندٌ، بئسَتِ المرءۃُ دَعْدٌ.

فعل امر کی علامت:

مصنف رحمہ اللہ نے باقی شعر میں اس بات کو ذکر کیا کہ فعل امر کی علامت نون تاکید کو قبول کرنا اور امر پر دلالت کرنا ہے جیسے: اِضْرِبَنْ اخرُجَنَّ اگر امر پر دلالت تو کرے لیکن نون تاکید کو قبول نہ کرتا ہو تو وہ اسم فعل ہے اور اسی کی طرف مصنف رحمہ اللہ نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے۔

والأمر إن لم یک للنون محلّ
فیہ ھُوَ اسْمٌ نَحْوَصَهْ وَحَيَّهَلْ

ترجمہ:......امر میں اگر نون کیلئے جگہ نہ ہو تو وہ اسم ہے جیسے: صَهْ اور حَيَّهَلْ۔

ترکیب:

(واو) استینافیہ (الامر) مبتدا (ان) حرف شرط (لم یک) فعل ناقص (للنون) جار مجرور خبر مقدم لم یک کیلئے (محل) موصوف (فیہ) صفت، موصوف صفت سے مل کر اسم مؤخر ہوا، (لم یک) اپنے اسم اور خبر سے مل کر شرط، (ھو اسم) مبتدا خبر مل کر جزاء (جزاء میں فاء ہوا کرتی ہے یہاں ضرورت شعری کی وجہ سے محذوف ہے) شرط جزاء سے مل کر خبر ہوا الامر مبتدا کیلئے۔ (نحو صہ وحیّھل) ای وذالک کائن نحوصہ وحیّھل، (مرّ مثلہ)

(ش) فصہ وحیَّھَلُ: اسمان وإن دلاّعلی الأمر؛ لعدم قبولھما نون التوکید؛ فلاتقول: صھنَّ ولاحیھلنّ، وإنکانت صہ بمعنی اسکت، وحیھل بمعنی اقبل؛ فالفارق بینھماقبول نون التوکید وعلمہ، نحو((اسکتن، وأقبلن))، ولایجوز ذلک فی((صہ، وحیھل)).

ترجمہ وتشریح:

شارح رحمہ اللہ مصنف رحمہ اللہ کے شعر میں ذکر کردہ مثالوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صَــــہ اور حیّھَل اگر چہ امر پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ صَـهْ اُسکتْ (چپ ہو جاؤ) اور حیّھَلْ اَقْبِلْ (آ گے آ جاؤ) کے معنی میں ہے لیکن چونکہ یہ نون تاکید کو قبول نہیں کرتے چنانچہ آپ صَهَـنَّ حَيَّهَلَنَّ نہیں کہہ سکتے تو اس وجہ سے اس کو افعال نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ اسم ہے (یعنی اسم فعل) پس ان میں فرق کرنے والی چیز نون تاکید کو قبول کرنا یا نہ کرنا ہے چنانچہ اسـكُتَـنَّ اقبِلَنَّ جائز ہے اور صه اور حيّهَلْ میں یہ جائز نہیں ہے۔

المعرَبُ والمبنيّ

والاِسـمُ مـنـه مُعـرب ومبـنـي
لشبَـهٍ مـن الـحـروف مـدنـي

ترجمہ:......اور اسم میں بعض معرب ہیں اور بعض مبنی ہیں، اس مشابہت کی وجہ سے جو حروف کے قریب کرنے والی ہے۔

ترکیب:

(واو) استینا فیہ (الاسم) مبتدا اوّل (منه) جار مجرور خبر مقدم (معرب) مبتدا مؤخر، خبر مقدم مبتدا مؤخر مل کر پھر خبر ہوا مبتدا کیلئے۔ (ومبنی) (مبنی) مبتدا، خبر اس کی محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے ومنه مبنی، یہاں (ومبنی) کا عطف ما قبل پر صحیح نہیں ہے کیونکہ پھر معنی یوں ہوگا کہ اسم میں بعض معرب ہیں اور بعض مبنی ہیں تو لازم آئے گا کہ بعض اسم ایک ہی وقت میں معرب اور مبنی ہیں حالانکہ ایسا نہیں یا یہ لازم آئے گا کہ بعض اسم معرب اور مبنی ہیں اور باقی جو اسماء ہیں وہ نہ معرب ہیں اور نہ مبنی اور یہ بعض نحویوں کا ضعیف مسلک ہے (لشبه) (لام) جار (شبه) موصوف (مدنی) صفت، متعلق (مبنی) یا مدنی کے ساتھ، (من الحروف بھی) جار مجرور متعلق مبنی یا مدنی کے ساتھ۔

(ش) يشير إلى أن الاسم ينقسم إلى قسمين: أحدهما المعرب، وهو: ماسلم من شَبَه الحروف، والثاني المبني، وهو: ماأشبه الحروف، وهُوَ المعنِيُّ بقوله: ((لشبه من الحروف مدني)) أي: لشبه مقرب من الحروف؛ فعلّة البناء منحصرة –عندالمصنف رحمه الله تعالىٰ!– في شبه الحرف، ثم نوع المصنف وجوه الشبه في البيتين الذين بعدهذاالبيت، وهذاقريب من مذهب أبي علي الفارسي حيث جعل البناء

منحصرا في شبه الحرف أوماتضمن معناه،وقدنص سيبويه-رحمه الله !-على أن علة البناء كلها ترجع إلى شبه الحرف،وممن ذكره ابن أبى الربيع.

ترجمہ وتشریح:............معرب، مبنی کی تعریف:

مصنف علیہ الرحمۃ ان اشعار میں اشارہ کرر ہے ہیں اس بات کی طرف کہ اسم کی دوقسمیں ہیں ایک معرب ہے جو حروف کی مشابہت سے سالم ہواور دوسرا مبنی ہے جو حروف کے مشابہ ہواور یہی مصنف علیہ الرحمۃ کے قول لشبـــه مـن الحروف مدنی سے مراد ہے۔

معرب ومبنی کی تعریف میں وجہ حصر:

مصنف رحمہ اللہ کے قول کی تشریح سے پہلے بطور تمہید معرب اور مبنی میں وجہ حصر اور کتب نحو میں موجود وجوہ مشابہت ذکر کی جاتی ہیں تا کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول واضح ہوجائے چنانچہ ان میں وجہ حصر یہ ہے کہ اسم یا تو غیر کے ساتھ مرکب ہوگا یانہیں دوسرا مبنی ہے اور اگر غیر کے ساتھ مرکب ہے تو یااس کے ساتھ عامل متحقق (ثابت) ہوگا یانہیں دوسرا مبنی ہے اور اگر اس کے ساتھ عامل متحقق ہے تو یا مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہوگا یانہیں اگر مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہے تو مبنی ہے ورنہ تو معرب ۔مبنی الاصل چونکہ تین ہیں ماضی، امر حاضر، جملہ حروف اس میں چونکہ حروف بھی داخل ہیں اسوجہ سے مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مبنی وہ ہے جو حروف کے مشابہ ہو۔

وجوہ مشابہت:

چونکہ مبنی ہونے کی علت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرف کے ساتھ مشابہت ہے اسلئے اس کو سمجھنے کے لئے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ وجوہ مشابہت بنابراستقراء سات ہیں۔

اول:......یہ کہ اسم معنی مبنی اصل کو متضمن ہو جیسے: اَیْنَ' کہ ھمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور ہمزہ استفہام حرف ہے اور حرف مبنی الاصل ہے۔

دوم:......یہ کہ اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسم اشارہ اور اسم موصول اپنے معنی پر دلالت کرنے میں اشارہ حسیہ اور صلہ کے محتاج ہیں تو جس طرح حرف میں احتیاج الی الغیر پائی جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی احتیاج ہے۔

سوم:...... یہ کہ اسم مبنی اصل کی جگہ واقع ہو جیسے کہ نزالِ اسم فعل انزِل کی جگہ واقع ہے۔

چہارم:...... یہ کہ کوئی اسم ہم شکل اس اسم کے ہو جو مبنی اصل کی جگہ واقع ہو جیسے فَجَارِ نزالِ کے ہم شکل اور ہم وزن ہے اور نزالِ اِنزِل کی جگہ واقع ہے جیسا کہ گزر چکا۔

پنجم:...... یہ کہ کوئی اسم اس اسم کی جگہ واقع ہو جو مبنی اصل کے مشابہ ہے جیسے منادیٰ مضموم یا زیدُ اور یا رَجلُ، کہ یہ کاف خطاب اُدعُوکَ کی جگہ واقع ہیں اور کاف خطاب جو اسم ہے مشابہ کاف حرفیہ کے ساتھ ہے۔

ششم:...... یہ کو کوئی اسم مبنی اصل کی طرف مضاف ہو خواہ بواسطہ مضاف ہو خواہ بلا واسطہ جیسے: یَوْمَئِذٍ کہ اصل میں یَوْمَ اِذ کان کذا تھا اس میں یومَ بفتح المیم بواسطہ اِذ جملہ کان کذا کی طرف مضاف ہے اور مبنی ہے اور جملہ صاحب مفصّل کے نزدیک مبنی اصل ہے۔

ہفتم:...... یہ کہ اسم کی بناء تین حرف سے کم ہو جیسے ضربتُ میں تُ مبنی ہے اس لئے کہ یہ بناء میں حرف کے ساتھ مشابہ ہے جیسے باء من لام جارہ۔ یا اکرمنا میں نامبنی ہے مِنْ، عَنْ جیسے حروف کے ساتھ مشابہ ہے۔

مصنف رحمہ اللہ کے ہاں مبنی ہونے کی علت صرف حرف کے ساتھ مشابہت ہے مذکورہ تمام وجوہات کی رجع بھی اس کی طرف ہوتی ہے کہ ان تمام میں چونکہ ہر ایک میں حرف کے ساتھ کسی قدر مشابہت ضرور ہے اس لئے مبنی ہے البتہ صرف اسماء کا افعال میں کچھ اشکال ہوتا ہے کہ اس میں حرف کے ساتھ مشابہت کیسی ہے تو اس کی وضاحت آگے مصنف رحمہ اللہ فرمائینگے کہ اسماء افعال دَرَاکِ وغیرہ حرف کے ساتھ مشابہ ہیں اس بات میں کہ خود تو عمل کرتے ہیں لیکن اس میں کوئی عمل نہیں کرتا جیسا کہ حرف بھی خود عمل کرتا ہے اس میں کوئی عمل نہیں کرتا۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے بعد میں مشابہت کی قسمیں ذکر کی ہیں اور ابوعلی فارسی رحمہ اللہ کے مسلک کے قریب ہے انہوں نے بھی بناء کو حرف کی مشابہت یا اس کے معنیٰ کو متضمن ہونے میں منحصر کیا ہے اور سیبویہ رحمہ اللہ نے تو تصریح کی ہے کہ بناء کی ساری علتیں حرف کی مشابہت کی طرف لوٹتی ہیں ابن ابی الربیع نے بھی اس کو ذکر کیا ہے

كَالشَّبَهِ الوَضعِيِّ فِي اسمَي جِئتَنَا

وَالمَعنَوِي فِي مَتٰى وَفِي هُنَا

وَكَنِيَابَةٍ عَنِ الفِعلِ بِلَا

تَأَثُّرٍ وَكَافتِقَارٍ اُصِّلَا

ترجمہ:...... جیسے وضعی مشابہت جو جئتنا کے دونوں اسموں میں اور معنوی مشابہت متی اور ھُنا میں اور عامل کا اثر قبول کئے بغیر فعل سے نائب ہونے کی مشابہت میں اور احتیاج میں مشابہت جو کہ لازم ہے۔

ترکیب:

(ک) جار (الشبہ) موصوف (الوضعی) صفت، موصوف صفت مل کر مجرور ہوا جار کا جار مجرور مل کر متعلق اوّل ہوا کائنٌ کے لئے (فی) جار (اسمی) مضاف (جئتنَا) باعتبار لفظ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور ملکر متعلّق ثانی ہوا کائنٌ کیلئے تقدیر عبارت یوں ہے وذالک کائن کالشبہ الوضعی الخ یہ معطوف علیہ (والمعنوی) (واو) حرف عطف (المعنوی) صفت ہے (الشبہ) محذوف کیلئے (فی متی وفی ھنا) جار مجرور کائنٌ کے ساتھ متعلق ہیں مجموعی اعتبار سے معطوف۔

(وکنیابۃ) یہ بھی (الشبہ) پر عطف ہے نیابۃ موصوف (عن الفعل) (نیابۃ) کے متعلق ہے (بلاتاثر) (ب) جار (لا) بمعنی غیر (تاثر) مجرور سب ملکر صفت ہے (نیابۃ) کیلئے، موصوف صفت ملکر مجرور ہوا جار کے لئے جار مجرور ملکر معطوف علیہ (و) حرف عطف (ک) جار (افتقار) موصوف (اُصّلا) فعل ماضی مجہول، الف اشباعی ہے، (ھو) ضمیر نائب فاعل، سب مل کر صفت ہوا موصوف کیلئے، موصوف صفت ملکر مجرور ہوا جار کیلئے، جار مجرور ملکر معطوف۔

(ش) ذکر فی هذین البیتین وجوه شبه الاسم بالحرف فی أربعة موضع:

(فالأول) شبهُه له فی الْوَضْعِ، کأن یکون الْإسمُ موضوعًا علی حرف (واحدٍ) کالتاء فی ضَرَبْتُ، وعلی حرفین ک((نا))، فی أکرمنا وإلی ذلک أشار بقوله: ((فِی اسمَیْ جِئْتَنَا)) فالتاء فی جئتنا اسم؛ لأنه فاعل، وهو مبنی؛ لأنه أشبه الحرفَ فی الوضع فی کونه علی حرفٍ واحدٍ، وکذلک ((نا)) اسْمٌ؛ لأنها مفعول، وهو مبنی؛ لشبهه بالحرف فی الوضع فی کونه علی حرفین.

(والثانی) شَبَه لاسم له فی المعنی، وهو قسمان: أحدهما ما أشبه حرفا موجودا، والثانی ما أشبه حرفا غیر موجودٍ؛ فمثال الأول ((مَتی)) فإنها مبنیة لشبهها الحرف، فی المعنی؛ فإنها تستعمل للاستفهام، نحو ((متی تقوم؟)) وللشرط، نحو ((متی تقم أقم)) وفی الحالتین هی مشبهة لحرف موجود؛ لأنها فی الاستفهام کالهمزة، وفی الشرط کإن، ومثال الثانی ((هنا)) فإنها مبنیة لشبهها حرفا کان ینبغی أن یوضع فلم یوضع، وذلک لأن الإشارة مَعْنًی من المعانی؛ فحقها أن یوضع لها حرف یدلُّ علیها، کما وضعوا للنفی ((ما))

وللنهى((لا))وللتمنّى((لَيتَ)) وللترجّى ((لَعَلَّ)) ونحو ذلك؛فبنيت أسماء الإشارة لشبهها فى المعنى حرفًا مُقَدَّرًا.

(والثالث) شبههُ له فى النِّيَابَةِ عن الفعل وعدم التأثر بالعامل،وذلك كأسماء الأفعال،نحو ((دَرَاكِ زَيدًا))فَدَرَاكِ:مبنيٌّ لشبهه بالحرف فى كونه يَعمل ولا يَعمَلُ فيه غيره كما أن الحرف كذلك.

واشار بقوله:((بلاتأثر))عمّا ناب عن الفعل وهو متأثر بالعامل،نحو((ضَرْبًا زَيدًا،فإنه نائب مَنَابَ((اضْرِبْ))وليس بمبنى؛لتأثره بالعامل،فإنه منصوب بالفعل المحذوف،بخلاف ((دراكِ))فإنه وان كان نائبا عن أدرك))فليس متأثرًا بالعامل.

وحاصلُ ماذكره المصنف أن المصدر الموضوعَ موضعَ الفعلِ وأسماء الافعال اشتركا فى النيابة مناب الفعل،لكن المصدر متأثر بالعامل؛فأعرب لعدم مشابهته الحرف،وأسماء الأفعال غير متأثرة بالعامل؛فبنيت لمشابهتها الحرف فى أنها نائبة عن الفعل وغير متأثرة به .

وهذا الذى ذكره المصنف مبنيٌّ على أن أسماء الأفعال لا محل لها من الإعراب، والمسألة خلافية،وسنذكر ذلك فى باب أسماء الأفعال.

(والرابع) شبه الحرف فى الافتقار اللازم،وإليه أشار بقوله:((وكافتقار أصلا))وذلك كالأسماء الموصولة،نحو((الذى))فإنها مفتقرة فى سائر أحوالها إلى الصّلة؛فأشبهت الحرف فى ملازمة الافتقار،فبنيت.

وحاصل البيتين أن البناء يكون فى ستة أبواب:المضمرات،وأسماء الشرط،وأسماء الاستفهام،وأسماء الأفعال ،والأسماء الموصولة.

ترجمہ وتشریح:

چونکہ مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک بناء کی علّت اسم کا مشابہ ہونا حرف کے ساتھ ہے اس وجہ سے مصنف رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ ان ابیات میں اسم کی مشابہت ذکر کرتے ہیں کہ وہ حرف کے ساتھ کس چیز میں مشابہ ہے۔ چنانچہ ان ابیات میں مصنف رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے چار جگہوں میں حرف کے ساتھ مشابہت ذکر کی ہے۔

......حرف میں اصل باعتبار وضع کے یہ ہے کہ وہ تہجی کا ایک حرف ہو جیسے باء جارہ، لام جارہ، کاف جارہ، فاء عاطفہ، وغیرہ یا دو حرف تہجی ہو جیسے مِنْ، عَنْ، فِیْ۔ اور اسم میں باعتبار اصل وضع کے یہ ہے کہ وہ تین یا تین سے زیادہ حرف پر مشتمل ہو۔ تو اگر کوئی اسم ایسا پایا گیا جو ایک حرف پر وضع ہو جیسے ضربتُ میں تاء ایک ہے اور اکرمنا میں نا دو ہیں تو یہ حرف کے ساتھ باعتبار وضع مشابہت کی وجہ سے مبنی ہوئے تو جئتنا میں تاء اسم مبنی ہے اس لئے کہ ایک ہونے میں یہ باء جارہ وغیرہ کے ساتھ مشابہ ہے اور اکرمنا میں نا مفعول مبنی ہے اس لئے کہ دو حرفوں پر مشتمل ہونے میں یہ حرف کے ساتھ میں مشابہ ہے۔

۲:......دوسری مشابہت اسم کی حرف کے ساتھ معنیٰ میں ہے یعنی اگر کوئی اسم معنیٰ میں حرف کے ساتھ مشابہ ہو جائے بایں طور کہ اسم اور حرف کا معنیٰ ایک ہو تو یہ اسم معنیٰ میں مشابہت کی وجہ سے مبنی ہوگا۔
پھر جس حرف کے ساتھ معنیٰ میں مشابہت پائی جاتی ہے اس حرف کی دو قسمیں ہیں یا تو وہ حرف (خارج میں) موجود ہوگا یا نہیں، پہلے کی مثال متیٰ ہے یہ اسم مبنی ہے اس لئے کے یہ حرف کے ساتھ معنیٰ میں مشابہ ہے اس لئے کہ متیٰ استفہام کے لئے آتا ہے جیسے متیٰ تقوم اور شرط کیلئے بھی آتا ہے جیسے متیٰ تقُمْ اقُمْ اور دونوں صورتوں میں یہ موجود حرف کے ساتھ مشابہ ہے اسلئے کہ استفہام کی صورت میں یہ ھمزہ استفہام کے مشابہ ہے اور شرط کی صورت میں اِنْ حرفی کے ساتھ مشابہ ہے۔
اور دوسرے کی مثال: ھُنَا ہے یہ اسماء اشارہ میں سے ہے۔ جیسے نحویوں نے نفی کیلئے ما اور نھی کیلئے لا اور تمنّی کیلئے لیتَ اور ترجی کیلئے لعلَّ وضع کیا ہے تو اسم اشارہ کا حق یہ تھا کہ اس کیلئے بھی کوئی حرف وضع ہوتا جو اشارہ پر دلالت کرتا لیکن اس کیلئے حرف وضع نہیں ہوا ہے اسلئے اسماء اشارات کو مبنی کیا گیا کہ یہ ایک مقدر حرف کے ساتھ معنیٰ میں مشابہ ہے۔

۳......وجوہ مشابہت میں سے تیسری وجہ اسم کا مشابہ ہونا ہے حرف کے ساتھ فعل سے نائب ہونے اور عامل کا اثر قبول نہ کرنے میں جیسے اسماء افعال ہیں یہ اس لئے مبنی ہیں کہ یہ حرف کے ساتھ مشابہ ہیں جیسے حرف اوروں میں تو عمل کرتا ہے اور خود اس میں کوئی عمل نہیں کرتا اسی طرح اسماء افعال دوسروں میں تو عمل کرتے ہیں خود اس میں کوئی عمل نہیں کرتا، جیسے: دَرَاکِ زیداً یہاں دراکِ اسم فعل مبنی ہے ادرک فعل امر کی جگہ آیا ہے اس نے زیداً میں عمل کیا ہے بایں طور کہ اس کو نصب دیا ہے اور خود اس میں عمل نہیں ہوا ہے۔
بلا تاثر کی قید لگا کر مصنف علیہ الرحمۃ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اسم کے مبنی ہونے کی اس مشابہت میں

کہ فعل کی جگہ واقع ہو کر دوسروں میں عمل کرے یہ بھی ضروری ہے کہ خود یہ عامل سے متاثر نہ ہو یعنی کسی دوسرے عامل کا اس میں کوئی اثر نہ ہو جیسے ضربا زیدًا یہاں ضربًا اِضْرِبْ فعل امر کی جگہ واقع ہے لیکن مبنی نہیں اس لئے کہ یہ عامل سے متاثر ہے اس لئے کہ یہ فعل محذوف (اِضْرِبْ) کی وجہ سے منصوب ہے۔ دراکِ زیدًا میں اگرچہ یہ اُدْرِکْ کی جگہ واقع ہے لیکن عامل سے متاثر نہیں ہے اسی وجہ سے مبنی ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے جو ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فعل کی جگہ واقع ہونے والا مصدر اور اسماء افعال فعل کے قائم مقام ہونے میں تو برابر ہیں لیکن مصدر عامل سے متاثر ہے تو معرب ہوا اسلئے کہ حرف کے ساتھ مشابہ نہیں ہے اور اسماء افعال عامل سے متاثر نہیں ہیں تو مبنی ہو گئے اس لئے کہ یہ حرف کے ساتھ مشابہ ہیں اس میں کہ وہ فعل کی جگہ واقع ہیں اور عامل سے متاثر نہیں ہیں۔

اور مصنف علیہ الرحمۃ نے اسماء افعال کے بارے میں جو ذکر کیا ہے یہ اس پر مبنی ہے کہ اسماء افعال کیلئے اعراب میں سے کوئی محل نہیں ہے حالانکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے شارح فرماتے ہیں کہ اسماء افعال کی بحث میں ہم اس کو ذکر کرینگے۔

مختصرًا یہ کہ اسماء افعال کے اعراب میں تین قسم کی رائے پائی جاتی ہے۔

۱ ...... پہلی اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے جمہور نحویوں نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ ھیھات زیدٌ میں ھیھات اسم فعل ماضی مبنی بر فتح ہے اور اعراب میں اس کیلئے کوئی محل نہیں اور (زیدٌ) فاعل ہے۔ اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول بھی یہی ہے کہ اسماء افعال اس لئے مبنی ہیں کہ یہ فعل کی جگہ آئے ہیں اور عامل سے متاثر نہیں ہے نہ عامل لفظی سے نہ عامل تقدیری سے۔

۲ ...... دوسری رائے سیبویہ رحمہ اللہ کی ہے کہ (ھیھات) مبتدا ہے مبنی بر فتح ہے لیکن محلًا مرفوع ہے اس قول پر (ھیھات) اسم فعل عامل معنوی ابتداء سے متاثر ہے اور (زید) فاعل ہے لیکن خبر کی جگہ واقع ہے۔

۳ ...... تیسری رائے مازنی رحمہ اللہ کی ہے کہ (ھیھات) مفعول مطلق ہے اور اس کا فعل محذوف ہے۔ اور زیدٌ اس فعل محذوف کا فاعل ہے گویا کہ یوں ہے بَعُدَ بُعْدًا زیدٌ یہاں (ھیھات) اسم فعل عامل لفظی سے متاثر ہے جس کو کلام سے حذف کیا گیا ہے۔ پہلا قول راجح ہے۔

۴ ...... چوتھی مشابہت حرف کے ساتھ احتیاج لازم میں ہے جس کی طرف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے وکافتقارٍ اُصّلا سے اشارہ کیا ہے جیسے: اَلَّذِی یہ اسماء موصولہ میں سے ہے مبنی اس لئے ہے کہ یہ اپنے تمام حالات میں صلہ کی طرف محتاج

ہے اور حرف بھی اپنے معنی پر بغیر کسی کے ملائے دلالت نہیں کرتا تو اس احتیاج میں مشابہت کی وجہ سے اسماء موصولہ بھی مبنی ہو گئے۔

دونوں شعروں کا حاصل یہ ہوا کہ بناء چھ ابواب میں پائی جاتی ہے مضمرات: اسماء شرط، اسماء استفہام، اسماء اشارہ اسماء افعال، اسماء موصولہ۔

وَمُعْـرَبُ الْاَسْـمَـاءِ مَـاقَـدْ سَلِمَا
مِـنْ شَبَـهِ الـحـرفِ كَـاَرْضٍ وَسُمَـا

ترجمہ:...... اسماء میں معرب وہ ہے جو سالم ہو حرف کی مشابہت سے جیسے: ارض اور سُمًا۔

ترکیب:

(معـرب) مضاف (الاسـمـاء) مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا (مـا) موصولہ (قد) حرف تحقیق (سـلـم) فعل ماضی ھـو ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل (الف اشباعی ہے، ضرورت شعری کی وجہ سے آیا ہے) (مـن شبـه الحرف) جار مجرور متعلق ہوا۔ سَلِمَ کے ساتھ سلِمَ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ ہوا، موصول صلہ سے مل کر خبر ہوا مبتدا کیلئے۔ (کارض وسما) ای وذالک کائن کارض الخ :

(ش) يـريـدأن الـمعرب خلاف المبنيّ، وقدتقدم أن المبنى ماأشبه الحرف؛ فالمعرب مالم يُشبه الحرف، وينقسم إلى صحيح -وهو: ماليس آخره حرف علة كأرض، وإلى معتل -وهو: ماآخره حرف علة كسُما -وسما: لغة في الاسم، وفيه ست لغات: اسم -بضم الهمزة و كسرها، وسم- بضم السين و كسرها، وسما - بضم السين و كسرها أيضا.

وينـقسـم الـمـعـرب أيضا إلى متمكن أمكن -وهو المنصرف- كزيد وعمرو، وإلى متمكن غير أمكـن - وهـو غيـر الـمنصرف -نحو: أحمدو مساجد و مصابيح؛ فغير المتمكن هو المبنى، والمتمكن: هو المعرب، وهو قسمان: متمكن أمكن، ومتمكن غير أمكن.

ترجمہ و تشریح:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمة الباب میں معرب کو پہلے ذکر کیا اور کہا الـمعـرب و المبنی پھر تقسیم میں بھی معرب کو پہلے ذکر کیا اور کہا والاسـم مـنـه معرب ومبنی لیکن مذکورہ بالا اشعار میں معرب کی تعریف و تفصیل کو بعد میں

ذکر کیا اور مبنی کو پہلے، اس کا جواب یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے معرب کو اس لئے پہلے ذکر کیا ہے کہ معرب مبنی سے اشرف ہے اسلئے کہ معرب اسماء میں اصل ہے لیکن تعریف میں مبنی کو اس لئے پہلے ذکر کیا کہ اس کی تفصیل قلیل اور منحصر ہے اور معرب غیر منحصر ہے۔

شارح مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مصنف کا مقصد اس شعر سے یہ ہے کہ معرب مبنی کے خلاف ہے اور پہلے گزر چکا کہ مبنی اس کو کہتے ہیں جو حرف کے مشابہ ہو تو معرب وہ ہے جو حرف کے مشابہ نہ ہو پھر معرب کی دو قسمیں ہیں ایک صحیح ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے: أرض اور ایک معتل ہے جس کے آخر میں حرف علت ہو جیسے سما۔ سما، اسم میں ایک لغت ہے اور اسم میں چھ لغتیں ہیں۔ اسم ہمزہ کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ۔ سِمٌ سین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ۔ سُمًا سین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ۔ پھر معرب کی دو قسمیں اور بھی ہیں ایک متمکن امکن جو کہ منصرف ہے جیسے زید، عمرو اور ایک متمکن غیر امکنَ جو غیر منصرف ہے جیسے احمد مساجد مصابیح تو غیر متمکن مبنی ہے اور متمکن معرب ہے جس کی دو قسمیں ہیں متمکن امکن، متمکن غیر امکن۔

وَفِعْلُ امرٍ وَمُضِيٍّ بُنِيَا
وَاعْرَبُوا مُضَارِعًا اِنْ عَرِيَا
مِنْ نُونِ توكيدٍ مُبَاشِرٍ وَمِنْ
نُونِ اناثٍ كَيرُعْنَ مَنْ فُتِنْ

ترجمہ:......اور فعل امر اور فعل ماضی مبنی ہیں اور نحویوں نے مضارع کو معرب قرار دیا ہے جب وہ خالی ہو ایسے نون تاکید سے جو متصل ہو مضارع کے ساتھ اور نون جمع مؤنث سے جیسے: يرُعْنَ مَنْ فُتِنْ (میں يرُعْنَ ہے)

ترکیب:

(فعل) مضاف (امر) معطوف علیہ (و) حرف عطف (مضی) معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر مضاف الیہ ہوا، مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدا (بُنيا) فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب (الف اشباعی ہے تثنیہ کا نہیں) اس کے اندر هُو ضمیر مستتر ہے (اور بر تقدیر تثنیہ الف ضمیر بارز اس کا نائب فاعل ہے تثنیہ کی ضمیر فعل امر اور فعل مضی دونوں کی طرف لوٹے گی) فعل نائب فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبر ہوا مبتدا کیلئے۔

اعــربـوا فعل ماضی معروف جمع مذکر غائب واؤ ضمیر بارز مرفوع متصل اس کا فاعل ہے (جو راجع ہے نحویوں کی طرف) (مُضَارِعًا) مفعول بہ اِن حرف شرط عرِيًا واحد مذکر غائب (الف اشباعی ہے) هُوَ ضمیر اس کے اندر مستتر وہ اس کے لئے فاعل من حرف جر نون مضاف تو کید موصوف مباشرِ صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر مضاف الیہ ہوا مضاف کا۔ مضاف مضاف الیہ ملکر معطوف علیہ (و) حرف عطف مـن حرف جر نـون مضاف انــاثِ مضاف الیہ۔ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور۔ جار مجرور سے ملکر عـرِیَ کے ساتھ متعلق ہو کر معطوف ہوا۔ معطوف علیہ معطوف ملکر مجرور ہوا جار کا، من جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا عریَ کے ساتھ عَرِیَ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر شرط اور اُعرِبَ اس کی جزاء محذوف ہے (اعـربو امضارعًا کی عبارت اس پر دالّ ہے) کیرعن من فتن ای وذالک کائنٌ کیرُعَنٌ مَنُ فُتِنٍ۔

(ش) لـمّـافـرغ مـن بيان المعرب والمبنى من الأسماء شرع فى بيان المعرب والمبنى من الأفعال، ومذهب البصـريـيـن أن الإعراب أصل فى الأسماء، فـرع فـى الأفـعـال؛ فـالأصـل فى الفعل البناء عندهم، وذهب الـكـوفـيـون إلى أن الإعراب أصل فى الأسماء وفى الأفعال، والأول هو الصحيح، ونقل ضياء الدين بن الـعـلـج فـى البسـيـط أن بـعـض الـنـحويين ذهب إلى أن الإعراب أصل فى الأفعال، فرع فى الأسماء.

والمبنى من الأفعال ضربان:

(أحـدهـمـا) مـاأتـفـق عـلى بنائه، وهو الماضى، وهو مبنى على الفتح نحو ((ضَرَبَ وانطلق)) مالم يتصل به واو جمع فيضم، أو ضمير رفع متحرك فيسكن.

(والثـانـى) مـااختلف فى بنائه والراجح أنه مبنى، وهو فعل الأمر نحو ((اضرب)) وهو مبنى عند البصريين، ومعرّب عندالكوفيين.

والـمـعـرب مـن الأفـعـال هو المضارع، ولا يعرب إلا إذا لم تتصل به نون التوكيد أو نون الإناث؛ فـمـثـال نـون الـتـو كـيـد الـمـبـاشـرة ((هل تضربنّ)) والفعل معها مبنى على الفتح، ولا فرق فى ذلك بين الـخـفـيـفـة والـثـقـيـلـة فـإن لـم تـتـصـل بـه لـم يبن، وذلـك كما إذا فصل بينه وبينها ألف اثنتين نحو ((هل تـضـربـانّ))، وأصـلـه: هل تضربانن، فاجتمعت ثلاث نونات؛ فحذفت الأولىٰ—وهى نون الرفع—كراهة توالى الأمثال؛ فصار ((هل تضربان)).

وكـذلـك يعرب الفعل المضارع إذا فصل بينه وبين نون التوكيد واو جمع أو ياء مخاطبة، نحو

((هل تضربن یازیدون))و((هل تضربن یاهند))وأصل((تضربون))تضربونَنَّ،فحذفت النون الأولی لتوالی الأمثال، کماسبق،فصارتضربون،فحذفت الواو لالتقاء الساکنین فصار تضربُنَّ، وکذلک ((تضربِنَّ))أصله تضربینَنَّ؛ففعل به مافعل بتضربونن.

وهذاهوالمرادبقوله:((وأعربوامضارعاإن عریامن نون توکید مباشر))فشرط فی إعرابه ان یعری من ذلک،ومفهومه انه إذالم یعرمنه یکون مبنیا.

فعلم أن مذهبه أن الفعل المضارع لایبنی إلا إذاباشرته نون التوکید،نحو((هل تضربن یازید))فإن لم تباشره أعرب،وهذاهومذهب الجمهور.

وذهب الأخفش إلی أنه مبنی مع نون التوکید،سواء اتصلت به نون التوکیدأولم تتصل،ونقل عن بعضهم أنه معرب وإن اتصلت به نون التوکید.

ومثال مااتصلت به نون الإناث((الهندات یضربن))والفعل معهامبنی علی السکون، ونقل المصنف-رحمه اللّٰه تعالیٰ!-فی بعض کتبه أنه لاخلاف فی بناء الفعل المضارع مع نون الإناث، ولیس کذلک،بل الخلاف موجود،وممن نقله الأستاذأبوالحسن بن عصفورفی شرح الإیضاح.

ترجمہ وتشریح:............افعال میں معرب ومبنی:

پہلے مصنف علیہ الرحمۃ نے اسماء میں معرب ومبنی کو بتایا اب ان اشعار میں افعال کے معرب ومبنی کو بتارہے ہیں چنانچہ فرمایا کہ فعل امر فعل ماضی مبنی ہیں اور فعل مضارع جب نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو تو وہ معرب ہے۔ افعال کے مبنی کی تشریح کرنے سے پہلے شارح نے ایک اختلاف کی طرف اشارہ کیا گیا، وہ یہ کہ اسماء میں اعراب اصل ہے یا فرع، بصرہ والوں کا مسلک یہ ہے کہ معرب ہونا اسماء میں اصل اور افعال میں فرع ہے تو گویا ان کے ہاں فعل میں مبنی ہونا اصل ہے۔جب بصرہ والوں کے ہاں اسماء میں اعراب اصل ہے تو جو اسم معرب پایا جائے تو اس کے معرب ہونے کی علت نہیں پوچھی جائے گی اسلئے کہ وہ اپنی اصل پر آیا ہے اور جو اسم مبنی پایا جائے تو اس کے مبنی ہونے کی علّت پوچھی جائے گی اس لئے کہ وہ اپنی اصل پر نہیں چنانچہ جو اسماء مبنی ہیں ان کی علّت مصنف رحمہ اللہ نے پہلے ذکر کر دی یعنی حرف کے ساتھ مشابہت۔اسی طرح جب بصرہ والوں کے ہاں افعال میں مبنی ہونا اصل ہے تو جو فعل مبنی پایا جائے تو اس کی بناء کی علّت نہیں پوچھی جائے گی کیونکہ وہ اپنی اصل پر ہے ہاں اگر افعال میں سے کوئی معرب پایا جائے تو اپنی اصل پر نہ ہونے کی علّت سے اس کے اعراب کی علّت پوچھی جائے گی اور افعال میں فعل مضارع معرب ہے اس کے معرب ہونے کی علّت یہ ہے

کہ فعل مضارع اسم کے ساتھ حروف حرکات سکنات میں مشابہ ہے مثلاً یَضۡرِبُ فعل ہے اور ضَارِبٌ اسم، یہاں فعل مضارع میں جو حروف ہیں وہ بھی چار ہیں اور اسم میں جو حروف ہیں وہ بھی چار ہیں۔ حرکات سکنات میں بھی غور کریں تو ان میں بھی مشابہت نظر آئے گی نیز جس طرح اسم کے شروع میں لام تاکید آتا ہے جیسے اِنَّ زیداً لقائِمٌ اسی طرح فعل میں بھی آتا ہے جیسے: اِنَّ زیدًا لَیَقُوۡمُ یہ تو لفظی مشابہت ہوئی' معنوی مشابہت یہ ہے جس طرح اسم فاعل میں حال اور استقبال کا معنیٰ پایا جاتا ہے اسی طرح فعل مضارع میں بھی حال اور استقبال کا معنیٰ پایا جاتا ہے (اس کے علاوہ بھی علتیں ہیں) الغرض جب فعل مضارع اسم کے مشابہ ہوا تو اسم میں اصل اعراب ہے تو فعل مضارع بھی معرب ہو گیا (بشرطیکہ نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو اس کی تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ) یہاںتک بصرہ والوں کے مسلک کی وضاحت تھی اور کوفہ والے کہتے ہیں کہ اسماء اور افعال دونوں میں اعراب اصل ہے لیکن شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بصرہ والوں کا مسلک صحیح ہے اور ضیاء الدین بن علج نے بسیط میں نقل کیا ہے کہ بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ اعراب افعال میں اصل اور اسماء میں فرع ہے۔

والمبنی من الافعال الخ:

افعال میں جو مبنی ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جس کے مبنی ہونے پر اتفاق ہے اور وہ فعل ماضی ہے اور فعل ماضی مبنی ہے اسلئے کہ بناء ہی افعال میں اصل ہے باقی رہا یہ اعتراض کہ اصل تو بناء میں سکون ہے حالانکہ فعل ماضی مبنی بر فتح ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فعل ماضی، فعل مضارع معرب کے ساتھ خبر، صفت، صلہ، حال کے واقع ہونے میں مشابہ ہے اور اصل اعراب میں اعراب بالحرکۃ ہے اس لئے فعل ماضی کو مبنی بالحرکۃ کر دیا البتہ حرکت میں پھر فتحہ کو اس لئے خاص کر دیا کہ فعل چونکہ ثقیل ہے اسلئے کہ اس کا معنی مرکب ہے اور وہ یہ کہ فعل حدث نسبت اور زمان پر دلالت کرتا ہے اور فتحہ اخف الحرکات ہے اس لئے فعل ماضی کو اخف الحرکات کے ساتھ مبنی کر دیا جیسے: ضَرَبَ انۡطَلَقَ اور اگر ماضی کے ساتھ واو جمع آجائے تو پھر ماضی کو ضمہ دیا جائے گا جیسے ضَرَبُوۡا اور اگر ضمیر مرفوع متحرک آجائے تو ماضی ساکن ہو گا جیسے: ضَرَبۡتَ۔

اور دوسری قسم افعال کی وہ ہے جس کے مبنی ہونے میں اختلاف ہے اور وہ فعل امر ہے جیسے: اِضۡرِبۡ بصرہ والوں کے ہاں یہ مبنی ہے اور کوفہ والوں کے ہاں معرب ہے اگرچہ پہلا مسلک راجح ہے۔

اور افعال میں فعل مضارع معرب ہے اور یہ اس صورت میں جب اس کے ساتھ نون تاکید اور نون جمع مؤنث نہ ہو اس لئے کہ نون تاکید (ثقیلہ ہو یا خفیفہ) اور نون جمع مؤنث کے لاحق ہونے کے وقت فعل مضارع مبنی ہوتا ہے اس لئے

کہ نون تاکید شدّت اتصال کی وجہ سے بمنزلہ جزء کلمہ ہے پس اگر اعراب ماقبل نون پر داخل ہوگا تو وسط کلمہ میں اعراب کا جاری ہونا لازم آئے گا اور اگر نون پر داخل ہوگا تو چونکہ وہ حقیقت کے اعتبار سے دوسرا کلمہ ہے اس لئے دوسرے کلمہ پر اعراب کا داخل ہونا لازم آئے گا لہٰذا اعراب ممتنع ہوا اور یہی حال نون جمع مؤنث کا ہے۔ فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید کی مثال جیسے: هَلْ تضربَنّ فعل یہاں مبنی بر فتح ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے ومن نون توکید مباشر کی قید لگا کر اس کی طرف اشارہ کیا کہ نون کا اتصال فعل مضارع کے مبنی ہونے کے لئے ضروری ہے اور اگر فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید متصل نہ ہو تو مبنی نہیں ہوگا جیسے: هل تضربان یہاں فعل مضارع اور نون تاکید کے درمیان الف تثنیہ فاصل ہے اصل میں هل تضربانن تھا تین نون جمع ہوگئے پہلے کو حذف کیا جو نون رفع ہے اس لئے کہ ایک جیسے نونوں کا پے در پے آنا ناپسندیدہ ہے تو هل تضربان ہوا اسی طرح فعل مضارع معرب ہوگا جب اس کے اور نون تاکید کے درمیان واو جمع یا مخاطب کی یاء آ جائے جیسے: هَلْ تضربُنّ یا زیدون یا هَلْ تضرِبِنّ یا هند. تضربُنّ اصل میں تضربوننّ تھا امثال کے پے در پے کی کراہت کی وجہ سے پہلے نون کو حذف کیا تضربونّ ہوگیا واو کو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کیا تو تضربنّ ہوگیا۔ تضربنّ بھی اسی طرح ہے اصل میں تضربیننّ تھا پھر اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو تضربوننّ کے ساتھ ہوا تھا' مصنف کے قول واعربوا مضارعا ان عریامن نون توکید مباشر کا یہی مطلب ہے کہ مصنف نے فعل مضارع کے معرب ہونے کیلئے یہ شرط لگائی کہ وہ نون تاکید سے خالی ہو جس کا مفہوم یہی ہے کہ جب اس سے خالی نہ ہو تو مبنی ہوگا۔

تو معلوم ہوا کہ مصنف کا مسلک یہ ہے کہ فعل مضارع مبنی نہیں ہوگا مگر جب اس کے ساتھ نون تاکید متصل آ جائے اور یہی جمہور کا مسلک ہے اور اخفش رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید ہو تو مبنی ہوگا چاہے متصل ہو یا نہ ہو اور بعض حضرات سے نقل کیا گیا ہے کہ نون تاکید متصل ہو جب بھی معرب ہوگا۔

نون جمع مؤنث کے متصل ہونے کی مثال جیسے الهندات یضربن یہاں فعل مبنی بر سکون ہے مصنف رحمہ اللہ نے نون جمع مؤنث کے متصل ہونے والے فعل مضارع کے مبنی ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے (شارح فرماتے ہیں کہ) حالانکہ اس میں بھی اختلاف ہے استاذ ابوالحسن بن عصفور نے شرح الایضاح میں اس کو نقل کیا ہے۔

وكُلُّ حرفٍ مُسْتَحِقٌّ لِلْبِناء
والاصلُ فِي المبنيِّ ان يُسَكَّنَا
وَمِنْهُ ذوفتحٍ وذُو كَسْرٍ وَضَم
كـأَيْنَ اَمْسِ حَيْثُ والسَّاكِنُ كَمْ

ترجمہ:......اور ہر حرف بناء کا مستحق ہے اور اصل میں مبنی میں ساکن ہونا ہے۔ اور ان (حروف) میں فتح والے بھی ہیں اور کسرہ اور ضمہ والے بھی جیسے اینَ ' امس ہے اور ساکن کی مثال کَمْ ہے۔

ترکیب:

(کل حرف) مضاف مضاف الیہ مبتدا (مستحق) خبر (للبناء) جار مجرور مستحق کے ساتھ متعلق ہوا۔ (الاصل) مبتدا (فی المبنی) جار مجرور متعلق ہوا (الاصل) کے ساتھ (ان یسکنا) مضارع مجہول ھو ضمیر مستتر اس کا نائب فاعل، فعل مضارع بتاویل مصدر خبر ہوا مبتدا کیلئے۔ (منہ) خبر مقدم (ذوفتح وذو کسروضم) معطوف علیہ معطوف مل کر مبتدا مؤخر۔ (کأین امس حیث) ای وذالک کائن کامس الخ (الساکن) مبتدا (کمْ) باعتبار لفظ خبر۔

(ش) الحروف کلھا مبنیۃ؛ إذلا یعتورھا ماتفتقر فی دلالتھا علیہ إلی إعراب، نحو: ((أخذت من الدراھم)) فالتبعیض مستفاد من لفظ ((من)) بدون الإعراب.

والأصل فی البناء أن یکون علی السکون؛ لأنہ أخف من الحرکت، ولا یحرک المبنی إلاّ لسبب کالتخلص من التقاء الساکنین، وقد تکون الحرکۃ فتحۃ، کأین وقام وإن، وقد تکون کسرۃ، کأمس وجیر، وقد تکون ضمۃ، کحیث، وھو اسم، و((منذ)) وھو حرف (إذا جررت بہ) وأما السکون فنحو ((کم، واضرب، وأجل)).

وعلم مما مثلنا بہ أن البناء علی الکسر والضم لا یکون فی الفعل، بل فی الاسم والحرف، و أن البناء علی الفتح أو السکون: یکون فی الاسم، والفعل والحرف.

ترجمہ وتشریح:............حروف کا مبنی ہونا:

حروف سارے کے سارے مبنی ہیں (جیسا کہ نحو میر میں ہے جملہ حروف مبنی است) اس لئے کہ اس پر ایسے معانی وارد نہیں ہوتے جن پر دلالت کرنے میں یہ اعراب کے محتاج ہوں جیسے: اَخذتُ من الدراھم (میں نے بعض دراہم لئے) یہاں تبعیض کا معنی (من) سے حاصل ہے جس پر دلالت کرنے کیلئے اعراب کی ضرورت نہیں۔

اور اصل مبنی میں سکون ہے اس لئے کہ یہ حرکت سے زیادہ خفیف ہے البتہ بعض اوقات مبنی کو اجتماع ساکنین سے

بچنے کیلئے حرکت دی جاتی ہے کبھی وہ حرکت فتحہ ہوتی ہے جیسے این 'قام ان اور کبھی کسرہ جیسے امس' جیر اور کبھی ضمہ جیسے حیث یہ اسم ہے اور منذ اور یہ حرف ہے جب اس کے ذریعہ جر دیا جائے یہ قید احترازی ہے اس لئے کہ منذ جارہ حرف ہے اور جو رفع دیتا ہو وہ اسم ہے (شارح فرماتے ہیں کہ) ہم نے جو مثالیں دی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسرہ اور ضمہ پر مبنی ہونا فعل میں نہیں ہوتا (اس لئے کہ ضمہ اور کسرہ بنسبت فتحہ کے ثقیل ہے اور فعل خود بھی ثقیل ہے اسلئے اخف الحرکات کے ساتھ فعل کو مبنی کر دیا) بلکہ اسم اور حرف میں ہوتا ہے اور فتح اور سکون پر مبنی ہونا اسم اور فعل اور حرف تینوں میں ہوتا ہے۔

والرَّفعَ والنَّصبَ اجعَلَن اعرابًا

لِاسمٍ وفعلٍ نحولَنْ اَهابَا

والاسمُ قَدْ خُصِّصَ بالجرّ كما

قَدْ خُصِّص الفعلُ بان ينجزمَا

فارفَعْ بضمّ وانصبَن فتحًا وجُرّ

كسرًا كذِكرُ اللّٰهِ عَبْدَه يَسُرّ

واجزم بتسكين وغيرُمَاذُكِر

يَنُوْبُ نحو جاء اخوبني نمر

ترجمہ:...... آپ رفع اور نصب کو اسم اور فعل کیلئے اعراب بنائیں جیسے لَنْ اَهابَا (لَنْ ناصبہ کی وجہ سے فعل پر نصب آیا ہے) اور اسم کو جر کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جیسے فعل کو جزم کے ساتھ خاص کیا ہے۔ پس آپ حالت رفعی میں ضمہ اور نصبی میں فتحہ اور جری میں کسرہ دیں جیسے ذکر اللہ عبدہ یسر.

(یہاں ذکر پر حالت رفعی ہونے کی وجہ سے ضمہ ہے اور لفظ (اللّٰہ) پر حالت جری ہونے کی وجہ سے کسرہ ہے اور (عبدہ) میں حالت نصبی کی وجہ سے فتحہ آیا ہے ای ذکر اللّٰہ عبدہ یسر العبد. اللہ کا اپنے بندے کو یاد کرنا خوش کرتا ہے بندے کو) اور حالت جزمی میں سکون دیں اور اس کے علاوہ جو ذکر ہے وہ نائب ہوتا ہے جیسے جاء اخو بنی نمر.

یعنی اصل اعراب ضمہ فتحہ کسرہ والا ہے اس کے علاوہ اعراب بالحرف (مثلاً واؤ الف یاء کے ساتھ) وہ نیابۃ اعراب ہے اس میں کچھ اختلاف ہے اگلے متن کی تشریح میں اس کو ذکر کیا جائے گا انشاء اللہ، جاء اخو بنی نمر میں حالت رفعی میں ضمہ کے بجائے واؤ ہے اور (بنی) میں حالت نصبی میں یاء کسرہ کے عوض آئی ہے۔

ترکیب:

(الرفع)والنصب) معطوف علیہ معطوف ملکر مفعول بہ اوّل مقدم (اجعلن) کے لئے (اجعلن) فعل (انت) ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل (اعرابا) مفعول بہ ثانی ہوا (لاسم وفعل) اس کے ساتھ متعلق ہوا (نحولن اهابا) ای و ذالک کائن نحولن اهابا الخ الاسم) مبتدا قد حرف تحقیق (خصص) ماضی مجہول (هو) ضمیر نائب فاعل (بالجر) متعلق ہوا خصص کے ساتھ (ک) جارہ (ما) مصدریہ (خصص الفعل) فعل ماضی مجہول با نائب فاعل (بان ینجزما) اس کے ساتھ متعلق ہو کر مجرور ہوا جار کا۔

(فارفع بضم) فعل امر با فاعل و متعلق معطوف علیہ (وانصبن فتحاوجر کسرا) معطوف (کذکر اللّٰہ) ای و ذالک کائن کذکر اللّٰہ عبدہ یسر (واجزم) بتسکین بھی فارفع بضم پر عطف ہے (غیر) مضاف ما موصلہ (ذکر) فعل با نائب فاعل جملہ ہو کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدا (ینوب) فعل با فاعل خبر۔ (نحو جاء اخوبنی نمر ای و ذالک کائن نحو جاء اخوبنی نمر)

(ش)انواع الاعراب أربعة: الرفع، والنصب، والجر، والجزم؛ فأما الرفع والنصب فيشترك فيهما الأسماء والأفعال نحو ((زيدٌ يقوم، وإن زيدًا لن يقوم)) وأما الجر فيختص بالأسماء؛ نحو ((بزيد)) وأما الجزم فيختص بالأفعال، نحو ((لم يضرب))

والرفع يكون بالضمة، والنصب يكون بالفتحة، والجر يكون بالكسرة، والجزم يكون بالسكون، وماعدا ذلك يكون نائبا عنه، كما نابت الواو عن الضمة في ((أخو)) والياء عن الكسرة في ((بني)) من قوله: ((جا أخو بني نمر)) وسيذكر بعد هذا مواضع النيابة.

ترجمہ وتشریح:............اعراب کی اقسام:

اعراب کی چار قسمیں ہیں رفع نصب جر جزم، رفع نصب والا اعراب میں اسماء اور افعال دونوں مشترک ہیں جیسے زیدیقوم' ان زیدالن یقوم یہاں زید اسم ہے جس پر حالت رفعی میں ضمہ اور حالت نصبی میں فتحہ آیا ہے اور یقوم فعل ہے حالت رفعی میں ضمہ اور لن یقومَ میں حالت نصبی میں فتحہ آیا ہے تو رفع نصب کا اعراب اسم اور فعل دونوں میں مشترک ہوا۔ اور جر کا اعراب صرف اسماء کے ساتھ خاص ہے جیسے بزید اور فعل میں نہیں آتا اور جزم افعال کے ساتھ خاص ہے جیسے لم یضرب اور (شارح کے مسلک کے مطابق) حالت رفعی میں ضمہ اور حالت نصبی میں فتحہ اور حالت جری میں کسرہ اور حالت

جزمی میں سکون ہوگا اور اس کے علاوہ جو اعراب ہے جیسا کہ اعراب بالحرف تو وہ اعراب نیابۃ ہے اصلا نہیں ہے۔
مصنف کی ذکر کردہ مثال میں جاء اخوبنی نمر میں واؤ ضمہ سے اور یاء کسرہ سے نائب ہوکر آئی ہے (اس میں اختلاف کی تفصیل آ رہی ہے انشاء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ)

وَارفع بواوٍ وانصبَنّ بالالف
واجرُربیاء مَامِنَ الاسماء أصِف

ترجمہ:......رفع واؤ اور نصب الف اور جر یاء کے ساتھ دوان اسماء کو جن کا میں بعد میں ذکر کروں گا۔(یعنی اسماء ستہ مکبرہ)

ترکیب:

(ارفع) فعل امر (انت) ضمیر متتر اس کیلئے فاعل (بواو) جار مجرور متعلق ہوا (ارفع) کے ساتھ، معطوف علیہ (وانصبَنّ بالالف واجرربیاء) ترکیب مذکور کی طرح ہوکر معطوف (ما) موصولہ (من الاسماء) جار مجرور متعلق ہوا بعد والے (أصف) فعل فاعل کے ساتھ۔

(ش) شرع في بيان مايعرب بالنيابةعماسبق ذكره،والمرادبالأسماء التي سيصفهاالأسماء الستة،وهي أبٌ وأخٌ،وحمٌ،وهنٌ،وفوه،وذومالٍ؛فهذهِ ترفع بالواونحو((جاء أبوزيد)) وتنصب بالألف نحو((رأيت أباه)) وتجر بالياء نحو((مررت بأبيه)) والمشهورأنهامعربة بالحروف؛فالواونائبة عن الضمة،والألف نائبة عن الفتحة،والياء نائبة عن الكسرة،وهذاهو الذي أشارإليه المصنف بقوله:((وارفع بواو-إلى آخرالبيت))، والصحيح أنهامعربة بحركات مقدرة على الواووالألف والياء؛فالرفع بضمة مقدرة على الواو،والنصب بفتحة مقدرة على الألف،والجربكسرة مقدرة على الياء؛فعلى هذا المذهب لاصحيح لم ينب شيء عن شئ مماسبق ذكره.

ترجمہ وتشریح:............اسماء ستہ مکبّرہ کا اعراب:

مصنف علیہ الرحمۃ نے پہلے اصالۃً اعراب کا ذکر کیا اب اس اعراب کا ذکر فرمارہے ہیں جو نیابۃً ہے مصنف کی (مامن الاسماء اصف) سے مراد اسماء ستہ مکبرہ ہیں جو کہ ابٌ،اخٌ،حمٌ،ھنٌ،فوہٌ،ذومال ہیں یہاں حالت رفعی واؤ کے ساتھ ہے جیسے: جاء ابوزید اور حالت نصبی الف کے ساتھ جیسے رأیتُ اباہ اور حالت جری یاء کے ساتھ جیسے: مررت بابیہ۔

جاننا چاہیئے کہ واؤ الف یاء والے اعراب میں تین اقوال ہیں۔

۱...... پہلا مسلک مصنف علیہ الرحمۃ کا ہے وہ یہ ہے کہ واؤ الف یاء بذات خود حروف اعراب ہیں اور یہ جمہور بصریین کا مسلک ہے ان کے ہاں یہاں اعراب بالحرف ہے۔

۲...... دوسرا مسلک یہ ہے کہ یہاں اعراب بالحرکت تقدیری ہے حالت رفعی میں واؤ پر ضمہ تقدیری نصبی میں الف پر فتحہ تقدیری جری میں یاء پر کسرہ تقدیری ہے اور یہ سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے اور شارح کے ہاں یہی مسلک صحیح ہے۔

۳...... تیسرا مسلک جمہور کوفیین کا ہے جس طرح اسماء ستہ مکبرہ میں مفرد ہونے کی صورت میں اعراب بالحرکت لفظی جاری ہوتا ہے جیسے: ھذا ابٌ رأیت ابًا مَرَرْتُ بابٍ اسی طرح حالت اضافت میں وہی ضمہ فتحہ کسرہ برقرار رہے گا مثلاً ھذا ابوک اضافت کی حالت ہے اور ھذا اب افراد کی حالت ہے (مفرد سے مراد جو مضاف شبہ مضاف کے مشابہ ہو) ھذا اب میں افراد کی حالت میں ضمہ ہے تو وہی ضمہ ھذا ابوک میں بھی باقی ہے اس لئے کہ مفرد ہوتے وقت جو اعراب جاری ہوا کرتا ہے وہی اضافت کی صورت میں بھی ہوتا ہے لیکن اسماء ستہ مکبرہ کی اضافت کے وقت چونکہ واؤ الف یاء بھی ضمہ فتحہ کسرہ کی طرح بدلتے رہتے ہیں اس لئے یہ بھی گویا کہ اعراب ہو گئے تو ضمہ اور واؤ حالت رفعی اور فتحہ الف حالت نصبی اور کسرہ یاء حالت جری کی علامتیں ہیں۔

پہلا مسلک مشہور ہے اور عام کتابوں میں اسی کو پسند کیا گیا ہے۔

مِنْ ذاکَ ذوإنْ صُحْبَةً ابانَا

والفَمُ حیثُ المیمُ منه بَانا

ترجمہ:...... اور ان ہی (اسماء ستہ مکبرہ) میں سے ذو بھی ہے اگر صحبت کے معنیٰ کو ظاہر کرے اور ان میں فم بھی ہے جب اس سے نون الگ ہو جائے۔

ترکیب:

(من) جار (ذاک) مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا محذوف کے ساتھ خبر مقدم (ذو) مبتدا مؤخر۔

(ان) حرف شرط (صحبةً) مفعول بہ بعد والے فعل (ابان) کیلئے (أبَانَ) فعل واحد مذکر غائب (الف تثنیہ کا نہیں) اس کے اندر ھو ضمیر مستتر ہے وہ اس کیلئے فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط اور (فارفعه) فعل امر

یا فاعل ومفعول بہ جزاء۔ شرط جزاء مل کر معطوف علیہ (واو) حرف عطف (الفم) معطوف، (حیث) ظرف مکان (المیم) مبتدا (منه) جار مجرور متعلّق ہوا بعد والے فعل (بان) کے ساتھ، فعل فاعل مل کر خبر ہوا مبتدا (المیم) کیلئے۔

(ش) أی: من الأسماء التی ترفع بالواو، وتنصب بالألف، وتجر بالیاء–ذو وفم، ولکن یشترط فی ((ذو)) أن تکون بمعنی صاحب، نحو ((جاء نی ذو مالٍ)) أی: صاحب مالٍ، وهو المراد بقوله: ((إن صحبة أبانا)) أی: إن أفهم صحبة، واحترز بذلک عن ((ذو)) الطائیة؛ فإنها لا تفهم صحبة، بل هی بمعنی الذی فلا تکون مثل ((ذی)) بمعنی صاحب، بل تکون مبنیّة، وآخرها الواو رفعا، ونصبا، وجرا، نحوه جاء نی ذو قام، ورأیت ذو قام، ومررت بذوقام))؛ ومنه قوله:

فَـاِمَّـا کِـرامٌ مُـوْسِـرُوْنَ لقیتُهُـمْ
فَـحَسْبِی مِنْ ذُوعِـنْـدَهُـمْ مـاکَفَانِیَا

وکذالک یشترط فی إعراب الفم بهذه الأحرف زوال المیم منه، نحو ((هٰذافوه، ورأیت فاه، ونظرت إلی فیه))؛ وإلیه أشار بقوله: ((والفم حیث المیم منه بانا)) أی: انفصلت منه المیم، أی زالت منه؛ فإن لم تزل منه أعرب بالحرکات، نحو ((هذافم، ورأیت فما، ونظرت إلی فم))

ترجمہ وتشریح:

اسماء ستہ مکبرہ کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے شارح فرماتے ہیں کہ ان میں سے ذو اور فَـمٌ بھی ہے لیکن ذو کیلئے شرط یہ ہے کہ یہ صاحب کے معنیٰ میں ہو جیسے جاء نی ذومال ای صاحبُ مالٍ ،اِنْ صحبةً ابانا کا یہی مطلب ہے اس سے ذو طائیہ سے احتراز کیا کیونکہ ذو طائیہ الّذی کے معنیٰ میں ہوتا ہے نہ کہ صاحب کے معنیٰ میں لہٰذا ذو طائیہ کا حکم اس ذو کی طرح نہیں جو صاحب کے معنیٰ میں ہوا کرتا ہے جیسے: جاء نی ذوقام، رأیتُ ذوقَامَ ،مَررْتُ بذُ وقَام یہاں ذوالذی کے معنیٰ میں ہے اور صاحب کے معنی میں نہیں اس لئے اسمیں اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب جاری نہیں ہوا۔ اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

فَـاِمَّـا کِـرامٌ مُـوْسِـرُوْنَ لقیتُهُـمْ
فحسبی مِنْ ذُو عنداَهُم ما کفا نیا

ترجمہ:.....پس جو شریف مالدار ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ میری ملاقات ہوتی ہے تو جو ان کے پاس ہے ان میں سے جو میرے کافی ہے وہ میرے لئے بس ہے۔

(تشریح المفردات آسان ہے)

ترکیب:

(ف) تفصیلیہ (امّا) حرف شرط (کرامٌ) موصوف (موسرون) صفت، موصوف صفت ملکر فاعل ہوا فعل محذوف (لقینی) کے لئے فعل فاعل ملکر شرط (فحسبی) (ف) جزائیہ (حسبی) مضاف مضاف الیہ خبر مقدم (ما کفانیا) (ما) موصولہ (کفانیا) فعل فاعل مفعول جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا۔ موصول صلہ سے ملکر مبتدا مؤخر۔

مطلب:

شاعر اپنے اشعار میں مختلف میزبانوں کے حالات بیان کررہے ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جب میں کسی کے ہاں مہمان ٹھہرتا ہوں تو میں کسی کو برا بھلا نہیں کہتا اور نہ کسی کی برائی بیان کرتا ہوں کیونکہ جن کے ساتھ میرا واسطہ پڑتا ہے وہ تین قسم کے میزبان ہوتے ہیں۔ بعض مالدار شریف ہوتے ہیں تو ان سے میرے لئے گزارہ حال کا کھانا پینا کافی ہے اور جو تنگدست ہوتے ہیں تو ان کی مجبوری اور معذوری کی وجہ سے میں ان کو کچھ نہیں کہہ سکتا اور جو مالدار میزبان ہیں مگر بخیل ہیں تو ان کے بارے میں بھی حیاء ہی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

محل استشہاد:

فحسبی من ذوعندھم محل استشہاد ہے اس عبارت میں ذو الّذی کے معنیٰ میں ہے اور صاحب کے معنیٰ میں نہیں ہے تو اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب اس میں جاری نہیں ہوگا ورنہ تو ذی عندھم ہونا چاہیئے تھا۔

اسی طرح فم میں اسماء ستہ مکبرہ کے اعراب جاری کرنے کیلئے اس سے میم کا الگ ہونا ضروری ہے چنانچہ کہا جائے گا ھذا فوہ، رأیتُ فاہ، نظرتُ الیٰ فیہ، مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول والفم حیثُ المیمُ منہ بانا سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اگر فَمٌ کے ساتھ میم ہو تو پھر اعراب بالحرکۃ ہوگا جیسے: ھذا فمٌ، رأیتُ فمًا، نظرتُ الیٰ فمٍ اس کے لئے مندرجہ ذیل تعلیل کا جاننا ضروری ہے وہ یہ کہ فَمٌ اجوف واوی ہے باعتبار اصل کے، اصل میں فوۃٌ تھا اس لئے اس کی جمع افواہٌ آتی ہے ھاء کو خلاف القیاس حذف کیا تو فَوٌ ہوگیا۔ چونکہ واؤ اور میم دونوں شفوی ہونے میں برابر ہیں اس لئے واؤ کو میم سے تبدیل کیا اس لئے اگر میم سے تبدیل نہ کرتے تو فَوٌ میں تنوین ہے جو کہ نون ساکن کے حکم میں ہے یعنی فَوُنْ اصل عبارت ہے تو قالَ باعَ کے قانون کی وجہ سے واؤ الف سے بدلتا اور پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف ہوجاتا تو صرف کلمہ میں ایک ہی حرف (ف) رہ جاتا اور یہ جائز نہیں ہے لیکن فوٌ کی اضافت کی صورت میں تنوین حذف ہوجاتی ہے اور میم اپنی اصل کی طرف

لوٹ جاتا ہے یعنی واؤ کی طرف تو پھر اعراب حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ ہوجاتا ہے جیسے ھذافوک الخ الغرض فم میں اسماء ستہ مکبرہ والے اعراب کے جاری کرنے کے لئے میم کا الگ ہوکر مضاف ہونا ضروری ہے ورنہ تو پھر اعراب بالحرکۃ لفظی ہوگا۔

ابٌ، اخٌ، حمٌ، کذاک، وَھن
والنقص فی ھذاالاخیر احسن

وفی ابٍ وتالییہ یندر
وقصرھا من نقصھن اشھر

ترجمہ:......ابٌ، اخٌ حمٌ اور ھنٌ بھی ذُو کی طرح ہے۔ اور اس اخیر (ھنٌ) میں نقص زیادہ اچھا ہے۔ اور ابٌ اور اس کے بعد والے دو (اخٌ حمٌ) میں نقص نادر ہے۔ اور ان کا قصران کے نقص کے بنسبت زیادہ مشہور ہے۔

ترکیب:

(ابٌ) مبتدا ہے (اخ حم) حرف عطف کے حذف کے ساتھ اس پر عطف ہے (کذالک) خبر (ھن) بھی اس پر عطف ہے۔ (النقص) مبتدا (فی ھذاالاخیر) جارمجرور (النقص) کے ساتھ متعلق ہوا (احسن) خبر۔ (فی اب وتالییہ) جارمجرور متعلق ہوا (یندر) فعل کے ساتھ۔ (قصرھا) مضاف مضاف الیہ مبتدا (من نقصھن) جارمجرور متعلق ہوا (قصر) کے ساتھ (اشھر) خبر۔

(ش) یعنی ان ((ابا، وأخا، وحما)) تجزی مجری ((ذو، وفم)) اللزین سبق ذکرھما؛ فترفع بالواو، وتنصب بالألف، وتجر بالیاء، نحو ((ھذاأبوہ، وأخوہ وحموھا، ورأیت أباہ وأخاہ وحماھا، ومررت بأبیہ وأخیہ وحمیھا)) وھذہ ھی اللغۃ المشھورۃ فی ھذہ الثلاثۃ، وسیذکر المصنف فی ھذہ الثلاثۃ لغتین أخریین.

وأما ((ھن)) فالفصیح فیہ أن یعرب بالحرکات الظاھرۃ علی النون، ولا یکون فی آخرہ حرف علۃ، نحو ((ھذاھن زید، ورأیت ھن زید، ومررت بھن زید)) وإلیہ أشارہ بقولہ: ((والنقص فی ھذاالأخیر أحسن)) أی: النقص فی ((ھن)) أحسن من الإتمام، والإتمام، والإتمام جائز لکنہ قلیل جدا، نحو ((ھذاھنوہ، ورأیت ھناہ، ونظرت إلی ھنیہ)) وأنکر الفراء جواز إتمامہ، وھو محجوجٌ بحکایۃ سیبویہ الإتمام عن العرب، ومن حفظ حجۃ علی من لم یحفظ.

وأشار المصنف بقولہ: ((وفی أب وتالییہ یندر— إلی آخر البیت)) إلی اللغتین الباقیتین فی ((أب)) وتالییہ— وھما ((أخ، وحم)) — فإحدی اللغتین النفقص، وھو حذف الواو والألف والیاء، والإعراب بالحرکات

الظاهرة على الباء والخاء والميم، نحو ((هذا أبه وأخه وحمها، ورأيت أبه وأخه وحمها، ومررت بأبه وإخه وحمها)) وعليه قوله:

ترجمہ وتشریح:

اسماء ستہ مکبرہ کا ذکر کرتے ہوئے شارح ابٌ، اخٌ، حمٌ، میں مختلف لغات بیان کرتے ہیں۔ ایک لغت جو کہ مشہور بھی ہے اس میں اسماء ستہ مکبرہ والا اعراب جاری ہوتا ہے ذو اور فم کی طرح یہاں بھی حالت رفعی میں واو اور حالت نصبی میں الف اور حالت جری میں یاء ہوگی۔ جیسے: هذا ابوه اخوه حموها الخ

اس میں دو لغتیں اور ہیں جن کا ذکر شارح بعد میں کرینگے۔

اور هنٌ میں دو لغتیں ہیں ایک نقص ہے (یعنی واؤ الف یاء کو حذف کرنا) اور ایک اتمام ہے (یعنی واؤ الف یاء کو برقرار رکھنا) تو هنٌ میں فصیح نقص ہے جیسے: هذا هنُ زيد الخ والنقص فی هذا الاخير احسن سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی نقص اس میں بہتر ہے اگر چہ اتمام بھی جائز ہے لیکن یہ بہت کم ہے جیسے هذا هنوه الخ، فراء رحمہ اللہ نے هنٌ میں اتمام کے جائز ہونے کا انکار کیا ہے لیکن یہ مردود ہے اس لئے کہ سیبویہ رحمہ اللہ نے عرب سے هنٌ کے اتمام کو نقل کیا ہے اور جس نے عرب حفظ کیا یہ حجت ہے اس پر جس نے حفظ نہ کیا ہو۔

وفی ابٍ وتالييه يندُر کے قول سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابٌ، اخٌ، حمٌ میں باقی دو اور لغتوں کی طرف اشارہ کیا، ایک لغت نقص (یعنی واؤ الف یاء کو حذف کرنا) ہے اور ایک لغت قصر (یعنی تینوں حالتوں میں الف کا ہونا ہے جس طرح الف مقصورہ میں ضمہ فتحہ کسرہ تقریری ہوتا ہے ہے اسی طرح یہاں بھی تقدیری ہوگا) ہے نقص کی مثال: جیسے: هذا ابه اخه الخ اور اس نقص پر شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

بِـأَبِـهِ اقْـتَـدٰى عَـدِيٌّ فِـي الْـكَـرَم
وَمَـنْ يُـشَـابِـهْ اَبَـهُ فَـمَـا ظَـلَـم

ترجمہ:...... عدی نے سخاوت میں اپنے باپ کی اقتداء کی اور جو اپنے باپ کا مشابہ ہو جائے تو اس نے ظلم نہ کیا۔

مطلب:

شاعر کہتا ہے کہ اس کا باپ حاتم طائی سخی تھا تو اس کے بیٹے عدی نے بھی سخاوت کی گویا کہ وہ سخاوت کرنے میں باپ کے ساتھ مشابہ ہوا اور شاعر کہتا ہے کہ اس مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے اس نے اپنی ماں پر ظلم (تہمت زنا وغیرہ) نہ کیا ورنہ پھر لوگ کہتے کہ یہ فلاں آدمی کا بیٹا نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اس آدمی کے اوصاف نہیں پائے جاتے تو اس کی ماں متہم ہو جاتی۔

تشریح المفردات:

عدیؔ حاتم طائی سخی کے بیٹے کا نام ہے اس شعر میں حاتم طائی کے بیٹے کی تعریف ہو رہی ہے (کرم) سخاوت (ماظلم) مـا نافیہ، دیوان ابی حاتم الطائی میں حاتم طائی مشہور سخی کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ نصرانی تھا اور اہل کتاب میں سے تھا اور بعض نے کہا کہ یہ اہل کتاب میں سے بھی نہیں اور یہ اپنی شہرت نام ونمود ریاء کیلئے سخاوت کیا کرتا تھا اور اللہ رب العزت کی تعریف میں جو اشعار اس نے کہے ہیں وہ بھی شعراء کی ایک عام عادت کے مطابق کہے ہیں۔ ان کی بیٹی کو ان کی سخاوت کی وجہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قید سے چھڑا دیا تھا)

ترکیب:

(ب) جار (ابہ) مضاف مضاف الیہ مجرور متعلق ہوا بعد والے فعل اقتدیٰ کے ساتھ (اقتدیٰ) فعل (عدیؔ) فاعل (فی الکرم) جار مجرور متعلق ہوا اقتدیٰ کے ساتھ (من) اسم شرط (یشابہ) فعل بافاعل (ابہ) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ شرط (فماظلم) ما نافیہ ظلم فعل بافاعل جزاء۔

محل استشہاد:

(بابہ) اور (ابہ) ہے یہاں نقص ہے یہاں بغیر واؤ الف یاء کے استعمال ہوا ہے ورنہ تو بابیہ اور اباہ ہوتا۔

تیسری لغت اب اخ حَمٌ میں یہ ہے کہ تینوں حالتوں میں الف ہو چاہے حالت رفعی ہو یا نصبی ہو یا جری جیسے هذا اباه اخاه حماها الخ اور اسی پر شاعر کا یہ قول ہے۔

إِنَّ اَبَـاهَـا وَاَبَـا اَبَـاهَـا

قَـدْ بَـلَـغَـا فِي الْمَجْدِ غَايَتَاهَا

ترجمہ:...... بے شک اس (محبوبہ) کا باپ اور اس کا دادا بزرگی کے دونوں انتہاء (حسب، نسب) کو پہنچ چکے ہیں۔

ترکیب:

(اِنَّ) حرف مشبہ بالفعل (اباها) مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ (واو) حرف عطف (ابا) مضاف (اباها) مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ معطوف، معطوف علیہ معطوف مل کر انّ کا اسم (بلغا) فعل بافاعل (غايتاها) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ (فی المجد) متعلق ہوا بلغا کے ساتھ فعل بافاعل ومفعول بہ خبر ہوا انّ کیلئے۔

تشریح المفردات:

(اباھا) میں ھا ضمیر محبوبہ کی طرف راجح ہے (اباا باھا) میں (اباھا) مضاف الیہ ہے ابا ابیھا ہونا چاہئے تھا۔
بلغا تثنیہ ہے غایتا میں ھا ضمیر مجد کی طرف باعتبار صفت کے راجع ہے (غایتین) مراد نسب وحسب کے غایہ ہیں۔

محل استشہاد:

شعر میں تیسرا ابـاھـا ہے پہلا والا ابـاھـا چونکہ ان کا اسم ہے اور دوسرا والا اس پر عطف ہے اور معطوف علیہ معطوف کا اعراب ایک ہوتا ہے اس لئے حالت نصبی ہونے کی وجہ سے یہاں الف آیا ہے جبکہ تیسرا ابـاھا مضاف الیہ ہے ان ابـاھـا و ابـا ابیھـا ہونا چاہئے تھا مگر پھر بھی الف کے ساتھ آیا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ابٌ میں ایک تیسری لغت بھی ہے جو کہ حالت رفعی نصبی جری تینوں میں الف کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔لیکن یہ لغت نقص سے زیادہ مشہور ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابٌ اخ حمٌ میں تین لغتیں ہیں۔(۱) مشہور یہ ہے کہ واو الف یاء کے ساتھ ہوں
(۲) دوسری یہ کہ تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ ہوں (۳) تیسری یہ کہ اس سے واو الف یاء حذف ہو اور یہ نادر ہے اور ھن میں دو لغتیں ہیں ایک نقص ہے جو کہ زیادہ مشہور ہے اور دوسری اتمام ہے جو کہ کم ہے۔

وَشَرطُ ذَاالاعـرَابِ ان یُضَفنَ لا

لِلیـاءِ کـجـاءَ اخُو ابیک ذااعتلا

ترجمہ:......اور اس اعراب کی شرط یہ ہے کہ یہ (اسماء ستہ مکبرہ) مضاف ہوں لیکن یاء کی طرف نہیں جیسے جاء اخو ابیک ذا اعتلا (اخو حالت رفعی ابی حالت جری ذا حالت نصبی کی مثال ہے)

ترکیب:

(شرط) مضاف (ذا) مضاف (الاعراب) مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر پھر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا (ان یضفن) فعل مضارع بتاویل مصدر خبر (لا) حرف عطف (للیاء) لکل اسم محذوف پر عطف ہے۔ (کجاء اخو ابیک) ای وذالک کائن کجاء اخو ابیک ذااعتلا.

(ش) ذکر النحویون لإعراب هذه الأسماء بالحروف شروطا أربعة:

(أحدها) أن تكون مضافة، واحترز بذلك من ألّا تضاف؛ فإنها حينئذ تعرب بالحركات الظاهرة، نحو ((هذا أب، ورأيت أبا، ومررتُ بأب)).

(الثانی)أن تضاف إلی غیرياء المتكلم،نحو:((هذاأبوزيدوأخوه وحموه))؛فإن أضيفت إلى ياء المتكلم أعربت بحركات مقدّرة،نحو:((هذاأبی،ورأيت أبی،ومررت بأبی))،ولم تعرب بهذه الحروف، وسيأتی ذكرماتعرب به حينئذ.

(الثالث) أن تكون مكبرة ، واحترزبذلک من أن تكون مصغرة؛فإنهاحينئذتعرب بالحركات الظاهرة،نحو:((هذاأبيّ زيد وذُوَيُّ مَالٍ،ورأيت أبيَّ زيد وذُوَيَّ مال،ومررت بأُبَيِّ زيد وذُوَيِّ مال)).

(الرابع)أن تكون مفردة، واحترزبذلک من أن تكون مجموعة أومثناة؛فإن كانت مجموعة أعربت بالحركات الظاهرة،نحو:((هؤلاء آباء الذّيدين،ورأيت آباء هم،ومررت بآبائهم))،وإن كانت مثناة أعربت إعراب المثنى؛بالألف رفعا،وبالياء جراونصبا،نحو:((هذان أبوازيد،ورأيت أبويه،ومررت بأبويه)).

ولم يذكرالمصنف—رحمه اللّٰه تعالیٰ!—من هذه الأربعة سوی الشرطين الأولين،ثم أشارإليهما بقوله:((وشرط ذاالإعراب أن يضفن لالليا أی:شرط إعراب هذه الأسماء بالحروف أن تضاف إلی غيرياء المتكلم؛فعلم من هذاأنه لابدمن إضافتها، وأنه لابدأن تكون (إضافتها)إلی غير ياء المتكلم.

ويمكن أن يفهم الشرطان الآخران من كلامه،وذلک أن الضمير فی قوله:((يضفن))راجع إلی الأسماء التی سبق ذكرها،وهولم يذكرهاإلامفردةمكبرة؛فكأنه قال:((وشرط ذاالإعراب أن يضاف أبٌ وإخوته المذكورةإلی غير ياء المتكلم)).

واعلم أن((ذو))لا تستعمل إلامضافة،ولا تضافَ إلی مضمر،بل إلی اسم جنس ظاهرغيرصفة،نحو: ((جاء نی ذومال))؛فلايجوز((جاء نی ذوقائم))

ترجمہ وتشریح:............اسمائے ستہ مکبّرہ کے اعراب کیلئے چار شرطیں:

اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب بالحرف (واوالف یاء) کے ساتھ ہونے کیلئے نحویوں نے چار شرطیں ذکر کی ہیں۔

۱.....پہلی شرط یہ ہے کہ یہ مضاف ہوں اس سے ان اسماء سے احتراز کیا جو مضاف نہ ہوں ورنہ تو اعراب بالحرکت ظاہری ہوگا جیسے:هذااَبٌ رأيت ابًا،مَررْتُ بِاَبٍ۔

۲.....دوسری شرط یہ ہے کہ یاء متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف مضاف ہوں جیسے هذاابوزيدواخوه وحموه اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو اعراب بالحرکۃ تقدیری ہوگا جیسے:هذاابی،ورأيت ابی،مررت بابی اوراس کے اعراب کا ذکر آگے آئے گا۔

۳......تیسری شرط یہ ہے کہ اسماء ستہ مکبّرہ ہوں، اس سے مصغّرہ سے احتراز کیا کہ اس میں اعراب بالحرکۃ ظاہری ہوتا ہے جیسے ھٰؤلاء آباء الزیدین الخ: اور اگر تثنیہ ہو تو تثنیہ کا اعراب جاری ہوگا حالت رفعی میں الف اور حالت نصبی جری میں یاء ہوگی جیسے ھذان ابوا زیدرأیت ابویہ مررت بابویہ۔

شارح فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ نے چار شرطوں میں سے صرف پہلی دو ذکر کی ہیں جس کی طرف (وشرط ذاالاعراب ان یضفن لاللیاء) سے اشارہ کیا ہے یعنی اسماء ستہ مکبرہ کیلئے واؤ الف یاء والے اعراب کے جاری ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی اضافت یاء متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف ہو تو اس سے دو شرطیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ اس کی اضافت ہو دوم یہ کہ اس کی اضافت یاء متکلم کے علاوہ کسی اور کی طرف ہو۔

شارح فرماتے ہیں کہ باقی دو شرطیں بھی مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے مفہوم ہو سکتی ہیں اور وہ اس طرح کہ ضمیر یضفن میں راجع ہے ان اسماء کی طرف جن کا پہلے ذکر ہو چکا اور مصنف نے چونکہ ان اسماء کو مفرد مذکر ذکر کیا ہے اس لئے گویا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی اسماء مفردہ مکبرہ کے بارے میں کہا کہ وشرط ذاالاعراب ان یضاف ابٌ واخوتہ المذکورۃ الیٰ غیریاء المتکلم اس اعتبار سے پھر یہ کہنا بھی بجا ہے کہ مصنف نے باقی دو شرطوں کی طرف بھی ضمناً اشارہ کیا ہے۔

اسماء ستہ مکبرہ میں ذو بھی ہے مگر ذو اضافت سے منقطع نہیں ہوتا یعنی وہ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے لیکن ضمیر کی طرف کبھی مضاف نہیں ہوتا بلکہ اسم جنس کی طرف مضاف ہوتا ہے کیونکہ اس کی وضع اس غرض سے ہے کہ اس کے ذریعہ سے اسماء اجناس کو اسماء نکرات کی صفت قرار دے سکیں جیسے کہ مالٌ اسم جنس ہے اگر اس کو اسم نکرہ مثلاً رجلٌ کی صفت قرار دیدیں تو یوں کہا جاتا ہے کہ جاء نی رجلٌ ذُومالٍ نہ کہ جاء نی رجلٌ مالٌ اور ضمیر اسم جنس نہیں ہے لہٰذا ذو کی اضافت اس کی طرف ناجائز ہے لیکن ہدایۃ النحو میں ایک شعر انمایعرف ذاالفضل من الناس ذووہ میں ضمیر کی طرف مضاف ہے جو کہ شاذ ہے اس وجہ سے جاء نی ذو قائمٌ کہنا ناجائز ہے۔

بـالالِفِ ارفـعِ الـمُثَنّٰـی وَکِلاَ
اِذَابِـمُـضْـمَـرٍ مُضَـافًـا وُصِلاَ
کِـلْتَـا کَـذاکَ، اثـنـان واثـنـتـان
کـابـنـیـن وابـنـتـیـن یَـجْـرِیَـان
وتَـخْـلُفُ الـیَـاءُ فی جمیعها الالف
جَـرًّاونَـصْـبًـا بَـعْـدَفَتْـحٍ قَـدْ اُلِف

ترجمہ:...... تثنیہ کو رفع دیدو الف کے ساتھ اور کلا کو بھی جب وہ ضمیر سے مضاف ہو کر ملا ہوا ہو کلتا بھی اسی طرح ہے اور اثنانِ اثنتانِ ابنانِ ابنتانِ کی طرح جاری ہوتے ہیں (اعراب میں) اور یاء سب (تثنیہ و ملحقات تثنیہ) میں الف کے قائم مقام ہوگی۔

حالت نصبی وجری حالت میں اس فتح کے بعد جو مالوف ہے (اس آخری شعر کا مطلب یہ ہے کہ تثنیہ اور ملحقات تثنیہ میں الف کے بجائے حالت نصبی وجری میں یاء آئے گی (بعد فتح) قدالف تعلیل کے معنی میں ہے یعنی تثنیہ و ملحقات تثنیہ میں یاء سے پہلے فتحہ کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ الف کے ساتھ الفت رکھتا ہے تو جب الف تثنیہ کی حالت نصبی جری میں ختم ہوا تو فتحہ کو اس کے قائمقام بنا دیا اس اعتبار سے فتحہ مالوف ہے)

(ش) ذكر المصنف -رحمه الله تعالىٰ!- أن ماتنوب فيه الحروف عن الحركات الأسماء الستة، وقدتقدم الكلام عليها، ثم ذكر المثنى، وهو ممايعرب بالحروف.

وحده: ((لفظ دال على اثنين، بزيادة فى آخره، صالح للتجريد، وعطف مثله عليه)) فيدخل فى قولنا: ((لفظ دال على اثنين)) المثنى نحو: ((اليدان)) والألفاظ الموضوعة لاثنين نحو: ((شفع))، وخرج بقولنا ((بزيادة)) نحو: ((شفع))، وخرج بقولنا ((صالح للتجريد)) نحو: ((اثنان)) فإنه لايصلح لإسقاط الزيادة منه؛ فلا تقول ((أثن)) وخرج بقولنا: ((وعطف مثله عليه)) ماصلح للتجريد وعطف غيره عليه، كالقمرين؛ فإنه صالح للتجريد، فتقول: قمر، ولكن يعطف عليه مغايره لامثله، نحو: قمر وشمس، وهو المقصود بقولهم: ((القمرين)).

وأشار المصنف بقوله: ((بالألف ارفع المثنى وكلا)) إلى أن المثنى يرفع بالألف، وكذلك شبه المثنّى، وهو: كل مالايصدق عليه حدّ المثنى، وأشار إليه المصنف بقوله: ((وكلا))؛ فما لايصدق عليه حدّا لمثنى ممادل على اثنين بزيادة أوشبهها فهو ملحق بالمثنى فكلا وكلتا واثنانِ، واثنتانِ ملحقة بالمثنىٰ لانّها لايصدق عليها حد المثنى، ولكن لايلحق كلا وكلتا بالمثنى إلا إذا أضيفا إلى مضمر، نحو: ((جاء نى كلاهما، ورأيت كليهما، ومررت بكليهما، وجاء تنى كلتاهما، ورأيت كلتيهما، ومررت بكلتيهما)) فإن إضيفا إلى ظاهر كانا بالألف رفعا ونصبا وجرا، نحو: ((جاء نى كلاالرجلين وكلتاالمرأتين، ورأيت كلاالرجلين وكلتاالمرأتين، ومررت بكلاالرجلين وكلتا المرأتين))؛ فلهذا قال المصنف: ((وكلا إذا بمضمر مضافا وصلا.))

ثم بين أن اثنين واثنتين يجريان مجرى ابنين وابنتين؛ فاثنان واثنتان ملحقان بالمثنى (كماتقدم) وابنان وابنتان مثنى حقيقة.

ثم ذكر المصنف -رحمه الله تعالى!- أن الياء تخلف الألف في المثنى والملحق به في حالتي الجر والنصب، وانّ ماقبلها لايكون إلامفتوحا، نحو: ((رأيت الزيدين كليهما، ومررت بالزيدين كليهما)) واحترز بذلك عن ياء الجمع؛ فإن ماقبلها لايكون إلامكسورا، نحو: ((مررت بالزيدين)) وسيأتي ذلك.

وحاصل ماذكره أن المثنّى وماألحق به يرفع بالألف، وينصب ويجر بالياء، وهذاهو المشهور، والصحيح أن الإعراب في المثنى والملحق به بحركة مقدرة على الألف رفعاوالياء نصباوجرا.

وماذكره المصنف من أن المثنى والملحق به يكونان بالألف رفعاوالياء نصباوجراهو المشهور في لغة العرب، ومن العرب من يجعل المثنى والملحق به بالألف مطلقا: رفعا، ونصبا، وجرا؛ فيقول: ((جاء الزيدان كلاهما، ورأيت الزيدان كلاهما، ومررت بالزيدان كلاهما)).

تثنیہ کا اعراب

پہلے مصنف علیہ الرحمۃ نے اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب ذکر کیا جہاں حرکات کی جگہ حروف کا اعراب ہے ابھی تثنیہ کا ذکر فرما رہے ہیں۔ شارح نے تثنیہ کی جو تعریف کی ہے وہ حقیقی تثنیہ کی ہے۔ جاننا چاہئے کہ مثنی تین قسم پر ہے ایک حقیقی یعنی جو لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے مثنی ہو جیسے رجلان دوسری قسم صوری ہے جو تثنیہ کی صورت پر ہو اور اس کا مفرد اس کے لفظ سے نہ ہو جیسے اثنان اور اثنتان یہ الفاظ مفردہ ہیں اس لئے کہ مثنی وہ ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف ونون لاحق ہو اور ان کا مفرد اثنٌ اور اثنة اور اثنتٌ نہیں آتا لیکن چونکہ ان کی صورت تثنیہ کی سی ہے جیسے ابنانِ اور ابنتان نیز ان کے معنی تثنیہ جیسے ہیں لہٰذا ان کو مثنی صوری کہتے ہیں۔ اس وجہ سے مثنی حقیقی کے ساتھ ملحق کر دیئے گئے تیسری قسم معنوی ہے جو باعتبار معنی مثنی ہو جیسے کِلاَ اور کلتا اس لئے کہ یہ باعتبار لفظ مفرد ہیں کیونکہ لفظ کل کا ان کے واسطے مفرد ہونا ثابت نہیں ہے لیکن باعتبار معنی مثنی ہیں لہٰذا ان کو مثنی معنوی کہتے ہیں اور اسی وجہ سے کہ یہ باعتبار معنی مثنی ہیں مثنی حقیقی کے ساتھ ملحق کر دیئے گئے۔

اس تمہید کے بعد اب اصل شرح کا سمجھنا آسان ہے چنانچہ شارح تثنیہ حقیقی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تثنیہ وہ ہے جو دو پر دلالت کرے اور اس کے آخر میں زیادتی ہو اور اس میں خالی ہونے کی صلاحیت ہو (جیسے رجلان

کہ اس میں رجل کہکر الف ونون کو ہٹا سکتے ہیں) اور اس کی بھی صلاحیت ہو کہ اس کا مثل اس پر عطف ہو (لفظ دال علی اثنین) کہا تو اس میں تثنیہ بھی داخل ہوا جیسے الزیدان اور وہ الفاظ جو دو کیلئے وضع کئے گئے ہیں جیسے شفع (جفت) اور بزیادة فی آخره سے شفع جیسے الفاظ نکل گئے کیونکہ یہ اگر چہ دو پر دلالت کرتے ہیں مگر اس کے آخر میں زیادہ نہیں ہے (صالح للتجرید) کہا تو احتراز کیا اثنان سے اس لئے کہ اس میں زائد کے ساقط ہونے کی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا اثن نہیں کہہ سکتے (وعطف مثله علیه) کہا تو احتراز کیا اس تثنیہ سے جس میں تجرید کی صلاحیت تو ہو لیکن اس کا مثل اس پر عطف نہیں ہوتا ہو بلکہ اس کا غیر اس پر عطف ہو جیسے قمرین یہاں تجرید کی صورت میں قمر کہہ سکتے ہیں لیکن یہاں اس کا مماثل اس پر معطوف نہیں ہو سکتا بلکہ مغایر عطف ہوگا چنانچہ قمر وشمس کہا جاتا ہے قمرین سے بھی یہی مقصود ہوتا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے بالالف ارفع المثنی وکلا کہکر اس طرف اشارہ کیا کہ تثنیہ حقیقی میں حالت رفع الف کے ساتھ ہوگی اور شبہ مثنی میں بھی، شبہ مثنی سے مراد وہ تثنیہ ہے جس پر تثنیہ حقیقی کی تعریف صادق نہ آئے (کلا) کے ذریعے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے، لہٰذا جس پر تثنیہ حقیقی کی تعریف صادق نہ آئے وہ ملحق بالمثنی ہے کلا کلتا اثنان اثنتان یہ سارے ملحق بہ تثنیہ ہیں، لیکن کلا کلتا پر ملحق بہ تثنیہ کا حکم اس وقت جاری ہوگا جب وہ ضمیر کی طرف مضاف ہوں اگر اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں تو اس صورت میں مفرد کا اعراب جاری ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ کلا کی دو جہتیں ہیں صورت کے اعتبار سے کلا مفرد ہے اور معنیٰ کے اعتبار سے تثنیہ ہے اب دونوں جہتوں کا لحاظ ضروری ہے لہٰذا جب اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوگا تو جانب افراد کی رعایت کرتے ہوئے اعراب بالحرکت دیا جائے گا۔ اور ضمیر کی طرف اضافت کی صورت میں معنیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے اعراب بالحرف دیا جائے گا جیسے: جاء نی کلاهما، رأیت کلیهما، مررت بکلیهما جاء تنی کلتاهما رأیت کلتیهما مررت بکلتیهما اور اسم ظاہر کی طرف اضافت کی مثال جیسے جاء نی کلا الرجلین کلتا المرأتین رأیت کلا الرجلین وکلتا المرأتین ومررت بکلا الرجلین وکلتا المرءتین۔ اسی وجہ سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے (وکلا اذا بمضمر مضافا وصلا) کہا۔ پھر مصنف رحمہ اللہ نے تثنیہ حقیقی کی مثال ابنان ابنتان کے ساتھ دی اور ملحق بہ تثنیہ کی مثال اثنان اثنتان کے ساتھ دی اور فرمایا کہ اثنان اثنتان، ابنان ابنتان کی طرح ہیں یعنی اعراب میں ملحق بہ تثنیہ کا حکم تثنیہ حقیقی کی طرح ہے پھر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ حالت رفع میں چونکہ الف ہوتا ہے اور نصبی جری میں الف حذف ہو جاتا ہے اس لئے نصبی جری میں یاء الف کے قائم مقام ہوتی ہے اور چونکہ الف کے ساتھ فتح کی خاص

مناسبت ہے اسلئے الف کے حذف کے تدارک میں یاء کے ماقبل کو مفتوح کر دیا، جیسے رأیت الـزیـدیـن کـلیهـمـا ومـررت بـالـزیـدین کلیهما ، ماقبل مفتوح کہکر جمع کی یاء سے احتراز کیا کیونکہ جمع کی یاء کا ماقبل مکسور ہوتا ہے جیسے: مررت بالزیدین (اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی)

شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ تثنیہ اور ملحق بہ تثنیہ کا اعراب حالت رفعی میں الف اور حالت نصبی جری میں یاء کے ساتھ ہوتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان میں حالت رفعی میں الف پر اور نصبی جری میں یاء پر اعراب بالحرکۃ تقدیری ہے (پہلے تفصیل سے گذر چکا ہے کہ شارح کا قول مرجوح ہے)

اور مصنف رحمہ اللہ نے یہ جو ذکر کہا کہ تثنیہ اور ملحق بہ تثنیہ کا اعراب حالت رفعی میں الف اور نصبی جری میں یاء کے ساتھ ہوگا یہ عرب کی مشہور لغت ہے اور بعض عرب نے تینوں حالتوں میں تثنیہ اور ملحق تثنیہ کا اعراب الف سے بتایا ہے چنانچہ وہ حضرات رفعی نصبی جری تینوں میں جـاء الـزیـدان کـلاهـمـا رأیت الزیدین کلاهما مررت بالزیدان کلاهما پڑھتے ہیں۔

وارفـع بـواو بـیـا اجـرُر وانـصـب
سـالـمَ جـمـعِ عَـامِـرٍ وَمُـذْنِـب

ترجمہ:...... حالت رفعی میں واؤ اور جری نصبی میں یاء دو عامر اور مذنب کے جمع مذکر سالم کو۔

ترکیب:

(ارفع) فعل امر واحد مذکر حاضر (انت) ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل (بواو) جار مجرور متعلق ہوا ارفع کے ساتھ۔ معطوف علیہ (واو) حرف عطف (ب) جارہ (یا) باعتبار لفظ مجرور (اجرر) فعل بافاعل معطوف علیہ، (واو) حرف عطف (انصب) فعل بافاعل (سالم) مضاف (جمع) مضاف (عامر) معطوف علیہ (واو) حرف عطف (مذنب) معطوف، معطوف معطوف علیہ ملکر مضاف الیہ ہوا (جـمـع) کیلئے (جـمـع) مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر پھر مضاف الیہ ہوا (سـالـم) کیلئے، (سـالـم) مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ ہوا، (ارفـع اجـر انصب) تینوں فعلوں کا یہاں تنازع ہے۔ فعل بافاعل ومفعول معطوف ہوا (ارفع) کیلئے، معطوف علیہ اور معطوف ملکر جملہ معطوفہ۔

(ش) ذکـر الـمـصنف قسمین یعربان بالحروف: أحدهما الأسماء الستة، والثانی المثنی، وقد تقدم الکلام علیهما، ثم ذکر فی هذا البیت القسم الثالث، وهو جمع المذکر السالم وما حمل علیه، وإعرابه: بالواو رفعا، وبالیاء نصبا وجرا.

وأشار بقوله:((عامر ومذنب))إلى مايجمع هذا الجمع،وهو قسمان: جامد،وصفة،فيشترط في الجامد:أن يكون علما،لمذكر،عاقل،خاليا من تاء التانيث، ومن التركيب؛ فإن لم يكن علما لم يجمع بالواو والنون؛فلايقال في((رجل))رجلون،نعم إذا صغر جاز ذلك نحو:((رجيل،وجيلون))لأنه وصف،وإن كان علما لغير مذكر لم يجمع بهما،فلايقال في((زينب))زينبون، وكذا إن كان علما لمذكر غير عاقل؛فلايقال في لاحق-اسم فرس-لاحقون،وإن كان فيه تاء التأنيث فكذلك لايجمع بهما؛فلايقال في((طلحة)) طلحون، وأجاز ذلك الكوفيون،وكذلك إذا كان مركبا؛فلايقال في ((سيبويه)) سيبويهون،وأجازه بعضهم .

ويشترط في الصفة :أن تكون صفة، لمذكر،عاقل،خالية من تاء التأنيث،ليست من باب أفعل فعلاء، ولامن باب فعلان فعلى،ولامـمّايستوى فيه المذكر والمؤنث؛فخرج بقولنا((صفة لمذكر)) ماكان صفة لمؤنث؛ فلايقال في حائض حائضون.وخرج بقولنا((عاقل)) ماكان صفة لمذكر غير عاقل؛ فلايقال في سابق-صفة فرس- سابقون،وخرج بقولنا:((خالية من تاء التأنيث))ماكان صفة لمذكر عاقل، ولكن فيه تاء التأنيث، نحو علامة؛فلايقال فيه:علامون،وخرج بقولنا:((ليست من باب أفعل فعلاء))ماكان كذلك، نحو،((أحمر)) فإن مؤنثه حمراء؛فلايقال فيه:أحمرون، وكذلك ماكان من باب فعلان فعلىٰ، نحو:((سكران، وسكرى)) فلايقال:سكرانون، وكذلك إذااستوى في الوصف المذكروالمؤنث، نحو:((صبور، وجريح)) فإنه يقال: رجل صبور، وامرأة صبور، ورجل جريح، وامرأة جريح ؛ فلا يقال في جمع المذكرالسالم:صبورون، ولاجريحون.

وأشار المصنف-رحمه الله-إلى الجامدالجامع للشروط التي سبق ذكرهابقوله: ((عامر))فإ نه علم لمذكرعاقل خال من تاء التأنيث ومن التركيب؛فيقال فيه:عامرون.

وأشار إلى الصفة المذكورةأولابقوله:((ومذنب))فإنه صفةلمذكرعاقل خالية من تاء التأنيث وليست من باب أفعل فعلاء ولا من باب فعلان فعلى ولامما يستوى فيه المذكر والمؤنث،فيقال فيه:مذنبون.

ترجمہ وتشریح:..........جمع مذکر سالم کا اعراب:

اس سے پہلے مصنف علیہ الرحمۃ نے دوقسمیں اعراب بالحرف کی ذکر کردیں ایک اسماء ستہ مکبرہ، اوردوسری قسم تثنیہ، ان کے متعلق پوری تفصیل گزرگئی، اب اس شعر میں مصنف علیہ الرحمۃ اعراب بالحرف کی تیسری قسم ذکر کررہے ہیں

جس کا نام جمع مذکر سالم ہے۔اس کا اعراب حالت رفعی میں واؤ اور نصبی جری میں یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے عامر اور مذنب سے جمع مذکر سالم کی دو قسموں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ عامر سے جمع مذکر سالم جامد اور مذنب سے جمع مذکر سالم صفت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

شارح علیہ الرحمۃ نے جامد کیلئے چند شرطیں ذکر کی ہیں جب یہ شرطیں پائی جائیں تو وہاں جمع مذکر سالم کا اعراب جاری ہوگا۔

جامد کی شرطیں:

۱:......پہلی شرط یہ ہے کہ علم ہو، اگر علم نہ ہو تو واؤ اور نون کے ساتھ جمع نہیں ہوگا، لھذا رَجُلٌ چونکہ علم نہیں ہے اسلئے رجلون پڑھنا صحیح نہیں۔ ہاں اگر رجل سے اسم مصغر بنایا جائے تو اسم مصغر چونکہ وصف کی قوت میں ہوتا ہے اسلئے جمع مذکر سالم کی دوسری قسم (صفت) کی شرطوں کی موجودگی کی وجہ سے اس میں واؤ نون کے ساتھ جمع جائز ہے۔

۲:......دوسری شرط یہ ہے کہ مذکر کیلئے علم ہو، اگر علم ہے لیکن مؤنث کیلئے تو پھر بھی واؤ اور نون کے ساتھ جمع نہیں ہوگا جیسے زینب اگر چہ علم ہے لیکن مؤنث کیلئے ہے اسلئے اس میں زینبون نہیں کہہ سکتے۔

۳:......عاقل کیلئے علم ہو، اگر غیر عاقل کا علم ہے تو واؤ نون کے ساتھ جمع نہیں ہوگا جیسا کہ لاحق غیر عاقل یعنی گھوڑے کا نام ہے اور واشق کتے کا نام ہے اس میں لاحقون، واشقون کہنا صحیح نہیں۔

۴:......تاء تانیث سے خالی ہو، اگر مفرد میں تاء تانیث ہو تو واؤ اور نون کے ساتھ جمع نہیں ہوگا۔ طلحۃ اگر چہ باعتبار معنی مذکر ہے لیکن چونکہ اس میں لفظاً تاء تانیث ہے اس لئے طلحون پڑھنا صحیح نہیں اگر چہ کوفیین نے طلحۃ میں تاء تانیث کو حذف کر کے جمع میں طلحون کو جائز کہا ہے ان کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ طلحۃ اگر چہ لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہے لیکن معنی کے اعتبار سے یہ مذکر کا علم ہے اور اعتبار معنی کا ہوتا ہے نہ کہ لفظ کا، دوسری دلیل یہ ہے کہ اھل فن کا اس پر اجماع ہے کہ جس مذکر علم کے آخر میں الف تانیث (مقصورہ یا ممدوہ) ہو تو اس کو جمع مذکر سالم بنانا جائز ہے اور واؤ اور نون کے ساتھ اس کا جمع صحیح ہے مثلاً حبلیٰ یا حمراء کسی آدمی کا نام ہو تو جمع مذکر سالم بناتے وقت اس میں واؤ، نون کے ساتھ جمع کرنا صحیح ہے تو تاء تانیث کے مذکر علم کو واؤ نون کے ساتھ جمع کرنا بطریق اولیٰ صحیح ہوگا۔

۵:......خالی ہو ترکیب سے، لہٰذا سیبویہ میں چونکہ ترکیب ہوتی ہے اس لئے سیبویھون پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ جبکہ بعض کے نزدیک جائز ہے۔

صفت کی شرطیں:

جمع مذکر سالم کی دوسری قسم صفت ہے اس کیلئے بھی شارح رحمہ اللہ نے چند شرطیں ذکر کی ہیں۔

۱:...... پہلی شرط یہ ہے کہ جس سے جمع مذکر سالم بنانا ہو وہ حقیقت میں مذکر کی صفت ہو، اگر مؤنث کی صفت ہو تو واو نون کے ساتھ جمع ہونا صحیح نہیں حائض چونکہ مؤنث کی صفت ہے اسلئے حائضون کہنا صحیح نہیں۔

۲:...... دوسری شرط یہ ہے کہ مذکر عاقل کی صفت ہو اگر غیر عاقل کی صفت ہو تو پھر جمع مذکر سالم کا اعراب جاری نہیں ہوگا لھٰذ اسابق (جو کہ گھوڑے کی صفت ہے) میں سابقون پڑھنا صحیح نہیں۔ (کبھی غیر عاقل کو بمنزلہ عاقل رکھا جاتا ہے تو اس صورت میں وہ عاقل کی طرح ہو جاتا ہے پھر اس پر واؤ نون کا آنا صحیح ہے جیسے قرآن کریم میں زمین وآسمان کے بارے میں اتینا طائعین اور ستاروں کیلئے رأیتھم لی ساجدین واؤ نون کے ساتھ آیا ہے، اگر چہ زمین و آسمان ستارے غیر عاقل ہیں)۔

۳:...... خالی ہو تاء تانیث سے، علامۃٌ چونکہ تاء تانیث ہے اسلئے علّامون نہیں کہہ سکتے۔

۴:...... افعل کے باب سے نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء ہو جیسے: احمر اس کی مؤنث حمراء ہے لھٰذا اس میں احمرون نہیں کہہ سکتے۔

۵:...... فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلیٰ آتی ہو لھٰذ اسکران میں سکرانون نہیں کہہ سکتے اسلئے کہ اس کی مؤنث سکریٰ ہے۔

۶:...... وصف بھی ایسا نہ ہو جس میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہو جیسے: صبور اور جریح اس لئے کہ رجلٌ صبور، امرءۃ صبور دونوں پڑھ سکتے ہیں رجل جریح امرءۃ جریح دونوں جائز ہیں۔ لہٰذا جمع مذکر سالم میں صبّورون جریحون پڑھنا صحیح نہیں۔ یہ ساری تفصیل تو شارح کی بتائی ہوئی ہے اب شارح فرماتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے جامد کی شرطوں کی طرف عامر کی مثال دیکر اشارہ کیا ہے کیونکہ عامر کے اندر جملہ شرطیں پائی جارہی ہیں اس لئے کہ یہ علم ہے، مذکر، عاقل کیلئے، خالی ہے تاء تانیث اور ترکیب سے، تو اس میں عامرون کہا جائے گا اور صفت کی شرطوں کی طرف مُذنب (گناہ کرنے والا) کی مثال دیکر اشارہ فرمایا اس لئے کہ مُذنب صفت ہے، مذکر عاقل کیلئے، خالی ہے تاء تانیث افعل فعلاء فعلان فعلیٰ کے باب سے اور مذکر و مؤنث اس میں برابر بھی نہیں لہٰذا مُذنبون کہنا صحیح ہے۔

وشبـه ذيـنِ وبـه عشـرونَـا
وَبـابُـهُ اُلـحـقَ وَالَا هـلُوُنـا
اُولـو وعـالـمُـوُنَ علّيونـا
وَارضُـوُنَ شـذَّ والسنُـونـا
وَبـابُـه ومِثلَ حينِ قَدْ يَـرِدُ
ذا البـابُ وَهـوَعِنـدَ قَـوْمٍ يَطَّـرِدُ

ترجمہ:...... واؤاورنون کا اعراب لگادوعامر اور مذنب کے مشابہ میں اوراسی حکم کے ساتھ عشرون اوراس کا باب ملحق کیا گیاہےاوراھلون اولو عالمون علیون۔اورارضون (جوکہ شاذ ہے) اورسنون اوراس کے باب کوبھی ملحق کیا گیاہے،اورحین (کے اعراب) کی طرح کبھی آتا ہے وہ باب (سنون والا) بھی اور یہ ایک قوم کے ہاں قیاسی ہے۔

ترکیب:

(واؤ) حرف عطف (شبـه) مضاف (ذیـن) مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ ملکر معطوف ہوا ماقبل کی عبارت (عامرومذنب) کے لئے۔(بہ) جارمجرور متعلّق ہوابعدوالے (الحق) کے ساتھ،(عشرونا) (الف ضرورت شعری کی وجہ سے آیا ہے) معطوف علیہ (واؤ) حرف عطف (بـابـه تاوالسنوناوبابه) معطوف،معطوف علیہ معطوف ملکر مبتدا، (الحق) ماضی مجہول (ھُو) ضمیر مستتر نائب فاعل،فعل مجہول با نائب فاعل جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہوا مبتدا کیلئے۔
(مثل) مضاف (حین) مضاف الیہ،مضاف مضاف الیہ سے ملکر (یَرِدُ) کی ھو ضمیر مستتر سے حال ہے،(قد) حرف تقلیل (قَدْ) مضارع پراکثر تقلیل کیلئے آتا ہے) (یـردُ) فعل (ذا) اسم اشارہ مبدل منہ (البـاب) بدل،مبدل منہ بدل سے ملکر فاعل ہوا یَـرِدُ کیلئے۔(هُوَ) مبتدا (عـنـدقوم) مضاف مضاف الیہ ظرف ہوکر متعلق ہوابعدوالے فعل یطّـرد کے ساتھ (یطرد) فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر خبر ہوا مبتدا کیلئے۔

(ش)أشار المصنف –رحمه الله– بقوله:((وشبه ذين))إلى شبه عامر،وهو كل علم مستجمع للشروط السابق ذكرها كمحمد وإبراهيم؛فتقول:محمدون وإبراهيمون،وإلى شبه مذنب،وهو كل صفة اجتمع فيها الشروط، كالأفضل والضراب ونحوهما،فتقول:الأفضلون والضرابون، وأشاربقوله:((وبه عشرون))إلى ماألحق بجمع المذكر السالم في إعرابه:بالواورفعا،وبالياء جراونصبا.

وجمع المذكر السالم هو: ماسلم فيه بناء الواحد، ووجد فيه الشروط التي سبق ذكرها؛ فمالاواحد له من لفظه، أوله واحدغيرمستكمل للشروط؛ فليس بجمع مذكرسالم، بل هوملحق به؛ فعشرون وبابه- وهوثلاثون إلى تسعين-ملحق بجمع المذكر السالم؛ لأنه لاواحدله من لفظ؛ إذلايقال: عشر، وكذلك((أهلون)) ملحق به؛ لأن مفرده-وهوأهل-ليس فيه الشروط المذكورة؛ لأنه اسم جنس جامد كرجل، وكذلك((أولو)) لأنه لاواحدله من لفظه، و((عالمون)) جمع عالم، وعالم كرجل اسم جنس جامد، وعليون: اسم لأعلى الجنة، وليس فيه الشروط المذكورة؛ لكونه لمالايعقل، وأرضون: جمع أرض، وأرض: اسم جنس جامدمؤنث؛ والسنون: جمع سنة، والسنة: اسم جنس مؤنث؛ فهذه كلهاملحقة بالجمع المذكر؛ لماسبق من أنهاغيرمستكملة للشروط.

وأشاربقوله((وبابه)) إلى باب سنة، وهو: كل اسم ثلاثي، حذفت لامه، وعوض عنهاهاء التأنيث، ولم يكسر: كمائة ومئين وثبة وثبين. وهذاالاستعمال شائع في هذاونحوه؛ فإن كسر كشفة وشفاه لم يستعمل كذلك إلاّشذوذا، كظبة؛ فإنهم كسّروه على ظباة وجمعوه أيضا بالواورفعاوبالياء نصبا وجرا، فقالوا: ظبون، وظبين.

وأشاربقوله: ((ومثل حين قد يرد ذاالباب)) إلى أن سنين ونحوه قدتلزمه الياء ويجعل الإعراب على النون؛ فنقول: هذه سنين، ورأيت سنينا، ومررت بسنين، وإن شئت حذفت التنوين، وهوأقل من إثباته، واختلف في اطرادهذا، والصحيح أنه لايطرد، وأنه مقصورعلى السماع، ومنه قوله صلّى الله عليه وسلم: ((اللّهم اجعلهاعليهم سنينا كسنين يوسف)) في إحدى الروايتين، ومثله قول الشاعر:

دَعَانِي مِنْ نجدٍ فَإنّ سَنِيْنَهُ
لَعِبْنَ بِنَاشِيْبًاوَشيّبننامُرْدًا

(الشاهدفيه إجزاء السنين مجرى الحين، في الإعراب بالحركات، وإلزام النون مع الإضافة).

ترجمہ وتشریح:

اس سے پہلے مصنف علیہ الرحمۃ نے (عامر) اور (مذنب) کے ذریعہ جمع مذکر سالم کی دوقسموں (جامد اور صفت

کا اعراب بیان کیا (عامر) سے مراد اسم جامد ہے اور مذنب سے مراد صفت ہے کہ ان کا اعراب حالت رفعی میں واو اور نصبی جری میں یاء ماقبل مکسور اور آخر میں نون ہوگا۔ (شبہ عامر) سے مراد ہر وہ علم ہے جس میں صفت کی مذکورہ تمام شرطیں پائی جائیں جیسے الافضل الضراب میں الافضلون الضرّابون پڑھا جائے گا۔

(وبہ عشرون) کے ذریعہ ملحق بجمع المذکر السالم کی طرف اشارہ کیا کہ ان کا اعراب جمع مذکر سالم کی طرح ہے۔

تمہید کے طور پر یہ جاننا ضروری ہے کہ جمع تین قسم پر ہے، ایک حقیقی اور یہ وہ جمع ہے جس کے مفرد میں کچھ تصرّف کر کے اس کو بنالیا گیا ہو جیسے رجال اور مسلمون۔ دوسری قسم معنوی ہے جیسے اولو کہ یہ ذوکی جمع من غیر لفظہ ہے یہ لفظ اور حقیقت کے اعتبار سے جمع نہیں۔ تیسری قسم صوری ہے جو صورۃً جمع ہو جیسے عشرون سے تسعون تک کہ یہ سب صورۃً جمع ہیں اور معنًی نہ حقیقۃً جمع نہیں، معنًی تو جمع اس لئے نہیں کہ جمع معنوی کیلئے ضروری ہے کہ وہ افراد غیر معیّنہ پر دلالت کرے اور عشرون سے لیکر تسعون تک افراد معیّن پر دلالت کرتے ہیں مثلاً عشرون صرف بیس اور ثلٰثون صرف تیس پر بلا زیادت ونقصان کے دلالت کرتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ عشرون وغیرہ معنًی جمع نہیں ہیں اور جمع حقیقی اس لئے نہیں ہیں کہ جمع حقیقی وہ ہے جس کے مفرد میں کچھ تصرف کر کے بنایا گیا ہو اور یہاں عشرون وغیرہ کا مفرد ہی نہیں جس کے آخر میں واو اور نون لاحق کر کے ان کو بنالیا گیا ہو، اس تمہید کے بعد اب شارح رحمہ اللہ اپنے الفاظ میں جمع مذکر سالم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمع مذکر سالم وہ ہے جس واحد کا وزن سلامت رہے اور اس میں وہ تمام شرطیں پائی جائیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا۔ لہٰذا جس کا (من لفظہ) واحد ہی نہ ہو یا واحد ہو لیکن اس میں مذکورہ شرطیں نہ پائی جائیں تو وہ جمع مذکر سالم نہیں ہے بلکہ جمع مذکر سالم کے ساتھ ملحق ہے، عشرون سے لیکر تسعون تک ملحق بجمع المذکر السالم ہے اس لئے کہ عشرون کا من لفظہ مفرد نہیں ہے کیونکہ عِشْرٌ اس کا مفرد نہیں آتا۔ اسی طرح اھلون بھی جمع مذکر سالم کے ساتھ ملحق ہے اسلئے کہ اس کا مفرد اھلٌ ہے جس میں شرائط سابقہ نہیں پائی جارہی ہیں اس لئے کہ یہ رجل کی طرح اسم جنس جامد ہے علم اور صفت نہیں ہے اولو کیلئے بھی چونکہ اس کے لفظ سے مفرد نہیں ہے اس لئے ملحق بجمع المذکر السالم ہے (اگرچہ مفرد من المعنی ہے کیونکہ یہ ذو بمعنی صاحب کی جمع ہے)

عالمون (جو کہ عالم کی جمع ہے) بھی اسم جنس جامد ہے علم اور صفت نہیں ہے، علیّون (اعلیٰ جنت کا نام ہے) چونکہ غیر ذی عقل کیلئے علم ہے اسلئے ملحق بجمع المذکر السالم ہے ارضون بھی اسی طرح ہے سنۃ بھی اسم جنس مؤنث ہے یہ دونوں غیر ذوی العقول میں سے ہیں۔ لہٰذا یہ ساری مثالیں ملحق بجمع المذکر السالم کی ہیں اس وجہ سے کہ ان میں جمع مذکر سالم کی شرطیں نہیں پائی جاتیں۔

وبـابُـه کہکر مصنف علیہ الرحمۃ نے سنة کے باب کی طرف اشارہ فرمایا اور سنة کے باب سے ہر وہ اسم ثلاثی مراد ہے جس کا لام کلمہ حذف ہو چکا ہو اور اس کی جگہ تاء تانیث آئی ہو جو وقف کی صورت میں ھاء بن جاتی ہے اور اس میں تکسیر بھی نہیں ہوئی ہو یعنی اس کی واحد کی بناء جمع میں سلامت ہو جیسے مئة میں مئون اور ثبة میں ثبون پڑھنا صحیح ہے اور اس طرح کا استعمال عام ہے۔ لیکن اگر باقی شرطیں تو پائی جاتی ہیں لیکن مکسر ہو یعنی واحد کی بناء اس کی ٹوٹ چکی ہو تو پھر واؤنون والے اعراب کے ساتھ اس کا استعمال نہیں ہوگا۔ اگر کہیں مکسر کے ہوتے ہوئے واؤ اور نون کے ساتھ استعمال ہوا ہو تو وہ شاذ کے حکم میں ہو جیسے ظُبیةُ (تلوار کی دھار، یا اس کا ایک طرف) مفرد ہے اور ثلاثی بھی ہے لام کلمہ حذف ہو کر اس کی جگہ تاء تانیث بھی آئی ہے لیکن چونکہ اس کی جمع مکسر ظبـاة آتی ہے اس لئے واؤ اور نون کا اعراب یہاں نہیں چلے گا ظیون ظبین پڑھنا صحیح نہیں ہے لیکن پھر بھی اس کو واؤ اور نون کے ساتھ شاذ اجمع کرتے ہیں۔

ومثل حین قدیر دذاالباب:

اس سے مصنف علیہ الرحمۃ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ سنون اور اس جیسے باب میں کبھی اعراب بالحرکۃ ظاہری جاری ہوتا ہے یعنی حالت رفعی میں ضمہ نصبی میں فتحہ جری میں کسرہ ہوتا ہے اور تینوں حالتوں میں یاء برقرار رہتی ہے جس طرح کہ حین کا اعراب ہے چنانچہ ھـذہ سنیـن رأیت سنینا مررت بسنین کہا جائے گا اور تنوین کو حذف بھی کر سکتے ہیں لیکن تنوین کو حذف کرنا اس کو برقرار (ثابت) رکھنے سے کم ہے پھر اس کے قیاسی وعدم قیاسی ہونے میں اختلاف ہے، صحیح قول کے مطابق قیاسی نہیں ہے بلکہ سماع پر موقوف ہے (یعنی عرب سے سننے پر موقوف ہے) اور اسی سے نبی کریم ﷺ کا یہ قول ہے "اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنین یوسف یہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف سے اہل مکہ کے حق میں بددعا تھی کہ ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی طرح قحط نازل فرما اور وہ دعا مشرکین کے حق میں قبول ہو چکی تھی جس کی وجہ سے ان کا حال بہت برا ہو گیا تھا) یہاں (ایک روایت کے مطابق) حالت نصبی میں فتحہ اور جری میں کسرہ آیا ہے۔ شارح نے (احدی الـروایتین) کہا اس لئے کہ ایک روایت میں اجـعـلـهـا سـنـیـن (بغیر تنوین کے) کسنی یوسف (نون اضافت کی وجہ سے حذف ہوا ہے) آیا ہے اور اسی طرح شاعر کا قول بھی ہے۔

دَعَـانِـی مِـنْ نـجـدٍ فَـاِنَّ سَـنِـیْـنَـه'
لَـعِـبْـنَ بِـنَـاشِـیْـبًـا وَشَـیَّـبْـنَـنَـا مُـرْدًا

ترجمہ:...... چھوڑ دو مجھے نجد کے تذکرہ سے کیونکہ اس کے سالوں نے ہم میں سے بعض کے ساتھ بڑھاپے میں کھیلا اور بعض کو جوانی کی حالت میں بوڑھا کیا۔

محل استشہاد:

(سنین) ہے یہاں حین کی طرح اعراب بالحرکۃ جاری ہوا ہے اور نون اضافت کے باوجود برقرار ہے۔

تشریح المفردات:

دعانی تثنیہ مذکر حاضر امر کا صیغہ ہے یا دو دوستوں کو خطاب ہے یا خطاب ایک کو ہے لیکن عرب کی عادت ہے کہ وہ تعظیماً کبھی ایک کو تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ مخاطب کرتے ہیں۔ نجد علاقے کا نام ہے تھامہ اور یمن کے نیچے اور عراق اور شام کے اوپر واقع ہے شیبا اشیب کی جمع ہے جس کے سر میں سفید بال آ جائیں مرد امرد کی جمع ہے اس کو کہتے ہیں جس کے چہرے پر بال نہ نکلے ہوں یعنی بے ریش نوجوان۔

ترکیب:

(دعانی) فعل بافاعل ومفعول (من) جار (نجد) مجرور (لعبن) فعل بافاعل (بنا) کی (نا) ضمیر سے'' مجموعہ معطوف علیہ (واو) حرف عطف (شیبننا) فعل فاعل ومفعول (مردا) حال ہے شیبننا کی نا ضمیر سے۔

شان ورود:

یہ شعر ضمۃ بن عبداللہ القشیری کا ہے، یہ اپنی چچازاد بہن ریانامی عورت پر عاشق تھا اس کو پیغام نکاح بھیجا تو اس کے چچا نے پچاس اونٹ مہر میں مانگنے کا مطالبہ کیا تو شاعر نے اپنے والد سے ذکر کیا تو وہ ۴۹ اونٹ دینے پر راضی ہو گیا لیکن پورے ۵۰ اونٹ دینے سے شاعر کے والد نے انکار کیا ادھر شاعر کے چچا نے ۵۰ سے کم لینے پر انکار کیا تو شاعر اپنے چچا اور والد سے ناراض ہو کر شام گیا تو کبھی وہ نجد کی تعریف کرتا تھا کیونکہ وہاں اس کے محبوب تھے اور کبھی والد اور چچا کی موجودگی کی وجہ سے نجد کی مذمت کرتا تھا یہاں اس شعر میں شاعر نے اپنے سامنے نجد کے تذکرے سے منع کیا ہے۔

وَنُونَ مَجْمُوعٍ وَمَابِهِ التحق
فَافْتَحْ وَقَلَّ مَنْ بِكَسْرِهِ نَطَقْ
ونُونُ مَاثُنِّی والملحق به
بعکس ذاک استعملوه فانتبه

ترجمہ:......جمع کا نون اور جو اس کے ساتھ ملحق ہے اس کو فتحہ دیدو اور جس نے اس کے کسرہ کا کہا ہے وہ کم ہے اور تثنیہ اور ملحق بہ تثنیہ کے نون کو جمع کے برعکس نحویوں نے استعمال کیا ہے پس متنبہ رہو۔

ترکیب:

(نون) مضاف (مجموع) مضاف الیہ معطوف علیہ (واو) حرف عطف (ما) موصولہ (بہ) جار مجرور متعلق ہوا (التحق) کے ساتھ (التحق) فعل با فاعل صلہ ہوا موصول صلہ سے مل کر مفعول بہ مقدم (افتح) کیلئے۔ (قلّ) فعل ماضی معروف (من) موصولہ (بکسرہ) جار مجرور متعلق ہوا (نطق) کے ساتھ، نطق فعل با فاعل صلہ ہوا (من) موصولہ کیلئے۔ موصول صلہ سے مل کر فاعل۔ (و) حرف عطف (نون) مضاف (ماثنی و الملحق بہ) مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مبتدا (بعکس ذاک) ب جار عکس مضاف (ذاک) باعتبار لفظ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مجرور ہوا (ب) جار کیلئے جار مجرور ملکر بعد والے (استعملوہ) کے ساتھ متعلق ہوا فعل با فاعل و مفعول جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوا مبتدا کے لئے (انتبہ) فعل با فاعل، جملہ انشائیہ۔

(ش) حق نون الجمع وماألحق به الفتح، وقد تكسر شذوذا، ومنه قوله:

عَرَفْنا جعفرًا وَبني ابيه
وانكَرْنَا زَعَانف آخرين

وقوله:

اكلّ الدّهر حِلٌّ وَارْتحالٌ
اَمَا يُبْقِي عَلَيَّ وَلا يَقيني
وَمَاذا تبتَغي الشعراء منّي
وقَدْ جَاوَزْتُ حدَّ الاربعين

وليس كسرها لغة، خلافا لمن زعم ذلك.

وحق نون المثنى والملحق به الكسر، وفتحها لغة، ومنه قوله:

عَلَى اَحْوذِيّيْنَ اِسْتَقَلَّتْ عَشِيّة
فَمَاهِي الّا لَمْحَةٌ وَتَغِيْبُ

وظاهر كلام المصنف -رحمه الله تعالىٰ!- أن فتح النون فى التثنية ككسر نون الجمع فى القلّة، وليس كذلك، بل كسرها فى الجمع شاذ وفتحها فى التثنية لغة، كما قدمناه، وهل يختص الفتح بالياء أو يكون فيها وفى الألف؟ قولان؛ وظاهر كلام المصنف الثانى.

ومن الفتح مع الألف قول الشاعر:

اعرفُ منها الجيد وَالعينانَا
وَمنخرين اشبها ظبيانَا

وقد قيل: إنّه مصنوع؛ فلا يحتج به

ترجمہ وتشریح: ....جمع کا نون مفتوح ہوتا ہے:

نون جمع مذکر سالم اور جمع مذکر سالم کے ملحق کا نون اکثر مفتوح ہوتا ہے (وضاحت آگے آئی گی) اور کبھی شاذ کے طور پر مکسور بھی ہوتا ہے اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

عرَفْنا جعفرًا وَبنى ابيه
وانكرْنَا زَعانف آخرين

ترجمہ:......ہم نے جعفر اور اس کے بھائیوں کو پہچانا اور ہم نے بے اصل اور رزیل لوگوں کا انکار کیا (یعنی نہیں پہنچانا)

محل استشہاد:

(اخرین) ہے یہاں نون جمع مذکر سالم کا ہے جو مفتوح ہوتا ہے یہاں مکسور آیا ہے جو کہ شاذ ہے۔

تشریح المفردات:

(جعفر) آدمی کا نام ہے (بنی ابیه) اس کے باپ کے بیٹے، مراد اس سے جعفر کے بھائی ہیں (زعانف) زعنفة کی جمع ہے (زعنفة) بکسر الزاء وبالفتح پست قد مرد اور پست قد عورت کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہر وہ جماعت ہے جن کی کوئی اصل نہ ہو اور کمینہ اور ذلیل لوگوں کو بھی (زعانف) کہا جاتا ہے۔

ترکیب:

(عرفنا) فعل با فاعل (جعفرا) معطوف علیہ (واو) حرف عطف (بنی ابیه) مضاف مضاف الیہ معطوف،

معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول بہ (انکرنا) فعل با فاعل (زعانف) موصوف (آخرین) صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ۔

اوراسی طرح شاعر کا یہ قول بھی ہے:

اَکُلَّ الدّھر حِلٌّ وَارْتحَالٌ
اَمَا یُبْقِی عَلَیَّ وَلایَقِینِی
وَمَاذا تبتَغِی الشعراء منّی
وقَدْ جَاوَزْتُ حدَّ الاربعین

ترجمہ:...... کیا سارا کا سارا زمانہ آنا جانا ہی ہوگا۔ کیا یہ زمانہ میرے اوپر رحم نہیں کرے گا اور نہ مجھے (حوادثات سے) بچائے گا اور شاعر لوگ مجھ سے کیا مانگتے ہیں (یعنی مجھے کیسے دھوکہ دیتے ہیں) حالانکہ میں چالیس سال کی عمر سے تجاوز کر چکا ہوں شاعر کا مطلب یہ ہے کہ شعراء مجھے چالیس سال کی عمر میں دھوکہ نہیں دے سکتے کیونکہ اس وقت تجربہ زیادہ ہوتا ہے عقل پوری ہوتی ہے۔

تشریح المفردات:

(حلّ) نازل ہونے کے معنی میں آتا ہے یعنی کسی جگہ اترنا (ارتحال) باب افتعال کا مصدر ہے منتقل ہونا، کوچ کرنا (یُبقی) باب افعال سے واحد مذکر مضارع معروف کا صیغہ ہے۔ القاء کے صلہ میں جب علیٰ آجائے تو رحم اور مہربانی کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے ابقی علیہ یعنی اس پر رحم کیا (لایقی) نفی فعل مضارع معروف کا صیغہ ہے وقی یقی وقایۃ ضرب یضرب کے باب سے حفاظت کے معنیٰ میں ہے (یبقی، یقینی) دونوں میں ضمیر دھر (زمانہ) کی طرف راجع ہے (تبتغی) باب افتعال سے طلب کے معنی میں ہے۔ چونکہ اس سے پہلے (ما) موصولہ ہے اور صلہ میں ضمیر ہونی چاہیے جو لوٹتی ہو موصول کی طرف اس لئے یہاں وہ ضمیر محذوف ہے ای تبتغیہ، (جاوزت) باب مفاعلہ سے تعدّی (تجاوز) کے معنی میں آتا ہے۔

ترکیب:

(ہمزہ) استفہامیہ (کل الدھر) مضاف مضاف الیہ ظرف ہو کر خبر مقدم (حلّ وارتحال) معطوف علیہ معطوف ہو کر مبتدا مؤخر (اما) حرف استفتاح اصل میں ہمزہ استفہامیہ ہے ما حرف نفی ہے (یبقی) فعل با فاعل

(علی) جار مجرور متعلق ہوا یبقی کے ساتھ معطوف علیہ (و) حرف عطف (لا) زائد ہے نفی کو مؤکد کرنے کے لئے آیا ہے (یقینی) فعل بافاعل ومفعول معطوف (ما) اسم استفہام مبتدا ہے (ذا) اسم موصول الذی کے معنیٰ میں ہے (تبتغی) فعل (الشعراء) فاعل (منی) جار مجرور متعلق ہوا منی کے ساتھ (تبتغی) سارا جملہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا، موصول باصلہ خبر ہوا۔ (جاوزت) فعل بافاعل (حد الاربعین) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ۔

محل استشہاد:

(الاربعین) ہے یہاں نون مکسور آیا ہے حالانکہ مفتوح ہونا چاہیئے تھا۔

تثنیہ کا نون مکسور ہوتا ہے:

نون تثنیہ اور اس کے ملحقات کا حق یہ ہے کہ وہ مکسور ہو اور اس کا مفتوح ہونا اس کے اندر ایک لغت ہے۔
اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

عَلٰی اَحْوَذِیَّیْنَ اسْتَقَلَّتْ عَشِیَّة
فَمَا هِیَ اِلَّا لَمْحَةٌ وَتَغِیْبُ

ترجمہ:......دونوں پروں پر قطا نامی پرندہ اڑا شام کے وقت۔پس اس کے دیکھنے کا زمانہ نہیں ہوتا ہے مگر ایک لمحہ اور پھر غائب ہوتا ہے۔

تشریح المفردات:

(الاحوذیین) تثنیہ کی حالت جری ہے (الاحوذی) اس کا مفرد ہے، خفیف (ہلکا) سریع (تیز دوڑ والا) اور ہر کام میں چست والے کو بھی کہتے ہیں یہاں مراد قطا نامی پرندے کے دو پر مراد ہیں (قطاۃ) کبوتر کے برابر ایک ریگستانی پرندہ ہے جو ہلکا پھلکا اور جانے میں تیز ہوتا ہے) (استقلت) ارتفعتُ اور طَارَتْ کے معنی میں ہے یعنی بلند ہوا اور اڑا (عشیة) زوال سے مغرب تک کے وقت کو کہتے ہیں (فماھی) یہاں دو مضاف محذوف ہیں اصل عبارت ہے فما مسافة رؤیتھا یا فما زمان رویتھا (لمحة) آنکھ کا کسی چیز کو جلدی سے دیکھ لینا، (تغیب) مؤنث کی ضمیر قطاۃ (پرندے) کی طرف راجع ہے۔

ترکیب:

(علیٰ احوذیین) جار مجرور متعلق ہوا استقلّت کے ساتھ (استقلت) فعل ماضی ھی ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل، (عشیّة) منصوب بنابر ظرفیت (ما) نافیہ (ھی) مبتدا (الاّ حرف استثناء ملغٰی عن العمل لمحة خبر (تغیب) ما قبل پر عطف ہے۔ یہاں جملہ فعلیہ کا عطف ہوا ہے جملہ اسمیہ پر' جملہ فعلیہ کا عطف اسمیہ پر صحیح ہے یا نہیں؟

اس بارے میں تین اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ مطلقا جائز ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقا نا جائز ہے، تیسرا قول ابویعلی کا ہے کہ حرف عاطف اگر واؤ ہو تو پھر جائز ہے)

محل استشہاد:

(احوذیین) ہے نون تثنیہ مکسور ہونا چاہیئے۔ یہاں لغۃً مفتوح ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمۃ کے کلام کا ظاہر تو یہ ہے کہ جس طرح نون جمع مذکر سالم کا مکسور ہونا قلیل ہے اسی طرح تثنیہ کے نون کا مفتوح ہونا قلیل ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے جمع میں نون کا مکسور ہونا شاذ ہے اور تثنیہ میں نون کا مفتوح ہونا ایک لغت ہے جس طرح کہ پہلے ذکر ہوا۔

اب رہی یہ بات ہے کہ تثنیہ میں یاء کی صورت میں صرف نون مفتوح آتا ہے یا الف کیساتھ بھی آ سکتا ہے اس میں دو قول ہیں مصنف کے کلام کے ظاہر سے دوسرا قول ہوتا ہے۔ تثنیہ میں الف کے ساتھ نون کے مفتوح ہونے پر شاعر کا یہ قول ہے۔

اعرفُ منها الجِید وَالعینانَا

وَمَنْخِرَیْنِ اَشْبھا ظبیانَا

ترجمہ:...... میں سلمٰی کی گردن اور آنکھوں کو جانتا ہوں، اور اس کے نتھنوں کو جو ظبیان نامی آدمی کے کے نتھنوں کے مشابہ ہیں۔

تشریح المفردات:

(اعرف) واحد متکلم کا صیغہ ہے ضرب یضرب سے (منھا) میں ھَا مؤنث کی ضمیر سلمٰی نامی عورت کی طرف راجع ہے۔ (الجید) گردن کو کہتے ہیں اس کی جمع اجیاد، جیود آتی ہے (عینانا) عین کا تثنیہ ہے آنکھ کو کہتے ہیں الف اشباعی ہے۔ (منحرین) تثنیہ ہے منخر کا منخر میں میم اور خاء کا فتحہ بھی جائز ہے۔ اور دونوں پر کسرہ بھی جائز

ہے اور دونوں پر ضمہ بھی، اور میم کا فتحہ اور خاء کا کسرہ بھی جائز ہے، البتہ میم کا کسرہ ہو اور خاء پر زبر ہو تو یہ عرب سے مسموع نہیں ہے۔ اور بنی طی کی لغت میں مـنـخـور بھی پڑھا جاتا ہے جیسا کہ عُـصـفـور ہے ناک کے سوراخ کو کہتے ہیں جس کو اردو میں نتھنا کہا جاتا ہے۔ خود ناک پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اگرچہ اصل کے اعتبار سے اس آواز کو کہتے ہیں جو ناک سے نکلے ہو (ظبیـانـا) الف اشباعی ہے، ہروی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دمامینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ظبی (ہرن) کا تثنیہ ہے اور عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آدمی کا نام ہے اور یہی صحیح ہے۔ یہاں سلمٰی کے منخرین کی مشابہت ظبیان کے منخرین کے ساتھ قبح میں ہے یا خوبصورتی میں، اس کے اندر دو قول ہیں صحیح قول کے مطابق یہاں مشابہت قباحت میں ہے قرینہ یہ ہے کہ باقی قصیدہ میں شاعر نے سلمٰی کی مذمت کی ہے۔

ترکیب:

(اعرف) فعل فاعل (منها) جار مجرور متعلق ہوا (اعرف) کے ساتھ الجید مفعول بہ (العینانا) یا تو الجید پر عطف ہے ان حضرات کے بقول جو تثنیہ میں تینوں حالتوں میں الف کے قائل ہیں، تو یہاں فتحہ تقدیری ہوگا تعذر کی وجہ سے اس کا ظہور ممتنع ہے، اور بعض کے نزدیک (الـعـیـنـانـا) حالت رفعی میں ہے مبتدا واقع ہے اور خبر اس کی محذوف ہے جو کذالک ہے (ومنخرین) عطف ہے (الجید) پر ترکیب میں موصوف واقع ہے (اشبها) فعل فاعل (ظبیانا) مضاف الیہ ہے اور مضاف محذوف ہے اصل میں تھا اشبها منخری ظبیانا، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ ہوا اشبها کے لئے، اشبهــا فعل با فاعل و مفعول صفت ہوا موصوف کیلئے، موصوف با صفت معطوف ہوا (الــجـیــد) پر، معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول بہ ہوا اعرف کیلئے۔

محل استشہاد:

(العینانا) ہے یہاں الف کے ساتھ نون تثنیہ پر فتح آیا ہے۔

بعض حضرات (ابن ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ) نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ شعر مصنوعی ہے لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ وجہ اعتراض یہ ہے کہ یہاں ایک ہی شعر میں شاعر نے عرب کی دو مختلف لغتیں ذکر کی ہیں اس لئے کہ ایک جگہ (الـعـیـنـانـا) حالت نصبی میں الف کے ساتھ اور اسی شعر ہی میں دوسری جگہ حالت نصبی میں یاء کے ساتھ (منخرین) کو ذکر کیا ہے اور صحیح عربی شاعر اس طرح نہیں کرتا اس طرح تو وہ کرتا ہے جو ابھی عربی سیکھ رہا ہو۔ لیکن اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔

۱......اوّل یہ کہ ابوزید رحمہ اللہ نے ان ابیات کوذکر کرکے ان کانسبت ضبۃ کے ایک آدمی کی طرف کی ہے اور ابوزید ثقہ آدمی ہے سیبویہ رحمہ اللہ خود ان کو اپنی کتاب میں ثقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

۲......دوسرا یہ کہ ابوزید کے نوادر میں یہ روایت:

"ومنخران اشبها ظبیانا"

کے ساتھ آئی ہے تو اس روایت کے مطابق شاعر نے ایک ہی لغت سے تعبیر کی ہے۔

فائدہ:......تثنیہ اور جمع کا نون کا متحرک ہونا التقاء ساکنین سے بچنے کی غرض سے ہے، تمیز کیلئے ایک کو مفتوح اور دوسرے کو مکسور کردیا البتہ جمع میں نون کو اس لئے مفتوح کردیا گیا کہ جمع عدد کثیر پر دلالت کرتا ہے جس میں ثقل ہے اسلئے اس کو فتحہ اخف الحرکات دیا گیا اور تثنیہ خفیف ہے اس وجہ سے اس کو ثقیل حرکت دی گئی۔

وَمَا بِتَا وَالِفٍ قَدْ جُمِعَا
یُکْسَرُ فِی الْجَرِّ وَالنَّصْبِ مَعًا

ترجمہ:......جو تاء اور الف کے ساتھ جمع ہو، وہاں حالت جری اور نصبی دونوں میں کسرہ دیا جائے گا۔

ترکیب:

(واو) استینافیہ (ما) موصولہ (بتاوالف) جار مجرور (قد) حرف تحقیق (جمع) ماضی مجہول (الف اشباعی ہے) (یکسر) جار مجرور (فی الجر والنصب) جار مجرور متعلق ہوا یکسر کے ساتھ معًا حال ہے۔

لمّافرغ من الکلام علی الذی تنوب فیه الحروف عن الحرکات شرع فی ذکر مانابت فیه حرکة عن حرکة، وھو قسمان؛أحدھما:جمع المؤنث السالم،نحو:مسلمات،وقیدناب ((السالم))احترازًاعن جمع التکسیر، وھو:مالم یسلم فیه بناء واحده،نحو:ھنود،وأشارإلیه المصنف-رحمه اللہ تعالیٰ-بقوله:((ومابتاوألف قدجمعا)) أی جمع بالألف والتاء المزیدتین،فخرج نحو:قضاة؛فإنّ ألفه غیرزائدة،بل ھی منقلبة عن أصل وھوالیاء ؛لأن أصله قضیة، ونحوأبیات فإن تاثه أصلیة، والمراد(منه)ماکانت الألف والتاء سببا فی دلالته علی الجمع، نحو: ((ھندات))؛ فاحترزبذلک عن نحو:((قضاة،وأبیات))؛فإن کل واحدمنھاجمع ملتبس بالألف والتاء،ولیس مما نحن فیه؛لأن دلالةکل واحدمنھماعلی الجمع لیس بالألف والتاء وإنماھوبالصیغة؛فاندفع بھذا التقریرالاعتراض علی المصنف

بمثل:((قضاة، وأبيات))وعلم أنه لاحاجة إلى أن يقول :بألف وتاء مزيدتين ؛فالباء في قوله: ((بتا)) متعلقة بقوله:((جمع))

وحكم هذاالجمع أن يرفع بالضمة،وبنصب ويجر بالكسرة،نحو:جاء نى هندات، ورأيت هندات، ومررت بهندات)) فنابت فيه الكسرة عن الفتحة،وزعم بعضهم أنه مبنى فى حالةالنصب،وهو فاسد؛إذلا موجوب لبنائه.

ترجمہ وتشریح:............جمع مؤنث سالم کا اعراب:

قبل اس کے کہ شارح رحمہ اللہ کی عبارت کی وضاحت کی جائے تمہید کے طور پر یہ جاننا ضروری ہے کہ آٹھ جگہوں میں جمع مؤنث سالم قیاسی ہوتا ہے۔

۱:......اعلام مؤنثہ میں جیسے:سَافرتِ المريَماتُ، عَادَتِ الزّينباتُ

۲:......جس کے آخر میں تاء ہو جیسے:نَمَتِ الشّجراتُ،تمزّقت الورقاتُ

۳:......جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے كبرىٰ سے كبرياتٌ،صغرىٰ سے صغرياتٌ

۴:......جس کے آخر میں الف ممدوہ ہو جیسے : كشف بعض الصحروات

۵:......غیر ذوی العقول مصغّر کے صیغوں میں جیسے:فَا ضَتِ النهيرات

۶:......غیر ذوی العقول کی صفت ہو جیسے:هذه جبال شَامخات

۷:......اس خماسی میں جس کی جمع تکسیر عرب سے مسموع نہ ہو جیسے:نُصبتِ السّرادقاتُ، كثرت الحمامات

۸:......غیر ذوی العقول میں سے جس کے شروع ابن یاذو ہو جیسے:اِختبأت بناتُ آوىٰ (جمع ہے ابن آویٰ کی، گیدڑ کی کنیت ہے)مرّتْ ذواتُ القعدة ان کے علاوہ جو جمع ہیں تو وہ سماع پر مقصور ہیں جن میں سے سجلات، امّهات،شمالات ہیں جو سجلّ امّ شمال کی جمع ہیں۔اور کچھ اسماء ایسے ہیں جو جمع مؤنث سالم کیساتھ ملحق ہیں (جس کی تفصیل آگے آئی گی)

اس کے بعد اب اصل شرح کی طرف دیکھیں۔

اس سے پہلے مصنف علیہ الرحمۃ نے اس اعراب کا ذکر کیا جہاں حروف حرکات کی جگہ آتے ہیں اب ان جگہوں کو ذکر کر رہے ہیں جہاں ایک حرکت دوسری حرکت کی جگہ آتی ہے،اور پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک جمع مؤنث سالم ہے جیسے مُسلمات شارح فرماتے ہیں کہ ہم نے سالم کی قید لگا کر جمع مکسّر سے احتراز کیا اور جمع مکسر اس کو کہتے ہیں جس میں

واحد کی بناء سلامت نہ ہو جیسے ھنود ہے (ھند اس کا مفرد ہے عورت کا نام ہے) وَمَابِتَاوَ الفٍ قدجمعًا کے ذریعہ سے مصنف علیہ الرحمۃ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جمع مؤنث سالم اس کو کہتے ہیں جس کو جمع کیا جائے ایسے الف اور تاء کے ساتھ جو کہ زائد ہوں:

اس تعریف سے قضاۃ نکل گیا اس لئے کہ اس کا الف زائد نہیں بلکہ یہ اصل (ی) سے بدل ہو کر آیا ہے اس لئے کہ قضاۃ اصل میں قضیۃ تھا یقال یباع کے قانون کے تحت ی کی حرکت ماقبل کو دے کر (ی) کو الف سے تبدیل کر دیا اور اسی طرح ابیات بھی نکل گیا اس لئے کہ اس کی تاء اصلی ہے اس لئے اس کا مفرد بیتٌ ہے۔

نیز مراد اس جمع سے وہ جمع ہے جہاں الف اور تاء ہی جمع پر دلالت کرنے کا سبب ہو جیسے ھـــنـــدات، اس سے احتراز کیا قـضـاۃ۔ ابیـات جیسی جمعوں سے، اسلئے کہ ان کے ساتھ بھی الف اور تاء ہے لیکن جمع مؤنث سالم کے قبیل سے نہیں ہے اس لئے کہ یہاں ان دونوں کا جمع پر دلالت کرنا الف اور تاء کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ جمع تکسیر کے صیغہ ہونے کی بناء پر ہے اس لئے کہ قـضـاۃٌ فعلۃٌ کے وزن پر ہے اور ابیـاتٌ افعالٌ کے وزن پر ہے اور فـعـلـۃٌ افعالٌ جمع مکسر کے اوزان ہیں ان کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ، نصبی میں فتحہ اور جری میں کسرہ ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ کا قول (بتا) جـمـع کے ساتھ متعلق ہے یعنی جمع مؤنث سالم اس کو کہتے ہیں جس کو الف اور تاء کے ساتھ جمع کیا جائے تو اس تعریف سے مصنف علیہ الرحمۃ پر قـضـاۃ اور ابیـات والا اعتراض ختم ہو گیا (کہ قـضـاۃ اور ابیـات میں بھی الف اور تاء ہے حالانکہ جمع مؤنث سالم نہیں) کیونکہ قـضـاۃ میں الف اور ابیـات میں تاء، زائد نہیں ہیں اور معلوم ہوا کہ (بالف وتاء مزیدتین) کو مستقل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

جمع مؤنث سالم کا حکم یہ ہے کہ حالت رفعی میں ضمہ ہوگا اور نصبی اور جری میں کسرہ ہے۔

واضح رہے کہ جمع مؤنث سالم میں نصب جر کے تابع ہے اسلئے کہ جمع مؤنث سالم فرع ہے جمع مذکر سالم کی اور جمع مذکر سالم میں نصب جر کے تابع ہے لہٰذا اس کی فرع میں بھی ایسا کیا گیا تاکہ فرع کی زیادتی اصل پر لازم نہ آئے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ فرع کی زیادتی اصل پر تو اب بھی یہاں آتی ہے اس وجہ سے کہ جمع مذکر سالم اصل ہے اور اس کو اعراب بالحرف دیا اور اعراب بالحرف بنسبت اعراب بالحرکۃ کے فرع ہے۔ اور جمع مؤنث سالم فرع ہے اور اس کو اعراب بالحرکۃ (جو کہ اصل ہے) دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اعراب بالحرکت اصل ہے بنسبت اعراب بالحرف کے لیکن یہ مفردات میں ہے، جمع کے اندر اعراب بالحرکۃ بمنزلۃ اعراب بالحرف کے ہے مفرد میں۔ لہٰذا فرع کی زیادتی اصل پر نہیں ہے۔

کَذا اُولاتُ والذی اسمًا قَدْ جُعِل
کأذرعاتٍ فیہ ذا ایضًا قُبِل

ترجمہ:...... اسی طرح اولات بھی ہے اور جس کو نام بنایا گیا جیسے اذرعات اس میں وہ قبول ہے یعنی اس میں بھی جمع مؤنث سالم کا اعراب قبول ہے۔

ترکیب:

(کذا) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلّق ہو کر خبر مقدم اولاتُ مبتدا مؤخر۔ (واو) استینافیہ (الذی) اسم موصول (اسمًا) بعد والے فعل (جُعل) کے لئے مفعول ثانی (جُعل) میں ضمیر مستتر ھو نائب فاعل (جو کہ مفعول بہ اول ہے) فعل اپنے مفعولین سے مل کر صلہ ہوا موصول کیلئے موصول صلہ سے مل کر مبتدا۔ (کاذرعات) جار مجرور خبر مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر پھر مبتدا (فیہ) جار مجرور (قبل) کے ساتھ متعلّق ہوا (ذا) مبتدا ایضًا مفعول مطلق آض فعل کیلئے (قبل) فعل مجہول با نائب فاعل خبر ہوا مبتدا کیلئے، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر پھر خبر ہوا مبتدا کیلئے۔

(ش) أشار بقوله: ((كذا أولات)) إلى أن ((أولات)) تجرى مجرى جمع المؤنث السالم فى أنها تنصب بالكسرة، وليست بجمع مؤنث سالم، بل هى ملحقة به، وذلك لأنها لا مفرد لها من لفظها.

ثم أشار بقوله: ((والذى اسما قد جعل)) إلى أن ما سُمى به من هذا الجمع والملحق به، نحو: ((أذرعات)) ينصب بالكسرة كما كان قبل التسمية به، ولا يحذف منه التنوين، نحو: ((هذه أذرعاتٌ، ورأيت أذرعات، ومررت بأذرعات، هذا هو المذهب الصحيح، وفيه مذهبان آخران؛ أحدهما: أنه يرفع بالضمة، وينصب ويجر بالكسرة، ويزال منه التنوين، نحو: ((هذه أذرعات، ورأيت أذرعات، ومررت بأذرعات)) والثانى: أنه يرفع بالضمة، وينصب ويجر بالفتحة، ويحذف منه التنوين، نحو: ((هذه أذرعات، ورأيت أذرعات، ومررت بأذرعات))، ويروى قوله:

۱۲ – تَنَوَّرتها مِنْ أَذْرِعَاتٍ، وأَهْلُهَا
بيثرب، أدنى دارها نَظَرٌ عَالِى

بكسر التاء منونة كالمذهب الأول، وبكسرها بلا تنوين كالمذهب الثانى، وبفتحها بلا تنوين كالمذهب الثالث.

ترجمہ وتشریح:............جمع مؤنث سالم کے ملحقات کا اعراب:

مصنف علیہ الرحمۃ نے اس سے پہلے جمع مؤنث سالم کی تعریف اور اس کا اعراب ذکر کیا اب (کـــذا اولات) کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں کہ اولات جمع مؤنث سالم کی طرح ہے یعنی اس کو بھی حالت نصبی میں کسرہ دیا جاتا ہے اور یہ جمع مؤنث سالم نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ملحق ہے اس لئے کہ جمع مؤنث سالم کیلئے اس کے لفظ سے مفرد ہوتا ہے اور اولات کیلئے مفرد من لفظہ نہیں ہے ہاں معنی کے اعتبار سے مفرد ہے جو کہ ذات ہے جس طرح مذکر میں اُولُو آتا ہے اسی طرح جمع مؤنث میں اُولاتُ آتا ہے۔

والذی اسمًاقدجعل الخ : سے مصنف علیہ الرحمۃ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جمع مؤنث سالم یا اس کے ملحقات کو جس طرح کسی کے نام رکھنے سے پہلے کا اعراب دیا جاتا ہے اس طرح اگر یہ کسی چیز کا نام رکھا جائے پھر بھی اس میں یہی اعراب چلے گا مثلا اذرعـــات اصل میں اذرعة کی جمع ہے اور اذرعة ذراع کی جمع ہے (گز کو کہتے ہیں) پھر شام میں ایک گاؤں کا نام پڑ گیا تو اذرعـــات میں تسمیہ سے پہلے بھی اور بعد میں بھی جمع مؤنث سالم کا اعراب جاری ہوگا اور تنوین اس سے حذف نہیں ہوگی جیسے: **هذه اذرعاتٌ، رأيتُ اذرعاتٍ، مررتُ باذرعَاتٍ**۔ اور یہی مذہب صحیح ہے۔

یہاں دو مذہب اور ہیں ایک یہ کہ حالت رفعی میں ضمہ اور نصبی جری میں کسرہ تو ہوگا لیکن تنوین حذف کردی جائے گی جیسے **هذه اذرعاتُ رأيت اذرعاتِ مررتُ باذرعاتِ**۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ حالت رفعی میں ضمہ اور نصبی جری میں فتحہ ہوگا اور تنوین حذف کردی جائے گی جیسے **هذه اذرعاتُ، رأيت اذرعاتِ، مررت باذرعاتَ**۔

واضح رہے کہ جو حضرات حالت رفعی میں ضمہ اور نصبی جری میں کسرہ اور تنوین کے قائل ہیں ان کا مذہب اس پر مبنی ہے کہ انہوں نے اذرعـــات میں پہلی حالت کا اعتبار کیا ہے یعنی نام رکھنے سے پہلے کے وقت کا، لہٰذا جمع مؤنث سالم کا جو اعراب تھا وہی اعراب یہاں بھی چلے گا البتہ ان پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہاں اذرعـــات میں تانیث اور علیت ہے تو تنوین حذف ہونی چاہئے اس کا جواب یہ اس طرح دیتے ہیں کہ غیر منصرف کے وقت جس تنوین کو حذف کیا جاتا ہے وہ تنوین تمکن ہے اور تنوین جو اذرعـــات اور اس طرح دیگر جمع مؤنث سالم میں ہے وہ تنوین مقابلہ ہے (جس کی تفصیل پہلے گذر چکی) اس لئے کہ یہ جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں ہے اور جن حضرات کا مسلک حالت رفعی میں ضمہ اور نصبی جری میں کسرہ اور حذف تنوین کے ساتھ ہے ان کے ہاں یہ اعراب اس لئے ہے کہ اذرعـــات میں دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ یہ جمع ہے اصل کے اعتبار سے۔ (۲) دوم یہ کہ یہ مؤنث کا علم ہے تو انہوں نے دونوں کا لحاظ کیا اس اعتبار سے کہ جمع ہے

انہوں نے جمع کا اعراب دیکر حالت نصبی میں کسرہ دیا اور اس اعتبار سے کہ مؤنث کا علم ہے اس کی تنوین کو حذف کیا کیونکہ تانیث، اور علمیت سے غیر منصرف ہو جائے گا اور غیر منصرف پر تنوین نہیں آتی۔

(۳) تیسرا مسلک حالت رفعی میں ضمہ اور نصبی جری میں فتحہ ہے یہ بناء ہے اس پر کہ ان حضرات نے موجودہ حالت کا اعتبار کیا اور اذرعات کی موجودہ حالت یہ ہے کہ یہ مؤنث کیلئے علم ہے تو اس میں دو اسباب غیر منصرف کے پائے گئے علمیت اور تانیث۔ اور غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے لہٰذا حالت نصبی جری دونوں میں کسرہ کی جگہ کو فتحہ لایا۔ اور شاعر کا یہ قول بھی اسی قبیل سے مروی ہے۔

تَنَوَّرْتُهَا مِنْ اذرعاتٍ وَاهلُهَا
بيثربَ ادنىٰ دارِهَا نظرٌ عالي

ترجمہ:...... میں نے اپنی محبوبہ کو دور سے دیکھا اذرعات نامی جگہ سے حالانکہ اس کا اھل (محبوبہ سمیت) یثرب میں تھا اور اس کے گھر کے قریب کو دیکھنا اونچی نظر ہے (خود اس گھر کو دیکھنا تو اور بھی اونچی نظر ہے اور خود محبوبہ کو دیکھنا تو اور بھی بڑھ کر)

تشریح المفردات:

(تنورت) باب تفعل سے واحد متکلم کا صیغہ ہے (تنوّر) لغت کے اعتبار سے اصل میں دور سے دیکھنے کو کہتے ہیں یہاں محبوبہ کو دور سے دیکھنا مراد ہے۔ حقیقی دیکھنا مراد نہیں ہے کیونکہ اذرعات سے مدینہ کیسے نظر آئے گا البتہ محض خیال تصور ہے۔ (اذرعات) شام کے اطراف میں ایک شہر کا نام ہے (یثرب) نبی اکرم ﷺ کے محبوب ترین شہر مدینہ کا نام عمالقہ کے یثرب بن عمیل بن مہلائیل بن عوض بن عملاق بن لاوز بن ارم نامی بندہ نے چونکہ اس کو بنایا تھا اس وجہ سے یثرب نام پڑ گیا، نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کو یثرب کے نام سے پکارنے سے منع کیا اس لئے کہ یثرب تثریب سے ہے جو حرج کے معنی میں ہے۔ (لاتثريب عليكم اليوم) میں بھی حرج مراد ہے' قرآن کریم میں یااهل یثرب منافقوں کی بات کو حکایۃً نقل کیا ہے، علمیت اور تانیث معنوی کی وجہ سے غیر منصرف ہے، (ادنى) اقرب کے معنی میں ہے (ها) ضمائر محبوبہ کی طرف راجع ہیں (عالي) اصل میں عالوٌ تھا تعلیل کے بعد عالٍ ہوا (ی) یہاں ضرورت شعری کی وجہ سے آئی ہے۔ (ادنى دارها نظر عالي) یہاں (ادنىٰ دارها) مبتدا ہے اور نظر عالي خبر ہے اور عبارت میں مضاف حذف ہے مبتدا سے جیسے نظر ادنىٰ دارها نظر عالي اور یا خبر سے جیسے: ادنى دارها ذو نظر عالي' دونوں صحیح ہیں۔

ترکیب:

(تنورتها) فعل بافاعل ومفعول بہ (من اذرعات) جار مجرور کے ساتھ متعلق ہوا، (واؤ) حالیہ (اھلھا) مضاف مضاف الیہ مبتدا (بیثرب) محذوف کے ساتھ متعلق ہوکر خبر۔(نظر ادنی دارھا) مضاف مضاف الیہ مبتدا، (نظر عالی) موصوف صفت خبر۔

محل استشہاد:

(اذرعات) ہے یہ اصل کے اعتبار سے جمع ہے لیکن پھر شہر کا نام پڑ گیا اس میں تینوں اعراب جاری ہوسکتے ہیں (جن کی تفصیل وجہ تسمیت پہلے گذر گئی)

وجُرَّ بِالفتحة مالاینصرف
مَالم یُضَفُ اَوْیَکُ بَعْدَالُ رَدِف

ترجمہ:......غیر منصرف کوفتحہ کے ذریعہ جر دیں، جب تک مضاف نہ ہوں یا الف لام کے بعد واقع نہ ہوں۔

ترکیب:

(جرّ) فعل امر ضمیر انت مستتر اس کیلئے فاعل (بالفتحة) جار مجرور متعلق ہوا (جر کے ساتھ (ما) موصول (لاینصرف) فعل بافاعل صلّہ ہوا۔ موصول صلہ ملکر مفعول بہ۔(ما) مصدریہ ظرفیہ (لم یضف) فعل مجهول بانائب فاعل معطوف علیہ (او) حرف عطف (یک) (اصل میں یکن تھا نون کو تخفیف کی وجہ سے حذف کیا) (ھو) ضمیر مستتر اس کیلئے اسم (بعد ال ردف) خبر۔

(ش) اشار هٰذا البيت إلى القسم الثاني مِمَّاناب فيه حركة عن حركة، وهو الاسم الذى لاينصرف، وحكمه أنه يرفع بالضمة، نحو: ((جاء أحمد)) وينصب بالفتحة، نحو: ((رأيت أحمد)) ويجر بالفتحة أيضا، نحو: مررت بأحمد))، فنابت الفتحة عن الكسرة. هذا إذا لم يضف أويقع بعد الألف واللام؛ فإن اضيف جر بالكسرة، نحو: ((مررت بأحمدكم)) وكذا إذا دخله الألف واللام، نحو: ((مررت بالأحمد)) فإنه يُجَرُّ بالكسرة.

ترجمہ وتشریح:............ غیر منصرف کا اعراب اور اس کی وجہ:

مصنف علیہ الرحمۃ نے اس شعر کے ذریعہ قسم ثانی کی طرف اشارہ کیا جہاں ایک حرکت دوسری حرکت کی جگہ آ

ہے اوراس کا نام غیر منصرف ہے، غیر منصرف اس کو کہتے ہیں جس میں دو سبب یا ایک سبب قائم مقام دو کے پایا جائے اسباب منع صرف نو ہیں عدل' وصف' تانیث' معرفہ' عجمہ' جمع' ترکیب' وزن فعل' الف ونون زائدتان۔

غیر منصرف کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ اور نصبی جری میں کسرہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: جاء احمدُ رأیتُ احمدَ مَرَرْتُ بِاحمدَ یہاں جر نصب کے تابع ہے یہی وجہ ہے کہ ہدایۃ النحو، کافیہ اور دیگر کتابوں میں غیر منصرف کا حکم یہ بتایا جاتا ہے کہ غیر منصرف پر کسرہ نہیں آتا اور تنوین بھی نہیں آتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر منصرف اس لحاظ سے فعل کے ساتھ مشابہ ہے کہ دو باتوں کی وجہ سے فرع ہے ایک یہ کہ وہ فاعل کا محتاج ہے اور محتاج محتاج الیہ کا فرع ہوتا ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ فعل مصدر سے مشتق ہے اور مشتق، مشتق منہ کا فرع ہوتا ہے۔اور غیر منصرف میں بھی دو سبب موجود ہیں اور ہر سبب میں فرع ہونا پایا جاتا ہے مثلاً عدل فرع ہے معدول عنہ کی' وصف فرع ہے ذات کی تانیث فرع ہے تذکیر کی معرفہ فرع ہے نکرہ کی، عجمہ عربی کی، ترکیب افراد کی، الف نون زائدتان فرع ہے اس کی جس پر یہ زائد ہیں۔وزن فعل فرع ہے وزن اسم کی، اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے تو غیر منصرف چونکہ مذکورہ بالا طریقہ سے فعل کے ساتھ مشابہ ہے لہٰذا اس پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آئینگے، مصنف علیہ الرحمۃ نے دو صورتیں اس سے مثنیٰ کی ہیں وہ یہ کہ غیر منصرف جب مضاف ہو یا الف لام کے بعد واقع ہو تو اس صورت میں حالت جری میں کسرہ دیا جاتا ہے جیسے: مررتُ باحمدکم اور مررتُ بالاحمدِ۔

واجْعَلْ لِنَحْوِ يَفْعَلانِ النّونا
رَفْعًا وتَدْعِينَ وَتَسْألُونا
وَحذفُها للجزمِ والنصب سِمَة
كَلَمْ تَكُونِي لِتَرُومِي مَظْلمة

ترجمہ:......اور یفعلان تدعین تسالون جیسوں کیلئے نون حالت رفعی میں مقرر کردو، اور نون کا حذف کرنا حالت جزمی اور نصبی کیلئے علامت ہے جیسے یہ قول لم تکونی لترومی مظلمة۔(تم نہیں ہو کہ قصد کرتی ظلم کا یہاں لم تکونی اور لترومی میں نون حذف ہوا ہے)

ترکیب:

(اجعل) فعل امر (النونا) مفعول بہ (ل) جار نحو مضاف (یفعلان) فعل فاعل، معطوف علیہ (واو) حرف عطف تدعین تسألون معطوف، مضاف مضاف الیہ مجرور ہوا جار کا۔(رفعا) منصوب بنزع الخافض (حذفها) مضاف

مضاف الیہ مبتدا (سمة) خبر، للجزم والنصب جار مجرور متعلق ہو اسمة کے ساتھ۔ کلم تکونی، ای وذالک کائنٌ کقولک لم تکونی لترومی مظلمة.

(ش) لما فرغ من الکلام علی مایعرب من الأسماء بالنیابة شرع فی ذکر مایعرب من الأفعال بالنیابة، وذلک الأمثلة الخمسة؛ فأشار بقوله: ((یفعلان)) إلی کل فعل اشتمل علی ألف اثنین: سواء کان فی أوله الیاء، نحو: یضربان)) أو التاء، نحو: ((أنت تضربان)) وأشار بقوله وتدعین)) إلی کل فعل اتصل به یاء مخاطبة، نحو: ((أنت تضربین)) وأشار بقوله: وتسألون، إلی کل فعلاتصل به واو الجمع، نحو: ((أنتم تضربون)) سواء کان فی أوّله التاء کمامثل، أو الیاء، نحو: ((الزیدون یضربون)).

فهذه الأمثلة الخمسة – وهی: یفعلان، وتفعلان، ویفعلون، وتفعلون، وتفعلین – ترفع بثبوت النون، وتنصب وتجزم بحذفها؛ فنابت النون فیه عن الحرکة التی هی الضمة، نحو: ((الزیدان یفعلان)) فیفعلان: فعل مضارع مرفوع وعلامة رفعه ثبوت النون، وتنصب وتجزم بحذفها، نحو: الزیدان لن یقوما، ولم یخرجا)) فعلامة النصب والجزم سقوط النون من ((یقوما، ویخرجا، ومنه قوله تعالیٰ: (فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار)

ترجمہ وتشریح:

مصنف علیہ الرحمۃ نے اس سے پہلے اسماء میں نیابۃً جاری ہونے والے اعراب کا ذکر کیا اب افعال میں نیابۃً جاری ہونے والے اعراب کا ذکر فرمارہے ہیں اور جہاں یہ اعراب جاری ہوتا ہے اس کی پانچ جگہیں ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تین مثالوں میں ان کو جمع کیا ہے۔

(۱) یفعلان۔ اس سے مراد ہر وہ فعل ہے جو تثنیہ کے الف پر مشتمل ہو اور اس کے شروع میں یاء ہو جیسے یضربان اور یا شروع میں تاء ہو جیسے: تضربان۔

(۲) تدعین۔ اس سے مراد ہر وہ فعل ہے جس کے ساتھ مخاطب مؤنث کی یاء متصل ہو جیسے: انت تضربین۔

(۳) تسألون۔ اس سے مراد ہر وہ فعل ہے جس کے ساتھ واؤ جمع متصل ہو جیسے انتم تضربون اور یا اس کے شروع میں یاء ہو جیسے یضربون تو ان میں حالت رفعی میں نون ثابت ہوگا اور حالت نصبی جزمی میں نون حذف ہوگا۔ مثلاً الزیدان یفعلان میں یفعلان فعل مضارع حالت رفع میں ہے اور علامت رفع یہاں نون کا ثابت ہونا ہے۔ اور الزیدان لن یقوما، لم یخرجا میں حالت نصبی جزمی نون کے حذف کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ کے قول میں لم یفعلوا (حالت جزمی) لن تفعلوا (حالت نصبی) میں نون حذف ہو چکا ہے۔

وَسَمِّ معتلًا من الاسماء مَا
کالمصطفی والمرتقی مکارِمَا
فَالاوّلُ الاعرابُ فیہ قُدّرا
جمیعُہ وھُو الذی قَدْ قُصِرا
والثّانِ منقوصٌ وَنَصْبُہ ظَھَر
ورفعُہ یُنوٰی کذاایضًا یُجَرّ

ترجمہ:......اور معتل نام رکھو اسماء میں اس کا، جو مصطفیٰ اور مرتقی کی طرح ہیں، پس پہلے اسم میں اعراب تقدیری ہے سب (رفعی نصبی جری) میں اور یہ وہی ہے جس کو اسم مقصور بنایا گیا ہے۔ اور دوسرا (مرتقی) اسم منقوص ہے اور اس کا نصب ظاہر ہے، اور اس کا رفع تقدیری ہوتا ہے اور اسی طرح جر بھی۔ مرتقی مکارما کا معنیٰ ہے بلند اخلاق پر چڑھنے والا یعنی بلند اخلاق والا، یہاں مقصود (مرتقی) کا ذکر ہے اسلئے کہ یہ اسم منقوص ہے اور (مکارما) ماقبل کی مناسبت کی وجہ سے ضرورت شعری کیلئے ہے۔

ترکیب:

(سَمِّ) فعل امر (انت) ضمیر مستتر اس کے لئے فاعل (معتلا) مفعول ثانی مقدم (من الاسماء) جار مجرور متعلق ہوا محذوف کے ساتھ (ما) موصولہ (کالمصطفیٰ الخ) جار مجرور متعلق محذوف کے ساتھ ہو کر صلہ ہوا موصول کا، موصول صلہ سے مل کر مفعول بہ اوّل (الاوّل) مبتدا (الاعراب) مبتدا ثانی (فیہ) جار مجرور (قدّرا) کے ساتھ متعلق (قدّر) فعل ماضی مجہول (ھو) ضمیر اس کیلئے نائب فاعل (جمیعہ) مضاف مضاف الیہ تاکید ہے نائب فاعل کیلئے۔ فعل مجہول با نائب فاعل خبر ہوا مبتدا ثانی کیلئے۔ مبتدا ثانی با خبر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہوا مبتدا اوّل کیلئے۔ (الثانی) مبتدا (منقوص) خبر (نصبہ) مضاف مضاف الیہ مبتدا (ظھر) فعل با فاعل، خبر (رفعہ) مضاف مضاف الیہ مبتدا (ینوی) مضارع مجہول با نائب فاعل خبر۔ (کذا) جار مجرور متعلق ہوا یجرُّ کے ساتھ۔ ایضًا ای آضَ ایضًا۔

(ش) شرع فی ذکر اعراب المعتل من الأسماء والأفعال، فذکر أن ما کان مثل: ((المصطفی، والمرتقی)) یسمی معتلا، وأشار ((بالمصطفی)) إلی مافی آخرہ ألف لازمة قبلها فتحة، مثل ((عصا، ورحی)) وأشار ((بالمرتقی)) إلی مافی آخرہ یاء مکسور ماقبلها، نحو: ((القاضی، والداعی)).

ثـم أشـار إلـى أن مـافى آخره ألف مفتوح ماقبلهايقدرفيه جميع حركات الإعراب: الرفع، والنصب، والجرُّ، وأنه يسمى المقصور؛ فالمقصور هو: الاسم المعرب الذى فى آخره ألف لازمة، فاحترزب ((الاسم)) مـن الـفعل، نحو: ألقاضى كماسيأتى، وب((ملازمة)) من المثنى فى حالةالرفع، نحو: اليدان؛ فإن ألفه لاتلزمه؛ إذتقلب ياء فى الجرو النصب، نحو: ((رأيت الزّيدين)

وأشـاربـقـولـه: ((والشـان مـنـقـوص)) إلى المرتقي؛ فالمنقوص هو الاسم المعرب الذى آخره ياء لازمةقبلها كسرة، نحو: المرتقي؛ فاحترزب((الاسم)) عن الفعل نحو: يرمي، وب((المعرب)) عن المبنى، نـحـو: الـذى، وبـقـولـنـا ((قـبـلـهـا كـسـرة)) عـن الـتـى قبلهاسكون، نحو: ظبى ورمي؛ فهٰذامعتل جارمجرى الصحيح: فى رفعه بالضمة، ونصبه بالفتحة، وجره بالكسرة.

وحـكـم هـذاالـمـنـقـوص أنه يظهرفيه النصب، نحو: رأيت القاضى))، وقال اللّٰه تعالىٰ: (ياقومنا أجيبـوا داعـى الـلّٰـه) ويـقـدرفيه الرفع والجرلثقلهماعلى الياء نحو ((جاء القاضى، ومررت بالقاضى))؛ فعلامةالرفع ضمةمقدره على الياء، وعلامةالجر كسرة مقدرةعلى الياء .

وعـلـم مـمـاذكـرأن الاسـم لايـكـون فى آخره واوقبلهاضمة، نعم إن كان مبنياوجدذلكفيه، نحو: هو، ولم يـوجـدذلـك فـى الـمـعـرب إلا فـى الأسـمـاء الستة فى حالة الرفع نحو: ((جاء أبوه)) وأجازذلـك الكوفيون فى موضعين آخرين؛ أحدهما: ماسمى به من الفعل، نحو: يدعو، ويغزو، والثانى: ماكان أعجميا، نحوسمندو، وقمندو.

ترجمہ وتشریح: .... معتل کا اعراب:

مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں اسماء اور افعال کے اندر معتل (جس کے فاعین لام کلمہ کے مقابلہ میں حرف علّت ہو) کے اعراب کا ذکر کر رہے ہیں اسم کی بحث شروع کرتے ہوئے مصنف نے دو مثالیں معتل کی دی ہیں۔

(۱) الـمـصـطـفیٰ۔ اس سے مراد ہر وہ اسم معتل ہے جس کے آخر میں الف لازمی ہو اور ماقبل اس کا فتحہ ہو جیسے عـصًا رحًی، واضح رہے کہ شارح نے الف مقصورہ کی مثال عـصًا دی ہے یہاں بظاہر تنوین کی حالت میں جو الف نظر آ رہا ہے وہ رسم خط کی وجہ سے ہے حقیقت میں الف مقصورہ مقدّر ہے جو اجتماع ساکنین کی وجہ سے محذوف ہو گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے کہ الف یہاں تنکیر کی صورت میں رسم خط کی وجہ سے ہے پڑھا نہیں جاتا اور جب شروع میں الف لام ہو جیسے الـعـصیٰ تو پھر الف رسم خط کا نہیں بلکہ مقصورہ ہو گا اسی وجہ سے پڑھا جائے گا۔

(۲) المرتقی۔اس سے مراد ہروہ اسم معتل ہے جس کے آخر میں یاء ہواور ماقبل اس کا مکسور ہو جیسے القاضی الداعی (عام کتابوں میں یہی مثالیں ذکر ہیں)

(۱) اسم مقصور کا اعراب اور اس کی وجہ:

مصنف نے اسم مقصور کے اعراب کا ذکر کیا کہ حالت رفعی نصبی جری تینوں میں اس کے اندر اعراب تقدیری ہوگا، اس کو الف مقصورہ اسی لئے کہتے ہیں کہ مقصورہ لغت میں بمعنیٰ روکا گیا ہے اور الف مقصورہ بھی حرکات ثلثہ سے روکا گیا ہے یہاں اعراب کا لفظ میں متعذر رہنا اس وجہ سے ہے کہ اس کے آخر میں الف ہے اور الف پر حرکت نہیں آتی ورنہ اس پر اگر حرکت آجائے تو ہمزہ ہوجائے گا اور الف نہ رہے گا جو کہ مقصود کے خلاف ہے۔

اسم مقصورہ کی تعریف:

شارح نے الف مقصورہ کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے "**هو الاسم المعرب الذی فی آخره الف لازمة**" الف مقصورہ وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں الف لازم ہو۔

قیودات احترازیہ:

(**اسم**) کہا تو احتراز کیا فعل سے جیسے **یرضیٰ** اس کے آخر میں الف تو ہے لیکن یہ فعل ہے۔(**معرب**) کہا تو مبنی سے احتراز کیا جیسے (**اذا**) اس کے آخر میں الف بھی ہے اور یہ اسم بھی ہے لیکن مبنی ہے۔(**الف**) کہا تو اسم منقوص (**قاضی**) سے احتراز کیا (**لازم**) کہا تو احتراز کیا تثنیہ کی حالت رفعی والے الف سے جیسے **الزیدان** یہاں الف لازم نہیں ہے اس لئے کہ حالت نصبی جری میں یاء ہوجاتا ہے جیسے **رأیت الزیدین مررت بالزیدین**۔

(۲) اسم منقوص کی تعریف:

(**والثان منقوص الخ**) کے ذریعہ مصنف رحمہ اللہ نے اسم منقوص کی طرف اشارہ کیا۔اسم منقوص وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں یاء لازمہ ہواور ماقبل اس کا کسرہ ہو، جیسے **المرتقی**'**القاضی**'**الداعی** وغیرہ۔

قیودات احترازیہ:

(**اسم**) کہا تو احتراز کیا فعل سے جیسے (**یرمی**) اس کے آخر میں یاء ہے لیکن یہ فعل ہے، (**معرب**) کہا تو اس سے احتراز کیا مبنی سے جیسے **الذی** اس کے آخر میں یاء ہے اور یہ اسم بھی ہے لیکن مبنی ہے۔اس سے پہلے کسرہ ہو۔اس سے

احتراز کیا اس سے جس سے پہلے سکون ہو جیسے ظَبیٌ رَمْیٌ یہ معتل ہے لیکن جاری مجری الصحیح ہے لہٰذا اس میں اعراب بالحرکۃ لفظی چلے گا یعنی حالت رفعی میں ضمہ نصبی میں فتحہ اور جری میں کسرہ ہوگا (جس کی تفصیل نحو میر، ہدایۃ النحو، کافیہ میں موجود ہے)

اسم منقوص کا اعراب اور اس کی وجہ:

اسم منقوص کی حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور جری میں کسرہ تقدیری اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حالت رفعی میں اگر تقدیری کے بجائے لفظی ضمہ آجائے اور جری میں تقدیری کے بجائے کسرہ لفظی آجائے تو یاء پر ضمہ اور کسرہ کا آنا لازم ہوگا حالانکہ یاء پر ضمہ اور کسرہ دونوں ثقیل ہیں اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی اس لئے ہے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے یاء پر آسکتا ہے۔ جیسے: رأیت القاضِیَ، یاقومنا اجیبوا داعی اللّٰہ یہاں داعی حالت نصبی میں اسم منقوص پر فتحہ آیا ہے۔

فائدہ:...... ماقبل کی تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسم کے آخر میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہو ہاں اگر اسم مبنی ہو تو پھر ہوتا ہے جیسے (ھُوَ) آخر میں واؤ ہے اور ماقبل اس کا مضموم ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ معرب میں صرف اسماء ستہ مکبرہ کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہوتا ہے جیسے جاء ابوہ (جمع مذکر سالم اور اس کے ملحقات میں بھی واؤ ماقبل مضموم ہوتا ہے)

کوفیین نے اسم کے اندر دو جگہ مزید اس کو جائز کہا ہے ایک یہ کہ فعل یدعو یغزو کسی کا نام رکھا جائے تو پھر یہ اسم ہوگا اور اس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہوگا دوسری جگہ جو اعجمی ہو جیسے: سمندو قمندو (دو پرندوں کے نام ہیں) یہاں بھی اسم کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہے۔

وایُّ فعلٍ آخر منہ الف
اوواوٌ او یاءٌ فمعتلًّا عُرف

ترجمہ:...... وہ فعل جس کے آخر میں الف، واؤ یاء ہو اہو اس کو معتل کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

ترکیب:

(ایّ فِعلٍ) مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدا (آخر) موصوف (منہ) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر صفت ہوا آخر کے لئے۔ موصوف صفت ملکر مبتدا ثانی، (الف) معطوف علیہ (او) حرف عطف (واو او یاء)، معطوف، معطوف علیہ

معطوف ملکر خبر ہوا مبتدا ثانی کیلئے۔مبتدا ثانی با خبر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہوا مبتدا اوّل کیلئے۔مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط (ف) جزائیہ (معتلا) حال ہے (عرف) کی ضمیر مستتر سے (عرف) مجموعی اعتبار سے جزاء ہوا۔

(ش)أشار إلى أن المعتل من الأفعال هو ما كان في آخره واو قبلها ضمة، نحو: يغزو، أو ياء قبلها كسرة، نحو: يرمي، أو ألف قبلها فتحة، نحو: يخشى.

ترجمہ وتشریح:............ معتل من الافعال کی تعریف:

مصنف نے اپنے اس شعر سے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ افعال میں معتل وہ ہے جس کے آخر میں واؤ ہو اور ماقبل اس کا ضمہ ہو جیسے یغزُو یا یاء ہو اور ماقبل اس کا کسرہ ہو جیسے یر مِیْ اور یا الف ہو اور ماقبل اس کا فتحہ ہو جیسے یخشیٰ

فالالف انو فیہ غیرَ الجزم
وابدِ نَصْبَ مَا کیَدْعُو یرمی
والرّفع فیھما انو واحذِفْ جازِمًا
ثَلا ثَھُنّ تقضِ حکماً لازماً

ترجمہ:......پس الف میں اعراب کو مقدر مانیں جزم کے علاوہ (رفع نصب) اور یدعُو یرمِی جیسوں میں آپ نصب کو ظاہر کریں اور ان آخری دو میں رفع کو مقدر مانیں، اور ان تینوں کے آخر کو حذف کریں اس حال میں کہ آپ جزم دینے والے ہوں افعال کو اگر آپ ایسا کرینگے تو آپ ایک لازم حکم پورا کر دینگے۔

ترکیب:

(الالف) مفعول بہ مقدم، (انو) فعل بافاعل کیلئے (غیر الجزم) مضاف مضاف الیہ۔(ابد) فعل امر بافاعل (نصب) مضاف (ما) موصولہ (کیدعو یرمی) (ک) جار (یدعو) معطوف علیہ (واو) حرف عطف محذوف (یرمی) معطوف، معطوف معطوف علیہ ملکر مجرور ہوا جار کا جار مجرور ملکر صلہ ہوا موصول کیلئے، موصول صلہ ملکر مضاف الیہ ہو کر مفعول بہ ہوا۔(الرفع) مفعول بہ مقدم (فیھما) جار مجرور متعلق ہوا بعد والے (انو) کے ساتھ۔

(احذف) فعل امر بافاعل (جازما) حال واقع ہے (احذف) کے اندر انت ضمیر سے (ثلاثھنّ) یہاں (اواخر) کا لفظ حذف ہے۔ای اواخر ثلا ثھن (اواخر ثلا ثھن) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ (جازما) کا معمول

(الافعال) بھی حذف ہے۔(تقض) فعل با فاعل (حکمًا لازما) موصوف صفت مفعول بہ (تقض) فعل با فاعل مفعول ہے جواب شرط ہوا احذف کیلئے۔

(ش) ذکر فی هذین البیتین کیفیة الإعراب فی الفعل المعتل؛ فذکر أن الألف یقدر فیها غیر الجزم- وهو الرفع والنصب- نحو: ((زید یخشی)) فیخشی: مرفوع وعلامة رفعه ضمة مقدرة علی الألف، و((لن یخشی)) فیخشی: منصوب، وعلامة النصب فتحة مقدرة علی الألف، وأما الجزم فیظهر؛ لأنه یحذف له الحرف الآخر، نحو: لم یخش))

وأشار بقوله: ((وأبد نصب ما کیدعو یرمی)) إلی أن النصب یظهر فیما آخره واو أو یاء، نحو: ((لن یدعو، ولن یرمی)).

وأشار بقوله: ((والرفع فیهما انو)) إلی أن الرفع یقدر فی الواو والیاء، نحو: ((یدعو، ویرمی)) فعلامة الرفع ضمة مقدرة علی الواو والیاء.

وأشار بقوله: واحذف جازما ثلاثهنّ إلیٰ انّ الثلاث وهی الالف والواو والیاء((تحذف فی الجزم، نحو: ((لم یخش، ولم یغز، ولم یرم)) فعلامة الجزم حذف الألف والواو والیاء.

وحاصل ماذکره: أن الرفع یقدر فی الألف والواو والیاء، وأن الجزم یظهر فی الثلاثة بحذفها، وأن النصب یظهر فی الیاء والواو، ویقدر فی الألف.

ترجمہ وتشریح: .... معتل من الافعال کا اعراب:

مصنف علیہ الرحمۃ نے افعال میں معتل کا اعراب ان اشعار میں بیان کیا ہے، اولاً اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے تا کہ شارح کی عبارت کو سمجھنا آسان ہو،

فعل کے آخر میں حرف علت یا الف ہوگا یا واؤ ہوگا یا یاء ہوگی اگر آخر میں الف ہے تو حالت رفعی میں ضمہ تقدیری ہوگا اور نصبی میں فتحہ تقدیری اور جزمی میں حذف الف ہوگا۔ اور اگر آخر میں واؤ یا یاء ہے تو حالت رفعی میں ضمہ تقدیری نصبی میں فتحہ لفظی (اس لئے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے واؤ اور یاء پر آسکتا ہے) اور حالت جزمی میں حذف واؤ اور یاء کے ساتھ ہوگا۔

معتل من الافعال کے اعراب کا نقشہ

فعل کے آخر میں یا الف ہوگا یا واؤ ہوگا اور یا یاء، تینوں کے اعراب کا نقشہ درج ذیل ہے۔

آخر میں	حالت رفعی	حالت نصبی	حالت جزمی
الف	ضمہ تقدیری	فتحہ تقدیری	حذف
واو	===	فتحہ لفظی	===
یاء	===	===	===

الف کی مثالیں:

۱:......زید یخشیٰ : حالت رفعی کی مثال ہے یہاں یخشی مرفوع ہے اور علامت رفع ضمہ تقدیری ہے الف پر۔

۲:......لن یخشیٰ: حالت نصبی کی مثال ہے یہاں یخشیٰ منصوب ہے اور علامت نصب فتحہ ہے الف پر۔

۳:......لَمْ یخشَ: حالت جزمی کی مثال ہے جزم یہاں ظاہری ہے اسلئے کہ اس کی وجہ سے حرف آخر حذف ہوگیا ہے۔

واؤ کی مثالیں:

۱:......یدعُو: حالت رفعی ہے اور ضمہ تقدیری ہے اسلئے کہ اگر لفظی ہوجائے تو ثقیل ہونے کی وجہ سے واؤ پر نہیں آسکتا۔

۲:......لن یدعُوَ: حالت نصبی ہے اور فتحہ لفظی ہے اسلئے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے واؤ پر آسکتا ہے۔

۳:...... لَمْ یدعُ: حالت جزمی ہے واؤ کے حذف کے ساتھ۔

یاء کی مثالیں:

حالت رفعی میں یرمِیْ اور نصبی میں لن یرمِیَ اور جزمی میں لَمْ یرم ہے۔ یدعُو یرمِیْ میں ایک ہی تفصیل ہے۔

المعرفة والنكرة

نَكِرَةٌ قابِلُ اَلْ مؤثِّرًا
اَوْ واقِعٌ مَوْقِعَ مَاقَدْ ذُكِرَا

ترجمہ:.....نکرہ وہ ہے جو الف لام کو قبول کرے اس حال میں کہ الف لام اس میں اثر کرے یا وہ ہے جو مذکور (الف لام کو قبول کرنے والے) کی جگہ واقع ہو۔

ترکیب:

(نَکِرَۃٌ) مبتدا (قابِلُ اَلْ) مضاف مضاف الیہ خبر، (مؤثِّرًا) حال ہے (ال) سے (او) حرف عطف (واقِعٌ) صیغہ اسم فاعل (مَوْقِعَ) مضاف (مَاقَدْ ذُکِرَا) موصول صلہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مفعول بہ ہوا (واقع) کیلئے (اس لئے کہ اسم فاعل بھی فعل کی طرح عمل کرتا ہے)

(ش) النكرة: مايقبل ((أل)) وتؤثر فيه التعريف اويقع مَوْقِعَ مايقبل "اَلْ" فمثال مايقبل "اَلْ" وتوثر فيه التعريفَ ((رجلٌ)) فتقول: الرجل، واحترز بقوله: ((وتؤثر فيه التعريف)) ممايقبل ((أل)) ولاتؤثر فيه التعريف، كعباس علمًا فإنك تقول فيه: العباس، فتدخل عليه ((أل)) لكنها لم تؤثر فيه التعريف؛ لأنه معرفة قبل دخولها (عليه) ومثال ماوقع موقع مايقبل ((أل)) لكنها واقعةموقع صاحب، وصاحب يقبل ((أل)) نحو الصاحب.

نکرہ کی تعریف:

نکرہ وہ ہے جو الف لام کو قبول کرے اور الف لام داخل ہونے سے اس میں تعریف کا اثر ہو، جیسے رجلٌ یہ نکرہ کی مثال ہے الف لام کو قبول کرتا ہے، چنانچہ الرّجل پڑھنا صحیح ہے۔

تؤثر فیہ التعریف: یعنی الف لام اس میں تعریف کا اثر کرے اس سے احتراز کیا العباس. الضحاک سے کیونکہ یہاں الف لام داخل تو ہے لیکن تعریف کیلئے نہیں ہے بلکہ ان کی اصل کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے جو کہ شدت عبوست (ترش روئی) اور ضحک ہے، اور الف لام یہاں پر تعریف کا اثر نہیں کرتا کیونکہ یہ علم ہونے کی وجہ سے الف لام کے داخل ہونے سے پہلے معرفہ ہیں۔

نکرہ کی تعریف کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ نکرہ اس کو بھی کہتے ہیں جو الف لام کو قبول تو نہ کرے لیکن اس اسم کی جگہ پر واقع ہو جو اسم الف لام کو قبول کرتا ہو اس کی مثال ذو ہے اب یہ نکرہ ہے الف لام کو اگرچہ قبول نہیں کرتا لیکن صاحب کی جگہ پر واقع ہے (کیونکہ ذو مال کا معنیٰ ہے صاحب مال) اور صاحب الف لام کو قبول کرتا ہے۔ چنانچہ الصاحب کہنا صحیح ہے۔

وَغیرہ معرفةٌ کَھُمْ وَذِیْ
وَھِنْد وابنی والغلام والّذی

ترجمہ:......اور اس کے علاوہ معرفہ ہے جیسے ھم اور ذی اور ھند، ابنی، الغلام، اور الّذی۔

ترکیب:

(غیر) مضاف (ضمیر مذکر نکرہ کی طرف باعتبار مذکور کے راجع ہے) (ہ) ضمیر باعتبار لفظ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا معرفة خبر (کھم) ک، جار (ھم) معطوف علیہ اور باقی سارے معطوفات، معطوف جملہ معطوفات سمیت مجرور ہوا جار کا جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا کائن کے ساتھ ای و ذالک کائن کھم.

(ش) أی: غیر النکرة المعرفة، وھی ستة أقسام: المضمر کھم، واسم الإشارة کذی، والعلم کھند، والمحلی بالألف واللام کالغلام، والموصول کالذی، وما أضیف إلی واحدمنھا کابنی، وسنتکلم علی ھذہ الأقسام.

ترجمہ وتشریح: ....معرفہ کی تعریف اور اس کی قسمیں:

یہاں سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجمالاً فرمایا کہ نکرہ کے علاوہ جو بھی ہے وہ معرفہ ہے پھر اس کی چھ مثالیں دیکر کچھ قسموں کی طرف اشارہ فرمایا، معرفہ کی چھ قسمیں ہیں (۱) ضمیر جیسے (ھم، ھما) وغیرہ (۲) اسم اشارہ: جیسے ذی (مصنف نے ذی کی مثال دی ہے اس میں ایک قول کے مطابق ذا کے الف کو یاء سے بدل لیا ہے) اور علم کی مثال (ھند) ہے، اور شروع میں الف لام کی مثال جیسے الغلام اور موصول جیسے الّذی اور ان ہی میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو جیسے ابنی (یہاں ضمیر کی طرف مضاف ہے)

واضح رہے کہ اضافت صرف ان ہی مذکورا سماء کی طرف معتبر ہے اگر نکرہ کی طرف اضافت ہو تو اس سے معرفہ نہیں بنے گا جیسے غلامُ رجل. اب یہاں اضافت تو ہے لیکن مذکور اقسام کی طرف نہیں ہے بلکہ نکرہ کی طرف ہے۔ لہٰذا اس کو معرفہ نہیں کہا جائے گا (اکثر طلبہ کو اس میں غلطی ہوتی ہے چنانچہ غلام رجل. کو مطلقاً اضافت کی وجہ سے معرفہ کہتے ہیں) شارح فرما رہے ہیں کہ اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔

نوٹ:......نحومیر اور دیگر نحو کی کتابوں میں اقسام معرفہ میں منادیٰ کو بھی شمار کیا ہے یہاں مصنف نے منادیٰ کو ذکر نہیں کیا اپنے ابواب میں اس کو ذکر کرنے پر اکتفاء کیا۔

فَمَا لِذِی غیبۃٍ اَوْ حُضُورٍ
کَانَتَ وَهُوَ سَمِّ بِالضَّمِیرِ

ترکیب:

(ما) موصولہ (ل) جار (ذی) مضاف (غیبۃ او حضور) معطوف علیہ معطوف مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوا جار مجرور صلہ ہوا موصول کا، موصول صلہ مل کر مفعول بہ اوّل ہوا سمِّ کیلئے (بالضمیر) مفعول ثانی کانت وهو ای وذالک کائن کانت وهو

(ش) یشیر إلی أن الضمیر: مادل علی غیبة کهو، أو حضور، وهو قسمان: أحدهما ضمیر المخاطب، نحو أنت، والثانی ضمیر المتکلم، نحو أنا.

ترجمہ وتشریح:............ضمیر کی تعریف:

مصنف رحمہ اللہ یہاں سے ضمیر کی قسمیں بیان کر رہے ہیں کہ ضمیر وہ ہے جو دلالت کرے غائب ہونے پر جیسے (هو) یا حاضر ہونے پر اور پھر حضور کی دو قسمیں ہیں ایک مخاطب اور وہ مخاطب کی ضمیر ہے جیسے انتَ اور دوسرا ضمیر متکلم جیسے اَنا، مصنف رحمہ اللہ نے مخاطب اور متکلم کو حضور کے اندر داخل کیا ہے عام نحویوں نے غائب، مخاطب، متکلم کی تین قسمیں الگ الگ ذکر کی ہیں۔

وَذُو اتِّصَالٍ مِنْهُ مَا لا یُبْتَدأ
وَلا یَلِی إلاَّ اخْتِیاراً اَبَدًا
کالیاء والکاف من ابنی اکْرَمَکَ
والیاء والهاء من سَلِیه مَا مَلَکَ

ترجمہ:......اور اس میں ضمیر متصل وہ ہے جس پر شروع نہ کیا جاتا ہو اور وہ ہمیشہ کیلئے اختیاری طور پر (الاّ) کے ساتھ متصل نہیں ہوتا جیسے یاء اور کاف ابنی اکرمک میں، اور (یاء) اور (ها) سلنیه ماملک میں۔

ترکیب:

(ذُو اتّصال) مضاف مضاف الیہ موصوف،(منہ) جار مجرور صفت،موصوف صفت ملکر مبتدا،(ما) موصولہ (لایُبْتَدا) فعل مضارع نفی مجہول با نائب فاعل معطوف علیہ (وَاو حرف عطف (لایَلِی) فعل مضارع منفی بلا،(ھو) ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل (اِلاّ) باعتبار لفظ مفعول بہ،فعل فاعل مفعول بہ سب مل کر معطوف،معطوف علیہ معطوف ملکر خبر (اختیارًا) منصوب بنزغ الخافض اصل میں فی الاختیار تھا۔(اَبَدًا) ظرف زمان (یلی) کے ساتھ متعلق ہوا۔(کالیاء والکاف ای وذالک کائن کالیاء.

(ش) الضمیر البارز ینقسم إلی متصل، ومنفصل؛ فالمتصّل ھو: الذی لا یبتدأ به کالکاف من اکرمک)) ونحوہ، ولا یقع بعد((إلا)) فی الاختیار؛ فلا یقال: ما اکرمت إلاک، وقد جاء شذوذا فی الشعر، کقوله:

۱۳ – أعوذ برب العرش من فئة بغت

علی؛ فما لی عوض إلا ناصر

وقوله:

۱۴ --وَمَا عَلَینَا إِذَامَا کُنت جَارَتَنَا

أَن لایُجَاوِرَنَا اِلَّاکِ دَیّارُ

ترجمہ وتشریح:............ضمیر بارز کی قسمیں:

ضمیر بارز (ظاہر) کی دو قسمیں ہیں،متصل،منفصل۔ضمیر متصل وہ ہے جس پر تنہا ابتداء نہ ہوتی ہو جیسے اکرمک میں ک پر ابتداء نہیں ہوتی۔اور اختیاری طور پر قاعدہ کے رو سے یہ (الا) کے بعد واقع نہیں ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر متصل کی وضع باعتبار اصل اس لئے ہے کہ وہ اپنے عامل کے ساتھ بالکل متصل ہوگی تو اگر (الا) کے بعد ضمیر متصل آ جائے تو خلاف وضع لازم آئے گا۔لہٰذا ما اکرمت الاک کہنا صحیح نہیں۔ہاں شعر میں شاذ کے طور پر آیا ہے۔جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۱۳ -- أعوذ برب العرش من فئة بغت

علی؛ فما لی عوض إلا ناصر

ترجمہ:......میں پناہ مانگتا ہوں عرش کے ربّ کی اس جماعت سے جس نے میرے اوپر ظلم کیا،اسلئے کہ میرے لئے ہمیشہ اس کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہے۔

تشریح المفردات:

(اعوذ) عَاذَ یَعُوْذُ عَوْذًا پناہ مانگنا، (عرش) سات آسمانوں کے اوپر ایک بڑا جسم ہے جو کہ مخلوق ہے۔ (فئة) جماعت، اس کا واحد مِنْ لفظہ نہیں ہے، (بغت) ھی ضمیر مستتر راجع ہے فئة کی طرف، تجاوز اور ظلم کو کہتے ہیں۔ (عوض) مبنی ہے اسم ظرف زمان ہے استغراق مستقبل کیلئے آتا ہے جیسے لا افارقک عوض میں تجھ سے کبھی جدا نہیں ہوں گا اور کبھی ماضی کے استغراق کیلئے آتا ہے جیسے مارأیت مثلک عوض میں نے آپ جیسا کبھی نہیں دیکھا، یہ نفی کے ساتھ خاص ہے لیکن اضافت کی صورت میں پھر معرب ہو جاتا ہے جیسے لا افعلہ عوض العائضین۔ یعنی میں اس کو کبھی نہیں کروں گا (ناصر) مددگار۔

ترکیب:

(اعوذ) فعل فاعل (برب العرش) جار مجرور متعلّق ہوا اعوذ کے ساتھ (من) جار (فئة) موصوف (بغت علی) فعل فاعل متعلّق سمیت صفت ہوا موصوف کیلئے موصوف صفت ملکر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور ملکر متعلق ہوا اعوذ کے ساتھ (مالی) ما نافیہ لی جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلّق ہو کر خبر مقدم (ناصر) مبتدا مؤخر (عوض) ظرف زمان مبنی برضمہ محل نصب میں ہے الا حرف استثناء (ہ) ضمیر رب العرش کی طرف راجع ہے۔

محل استشہاد:

(الاہ) ہے یہاں ضمیر متصل الا کے بعد آئی ہے جو کہ شاذ ہے۔ اور شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِذَامَا كُنْتِ جَارَتَنَا
أَنْ لَا يُجَاوِرَنَا إِلَّاكِ دَيَّارُ

ترجمہ:...... اور ہماری کوئی پرواہ نہیں ہے جب آپ ہماری پڑوسن ہو کہ ہمارے پڑوس میں آپ کے علاوہ کوئی نہ رہے۔

تشریح المفردات:

(ما) نافیہ ہے ایک روایت میں ما نبالی آیا ہے یعنی ہم پرواہ نہیں کرتے، (جارة) پڑوسن کو کہتے ہیں، (دیّار) احد کے معنی میں ہے یعنی کوئی بھی، قرآن کریم میں ہے "لاتذر من الکفرین دیّارًا" کافروں میں کسی کو بھی نہ چھوڑ۔

ترکیب:

(ما) نافیہ (علینا) جار مجرور متعلق ہوا محذوف کے ساتھ خبر مقدم، (ان) مصدریہ (لا یجاور) فعل (نا) مفعول (دیّــار) فاعل (الاّ) حرف استثناء (ک) ضمیر مبنی ہے کسرہ پر محلاً منصوب ہے۔ (ان) مصدریہ اپنے مدخول سمیت بتاویل مصدر ہوکر مبتدا مؤخر (اذاما کنت جارتنا) شرط فماعلینا الخ جزاء محذوف ہے اور ماقبل کی عبارت اس جزاء پر دال ہے۔

محل استشہاد:

(الاّک) ہے یہاں ضمیر متصل الاّ کے بعد واقع ہے جو کہ شاذ ہے۔

وکــل مــضــمــر لــــه البـنــــاء یــجــب
ولَــفْـــظُ مَـــا جُــــرَّ کَـلَـفْـظِ مَـــانُـصِــب

ترجمہ:......اور ہر ضمیر کیلئے مبنی ہونا واجب ہے، اور جر کا لفظ نصب کے لفظ کی طرح ہے (تشریح آئے گی)

ترکیب:

(کــل مـضـمـر) مضاف مضاف الیہ مبتدا (لــه) جار مجرور متعلق ہوا بعد والے (یــجــب کے ساتھ (البــنــاء) مبتدا ثانی (یــجــب) فعل فاعل خبر، مبتدا ثانی با خبر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہوئی مبتدا اوّل کیلئے، (لــفـظ) مضاف (مــا) موصولہ (جرّ) فعل مجہول با نائب فاعل صلہ ہوا، موصول صلہ مل کر مبتدا۔ (کــلــفــظ مــانــصــب) ای و ذالک کائن کلفظ مانصب الخ

(ش) الــمــضــمـرات کلها مبنية؛ لشبهها بالحروف فی الجمود، ولذلک لاتصغر ولاتثنی ولاتجمع، وإذاثبت أنها مبنية: فـمنهامايشترک فيه الجرُّ والنصب، وهو: کل ضمير نصب أو جر متصل، نحو: أکرمتک، ومررت بک، وإنه وله؛ فالکاف فی ((أکرمتک)) فی موضع نصب، وفی ((بک)) فی موضع جر، والهاء فی ((إنه)) فی موضع نصب، وفی ((له)) فی موضع جر.

ومنهامايشترک فيه الرفع والنصب والجر، وهو ((نا)) وأشار إليه بقوله:

ترجمہ وتشریح:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ضمائر کے مبنی ہونے علّت جو بتائی ہے وہ شبہ وضعی ہے مثلاً ضـربـت میں (ت) ضمیر اس لئے مبنی ہے کہ وہ وضع میں لام جارہ یا جارہ کے ساتھ مشابہ ہے اور (ضـربـنـا) میں (نـا) مبنی ہے اسلئے کہ وضع میں اسم، حرف کے ساتھ مشابہ ہے کیونکہ فـی، مـن، عـن میں بھی دو حروف ہیں (اس کی تفصیل گزر گئی) اب ضمائر کے مبنی ہونے کی دوسری علّت شارح یہاں شبہ جمودی کو ذکر کر رہے ہیں۔

شبہ جمودی اس کو کہتے ہیں جو جامد ہونے میں مشابہ ہو یعنی عام اسماء میں جس طرح تصرّف وغیرہ ہوتا ہے اسی طرح ضمائر میں تصرف نہیں ہے تو عدم تصرّف میں یہ حروف کے ساتھ مشابہ ہوگئے لہٰذا مشابہت کی وجہ سے مبنی قرار پائے، عدم تصرف کی وجہ یہ ہے کہ یہ تثنیہ جمع مصغّر نہیں ہوتے باقی ھـمـا، ھم، ھن، انتما، انتن صیغے واضع نے شروع ہی سے اسی طرح وضع کئے جس طرح رجلٌ کے بعد الف نون یا واؤ نون بڑھانے سے تثنیہ جمع بنتے ہیں اس طرح ھـمـا وغیرہ میں نہیں۔ جب اس کا مبنی ہونا ثابت ہوا، تو بعض ان ضمائر میں سے ایسے ہیں جن میں حالت جری اور نصبی مشترک ہیں اور وہ ضمیر منصوب یا ضمیر مجرور متصل ہے جیسے اکـرمتـک، مـررتُ بـک اکـرمتـک میں کاف نصب کی جگہ پر ہے اس لئے کہ مفعول بہ کی جگہ واقع ہے اور یہی کاف بـک میں حالت جری میں واقع ہے تو یہاں کاف (ضمیر منصوب متصل) جری اور نصبی دونوں میں مشترک ہے اور اِنّہ، لَہ میں (ہ) ضمیر مجرور متصل حالت نصبی اور جری دونوں میں مشترک ہے کیونکہ (انہ) میں (ہ) ان کا اسم ہے جو محلاً منصوب ہے اور یہی (ہ) ضمیر (لہ) میں حالت جری میں ہے۔

اور بعض ضمائر ایسے ہیں جو حالت رفعی نصبی، جری تینوں میں مشترک ہے ہیں انمیں سے ایک (نا) ضمیر ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنے اس قول کی طرف اشارہ کیا۔

لِلـرَّفْـعِ والـنَّـصْـبِ وجَـرٍّ نَـا صَـلَـح
كـاعْـرِفْ بِـنَـا فـإنَّـنَـا نِـلْـنَـا الـمِـنَـح

ترجمہ:......رفع نصب جر کیلئے (نا) ضمیر صلاحیت رکھتی ہے جیسے (اعـرف بـنـا فـانـنـا نـلـنـا المنح) ہمیں جان لو، یا ہماری قدر کا اعتراف کرو اس لئے کہ ہم نے انعامات حاصل کئے) یہاں (بـنـا) حالت جری میں اور (انـنـا) حالت نصبی میں اور (نلنا) حالت رفعی میں (نا) ضمیر مشترک ہے۔

ترکیب:

(للرفع والنصب وجرّ) جار مجرور (صلح) کے ساتھ متعلق ہوا (نا) باعتبار لفظ مبتدا (صلح) فعل با فاعل خبر (کاعرف بنا ای وذالک کائن کاعرف بن الخ) (وذالک کاستقم الخ کی طرح ہے)

(ش) ای صلح لفظ ((نا)) للرفع، نحو: نلنا، وللنصب، نحو: فإننا، وللجر، نحو: بنا.

ومما يستعمل للرفع والنصب والجر: الياء؛ فمثال الرفع نحو: ((اضربي)) ومثال النصب نحو: ((أكرمني)) ومثال الجرّ نحو: ((مربي)).

ويستعمل في الثلاثة أيضا ((هم))؛ فمثال الرفع: ((هم قائمون)) ومثال النصب: ((أكرمتهم)) ومثال الجر: ((لهم)).

وإنما لم يذكر المصنف الياء وهم لأنهما لا يشبهان ((نا)) من كل وجه؛ لأن ((نا)) تكون للرفع والنصب والجر والمعنى واحد، وهي ضمير متصل في الأحوال الثلاثة، بخلاف الياء؛ فإنها — وإن استعملت للرفع والنصب والجر، وكانت ضميرا متصلا في الأحوال الثلاثة — لم يكن بمعنى واحد في الأحوال الثلاثة؛ لأنها في حال الرفع للمخاطب، وفي حالتي النصب والجر للمتكلم، وكذلك ((هم))؛ لأنها — وإن كانت بمعنى واحد في الأحوال الثلاثة — فليست مثل ((نا)) لأنها في حالة الرفع ضمير منفصل، وفي حالتي النصب والجر ضمير متصل.

ترجمہ وتشریح:

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرمار ہے ہیں کہ (نـــا) کی طرح یاء بھی حالت رفعی نصبی جری میں مشترک ہے۔ رفعی کی مثال (اضربی) ہے یہاں یاء فاعلیت کی علامت ہے اور نصبی کی مثال اکرمنی یہاں یاء محلًا منصوب ہے اسلئے کہ مفعول بہ ہے اور جری کی مثال مـرّبـی یہاں یاء متکلم جر کی جگہ واقع ہے۔ اور اسی طرح (هـم) ضمیر بھی تینوں میں مشترک ہے، رفع کی مثال هُـم قـائمون یہاں هُم ضمیر محلاً مرفوع ہے اسلئے کہ مبتدا واقع ہے نصبی کی مثال اکـرمتهم یہاں محلًا منصوب ہے اس لئے کہ مفعول بہ واقع ہے جری کی مثال لهم یہاں محلًا مجرور ہے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض:

مصنف پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ (نا) ضمیر کی طرح یاء ضمیر اور (هم) ضمیر بھی حالت رفعی نصبی جری میں مشترک ہے لہٰذا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے (نا) کے ذکر پر اکتفاء کر کے (یاء) اور (هم) کو کیوں ذکر نہیں کیا۔

شارح کی طرف سے اس کا جواب:

شارح رحمہ اللہ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ (نا) میں دو خصوصیتیں ہیں۔

۱......ایک یہ کہ رفعی نصبی جری تینوں میں اس کا معنیٰ ایک ہی ہوتا ہے جیسے اعرف بنا الخ سے واضح ہے تینوں بمعنیٰ ھم، کے ہے۔

۲......دوسری یہ کہ حالت رفعی نصبی جری تینوں میں یہ ضمیر متصل ہوتی ہے۔اور یاء اگر چہ رفعی نصبی جری کیلئے استعمال ہوتی ہے اور احوال ثلثہ میں ضمیر متصل ہی ہوتی ہے لیکن تینوں میں اس کا معنیٰ ایک نہیں ہوتا اس لئے کہ یاء حالت رفعی میں واحد مؤنث مخاطب کیلئے ہوتی ہے جیسے اِضربی (مارتو ایک عورت) اور نصبی جری میں متکلم کیلئے ہوتی ہے جیسے اکرمنی مرّبی یہاں دونوں جگہ متکلم کے معنیٰ میں ہے۔اور (ھم) ضمیر حالت رفعی نصبی جری میں ایک ہی معنیٰ میں ہوتی ہے لیکن حالت رفعی میں ضمیر منفصل کی شکل میں ہوتی ہے جیسے (ھم قائمون) (ھم یہاں ضمیر منفصل ہے متصل نہیں ہے) اور نصبی جری میں ضمیر متصل ہوتی ہے جیسے اکرمتھم ،لھم۔

والفُ والواوُ والنونُ لِمَا
غابَ غَيرِه كقاما واعلما

ترجمہ:......الف واؤ اور نون غائب اور غیر غائب (مخاطب) کیلئے آتے ہیں جیسے قامَا، اعلمَا۔

ترکیب:

(الف والواؤ والنون) معطوف علیہ معطوف مل کر مبتدا (ل) جار (ما) موصولہ (غاب) فعل با فاعل معطوف علیہ (غیرہ) اس پر معطوف، (کقاما) وذالک کائن کقاما (کاستقم کی طرح ہے)

(ش) الالف والواو والنون من ضمائر الرفع المتصلة، وتكون للغائب وللمخاطب؛ فمثال الغائب ((الزيدان قاما، والزيدون قاموا، والهندات قمن)) ومثال المخاطب ((اعلما، واعلموا، واعلمن))، ويدخل تحت قول المصنف ((وغيره)) المخاطب والمتكلم، وليس هذا بجيد؛ لأن هذه الثلاثة لا تكون للمتكلم أصلا، بل إنما تكون للغائب أو المخاطب كما مثلنا.

ترجمہ وتشریح:

شارح الف واؤنون کے بارے میں بتارہے ہیں کہ یہ ضمائر مرفوع متصلہ میں سے ہیں، اور یہ تینوں غائب کیلئے آتے ہیں جیسے الزیدان قاما، اور واؤ کی مثال جیسے الزیدون قاموا، اور نون کی مثال جیسے الھندات قمن۔ اور مخاطب کیلئے بھی آتے ہیں جیسے اعلما الف کی مثال ہے، اور واؤ کی مثال جیسے اعلموا۔ اور نون کی مثال جیسے اعلمُن۔

شارح رحمہ اللہ تعالیٰ کا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض:

مصنف علیہ الرحمۃ نے الف واؤنون کے بارے میں کہا ہے کہ یہ غائب کیلئے ہوتے ہیں اور (وغیرہ) یعنی غائب کے علاوہ کے لئے۔ شارح اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے (وغیرہ) کے تحت مخاطب بھی داخل ہے اور متکلم بھی، حالانکہ یہ تینوں متکلم کیلئے بالکل نہیں آتے۔

شارح رحمہ اللہ تعالیٰ کے اعتراض کا جواب:

شارح کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے مثال پیش کرکے شارح کے وہم کو دور کیا ہے کیونکہ (قاما) غائب کی مثال ہے اور (اعلما) مخاطب کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں صرف غائب اور مخاطب کیلئے آتے ہیں اور متکلم نہیں آتے، لہٰذا (وغیرہ) سے متکلم مراد لینا صحیح نہیں۔

وَمِنْ ضَمِيرِ الرَّفْعِ مَا يَسْتَتِرُ
كَافْعَلْ أُوَافِقْ نَغْتَبِطْ إِذْ تَشْكُرُ

ترجمہ:.......مرفوع ضمیر میں بعض وجوبی طور پر مستتر ہوتی ہیں اور جیسے افعل اوافق نغتبط تشکر میں۔ (ان چار صیغوں میں ضمیر وجوبی طور پر مستتر ہے، معنی ان کا یہ ہے کہ آپ کام کرو میں آپ کی موافقت کروں گا جب آپ شکر کروگے تو ہم غبطہ کرینگے، (غبطہ دوسرے کے پاس اچھی چیز کی تمناء اپنے لئے کرنا یعنی رشک کرنا)

ترکیب:

(من ضمیر الرفع) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلّق ہوکر خبر مقدم (مایستتر) موصول صلہ مل کر مبتدا مؤخر۔ (کافعل) ای کقولک افعل الخ (مرّ مثلہ) (افعل) فعل امر (اوافق) جواب امر مبدل منہ نغتبط اذ تشکر بدل۔

(ش) ینقسم الضمیر إلی مستتر وبارز،والمستترإلی واجب الاستاروجائزه،والمرادبوا جب الاستتار:مالایحل محله الظاهر،والمراد بجائز الاستتار:مایحل محله الظاهر.

وذکرالمصنف فی هذاالبیت من المواضع التی یجب فیهاالاستتارأربعة:

الأول:فعل الأمرللواحدالمخاطب کافعل،التقدیرأنت،وهذاالضمیرلایجوزإبرازه؛لأنه لایحل محله الظاهر؛فلاتقول افعل زید،فأما((افعل أنت))فأنت تأکیدللضمیرالمستترفی((افعل))ولیس بفاعل لافعل؛لصحة الاستغناء عنه؛فتقول:افعل؛فإن کان الأمرلواحدةأولاثنین أولجماعة برزالضمیر، نحو: اضربی، واضربا، واضربوا،واضربن.

الثانی:الفعل المضارع الذی فی أوله الهمزة،نحو:((أوافق))والتقدیرأنا،فإن قلت:((أوافق أنا)) کان((أنا))تأکیداللضمیرالمستتر.

الثالث:الفعل المضارع الذی فی أوله النون،نحو:((نغتبط))أی نحنُ.

الرابع:الفعل المضارع الذی فی أوّله التاء لخطاب الواحد،نحو:((تشکر))أی أنت؛فإن کان الخطاب لواحدةأولاثنین أولجماعة برزالضمیر،نحو:أنت تفعلین،وأنتما تفعلان،وأنتم تفعلون،وأنتن تفعلن.

هذاماذکره المصنف من المواضع التی یجب فیهااستتارالضمیر.

ومثال جائزالاستتار:زیدیقوم،أی هو،وهذاالضمیرجائزالاستتار؛لأنه یحل محله الظاهر؛فتقول:زید یقوم أبوه،وکذلک کل فعل أسندإلی غائب أوغائبة،نحوهندتقوم،وماکان بمعناه،نحوزیدٌ قائم، أی هو.

ترجمہ وتشریح:............ضمیر مستتر اور بارز:

ضمیر متصل کی دو قسمیں ہیں مستتر اور بارز (ضمیر بارز سے وہ ظاہر ضمیر مراد ہے جس کیلئے حقیقت میں لفظ کے اعتبار سے صورت ہو جیسے اکرمته میں تاء اور هاء، یا حکما ہو جیسے جاء الذی ضربت یہاں اصل میں جاء الذی ضربته تھا هاء گو لفظا حذف ہے لیکن حکما نہیں اسلئے کہ ضربت صلہ ہے اور صلہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو لوٹے موصول کی طرف۔ گویا ضمیر بارز کی دو قسمیں ہوئیں۔(۱) مذکور (۲) محذوف۔

محذوف اور مستتر میں دو طریقوں سے فرق کیا جاتا ہے اول یہ کہ محذوف پر نطق (تلفظ) ممکن ہوتا ہے اور مستتر پر نہیں۔

دوسرا یہ کہ استتار صرف فاعل کے ساتھ خاص ہے جبکہ حذف اکثر فضلات مفعول بہ وغیرہ میں ہوتا ہے پھر مستتر کی دو قسمیں ہیں (۱) واجب الاستتار (۲) جائز الاستتار۔

واجب الاستتار اس کو کہتے ہیں جس کی جگہ اسم ظاہر نہیں آ سکتا ہو اور جائز الاستتار اس کے برعکس ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں چار صیغے ذکر کر کے ان چار جگہوں کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں ضمیر کا مستتر ہونا واجب ہے۔

۱......پہلی جگہ واحد مذکر مخاطب فعل امر ہے جیسے اِفْعَلْ یہاں تقدیر عبارت افعل انتَ ہے اس ضمیر کو بارز بنانا صحیح نہیں اسلئے کہ اس کی جگہ پر اسم ظاہر نہیں آتا چنانچہ اِفْعل زیدٌ کہنا صحیح نہیں اور افعل انت جو کہا جاتا ہے وہ افعل کی ضمیر مستتر کی تاکید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ زید کے بغیر بھی افعل صحیح ہے۔ ہاں اگر واحدہ مؤنثہ، یا تثنیہ مؤنث یا جمع مذکر و مؤنث کا صیغہ ہو تو پھر ضمیر بارز ہوگی۔ جیسے اِضربی، اضربا، اضربوا، اضربنَ۔

۲......دوسری جگہ واحد متکلم کا صیغہ ہے جیسے اُوَافِقُ یہاں انا اگر کہا بھی جائے تو وہ تاکید ہوگی۔

۳......جمع متکلم جیسے نغتبط / نحن ضمیر اس میں مستتر ہے۔

۴......واحد مذکر مخاطب کا صیغہ جیسے تَشکُرُ ای انت اگر واحد مؤنث مخاطب یا تثنیہ مؤنث مخاطب یا جمع مذکر و مؤنث مخاطب کا صیغہ ہو تو پھر ضمیر بارز ہوگی جیسے انتِ تفعلین انتما تفعلان انتم تفعلون، انتن تفعَلْنَ۔

جائز الاستتار:

جیسے زیدٌ یقومُ ای ھُو، اس ضمیر کو مستتر لانا جائز ہے واجب نہیں اس لئے کہ اس کی جگہ پر اسم ظاہر کو لایا جا سکتا ہے جیسے زید یقوم ابوہ، اس طرح ہر اس فعل میں یہ حکم ہے جس کی اضافت غائب مذکر یا غائبہ مؤنثہ کی طرف ہو جیسے ھندٌ تقومُ یا معنًی غائب ہو جیسے زیدٌ قائمٌ ای ھُو۔

وذُوارتفاعٍ وانفصال انا، ھُو،
وانتَ، والفروعُ لاتَشْتَبِہ.

ترجمہ:......اور ضمیر مرفوع اور منفصل انا ھو انت ہیں اور اس کے فروع مشتبہ نہیں بلکہ واضح ہیں۔

ترکیب:

(ذوارتفاع وانفصال) مضاف مضاف الیہ مبتدا (انا ھو انت) حرف عطف کے حذف کے ساتھ معطوف علیہ معطوف خبر، (الفروع) مبتدا (لاتَشْتَبِہ) فعل با فاعل خبر۔

(ش)تقدّم انّ الضميرينقسم إلى مستتروإلى بارز، وسبق الكلام في المستتر، والبارزينقسم إلى:متصل، ومنفصل؛فالمتّصل يكون مرفوعا،ومنصوبا،ومجرورا،وسبق الكلام في ذلك ،والمنفصل يكون مرفوعا ومنصوبا،ولايكون مجرورا.

وذكرالمصنف في هذاالبيت المرفوع المنفصل،وهواثناعشر:"أنا"للمتكلم وحده،و((نحن)) للمتكلم المشارك أوالمعظّم نفسه،و((أنتَ))للمخاطب،و((أنتِ)) للمخاطبة،و((أنتما))للمخاطبين أو المخاطبتين،و((أنتم))للمخاطبين،و((أنتن)) للمخاطبات،و((هو))للغائب،و((هي))للغائبة،و((هما)) للغائبين أوالغائبتين،و((هم)) للغائبين، و((هن)) للغائبات.

ترجمہ وتشریح:

ضمیر مستتر کی تفصیل ابھی گزر گئی، اور ضمیر بارز کی تفصیل یہ ہے کہ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) متصل (۲) منفصل۔
ضمیر متصل مرفوع منصوب مجرور تینوں ہوتی ہے اور ضمیر منفصل مرفوع منصوب تو ہوتی ہے لیکن مجرور نہیں ہوتی (جیسا کہ نحومیر، ہدایۃ النحو میں ہے)

مصنف نے اس بیت میں انا هو انت (جو کہ اصول ہیں اور باقی صیغے فروع) کے ذریعہ مرفوع منفصل کی طرف اشارہ کیا ہے، واضح رہے کہ انتما صیغہ چونکہ مذکر مؤنث مخاطب اور هما صیغہ تثنیہ مذکر مؤنث غائب میں برابر ہیں اسلئے شارح نے مرفوع منفصل کے بارہ صیغے ذکر کئے ہیں۔ انا واحد متکلم کیلئے نحن جمع متکلم مشترک مع الغیر کیلئے ہے یا جو اپنے نفس کی تعظیم کرنا چاہتا ہو۔ جیسے انانحن نزلناالذکر وانّاله لحافظون .انانحن نرث الارض الخ وغیرہ (انت) واحد مذکر مخاطب (انت) واحد مؤنث غائب (هما) تثنیہ مذکر ومؤنث غائب (هن) جمع مؤنث غائب کیلئے آتا ہے۔

وَذُوانتصابٍ في انفصالٍ جُعِلاَ
ايّايَ، والتفريعُ لَيْسَ مُشْكِلاَ

ترجمہ:......اور ضمیر منصوب متصل ایّای کو بنایا گیا ہے اور اس کے باقی فروع (یعنی ایانا ایاک الخ) مشکل نہیں۔

ترکیب:

(ذو انتصاب) مضاف مضاف الیہ مبتدا (فی انفصال) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر حال ہوا جعل (جو آگے آرہا ہے) کی هو ضمیر سے، (جعل) فعل ماضی مجہول (هو) ضمیر مستتر نائب فاعل مفعول اول ایّای مفعول ثانی، (التفريع) مبتدا (ليس) فعل ناقص هو ضمیر مستتر اس کا اسم (مشکلا) خبر۔

(ش) اشار فى هذاالبيت إلى المنصوب المنفصل، وهو اثناعشر: ((إيَّایَ)) للمتكلم وحده، و ((إيّاک)) للمخاطب و ((ايّاکِ)) للمخاطبة، و ((إيا كما)) للمخاطبين أو المخاطبتين، و ((إيا كم)) للمخاطبين، و ((إيّاكن)) للمخاطبات، و ((إيَّاه)) للغائب، و ((إيَّاهَا)) للغائبة، و ((إياهما)) للغائبين أو الغائبتين، و ((إيَّاهُمْ)) للغائبين، و ((إيّاهن)) للغائبات.

ترجمہ وتشریح:

اس شعر میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے منصوب منفصل کی طرف اشارہ کیا ہے ایّا کما، ایاھما چونکہ مذکر مؤنث میں مشترک ہیں اس لئے شارح نے یہاں بھی بارہ صیغے ذکر کئے ہیں، وضاحت کی وجہ سے یہاں ذکر کرنا تطویل بلا طائل ہے۔

وفی اختیار لایجیئ المنفصل
اذاتَأتّٰی اَنْ یجِیَئ المتّصل

ترجمہ: ...... جہاں ضمیر متصل کا لانا ممکن ہو وہاں ضمیر منفصل اختیاری طور پر نہیں آتی۔

ترکیب:

(فی اختیار) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلّق ہوکر یجیئ کے فاعل سے حال ہے (لایجیئ المنفصل) فعل بافاعل جملہ فعلیہ۔ اذاتاتی فعل (ان یجیئ المنفصل)۔ اَنْ اپنے مدخول سمیت فاعل، فعل فاعل ملکر شرط، جزاء اس کی محذوف ہے ای فلا یجیئ المنفصل

(ش) كل موضع امكن أن يؤتى فيه بالضمير المتصل لايجوز العدول عنه إلى المنفصل، إلافيما سيذكره المصنف؛ فلاتقول فى أكرمتک ((أكرمت إيَّاک)) لأنه يمكن الإتيان بالمتصل؛ فتقول: أكرمتک. فإن لم يكن الإتيان بالمتصل تعين المنفصل، نحو إيَّاکَ أكرمت؛ وقد جاء الضمير فى الشعر منفصلا مع إمكان الإتيان به متصلا، كقوله

۱۵ -بِالبَاعِثِ الوَارِثِ الاموات قَدْضَمِنَتْ
إيَّاهُم الأرض فِيْ دَهْرِالدَّهَارِير

ترجمہ وتشریح:............ ضمیر متصل سے بلاضرورت عدول جائز نہیں:

یہ بات مسلّم ہے کہ جہاں ضمیر متصل کا لانا ممکن ہو وہاں ضمیر منفصل کا لانا صحیح نہیں اس لئے کہ ضمائر اختصار کیلئے وضع ہیں اور یہ بات ضمیر متصل میں ہی پائی جاتی ہے۔ہاں اگر اتصال ممکن نہ ہو بایں طور کہ مقصود حصر یا تخصیص ہو یا اور کوئی وجہ ہو تو پھر منفصل کا لانا متعین ہوگا جیسے ایاک اکرمته، اب یہاں اگر اتصال ہو تو متکلم کا مقصود فوت ہو جائے گا اسی طرح ایاک نعبد ۔(یہاں خاص اللہ کی عبادت کا بندے کہہ رہے ہیں متصل کی صورت میں ''نعبدک'' ہو کر خاص عبادت کے معنی ختم ہو جائینگے) چند جگہیں ایسی ہیں جہاں ضمیر منفصل کو لانا جائز ہے حالانکہ وہاں اتصال بھی ممکن ہے ان کا ذکر آگے آئے گا۔کبھی ضمیر شعر میں منفصل آجاتی ہے باوجود اس کے کہ اس کا اتصال ممکن ہوتا ہے جیسے شاعر کا یہ قول

۱۵-بالباعث الوارث الاموات قد ضمنت

ایاهم الارض فی دهر الدّهاریر

ترجمہ:......قسم ہے اس ذات کی جو مردوں کو اٹھانے والی اور ان کی وارث ہے اس حال میں کہ زمین ان پر مشتمل ہے گزرے زمانہ میں۔

تشریح المفردات:

(بالباعث) متعلق ہے حلفتُ فعل محذوف کے ساتھ (الباعث) مردوں کو اٹھانے والا' یعنی اللہ جل جلالہ (الوارث) ہر چیز کا وارث' جس کی طرف ہر چیز لوٹتی ہے۔(الاموات) مجرور ہے الباعث کی اضافت کی وجہ سے (ضمنت) بمعنی تضمنت مشتمل ہونا، کفیل بننا، (دهر الدهارير) اس کا واحد نہیں، زمانہ گذشتہ کی ابتداء، مصیبتیں' زمانہ کے حوادث، کہا جاتا ہے دھور دھاریر طویل زمانے، زمانہ قدیم کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کان ذالک فی دھر الدّھاریر یہ زمانہ قدیم میں تھا۔

ترکیب:

(بالباعث الوارث الاموات) جار مجرور حلفتُ فعل محذوف کے ساتھ متعلق (ضمنت) فعل (الارض) فاعل، (ایاھم) مفعول بہ مقدم (فی دھر الدھاریر) جار مجرور متعلق ہوا ضمنت کے ساتھ۔

محلِّ استشہاد:

(ضمنت ایّاهم الارض) محلِّ استشہاد ہے یہاں ضمیر متصل سے ضمیر منفصل کی طرف عدول کیا گیا ہے اور یہ شعر کے ساتھ خاص ہے اصل میں ضمنتهم الارض ہونا چاہیے تھا۔

وَصِلُ اوافْصِلُ هاءَ سلنيه وما
اَشْبَهَه فِی کُنتُه الخُلفُ انتمیٰ
کذاک خلتنیه واتصالاً
اَختَارُ وغیری اِختَار الانفصَالاَ

ترجمہ:...... سَلْنیه اور اس کے مشابہ میں اتصال کرو یا انفصال' اور کنتُه میں اختلاف منسوب ہے اسی طرح خلتنیه میں بھی ہے میں تو اس میں اتصال کو پسند کرتا ہوں جبکہ میرے علاوہ دیگر حضرات نے انفصال کو پسند کیا ہے۔

ترکیب:

(صل) فعل امر (انت) ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل' فعل با فاعل معطوف علیہ (اَوْ) حرف عطف (افصل) فعل با فاعل معطوف (هاء) مضاف (سلنيه) باعتبار لفظ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر معطوف علیہ (واو) حرف عطف (ما) موصولہ (اشبه) فعل ماضی هو ضمیر مستتر ہے جو راجع ہے لفظ ما کی طرف اس کیلئے فاعل (ہ) ضمیر مفعول بہ فعل با فاعل ومفعول بہ معطوف، معطوف علیہ معطوف ملکر مفعولبہ (صل اور افصل دونوں فعلوں نے اس میں تنازع کیا ہے) (فی) جار (کنته) باعتبار لفظ جار مجرور ملکر بعد والے فعل انتمیٰ کے ساتھ متعلق ہوا (الخلف) مبتدا (انتمیٰ) فعل با فاعل خبر ہوا مبتدا کا۔ (کذاک) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر مقدم (خلتنيه) باعتبار لفظ مبتدا مؤخر۔ (اتصالا) مفعول بہ مقدم (اختار) فعل با فاعل کیلئے (غیری) مضاف مضاف الیہ مبتدا (اختار) فعل با فاعل (الانفصالا) مفعول بہ' فعل با فاعل ومفعول بہ خبر۔

(ش) أشار فی هذين البيتين إلى المواضع التی يجوز أن يؤتى فيها بالضمير منفصلا مع إمكان ان يؤتى به متصلا.

فأشار بقوله: ((سلنيه)) إلى مايتعدّى إلى مفعولين الثانی منهما ليس خبرا فی الأصل ،وهما

ضميران،نحو:((الدرهم سلنيه))فيجوز لك في هاء((سلنيه))الاتصال نحو:سلنيه،والانفصال نحو:سلني إيّاه،وكذلك كل فعل أشبهه،نحو:الدرهم أعطيتكه،وأعطيتك إياه.

وظاهر كلام المصنف أنه يجوز في هذه المسألة الانفصال والاتصال على السواء،وهو ظاهر كلام أكثر النحويين،وظاهر كلام سيبويه أن الاتصال فيها واجب،وأن الانفصال مخصوص بالشعر.

وأشار بقوله:((في كنته الخلف انتمىٰ))إلى أنه إذا كان خبر((كان))وأخواتها ضميرا، فإنه يجوز اتصاله وانفصاله،واختلف في المختار منهما؛فاختار المصنف الاتصال، نحو: كنته، واختار سيبويه الانفصال،نحو: كنت إياه،(تقول؛الصديق كنته،وكنت إياه).

وكذلك المختار عندالمصنف الاتصال في نحو:((خلتنيه))وهو: كل فعل تعدى إلى مفعولين الثاني منهما خبر في الأصل،وهما ضميران،ومذهب سيبويه أن المختار في هذا أيضا الانفصال،نحو:خلتني إيّاه،ومذهب سيبويه أرجح؛لأنه هو الكثير في لسان العرب على ماحكاه سيبويه عنهم وهو المشافه لهم،قال الشاعر:

١٦ - إذاقَالَتْ حَذَامِ فَصَدِّقُوهَا
فَإنّ القَولَ مَاقَالَتْ حَذَامِ

ترجمہ وتشریح:............وہ جگہیں جہاں ضمیر منفصل لانا بھی جائز ہے:

مصنف علیہ الرحمۃ نے ان دونوں اشعار میں ان جگہوں کی طرف اختصاراً اشارہ کیا ہے جہاں ضمیر متصل کا لانا ممکن ہو پھر بھی منفصل لائی جاتی ہے۔

۱...... چنانچہ پہلی جگہ کی طرف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے "سلنیہ" کہکر اشارہ کیا ہے۔

شارح مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (سلنیہ) سے مراد ہر وہ فعل ہے جو دومفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہو اور دوسرا مفعول اصل کے اعتبار سے خبر نہ ہو۔

(واضح رہے کہ بعض افعال ایسے ہیں جو متعدی بدومفعول ہوتے ہیں لیکن وہ دونوں مفعول حقیقت کے اعتبار سے مبتدا خبر ہوتے ہیں مثلاً علمتُ زیداً قائماً اب یہاں زیداً مفعول اول ہے اور قائماً مفعول ثانی ہے جو کہ حقیقت

کے اعتبار سے مبتدا خبر ہیں چنانچہ زید قائم کہا جاتا ہے۔اسی طرح خلت (میں نے خیال کیا) بھی ہے خلت زیدا عالما اب یہاں (زیدا) مفعول اوّل ہے (عالما) مفعول ثانی جو کہ حقیقت کے اعتبار سے مبتدا خبر تھے چنانچہ زید عالم کہا جاتا ہے،

اور بعض افعال ایسے بھی ہیں جو دو مفعولوں کو تو چاہتے ہیں لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ دو مفعول مبتدا خبر نہیں ہوتے جیسے الدرھم سلنیہ کی مثال ہے اب یہاں (سل) فعل ہے (ی) ضمیر مفعول اول ہے اور ھاء مفعول ثانی، لیکن دو مفعول حقیقۃً مبتدا خبر نہیں ہیں ورنہ ترجمہ میں مبتدا خبر کا معنیٰ یوں ہوگا میں درہم ہوں اور یہ غلط ہے۔

۲...... (الدرھم سلنیہ) میں ضمیر کا اتصال بھی جائز ہے جیسے (سلنیہ) اور انفصال بھی جائز ہے جیسے سلنی ایّاہ اور اسی طرح جو فعل سلنیہ کے مشابہ ہے اس میں بھی اتصال جائز ہے جیسے الدرھم اعطیتُکہ اور انفصال جیسے اعطیتک ایاہ۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک:

شارح فرماتے ہیں کہ کلام کے ظاہر سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلنیہ میں اتصال اور انفصال دونوں جائز ہیں۔

سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک: سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ اتصال واجب ہے اور انفصال شعر کے ساتھ مخصوص ہے۔

دوسری جگہ:...... کنتہ الخلف انتمیٰ سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں پر اتصال بھی جائز ہے اور انفصال بھی۔اور اس سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں کان اور اس کے اخوات کی خبر ضمیر واقع ہے جیسے کنتہ (یہاں کنت میں کون افعال ناقصہ میں سے ہے اور ت ضمیر بارز اس کیلئے اسم ہے اور (ہ) ضمیر کان کی خبر اتصال کی مثال ہے اور کنتُ ایّاہ انفصال کی مثال ہے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مختار مسلک: مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کنتہ میں بہتر اتصال ہے۔

سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مختار مسلک: امام سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کنتہ میں انفصال مختار ہے چنانچہ کنت ایّاہ کہا جائے گا۔

تیسری جگہ: خلتنیہ ان جگہوں میں تیسری جگہ ہے جہاں اتصال بھی جائز ہے اور انفصال بھی اور اس سے مراد ہر وہ فعل ہے جو دو مفعولوں کی طرف متعدّی ہو اور دوسرا مفعول اصل میں خبر ہو اور وہ دونوں مفعول ضمیریں ہوں۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختار مسلک: مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہاں اتصال مختار ہے جیسے: خلتنیہ۔

سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک: سیبویہ رحمہ اللہ کے ہاں یہاں انفصال مختار ہے جیسے خلتنی ایّاہ۔

شارح رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے:

شارح رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ اس میں سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک راجح ہے اسلئے کہ لسان عرب میں یہ کثیر ہے اور سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حکایت کی ہے اور وہی ان کے روبرو گفتگو کرنے والا ہے لہٰذا ان کی بات ہی معتد بہ ہے۔
جس طرح شاعر نے کہا ہے۔

إِذَا قَالَتْ حَذَامِ فَصَدِّقُوهَا
فَإِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَتْ حَذَامِ

ترجمہ:...... جب حذام نامی عورت کوئی بات کہے تو اس کی تصدیق کرو۔ اسلئے کہ بات وہی ہے جو حذام نے کہی (واضح رہے کہ بعد میں شاعر کا یہ شعر ہر اس آدمی کے حق میں کہا جانے لگا جسکی بات پر اعتماد کیا جاتا ہو)

تشریح المفردات: (حذام) ایک عورت کا نام ہے جس کا لقب زرقاء الیمامۃ تھا اور جو تیزی نظر میں ضرب المثل تھی، اور جو بھی بات کہتی صحیح ہوتی۔

شعر ذکر کرنے سے شارح رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطلب:

شارح رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ جیسے شاعر نے حذام نامی عورت کے بارے میں کہا ہے کہ حذام جو بھی بات کرے اس کی تصدیق کرنی چاہیے کیونکہ اسی کی بات معتبر ہے اسی طرح سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ چونکہ اس مسئلہ میں عرب سے حاکی (حکایت کرنے والا) ہے اسلئے اس کی بات ہی معتبر ہے شرح ابن عقیل کے محشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شارح رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس مسلک پر رد کیا ہے فمن اراد التفصیل فلیطالع ثمّہ

وقدّم الاخصّ فی اتّصال
وَقدّمَن ماشئتَ فی انفصال

ترجمہ:...... ضمیر متصل میں آپ خاص کو مقدم کریں، اور منفصل میں مقدم کریں جس کو آپ چاہیں۔

ترکیب:

(قدّم) فعل امر بافاعل (الاخص) مفعول بہ (فی اتصال) جار مجرور متعلق ہوا قدّم کے ساتھ۔
(قدّمن) فعل بافاعل (ما) موصولہ (شئت) فعل بافاعل صلہ، موصول صلہ مفعول بہ (فی انفصال) متعلق ہوا فیا انفصال کے ساتھ۔

(ش) ضمیر المتکلم اخصّ من ضمیر المخاطب، وضمیر المخاطب أخص من ضمیر الغائب؛ فإن اجتمع ضمیران منصوبان أحدهما أخصّ من الآخر، فإن کانامتصلین وجب تقدیم الأخص منهما؛ فتقول: الدرهم أعطیتکه وأعطیتنیه، بتقدیم الکاف والیاء علی الهاء؛ لإنها أخص من الهاء؛ لأن الکاف للمخاطب، والیاء للمتکلم، والهاء للغائب ولایجوز تقدیم الغائب مع الاتصال؛ فلا تقول: أعطیتهوک، ولاأعطیتهونی، وأجازه قوم، ومنه ماروراه ابن الأثیر فی غریب الحدیث من قول عثمان رضی اللّٰه عنه: أراهمنی الباطل شیطانًا" فإن فصل أحدهماکنت بالخیار؛ فإن شئت قدمت الأخص، فقلت الدرهم أعطیتک إیاه، واعطیتنی إیاه، وان شئت قدّمت غیر الأخص، فقلت: أعطیته إیاک، وأعطیته إیای، وإلیه اشار بقوله: ((وقد من ماشئت فی انفصال)) وهذاالذی ذکره لیس علی إطلاقه، بل إنمایجوز تقدیم غیر الاخص فی الانفصال عندامن اللبس، فإن خیف لبس لم یجز؛ فإن قلت: زیدأعطیتک إیاه، لَمْ یَجُزْ تقدیم الغائب، فلا تقول: زیدأعطیته إیاک؛ لأنه لایعلم هل زیدمآخوذأو آخذ.

ترجمہ وتشریح:

مصنف نے چونکہ متن میں اخــــص ضمیر کا ذکر کیا ہے اسلئے شارح اخص ضمیر کی وضاحت کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ متکلم کی ضمیر مخاطب کی ضمیر سے خاص ہے اور مخاطب کی ضمیر غائب کی ضمیر سے خاص ہے لہٰذا جب دو منصوب ضمیریں جمع ہو جائیں اور ایک دوسری سے خاص ہو اور دونوں متصل ہوں تو خاص ضمیر کو مقدم کیا جائے گا لہٰذا ''الـدرهـم اعـطیتکه'' میں کاف ضمیر کو (ہ) ضمیر پر مقدم کیا جائے گا اور اعـطیتنیه میں یاء کو ھاء پر مقدم کیا جائے گا اسلئے کہ پہلی مثال میں کاف اور دوسری میں یاء ضمیر خاص ہے اسلئے غائب کی ضمیر پر اس کو مقدم کیا گیا۔

اور غائب کی تقدیم متصل میں ناجائز ہے لہٰذا اعـطیتهوک' اعطیتهونی (غائب کی تقدیم کے ساتھ) ناجائز ہے اگرچہ بعض حضرات نے اس کو جائز کہا ہے۔

اوراسی پرحضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہے جو ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے غریب الحدیث میں نقل کیا ہے
۔"اراھُمنی البَاطِلُ شیطَانًا" النھایۃ فی غریب الحدیث والاثرص ۷۷ اوص ۷۸ ا ج ۲"
ھُمْ مفعول اول ی ضمیر متکلم مفعول ثانی الباطل فاعل شیطانا مفعول ثالث۔
(بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ باطل نے ان کو دکھلایا کہ میں شیطان ہوں، العیاذ باللہ)
یہاں غائب کی ضمیر غیر اخص ہونے کے باوجود مقدم ہے۔
اوراگر فاصلہ ہوتو پھر آپ کو اختیار ہے اخص کو مقدم بھی کرسکتے ہیں پس آپ کہینگے "الدرھم اعطیتک ایاہ، اعطیتنی ایّاہ" اور غیر اخص کو بھی مقدم کرسکتے ہیں چنانچہ آپ کہینگے اعطیتہ ایاک اعطیتہ ایّای، قدّمن ماشئت فی انفصال میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔
شارح فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ نے انفصال کی صورت میں تقدیم کا جو اختیار دیا ہے یہ مطلقا نہیں ہے بلکہ غیر اخص کی تقدیم اس وقت جائز ہے جب التباس کا خطرہ نہ ہو اگر التباس کا خطرہ ہوتو پھر جائز نہیں لہٰذا اعطیتک ایاہ میں غائب کو مقدم کرکے زیدا عطیتہ ایاک نہیں پڑھ سکتے اسلئے کہ یہ پتہ نہیں چلے گا کہ زید ماٗخوذ ہے یا آخذ واضح رہے کہ التباس اس صورت میں آتا ہے جب دونوں مفعولوں میں سے ہر ایک کے اندر (معنیً) فاعل ہونے کی صلاحیت ہو جیسے زیدا اعطیتہ ایاک یہاں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زید آخذ ہو اور مخاطب ماخوذ ہو یا زید ماخوذ ہو اور مخاطب آخذ ہو اور معنی کے اعتبار سے جو فاعل ہوتا ہے یعنی آخذ وہ پہلے ہوتا ہے تو اگر اس کے علاوہ کسی اور کو مقدم کیا جائے تو متبادر الی الذھن یہی ہوگا کہ آخذ ہے تو التباس ہوجائے گا۔ واللہ اعلم۔

وفــی اتّــحَــادِ الــرتبۃ الــزم فــصــلا
وقــدیُبِیْــحُ الــغَیْــبُ فیــہِ وَصْلاً

ترجمہ:......اور مرتبہ ایک ہوتے وقت ایک ضمیر میں فصل لازمی لاؤ اور کبھی غائب ہونا اس میں وصل کو جائز کردیتا ہے۔

ترکیب:

(فی) جار (اتحاد الرتبۃ) مضاف مضاف الیہ مجرور، جار مجرور متعلق ہوا الزم کے ساتھ (الزم) فعل امر بافاعل (فصلا) مفعول بہ (قد) حرف تقلیل (یبیح الغیب) فعل بافاعل (وصلا) مفعول بہ۔

(ش) اذااجتمع ضمیران، وکانامنصوبین، واتحدافی الرتبۃ –کأن یکونوا المتکلمین، أو مخاطبین، أوغائبین– فإنہ یلزم الفصل فی أحدھما، فتقول: أعطیتنی إیّای، وأعطیتک إیّاک، وأعطیتہ إیّاہ، ولایجوز

اتصال الضميرين،فلا تقول:أعطيتنيني،ولاأعطيتهوه؛نعم إن كاناغائبين واختلف لفظهما فقد يتصلان، نحو: الزيدان الدرهم أعطيتهماه،وإليه أشاربقوله في الكافية:

مع اختلاف ماونحوضمنت

اياهم الارض الضرورة اقتضت

وربماأثبت هذاالبيت في بعض نسخ الألفية؛وليس منها،وأشار بقوله:"ونحو:ضمنت-إلى آخر البيت)) إلى إن الإتيان بالضميرمنفصلافي موضع يجب فيه اتصاله ضرورة، كقوله:

بالباعث الوارث الاموات قد ضمنت

اياهم الارض في دهرِ الدّهارير

وقد تقدم ذكرذلك.

ترجمہ وتشریح:

جب دوضمیریں جمع ہوں اور دونوں منصوب کی ضمیریں ہوں اوران کا مرتبہ بھی ایک ہو بایں طور کہ یا تو دونوں متکلم کیلئے ہو یا دونوں مخاطب کیلئے ہوں یا دونوں غائب کیلئے ہوں اس صورت میں ایک میں انفصال لازمی ہے۔
(واضح ہو کہ دو متکلم دو مخاطب دو غائب باعتبار اصل کے مراد ہے یعنی اصل میں وہ دو متکلم ہوں الخ دو متکلم کی مثال جیسے "اعطیتنی ایّای"۔ یہاں پہلی یاء بھی متکلم کی ضمیر ہے جو متصل ہے اور دوسری ضمیر بھی متکلم کی یاء ہے اس لئے اس کو منفصل ایّای کے ساتھ ذکر کیا۔

اسی طرح مخاطب کی مثال "اعطیتک ایاک" ہے اور غائب کی مثال "اعطیتک ایاہ" ہے۔ایک صورت اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ دونوں ضمیریں غائب کی ہوں اوران کے الفاظ ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو کبھی ان کا اتصال جائز ہے، مصنف رحمہ اللہ نے کافیہ میں اس قول کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔(بعض حضرات کی تحقیق ہے کہ یہ شعر کافیہ میں بھی نہیں ہے بلکہ یہ شافیہ کا شعر ہے اور کافیہ کا شعر یہ ہے۔

ولاضطرارسَوّغوافِیْ ضَمِنَتْ

ایَّاھُم الارضُ فَحَقِّقْ مَاثَبَتْ

مع اختلاف ماوَنحوضمنت

اياهم الارض الضرورة اقتضت

یعنی غائب میں وصل جائز ہے جب اختلاف لفظاً ہو۔

شارح فرماتے ہیں کہ الفیہ کے بعض نسخوں میں یہ شعر وفی اتحاد الرتبة کے بعد لکھا گیا لیکن یہ شعر الفیہ کا نہیں ہے۔اور نحو ضمنت ایاھم الارض الخ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جہاں ضمیر متصل کا لانا واجب ہے وہاں ضمیر منفصل کا لانا ضرورۃً ہوتا ہے۔جیسے:

بالباعث الوارث الاموات قد ضمنت
ایّاھُمُ الارضُ فِی دَھْرِ الدّھاریر

یہاں ضرورت شعری کی وجہ سے ضمنتھم متصل کی جگہ ایاھم منفصل ضمیر آئی ہے،اس شعر کی پوری تفصیل پہلے گذر چکی۔

وَقَبْلَ یاالنَّفْسِ مَعَ الفِعلِ اُلتُزم
نُونُ وِقَایَۃٍوَلَیْسِی قَدْ نُظِم

ترجمہ:......وہ یاء متکلم جو فعل کے ساتھ آجائے اس سے پہلے لازم کیا گیا نون وقایہ کو اور کبھی لیسی بغیر نون کے بھی شعر میں آیا ہے۔

ترکیب:

(قبل) مضاف (یاالنفس) باعتبار لفظ مضاف الیہ ظرف زمان متعلق ہوا التزم کے ساتھ (التزم) فعل ماضی مجہول (نون وقایة) مضاف مضاف الیہ نائب فاعل (مع الفعل) مضاف مضاف الیہ حال ہے یاالنفس سے (لیسی) باعتبار لفظ مبتدا (قد) حرف تحقیق (نظم) فعل مجہول با نائب فاعل خبر۔

(ش)اذااتصل بالفعل یاء المتکلم لحقته لزومانون تسمی نون الوقایة ،وسمیت بذلک لأنهاتقی الفعل من الکسر،وذلک نحو:((أکرمنی،ویکرمنی، وأکرمنی))وقدجاء حذفهامع ((لَیْسَ)) شذوذا، کما قال الشاعر:

۱۷-عَدَدْتُ قَوْمِی کَعَدِیدِ الطَّیْسِ
إذذَھَبَ القَوْمُ الکِرَامُ لَیْسِی

واختلف فی أفعل فی التعجب:هل تلزمه نون الوقایةأم لا؟فتقول:ماأفقرنی إلی عفو اللّٰه، وماأفقری إلی عفو اللّٰه،عندمن لایلتزمهافیه،والصحیح أنهاتلزم .

ترجمہ وتشریح:............نون وقایہ اور اس کی وجہ تسمیہ:

جب فعل صحیح کے ساتھ یاءِ متکلم آجائے تو اس صورت میں فعل کے ساتھ لازمی طور پر نون کا لانا ضروری ہوتا ہے اور اس کو نون وقایہ کہا جاتا ہے وقایہ کا معنی بچانا ہے اسلئے اس کا نام نون وقایہ رکھا گیا کہ یہ فعل کو کسرہ سے بچاتا ہے ورنہ اگر یہ نون نہ ہوتا تو فعل پر کسرہ آجاتا جو کہ ناجائز ہے جیسے اکرمنی، یکرمنی، اکرمنی۔

ہاں کبھی اشعار میں ضرورت شعری کی بناء پر لیس (فعل ناقص) کے ساتھ نون وقایہ حذف کردیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

عَــدُدْتُ قَــوْمِــي كَــعَـدِيـدِ الـطَّيْـ

إذْذَهَـــبَ الـــقَـــوْمُ الـكِــرَامُ لَيْسِـــيْ

ترجمہ:...... میں نے اپنی قوم کو گنا تو میں نے ان کو زیادہ ریت کی طرح پایا جب میرے علاوہ میری معزز قوم چلی گئی۔ (شاعر اپنی قوم پر فخر کرکے قوم کے شریف لوگوں کے انتقال پر افسوس کررہا ہے اور قوم کے موجود لوگوں پر افسوس کرتا ہے کہ وہ تعداد میں ریت کی طرح ہیں لیکن کام کے نہیں، شاعر صرف اپنے آپ کو ان سے مستثنیٰ کررہا ہے کہ میں صرف معزز باقی رہا، باقی معزز ختم ہوگئے۔)

تشریح المفردات:

(عددت) نَصَرَ سے واحد متکلم کا صیغہ ہے (احَصُیتُ) گننے کے معنی میں ہے (عدید) عدد کی طرح ہے۔ (الطیس) زیادہ ریت کو کہتے ہیں (القوم) میں الف لام عہد خارجی ہے وہی قوم مراد ہے جس کا ذکر پہلے ہوا یعنی شاعر کا قوم۔

ترکیب:

(عددت) فعل فاعل (قومی) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ (کعدید الطیس) جار مجرور متعلق ہوا محذوف کے ساتھ جو کہ وجدتھم ہے ای وجدتھم کثیرین کعدیدالطیس (اذ) ظرف زمان (ذھب) فعل (القوم الکرام) موصوف صفت فاعل (لیس) فعل ہے افعال ناقصہ میں سے، اس کا اسم مستتر ہے اور (ی) مبنی علی السکون محل نصب میں (لیس) کیلئے خبر ہے۔

محل استشہاد:

محلِ استشہاد یہاں (لیسی) ہے لیس فعل ناقص ہے یہاں نون وقایہ ہونا چاہیئے تھا لیکن ضرورت شعری کی وجہ سے اس کو حذف کیا ہے۔

فعل تعجب کے ساتھ نون وقایہ:

فعل تعجب کے ساتھ نون وقایہ آتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے کوفیین کہتے ہیں کہ نون وقایہ فعل کو کسرہ سے بچانے کیلئے آتا ہے اور صیغہ تعجب اسم ہے لہٰذا تعجب میں نون وقایہ کا لانا صحیح نہیں لہٰذا ماافقری الی عفو اللّٰہ کہا جائیگا۔

۲......بصریین کہتے ہیں کہ صیغہ تعجب فعل ہے لہٰذا فعل کو کسرہ سے بچانے کیلئے نون وقایہ لانا ضروری ہے تو ماافقرنی الی عفو اللّٰہ کہا جائے گا بصریین کا قول صحیح ہے۔

وَلَيْتَنِي فَشَا وَلَيْتِي نَدَرا
وَمَعَ لَعَلَّ اعْكِسْ وَكُنْ مُخَيَّرا
فِي الباقياتِ واضطرارًا خفَّفا
مِنِّي وعَنِّي بَعضُ مَن قَدْ سَلَفَا

ترجمہ:......لیتنی (نون کے ساتھ) ظاہر ہے اور لَیْتی (بغیر نون کے) نادر ہے اور لعلّ کو اس کے برعکس کرو اور اختیار والے ہو جاؤ باقیوں میں، اور مجبوری کی وجہ سے مخفف بنایا ہے منّی اور عنّی کو بعض ان حضرات نے جو گزرے ہیں۔

ترکیب:

(لیتنی) باعتبار لفظ مبتدا (فشا) فعل با فاعل خبر (لیتی ندرا) بھی اسی طرح ہے، (مع لعل) مضاف مضاف الیہ ظرف متعلّق ہوا (اعکس) کے ساتھ (کن) فعل ناقص اس میں انت ضمیر مستتر اس کیلئے اسم (مخیرا) خبر (فی الباقیات) اس کے ساتھ متعلّق (اضطرارا) مفعول لہ ہے خفف کیلئے (خفف) فعل ماضی (منی وعنی) معطوف علیہ معطوف ملکر مفعول بہ مقدّم (بعض) مضاف (من) موصولہ (قدسلف) فعل با فاعل صلہ، موصول صلہ ملکر فاعل ہوا فعل فاعل ملکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل ہوا خفف کیلئے۔

(ش) ذكر في هذين البيتين حكم نون الوقاية مع الحروف؛ فذكر ((ليت)) وأن نون الوقاية لاتحذف منها، إلا ندورا، كقوله:

١٨- كمنية جابر إذ قال: ليتي
أصادفه وأتلف جل مالي

والكثير في لسان العرب ثبوتها، وبه ورد القرآن، قال اللّٰه تعالىٰ: (ياليتني كنت معهم)

وأما((لعل))فذكر أنها بعكس ليت؛فالفصيح تجريدها من النون كقوله تعالى–حكاية عن فرعون –(لعلّي أبلغ الأسباب)ويقل ثبوت النون، كقول الشاعر:

١٩ –فَقلتُ:أعِيرانِي القَدُوم؛ لَعلّني
أخُطُّ بها قبرًا لأبيضَ ماجد

ثم ذكر أنك بالخيار في الباقيات، أي:في باقي أخوات ليت ولعلَّ–وهي :إن وأن ،وكأن ،ولكن–فتقول :إنّي وإنّني،وأنّي وأنّني،وكأنّي وكأنّني،ولكنّي ولكنّني،

ثم ذكر أن ((من،وعن))تلزمهما نون الوقاية؛فتقول:منّي وعنّي–بالتشديد–ومنهم من يحذف النون؛فيقول:مني وعني–بالتخفيف–وهو شاذ،قال الشاعر:

٢٠ –أيُّها السَّائِلُ عَنهُم وعَنِي
لَستُ مِنْ قَيْسَ وَلاقيسُ مِنِي

ترجمہ وتشریح:...........حروف کے ساتھ نون وقایہ کا حکم:

چونکہ بعض حروف فعل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں تو اس مشابہت کی وجہ سے ان کے ساتھ بھی کبھی نون وقایہ آتا ہے۔

لیتَ کے ساتھ نون وقایہ کا حکم:

(لیت) حرف ہے حروف مشبہ بالفعل سے، یہ فعل کے ساتھ معنیً بھی مشابہ ہے (اسلئے کہ لیت تمنّیت کے معنٰی میں ہے)اور عملاً بھی اور جب فعل کے ساتھ مشابہت ہوگئی تو اس کے ساتھ بھی فعل کی طرح نون وقایہ آئے گا، اور نون وقایہ لیت سے حذف نہیں ہوگا مگر نادر طور پر جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

كَمُنيةِ جابر اذقال ليتي
أُصادِفُه وأُتلِفُ جُلَّ مالِيْ

ترجمہ:...... جابر کی تمنا کی طرح (مزید نے تمنا کی) جب اس نے کہا کاش، میں اس (زید شاعر) کو پالوں اور اپنا سارا مال فنا کردوں (یعنی اس کے خلاف)

تشریح المفردات:

(منیۃ) اس چیز کو کہتے ہیں جس کی تمنا کی جائے (جابر) غطفان قبیلے کے ایک آدمی کا نام ہے (اصادفہ) باب مفاعلہ سے واحد متکلم کا صیغہ ہے' پانے کے معنیٰ میں ہے (اتلف) باب افعال سے واحد متکلم کا صیغہ ہے ہلاک کرنا، برباد کرنا، فنا کرنا، (جلّ) جلّ الشيء ای معظمہ کسی چیز کا بڑا حصہ۔

ترکیب:

(کمنیۃ جابر) جار مجرور متعلق ہوا اتمنّٰی محذوف کے ساتھ (اذ) ظرف زمان کے لئے ہے (قال) فعل بافاعل (لیتی) لیت حرف ہے حروف مشبہ بالفعل سے (ی) اس کیلئے اسم ہے (اصادفہ) فعل بافاعل ومفعول معطوف علیہ (واو) حرف عطف (اتلف) فعل بافاعل (جلّ مالی) مضاف مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ' فعل فاعل مفعول جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اور معطوف ملکر خبر ہوئی لَیْتَ کیلئے لیت اپنے اسم اور خبر سے مقولہ ہوا قول کا۔

شعر کا شان ورود:

یہ شعر حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ہے چونکہ وہ گھوڑا سواری میں ماہر تھے اس وجہ سے ان کو جاہلیت کے زمانہ میں زید الخیل کہا جاتا تھا، نبی اکرم ﷺ نے ان کا نام زید الخیر رکھا، جابر نامی آدمی نے تمنا کی تھی کہ میں زید سے ملوں اور اس کو ماروں تو جب وہ آپ کے سامنے آیا تو آپ اس پر غالب آ گئے، پھر مزید نامی آدمی نے بھی اس طرح کی تمنا کی اور اس کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا تو زید رضی اللہ عنہ نے چند اشعار کہے جن میں ایک یہ بھی ہے۔

محل استشہاد:

محل استشہاد (لیتی) ہے یہاں لیت سے نون وقایہ کو حذف کیا گیا ہے جو کہ نادر ہے۔ اور لسان عرب میں لیت کے ساتھ نون وقایہ اکثر ہوتا ہے جیسے یالیتنی کنت معھم۔

لعلَّ کے ساتھ نون وقایہ کا حکم:

لعلَّ کی مشابہت بھی فعل کے ساتھ معنیٰ ہے (کیونکہ لعلَّ ترجّیتُ کے معنیٰ میں ہے) لیکن فعل کے ساتھ اس کی مشابہت میں دو معارض ہیں۔ ایک یہ کہ بعض جگہوں میں لعلَّ جر دیتا ہے (جیسے لعلَّ زیدٍ قائمٌ) جیسا کہ ہدایۃ النحو میں ہے وشذّ الجرّبھا (اس کے ذریعے جر دینا شاذ ہے) دوم: یہ کہ لعلَّ کے اندر اور بھی لغات ہیں مثلاً علَّ، عنَّ، انَّ،

لانّ، لعنّ، آخری لغت لعنّ میں جب اس کے ساتھ نون وقایہ آ جائے تو توالی الامثال (ایک ساتھ ایک جیسی کئی چیزیں پے در پے آ جانا) لازم آتا ہے جو کہ ناپسندیدہ ہے، لہٰذا فعل کے ساتھ مشابہت کم ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ نون وقایہ کا آنا نادر ہوگا۔ اسی وجہ سے شارح فرمارہے ہیں کہ لعلّ نون وقایہ کے حکم کے اعتبار سے لیت کے بالکل برعکس ہے توضیح یہ ہے کہ لعلّ نون وقایہ سے خالی ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بات کو نقل کر کے فرمایا:

لعلّی ابلغ الاسباب

اور نون کا ثابت رہنا کم ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔

فقلت اعیرَانِی القدوم لعلنی
اخطّ بهَا قبْرًا الابیضَ مَاجد

ترجمہ:......پس میں نے کہا تم دونوں مجھے کلہاڑی دیدو تا کہ میں چھیلوں اس کے ذریعہ سے میان، سفید چمکدار تلوار کیلئے۔

تشریح المفردات:

(اعیرا) باب افعال سے تثنیہ مذکر امر حاضر کا صیغہ ہے، عاریة سے ہے، عاریة کہتے ہیں کسی کو کوئی چیز صرف نفع حاصل کرنے کیلئے استعمال کے طور پر دینا (القدوم) کلہاڑا، مؤنث ہے، (خط) چھیلنے کو کہتے ہیں (بها) میں ها ضمیر قدوم کی طرف راجع ہے (قبر) سے یہاں میان مراد ہے جس طرح قبر میں انسان کو محفوظ رکھا جاتا ہے اسی طرح نیام میں تلوار کو حفاظت کی غرض سے رکھا جاتا ہے۔ (ابیض، ماجد) تلوار کی صفتیں ہیں سفید اور چمکدار یا (ماجد) سے مراد عظیم ہے۔

ترکیب:

(قلت) فعل فاعل (اعیرا) فعل الف ضمیر بارز اس کے لئے فاعل (ن) وقایہ (ی) ضمیر متکلم مفعول بہ اول (القدوم) مفعول ثانی، (لعلّ) حرف ہے حروف مشبّہ بالفعل سے (ن) وقایہ (ی) لعلّ کا اسم (اخط) فعل فاعل (بها) جار مجرور متعلّق ہوا (اخطّ کے ساتھ (قبرا) مفعول (لام) جار (ابیض ماجد) موصوف صفت مل کر خبر ہوا لعلّ کے لئے۔

محلِ استشہاد:

اس شعر میں محلِ استشہاد (لعلّنی) ہے یہاں لعلّ کے ساتھ نون وقایہ آیا ہے جو کہ کم ہے۔

لیتَ، لعلَّ کے علاوہ باقی اخوات کے ساتھ نون وقایہ کا حکم:

لیت اور لعلّ کے علاوہ دیگر اخوات کی اگرچہ فعل کے ساتھ مشابہت ہے لیکن توالی الامثال لازم آنے کی وجہ سے مشابہت میں کمزوری آجاتی ہے اسلئے مصنف علیہ الرحمۃ نے ان کے ساتھ نون وقایہ لگانے یا نہ لگانے کا اختیار دیا، انّی کانّی لکنّی بغیر نون وقایہ کے بھی پڑھ سکتے ہیں اور انّنی کانّنی لکنّنی نون وقایہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

مِنْ اور عَنْ کے ساتھ نون وقایہ کا حکم:

مِنْ اور عن کے بارے میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ان کے ساتھ نون وقایہ لازمی طور پر آتا ہے تاکہ ان کا مبنی برسکون ہونا (جوکہ اصل ہے) محفوظ ہوجائے بخلاف ان حروف کے جو مبنی علی غیر السکون ہوں۔ چنانچہ منّی اور عنّی تشدید کے ساتھ کہا جاتا ہے (ایک اصلی نون اور ایک نون وقایہ ہے) بعض حضرات نے نون وقایہ کو حذف کرکے تشدید کے بغیر بھی پڑھا ہے۔ اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے:

۲۰- اَیُّهَا السَّائِلُ عَنْهُمْ وَعَنِی
لَسْتُ مِنْ قَیْسَ وَلاقَیْسُ مِنِی

ترجمہ:...... اے سوال کرنے والے ان کے اور میرے بارے میں، میں قیس قبیلہ سے نہیں ہوں اور نہ قیس قبیلہ مجھ سے ہے (یعنی میرا قبیلہ الگ ہے اور قیس قبیلہ الگ ہے)

تشریح المفردات:

(ایّ) منادی ہے حرف نداء کو اس سے حذف کیا گیا ہے محل نصب میں ہے اور فی الحال مبنی برضمہ ہے (ھا) زائد ہے اس لئے کہ یہ صرف تنبیہ کیلئے آتی ہے نداء کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں (قیس) یہاں قبیلہ کا نام ہے غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس میں علمیت اور تانیث معنوی ہے۔

ترکیب:

(ایّ) منادی (ھاء) تنبیہ کے لئے ہے (السائل) ایّ کی صفت ہے (عنھم) جار مجرور ملکر متعلق ہوا السائل کے ساتھ (عنی) اس پر عطف ہے (لست) لیس فعل ہے افعال ناقصہ میں سے (تاء) ضمیر بارز اس کیلئے اسم ہے (من قیس) جار مجرور خبر، لا نافیہ (قیس) مبتدا (منی) محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر۔

محلِّ استشہاد:

محل استشہاد (عنی) اور منی بغیر تشدید کے ہے نون وقایہ من اور عن کے ساتھ لازم ہوتا ہے لیکن یہاں پھر بھی حذف ہوا ہے۔

وَفِــيْ لَــدُنِّــي لَــدُنِــي قَــلَّ وَفِــي
قَــدْنــي وقَــطْــنِــي الــحذفُ ايضَــاقـد يَـفِي

ترجمہ:......اور لدنی میں لدنی (بغیر نون کے) کم ہے اور قدنی اور قطنی میں کبھی حذف بھی آ تا ہے۔

ترکیب:

(فی لدنی) جارمجرور متعلّق ہوا (قَلَّ) کے ساتھ (لدنی) یہ باعتبار لفظ مبتدا ہے اور قلّ فعل بافاعل خبر (وفی قدنی وقطنی) جارمجرور متعلّق ہوا یَفِی کے ساتھ، الحذف مبتدا (یفی) فعل بافاعل خبر، ایضًا مفعول مطلق اَیْ آض ایضًا۔

(ش) اشار بهذا إلى أن الفصيح في ((لدنی)) إثبات النون، كقوله تعالىٰ: (قد بلغت من لدنی عذرا) ويقل حذفها، كقراءة من قرأ (من لدنی) بالتخفيف.

والكثير في ((قد، وقط)) ثبوت النون، نحو: قدنی وقطنی، ويقل الحذف نحو: قدی وقطی، أی حَسْبِی، وقد اجتمع الحذف والإثبات فی قوله:

۲۱- قَــدْنِــي مِــنْ نَــصْــرِ الْـخُبَيْبَيْنِ قَــدِي
لَيْــسَ الإمــامُ بــالشَّــحِيحِ الـمُـلْـحِـدِ

ترجمہ وتشریح:............لدنّی کے ساتھ نون وقایہ کا حکم:

مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ لدنی میں فصیح لغت نون کا ثابت ہونا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے قدبلغت من لدنی عذرا، اور اس میں نون کا حذف کم ہے جیسا کہ ایک قراءت میں من لدنی (بغیر نون کی تشدید کے) آیا ہے۔

قد اور قط کے ساتھ نون کا حکم:

قد اور قط کے ساتھ نون کا ثابت ہونا کثیر ہے جیسے قدنی، قطنی اور کبھی حذف بھی ہوتا ہے جیسے قدی قطی (یعنی میرے لیے کافی ہے)

کبھی ایک ہی جگہ حذف اور اثبات دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ کہ شاعر کا قول ہے۔

قَدْنِیُ مِنْ نَصْرِ الْخُبَیْبَیْنِ قَدِی
لَیْسَ الامامُ بالشَّحِیْحِ المُلْحِدِ

ترجمہ:...... (نصر الخبیبین) میں اگر اضافت الی المفعول ہے تو شاعر حجاج بن یوسف ثقفی کی مدح کر رہا ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مذمت (العیاذ باللہ) تو ترجمہ یوں ہوگا میرے لئے حجاج کی مدد کافی ہے خبیبین کی مدد سے، اسلئے کہ امام بخیل اور ملحد نہیں ہوتا (حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے) اور اگر اضافت فاعل کی طرف ہو تو شاعر خبیبین کی مدح کر رہا ہے اور حجاج کی مذمت، تو ترجمہ یوں ہوگا۔ کافی ہے میرے لئے خبیبین کی مدد (حجاج کی مدد سے) اسلئے کہ امام بخیل اور ملحد نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں کا زعم ہے یا امام سے مراد یہاں حجاج ہے کہ امام بخیل اور ملحد نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ حجاج ہے۔

تشریح المفردات:

(قدنی) حسبی کے معنی پر ہے، (نصر الخبیبین) میں اضافت یا تو مفعول کی طرف ہے یا فاعل کی طرف، ہر ایک کا معنی الگ ہے جس کی وضاحت ترجمہ میں گزرے گی۔ (خبیبین) یا تو تثنیہ کا صیغہ ہے مراد اس سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے خبیب ہیں (۲) یا مراد عبداللہ بن زبیر اور ان کے بھائی مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اور یا جمع کا صیغہ ہے حالت جری ہے اور مراد اس سے ابو خبیب اور ان کی رائے پر چلنے والی قوم ہے، (شحیح) بخیل کو کہتے ہیں (الملحد) حق سے اعراض کرنے والا، یا حرم میں ظلم کرنے والا۔

ترکیب:

(قَدْنِیُ) مبتدا (مِنْ نَصْرِ الْخُبَیْبَیْنِ) خبر (لیس) فعل ہے افعال ناقصہ میں سے (الامامُ) اس کا اسم (ب) جار (الشَّحِیْحِ) موصوف (المُلْحِد) صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور مل کر محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر مقدم۔

محلّ استشہاد:

قدنی اور قدی ہے پہلے میں نون کو ثابت اور دوسرے میں حذف کیا ہے۔

العَلَم

اِسمٌ یُعَیِّنُ المسمّٰی مُطْلَقًا
عَلَمُهُ کجعفرٍ وخِرْنِقًا
وَقَرَنٍ وَعَدَنٍ وَلَاحِقِ
وَشَذْقَمٍ وَهَیْلَةٍ وَوَاشِقِ

ترجمہ:...... جو اسم مطلق مسمّٰی کو معیّن کرے وہ اس کا علم ہے جیسے جعفر خرنق، قرن عدن اور لاحق اور شذقم هیلة واشق (اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے)

ترکیب:

(اسم) موصوف (یعین) فعل (هو) ضمیر فاعل (المسمّٰی) مفعول بہ (مطلقًا حال ہے یعیّن کی ضمیر سے) فعل فاعل مفعول بہ ملکر صفت، موصوف صفت ملکر مبتدا (علمه) مضاف مضاف الیہ خبر، کجعفر (ک) جار (جعفر) معطوف علیہ اور خرنق وغیرہ سب معطوف' معطوف علیہ جملہ معطوفات سمیت مجرور، جار مجرور سے ملکر متعلّق ہوا کائن کے ساتھ ای وذلک کائن کجعفر۔

(ش) العلم هو الاسم الذی یعین مسمّاه مطلقا،أی بلاقید التکلم أو الخطاب أو الغیبة؛فالاسم: جنس یشمل النکرة والمعرفة،و((یعیّن مسماه)): فصل أخرج النکرة ،و((بلاقید)) أخرج بقیة المعارف، کالمضمر؛فإنه یعین مسماه بقیدالتکلم کـ((أنا)) أو الخطاب کـ((أنت)) أو الغیبة کـ((هو))، ثم مثل الشیخ بأعلام الأناسیّ وغیرهم،تنبیهًا علی أن مسمیات الأعلام العقلاء وغیرهم من المألوفات؛فجعفر: اسم رجل،وخرنق: اسم امرأة من شعراء العرب وهی أخت طرفة بن العبد لأمه، وقرن اسم قبیلة،وعدن: اسم مکان،ولاحق اسم فرس،وشذقم: اسم جمل،وهیلة: اسم شاة،وواشق: اسم کلب.

ترجمہ وتشریح:............علم کی تعریف:

مصنف رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ علم وہ اسم ہے جو مسمّٰی کی تعیین کرے مطلقًا (مثلاً زیدٌ علم ہے اور زید کی ذات مسمّٰی ہے یعنی اس کا نام رکھا گیا ہے) شارح مطلقًا کی وضاحت کر رہے ہیں کہ مطلقًا سے مراد یہ ہے کہ اس میں تکلم خطاب یا

غیبوبۃ کی قید نہ ہو، چونکہ ہر تعریف میں جنس اور فصل ہوا کرتی ہے اس لئے جب اسم کہا تو یہ جنس ہے نکرہ اور معرفہ سب کو شامل ہے، اور یعیّن مسمّاہ فصل ہے اس سے نکرہ نکل گیا کیونکہ اس میں مسمّی کی تعین نہیں ہوتی اور بلاقید کہا تو بقیہ معارف نکل گئے جس طرح کہ مضمر ہے اس لئے کہ اس میں بھی مسمّی کی تعیین پائی جاتی ہے لیکن تکلم کی قید کے ساتھ جیسے (انا) یا خطاب کی قید کے ساتھ جیسے انت یا غائب کی قید کے ساتھ جیسے ھُو.

مختلف اعلام کی مثالیں:

پھر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور غیر انسانوں کے اعلام ذکر کئے اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے کہ اعلام کے جو مسمّیات ہیں وہ عقلاء بھی ہیں اور دیگر مانوسات بھی۔ چنانچہ جعفر آدمی کا نام ہے، اور (خرنق) عرب کی شاعرات میں سے ایک شاعرہ ہے جو کہ طرفہ بن عبد کی والدہ کی طرف سے بہن تھی، اور قرن قبیلے کا نام ہے، اور عدن ساحل یمن واقع پر ایک شہر کا نام ہے اور (لاحق) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کا نام ہے اور شذقم نعمان بن منذر کے اونٹ کا نام ہے (اونٹنی پر جمل کا اطلاق شاذ ہے) (ہیلۃ) ایک بکری کا نام ہے اور (واشق) ایک کتے کا نام ہے۔

واسماً اتیٰ وکُنیۃً ولقبا

وَاخّرَنْ ذَااِنْ سواہ صحبا

ترجمہ:......اور یہ علم اسم بھی آیا ہے اور کنیت اور لقب بھی اور اس (لقب) کو مؤخر کرو اگر اسم کے علاوہ کے ساتھ مل جائے۔

ترکیب:

(اسمًا) حال ہے (اتیٰ) کی ضمیر مستتر ھُو سے (کنیۃ، لقبا) دونوں اس پر عطف ہیں (اتیٰ) فعل (ھُو) ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل۔ (اَخّرن) فعل امر با نون تاکید خفیفہ (انت) ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل (ذا) اسم اشارہ مفعول بہ (اِن) حرف شرط (سواہ) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ مقدم (صحب) فعل ماضی واحد مذکر غائب (ھو) ضمیر مستتر فاعل، فعل فاعل مفعول بہ ملکر شرط، فاخرہ جزاء محذوف ہے جس پر سابقہ عبارت دلالت کرتی ہے۔

(ش) ینقسم العلم إلی: ثلاثۃ أقسام: إلی اسم، وکنیۃ، ولقب، والمراد بالاسم هنا ما لیس بکنیۃ ولا لقب، کزید وعمرو، وبالکنیۃ: ما کان فی أولہ أب أو أمٌّ، کأبی عبداللہ وأم الخیر، وباللقب: ما أشعر بمدح کزین العابدین، أو ذم کأنف الناقۃ.

وأشار بقوله: ((وأخرن ذا–الخ)) إلى أن اللقب إذا صحب الاسم وجب تاخيره، كزيد أنف الناقة، ولا يجوز تقديمه على الاسم؛ فلا تقول: أنف الناقة زيد، إلاّ قليلا؛ ومنه قوله:

۲۲–بِأَنَّ ذَا الْكَلْبِ عَمْرًا خَيْرَهُمْ حَسَبًا
بِبَطْنِ شَرْيَانَ يَعْوِيْ حَوْلَهُ الذِّيْبُ

وظاهر كلام المصنف أنه يجب تأخير اللقب إذا صحب سواه، ويدخل تحت قوله((سواه)) الاسم والكنية، وهو إنما يجب تأخيره مع الاسم، فأما مع الكنية فأنت بالخيار بين أن تقدم الكنية على اللقب؛ فتقول: أبو عبد الله زين العابدين، وبين أن تقدم اللقب على الكنية؛ فتقول: زين العابدين أبو عبد الله؛ ويوجد في بعض النسخ بدل قوله: ((وأخرن ذا إن سواه صحبا)) ((وذا اجعل آخرًا إذا اسما صحبا)) وهو أحسن منه؛ لسلامته مما ورد على هذا، فإنه نص في أنه إنّما يجب تأخير اللقب إذا صحب الأسم، ومفهومه أنه لا يجب ذلك مع الكنية، وهو كذلك، كما تقدم، ولو قال: ((وأخرن ذا إن سواها صحبا)) لَمَا ورد عليه شيء، إذ يصير التقدير: وأخر اللقب إذا صحب سوى الكنية، وهو الاسم، فكأنه قال: وأخر اللقب إذا صحب الاسم.

ترجمہ وتشریح: .... علم کی قسمیں:

جاننا چاہئے کہ علم کی تین قسمیں ہیں۔۱......اسم۔۲......کنیت۔۳......لقب

اسم کی تعریف: ......اسم اس کو کہتے ہیں جو ذات پر دلالت کرے اور وہ نہ کنیت ہو اور نہ لقب۔ جیسے زیدٌ، خالدٌ۔

کنیت کی تعریف: ......کنیت اس کو کہتے ہیں جس کے شروع میں اب ہو (مراد اس سے یہ ہے کہ شروع میں وہ علم ہو جس میں ترکیب اضافی ہو ترکیب اسنادی نہ ہو) جیسے ابو عبداللّٰہ یا امّ ہو جیسے امّ الخیر، امّ عبداللّٰہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ہے) یا شروع میں ابن، بنت، اخ، اخت، عمّ، عمّة، خال، خالة میں سے کوئی ہو۔

لقب کی تعریف: ......لقب اس کو کہتے ہیں جو مدح کی خبر دے جیسے زین العابدین (عبادت کرنے والوں کی زینت) یہ حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے، یا ذمّ کی خبر دے جیسے انف الناقة یہ جعفر بن قریع کا لقب ہے اس کے والد نے اپنی بیویوں میں ایک اونٹنی تقسیم کردی تو یہ آیا تا کہ اپنی والدہ کا حصّہ لے لے، دیکھا تو صرف سر بچا تھا تو اس نے اس کو ناک سے کھینچا تو اس کا یہ لقب پڑ گیا۔

اسم کی تقدیم لقب پرضروری ہے:

واخرن ذاان سواہ صحبا کے ساتھ مصنف رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جب لقب اسم کے ساتھ آجائے تو اس صورت میں اسم کو مقدم کرنا اور لقب کو مؤخر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ لقب بمنزلہ صفت کے ہے جس طرح صفت کے ذریعہ خبر دی جاتی ہے اسی طرح لقب کے ذریعہ بھی، اور موصوف پر صفت کی تقدیم جائز نہیں لہٰذا یہاں بھی لقب کی تقدیم جائز نہیں اور لقب کی تقدیم اسم پر نا جائز ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب لقب مشہور نہ ہو اگر مشہور ہو تو پھر لقب کو کثرت سے مقدم کیا جاتا ہے جیسے قرآن کریم میں وارد ہے انما المسیح عیسی بن مریم (سورۃ نساء آیت/۱۷۱)

اور اگر لقب مشہور نہ ہو تو پھر لقب کی تقدیم قلیل ہے جیسا کہ شاعرہ کا قول ہے۔

۲۲-بِاَنَّ ذَاالْکَلْبِ عَمْرًا خَیْرَهُمْ حَسَبًا
بِبَطْنِ شَرْیَانَ یَعْوِیْ حَوْلَهُ الذِّیْبُ

ترجمہ:...... ھذیل قبیلہ کو بتادو کہ ذوالکلب عمر جوان میں شریف الاصل ہونے کی وجہ سے بہتر ہے بطن شریان میں دفن ہے اور اس کے اردگرد بھیڑیے بھونکتے ہیں۔

تشریح المفردات:

(ذاالکلب) حالت نصبی میں انّ کیلئے اسم واقع ہے اور یہ عمر کا لقب ہے (بطن شریان) اس جگہ کا نام ہے جہاں عمر کو دفن کیا گیا ہے (یعوی) بھونکنے کو کہتے ہیں (حوله) اردگرد (الذیب) بھیڑیا، ہمزہ کے ساتھ بھی آتا ہے اور بغیر ہمزہ کے بھی (یعوی حوله الذیب) موت سے کنایہ ہے۔

ترکیب:

(ب) جار (انّ) حرف مشبہ بالفعل (ذاالکلب) مضاف مضاف الیہ مبدل منہ (عمرًا) بدل، مبدل منہ بدل مل کر موصوف (خیرهم) مضاف مضاف الیہ ممیز (حسبًا) تمیز، ممیز تمیز سے ملکر صفت، موصوف صفت سے ملکر انّ کیلئے اسم (ب) جار (بطن) مضاف (شریان) مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر محذوف کے ساتھ متعلق ہوکر خبر ہوا انّ کیلئے، (یعوی) فعل (الذیب) فاعل (حوله) مضاف مضاف الیہ ظرف متعلق ہوا یعوی کے ساتھ۔

محل استشہاد:

یہاں محل استشہاد (ذاالکلب عمرا) ہے یہاں اسم یعنی عَمْرًا مقدم ہونا چاہیئے لیکن ذاالکلب لقب کو مقدم کیا ہے جو کہ قلیل ہے۔

وظاھر کلام المصنف الخ:

شارح فرماتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کلام کے ظاہر سے (واخرن ذاان سواہ صحبا) سے معلوم ہوتا ہے کہ سواہ کی ضمیر لقب کی طرف راجع ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لقب کو مؤخر کرنا ضروری ہے جب وہ لقب کے علاوہ یعنی اسم اور کنیت کے ساتھ آجائے حالانکہ اس کا مؤخر کرنا اس وقت ضروری ہے جب وہ اسم کے ساتھ آجائے، اور اگر کنیت کے ساتھ لقب آجائے تو پھر تقدیم و تاخیر میں اختیار ہے۔ کنیت کو مقدم بھی کر سکتے ہیں تو آپ کہینگے ابو عبداللّٰہ زین العابدین اور لقب کو بھی مقدم کر سکتے ہیں چنانچہ زین العابدین ابو عبداللّٰہ کہا جائے گا۔

(۱) شارح فرماتے ہیں کہ بعض دیگر نسخوں میں وَاخّرن ذاان سواہ صحبا کے بدلے وَذااِجْعَل آخرًا اِذَا اِسْمًا صَحِبَا آیا ہے۔ اور یہ صحیح ہے اس لئے کہ اس پر اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لقب کو آخر میں کر و جب وہ اسم کے ساتھ ملجائے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کنیت کے ساتھ لقب آجائے تو اس کا مؤخر کرنا ضروری نہیں۔

(۲) دوسری توجیہ شارح دیتے ہیں کہ اگر اس کی جگہ واخرن ذاان سوا ھاصحبا کہتے تو پھر بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لقب کو مؤخر کرو اگر کنیت کے علاوہ یعنی اسم کے ساتھ مل جائے۔

وان یَکُونَا مُفْرَدَیْن فَاضِفْ

حَتْمًا والاَّاتْبِعِ الَّذِی رَدِف

ترجمہ:...... جب اسم اور لقب دونوں مفرد ہوں تو اضافت کریں یقینی طور پر ورنہ دوسرے کو پہلے کے تابع کریں اعراب میں۔

ترکیب:

(ان) حرف شرط (یکونا) فعل ناقص الف ضمیر بارز اس کیلئے اسم (مفردین) خبر (یکونا) اسم اور خبر سمیت شرط (ف) جزائیہ (اضف) فعل امر با فاعل (حتما) مفعول مطلق (الا) اصل میں اِنْ لا تھا (اِن) حرف شرط (لا) نافیہ فعل شرط محذوف ای ان لم یکونا مفردین (ان لم یکونا مفردین) شرط (اتبع) فعل امر با فاعل (الذی ردف) موصول صلہ مفعول بہ، فعل فاعل مفعول بہ ملکر جزاء۔

(ش) اذا اجتمع الاسم واللقب: فإما أن يكونا مفردين، أو مركبين، أو الاسم مركبا واللقب مفردًا، أو الاسم مفردًا واللقب مركبًا.

فإن كانا مفردين وجب عند البصريين الإضافة، نحو: هذا سعيد كرز ورأيت سعيد كرز، ومررت بسعيد كرز؛ وأجاز الكوفيون الإتباع؛ فتقول: هذا سعيد كرز، ورأيت سعيدًا كرزا، ومررت بسعيد كرز، ووافقهم المصنف على ذلك في غير هذا الكتاب.

وإن لم يكونا مفردين -بأن كانا مركبين، نحو عبد الله أنف الناقة، أو مركبا ومفردًا، نحو عبد الله كرز، وسعيد أنف الناقة- وجب الإتباع؛ فتتبع الثاني الأول في إعرابه، ويجوز القطع إلى الرفع أو النصب، نحو مررت بزيد أنف الناقة، وأنف الناقة؛ فالرفع على إضمار مبتدأ، والتقدير: هو أنف الناقة، والنصب على إضمار فعل، والتقدير: أعني أنف الناقة؛ فيقطع مع المرفوع إلى النصب، ومع المنصوب إلى الرفع، ومع المجرور إلى النصب أو الرفع، نحو هذا زيد أنف الناقة، ورأيت زيدًا أنف الناقة، ومررت بزيدٍ أنف الناقة وأنف الناقة.

ترجمہ وتشریح:

اگر اسم اور لقب دونوں جمع ہو جائیں تو یا تو دونوں مفرد ہونگے (مفرد سے مراد وہ ہے جو مرکب کے مقابلہ میں ہو، منطق کی اصطلاح کا مفرد مراد نہیں ہے) (۲) یا دونوں مرکب ہونگے (۳) یا اسم مرکب ہوگا اور لقب مفرد ہوگا۔

اگر اسم اور لقب دونوں مفرد ہوں تو ان کا حکم:

اگر کہیں اسم بھی مفرد آ جائے اور لقب بھی تو اس صورت میں بصریوں اور کوفیوں کے درمیان اختلاف ہے۔

بصریوں کے ہاں ان میں اضافت واجب ہے جیسے **ھذا سعید کرز رأیت سعید کرز مررت بسعید کرز** یہاں سعید اسم ہے اور مفرد ہے اور کرز لقب ہے اور مفرد ہے اسلئے سعید کو کرز کی طرف مضاف کیا ہے (کرز کا معنیٰ حاذق کے بھی آتا ہے، اور کمینہ اور خبیث کے بھی)

واضح رہے کہ ان کے ہاں بھی اضافت کا حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس وقت ہے جب اضافت سے کوئی چیز مانع نہ ہو مثلاً یہ کہ مضاف یعنی اسم کے شروع میں الف لام ہو جیسے **جاء نی الحارث کرز** یہاں اضافت جائز نہیں اسلئے کہ مضاف پر الف لام نہیں آتا لہٰذا اس صورت میں دوسرا اعراب میں پہلے کے تابع ہوگا یا بدل ہو کر اور یا عطف بیان ہو کر۔

اور کوفیوں کے ہاں یہاں دوسرے کو پہلے کے تابع بنانا بھی جائز ہے چنانچہ ھذا سعیدٌ کرزٌ رأیت سعیدًا کرزًا مررت بسعیدٍ کرزٍ کہا جائے گا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے علاوہ دوسری جگہ ان کے مسلک کی موافقت کی ہے

اگر دونوں مفرد نہ ہوں۔

اگر اسم اور لقب جمع ہو جائیں اور دونوں مفرد نہ ہوں بلکہ دونوں مرکب ہوں جیسے عبداللّٰہ انف الناقة یا اسم مرکب ہو اور لقب مفرد ہو جیسے عبداللّٰہ کرز یا اسم مفرد ہو اور لقب مرکب ہو جیسے سعید انف لناقة تو ان تینوں صورتوں میں دوسرے کو پہلے کے تابع بنانا اعراب میں واجب ہے، اور مرفوع میں تاویل کر کے منصوب بھی پڑھنا جائز ہے جیسے ھو زیدٌ انفَ الناقة یہاں عبارت میں اعنی (میں قصد کرتا ہوں) محذوف ہے تو انف الناقة ترکیب میں مفعول بہ ہو جائے گا اور اسی طرح منصوب میں تاویل کر کے مرفوع پڑھ سکتے ہیں لیکن مبتدا کو حذف کرینگے جیسے: رأیت زیدًا انفُ الناقة ای ھو انف الناقة اور مجرور میں تاویلاً منصوب اور مرفوع دونوں پڑھ سکتے ہیں جیسے: مررت بزید انف الناقة ای اعنی انف الناقة۔ خلاصہ یہ کہ اگر دونوں مفرد نہ ہوں تو دوسرے کو پہلے تابع بنانا واجب ہے جیسے:

ھذا زیدٌ انفُ النّاقة

رأیت زیدا انفَ النّاقة

مررت بزید انفِ النّاقة

اور تاویل کی صورت میں مندرجہ ذیل صورتیں بھی جائز ہے مرفوع میں (۱) ھذا زیدٌ (اعنی) انفَ الناقة، منصوب میں رأیت زیدًا (ھُوَ) انفُ النّاقة، مجرور میں (۱) مررتُ بزیدٍ (اعنی) انفَ الناقة (۲) مررُت بزید (ھُو) انفُ النّاقة۔

وَمِنْهُ مَنْقُول كَفَضْلٍ وَاَسَدِ
وذُوارتِجَالٍ كَسُعَادَ، وَاُدَدَ

وَجُمْلَةٌ وَمَا بِمَزْجٍ رُكِّبَا
ذَاانْ بِغَيْرِ وَيْهِ تَمَّ اُعْرِبَا

وَشَاعَ فِي الاعلامِ ذُوالاِضافة
كَعَبْدِ شَمْسٍ وابى قحافة

ترجمہ:......اور علم میں سے بعض منقول ہیں جیسے فضل اور اسد اور بعض مرتجل ہیں جیسے سُعاد، اُدد اور بعض جملہ ہیں اور کچھ ترکیب امتزاجی کی شکل میں ہیں، اور وہ اگر (ویہ) کے بغیر پورا ہو تو معرب ہوگا اور اعلام میں اضافت والے شائع ہیں جیسے عبد شمس اور ابو قحافة۔

ترکیب:

(منه) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر مقدم (منقول) معطوف علیہ (ذوارتحال، جملة اور مَابمزجٍ رکّبا اس پر عطف کفضل ای ذالک کائن کفضل وَهکذا قوله کسعاد (ذا) اسم اشارہ مبتدا (ان) حرف شرط جار مجرور بعد والے فعل تمّ کے ساتھ متعلق ہوا فعل با فاعل شرط (اعرب) فعل با نائب فاعل جزاء (شاع) فعل (ذو الاضافة) مضاف مضاف الیہ فاعل (فی الاعلام) جار مجرور متعلق ہوا شاع کے ساتھ، کعبد شمس ای وذالک کائن کعبد شمس .

(ش) ينقسم العلم إلى: مرتجل، وإلى منقول؛ فالمرتجل هو: مالم يسبق له استعمال قبل العلمية فى غيرها، كسعاد، وأدد، والمنقول: ماسبق له استعمال فى غير العلمية، والنقل إمامن صفة كحارث، أومن مصدر كفضل، أومن اسم جنس كأسد، وهذه تكون معربة، أومن جملة: كقام زيد، وزيدقائم، وحكمهاأنها تحكى؛ فتقول: جاء نى زيدقائم، ورأيت زيدقائم، ومررت بزيدقائم وهذه من الأعلام المركبة.

ومنهاأيضًا: ماركب تركيب مزج، كبعلبک، ومعدى كرب، وسيبويه وذكر المصنف أن المركب تركيب مزج: إن ختم بغير ((ويه)) أعرب، ومفهومه أنه إن ختم بِ((ويه)) لايعرب، بل يُبنٰى، وهو كما ذكره؛ فتقول: جاء نى بعلبک، ورأيت بعلبک، ومررت ببعلبک؛ فتعربه إعراب مالاينصرف، ويجوز فيه أيضا البناء على الفتح؛ فتقول: جاء نى بعلبک، ورأيت بعلبک، ومررت ببعلبک، ويجوز (أيضا) أن يعرب أيضا إعراب المتضايفين؛ فتقول: جاء نى حضرموت، ورأيت حضرموت، ومررت بحضرموت.

وتقول (فيماختم بويه): جاء نى سيبويهِ، ورأيت سيبويه، ومررت بسيبويه؛ فتبنيه على الكسر، وأجازبعضهم إعرابه إعراب مالاينصرف، نحو: جاء نى سيبويه، ورأيت سيبويه، ومررت بسيبويه.

ومنها: ماركب تركيب إضافة: كعبدشمس، وأبى قحافة، وهومعرب؛ فتقول: جاء نى عبد شمس وأبوقحافة، ورأيت عبد شمس وأباقحافة، ومررت بعبدشمس وأبى قحافة.

ونبّه بالمثالين على أن الجزء الأول؛ يكون معربًابالحركات، كـ((عبد))، وبالحروف، كـ((أبى)) وأن الجزء الثانى يكون منصرفًا، كـ((شمس)) وغيرمنصرف، كـ((قحافة)).

ترجمہ وتشریح: ....اعلام کی قسمیں:

اوّلاً علم کی دو قسمیں ہیں مرتجل اور منقول،

مرتجل کی تعریف:

مرتجل ارتجال سے ماخوذ ہے کہا جاتا ہے **ارتجل الشعر**، (یعنی بغیر کسی تیاری کے فوراً شعر کہا) اصطلاح میں مرتجل اس کو کہتے ہیں جس کا استعمال علمیّت سے پہلے کسی اور چیز میں نہیں ہوا ہو یعنی اس مخصوص لفظ کا استعمال اس سے پہلے صرف علمیت میں ہو چکا ہو جیسے **سُعاد** (عورت کا نام ہے اگر چہ اس کا مادہ اصلی س، ع، د، اس سے پہلے استعمال ہو چکا ہے جیسے **سعد، مساعدۃ** لیکن علمیت کے علاوہ اس لفظ مخصوص **سُعاد** کا استعمال نہیں ہوا ہے) اور **اُدد** آدمی کا نام ہے۔

منقول کی تعریف:......منقول اس کو کہتے ہیں جو علمیّت سے پہلے کسی اور چیز کیلئے بھی استعمال ہو چکا ہو لیکن بعد میں علمیّت کی طرف منقول ہو چکا ہو، پھر یا صفت سے نقل ہوا ہوگا، جیسے (**حارث**) کسی کا نام ہو یہ صفت (اسم فاعل) سے منقول ہے، یا مصدر سے نقل ہوا ہوگا جیسے **فضل** یا اسم جنس سے جیسے **اسد** اور یہ قسم علم معرب ہے اور یا نقل ہوگا جملہ سے جیسے **قامَ زیدٌ** اور **زیدٌ قائمٌ** (اور اس کو ترکیب اسنادی کہتے ہیں)

واضح رہے کہ جو علم جملہ سے نقل ہو کر آئے اس کا حکم یہ ہے کہ ٹھیک اسی طرح اس کی حکایت کی جائے گی اس میں تغیر و تبدیلی صحیح نہیں اسلئے کہ وہ مبنی ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ مثلاً ایک آدمی ہے اور اس کا نام زید ہے جس کی عادت لوگوں کو مارنا ہے اس کا نام اسی وجہ سے **ضرب زیدٌ** رکھا گیا (تو یہاں ترکیب اسنادی اس کا نام پڑ گیا اور ترکیب اسنادی جب علم ہو جائے تو وہ مبنی ہو جاتا ہے) اب یہاں **ضرب زیدٌ** میں **زید** مبنی ہے حالت رفعی نصبی جری میں اس کا آخر مختلف نہیں ہوگا اگر یہاں **زید** کو معرب قرار دے دیا جائے تو حالت نصبی میں **زید** منصوب ہوگا اور نصب مفعولیت کی علامت ہے تو **زید** کی مضروبیت لازم آئے گی جو کہ خلاف واقع ہے۔

اور ان ہی اعلام میں سے ترکیب امتزاجی بھی ہے،

ترکیب امتزاجی کی تعریف:

ترکیب امتزاجی اس کو کہتے ہیں کہ دو یا دو سے زائد کلمے بغیر کسی حرف کے جزء ہوئے جمع ایک ہو جائیں جیسے **بعلبک**، **بعل** بت کا نام ہے اور **بک** بادشاہ کا نام ہے جو اس بت کی عبادت کرتا تھا اس بادشاہ نے ایک شہر کی تعمیر کی جب بناء ختم ہوگئی

تو اس شہر کا نام بت اور اپنے نام سے رکھ دیا تو بعلبک غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس میں ترکیب اور علمیت ہے معدی کرب یہ بھی ترکیب امتزاجی کی مثال ہے۔

فائدہ:...... مناسب ہے کہ ترکیب کی جملہ قسمیں مختصراً ذکر کی جائیں تا کہ شرح سمجھنے میں آسانی ہو، واضح رہے کہ ترکیب کی چھ قسمیں ہیں۔

۱...... ترکیب امتزاجی جس کی تعریف مع مثال تفصیل سے گزر گئی۔

۲...... ترکیب اسنادی کی تعریف اس سبق میں مثال سمیت گزر گئی۔

۳...... ترکیب اضافی:...... جس میں دو کلمے جمع ہوں اور ان میں اضافت ہو جیسے غلامُ زید۔

۴...... ترکیب توصیفی:...... دو کلموں کو جمع کرنا ایک ان میں موصوف دوسرا صفت ہو جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ۔

۵...... ترکیب صوتی:...... دو کلموں کو جمع کرنا ایک اس میں اسم صوت ہو جیسے سیبویہ۔

۶...... ترکیب تعدادی:...... دو مختلف عددوں کو مرکب کرنا جیسے اَحَدَعَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک اس کو مرکب بنائی بھی کہتے ہیں۔

ترکیب کی قسموں میں کونسی غیر منصرف ہے؟

صرف ترکیب امتزاجی غیر منصرف کا سبب بنے گی۔ ترکیب اضافی اسلئے نہیں بن سکتی کہ اس میں اضافت ہوتی ہے اور اضافت غیر منصرف کو منصرف یا حکم منصرف میں کر دیتی ہے چنانچہ مررت باحمدکم میں احمد پر کسرہ جائز ہے، لہٰذا یہ سبب نہیں بن سکتی۔

ترکیب اسنادی غیر منصرف کا سبب نہیں ہو سکتی اسلئے کہ ترکیب اسنادی بغیر علمیت کے سبب نہیں ہوتی اور جب وہ کسی کا علم ہوتی ہے تو مبنی ہو جاتی ہے (اس کی وجہ اسی سبق میں گزر گئی) اور انصراف عدم انصراف اقسام معرب میں سے ہیں۔

اور ترکیب توصیفی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتی اسلئے کہ وہ حکماً اضافی کی طرح ہے اسلئے کہ جیسے مضاف الیہ مضاف کے لئے قید ہوتا ہے اسی طرح صفت موصوف کیلئے بمنزلہ قید ہوتی ہے۔

اور ترکیب تعدادی مثلاً (اَحَدَعشَرَ) مبنی ہے اس لئے کہ یہ حرف (واو) کے معنیٰ کو متضمن ہے اور ترکیب صوتی بھی مبنی ہے۔

بَعْلَبَكّ میں اعراب کی تین صورتیں:

۱...... ترکیب امتزاجی کی مثال شارح بعلبک دی ہے ایک تو اس کے غیر منصرف ہونے کی مثال ہے اس صورت میں حالت رفعی میں ضمہ حالت نصبی اور جری میں فتحہ ہوگا جیسے: "جاء نی بعلبکُّ رأیت بعلبکَّ مررت ببعلبکَّ"۔

۲......بعلبک میں بناء علی الفتح بھی جائز ہے اسلئے کہ یہ اَحَدَعَشَرَ کے ساتھ ترکیب میں مشابہ ہے جیسے جاء نی بعلبکُ رأیت بعلبکَ، مررت ببعلبکَ۔

۳......بعلبک میں مضاف مضاف الیہ کا اعراب بھی جائز ہے جیسے جاء نی حضرموت رأیتُ حضرموت مررت بحضرموت

لفظ سیبویہ میں اعراب کی دو صورتیں:

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سیبویہ کے اندر دو قسم کے اعراب بتائے ہیں۔

ا......ایک تو مشہور ہے جو کہ اصح ہے کہ یہ تینوں حالتوں میں مبنی بر کسرہ ہوگا اسلئے کہ اس کا دوسرا اجزء اسم صوت ہے جو کہ مبنی ہے کیونکہ مختلف عوامل کے آنے کی وجہ سے اس کا آخر نہیں بدلتا اسلئے اس کے مجموعہ کو تغلیبًا مبنی قرار دیا گیا اور کسرہ اسلئے ہے کہ الساکن اذاحرک حرک بالکسر (ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے)

۲......سیبویہ کو غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے اسلئے کہ وہ ترکیب امتزاجی کے ساتھ ترکیب میں مشابہ ہے اور ترکیب امتزاجی غیر منصرف ہے۔ جیسے جاء نی سیبویہ رأیت سیبویهَ مررت بسیبویه۔

ترکیب اضافی کی مثال مصنف نے عبدشمس ابوقحافة کے ساتھ دی ہے جیسے جاء نی عبدشمس وابوقحافة رأیت عبدشمس واباقحافة مررت بعبد شمس وابی قحافة (ابو قحافة) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کی کنیت ہے نام ان کا عثمان ہے نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائے مشرف باسلام ہو کر ہمیشہ کیلئے خوش نصیب ہوئے)

شارح فرمارہے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ترکیب اضافی کی دو مثالیں دی ہیں ایک عبدشمس دوسری ابوقحافة اس طرف اشارہ کرنے کیلئے کہ پہلا جزء ترکیب اضافی میں معرب بالحرکۃ ہوتا ہے جیسے عبد اور کبھی معرب بالحرف ہوتا ہے جیسے ابو۔ اور دوسرا اجزء ترکیب اضافی میں کبھی منصرف ہوتا ہے جیسے شمس اور کبھی غیر منصرف جیسے قحافة۔

وَوَضَعُوا لبعض الاجناسِ علم
كعَلم الاشخاص لفظًا وهو عمّ
مِنْ ذاك امّ عريط للعقرب
وهكذا ثُعَالة لِلثُّعُلب
وَمِثْلُه بَرّةُ لِلْمَبَرّة
كذا فجارِ علم للفجرة

ترجمہ:......نحویوں نے بعض اجناس کیلئے علم وضع کیا جیسے علم اشخاص لفظ کے اعتبار سے اور علم جنس عام ہے، ان ہی میں سے امّ عریط ہے بچھو کیلئے اور ثعالۃ ہے لومڑی کیلئے، اور اس میں سے ہے برّۃ مبرّۃ (نیک عورت) کیلئے اور اس طرح فجارِ علم ہے فاجرہ عورت کیلئے۔

ترکیب:

(وضعوا) فعل بافاعل (لبعض الاجناس) جار مجرور ہوکر متعلق ہوا وضعوا کے ساتھ (علم) (اصل میں اس پر تنوین تھی وقف کی وجہ سے سکون آ گیا) موصوف (کعلم الاشخاص) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہوکر صفت (لفظا) تمییز ہے مثلہ کیلئے جو کہ کاف کا معنی ہے (ھو) مبتدا (عمّ) فعل بافاعل خبر (من ذاک) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہوکر خبر مقدم (ام عریط للعقب) مبتدا مؤخر، (ھا) حرف تنبیہ (ک) جار (ذا) اسم اشارہ مبنی بر سکون محلا مجرور، جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہوکر خبر مقدم (ثعالۃ للثعلب) مبتدا مؤخر۔ (مثلہ) مضاف مضاف الیہ خبر مقدم (برۃ للمبرۃ) مبتدا مؤخر (کَذَا) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلّق ہوکر خبر مقدم فجار مبتدا مؤخر 'عَلَمٌ مبتدا، خبر محذوف ہے جو کہ عَلَمٌ مَوْضُوعٌ ہے اور للفجرۃ اس خبر محذوف کے ساتھ متعلّق ہے۔

(ش) العلم على قسمين: علم شخص، وعلم جنس. فعلم الشخص له حكمان: معنوی، وهو: أن يراد به واحد بعينه: كزيد، وأحمد ولفظی، وهو صحة مجئ الحال متأخرة عنه، نحو: ((جاء نی زيد ضاحكا)) ومنعه من الصرف مع سبب آخر غير العلمية، نحو: ((هذا أحمد)) ومنع دخول الألف واللام عليه، فلاتقول: ((جاء العمرو)).

وعلم الجنس كعلم الشخص فی حكمه (اللفظی)، فتقول: ((هذا أسامة مقبلا)) فتمنعه من الصرف، وتأتی بالحال بعده، ولاتدخل عليه الألف واللام، فلاتقول: ((هذا الأسامة)).

وحكم علم الجنس فی المعنى كحكم النكرة: من جهة أنه لايخص واحدا بعينه، فكل أسد يصدق عليه أسامة، وكل عقرب يصدق عليها أمّ عريط، وكل ثعلب يصدق عليه ثعالة.

وعلم الجنس: يكون للشخص، كماتقدم، ويكون للمعنى كمامثّل بقوله ((برة للمبرة، وفجار للفجرة)).

ترجمہ وتشریح:............علم کی قسمیں:

علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم شخص ہے دوسرا علم جنس ہے

علم شخص کی تعریف:

علم شخص اس علم کو کہتے ہیں جس کو واضع ایک ذات کیلئے ان صفات سمیت وضع کرے جن کی وجہ سے وہ دیگر ذوات سے الگ ہو جائے جیسے زید، بکر، عمر۔

علم شخص کے احکام:

علم شخص کا ایک معنوی حکم ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سے ایک ہی مراد لیا جائے گا جو کہ معیّن ہوگا: جیسے زید، احمد۔
اور علم شخص کے معنوی احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اس کے بعد حال کا آنا صحیح ہو جیسے جــاء نــی زیــدٌ ضــاحکــا، دوسرا یہ ہے کہ علمیت کے علاوہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا سبب اسباب منع صرف میں سے آ جائے تو غیر منصرف ہوگا جیسے هــذا احــمــد، جاء عمر، تیسرا یہ کہ اس پر الف لام کا داخل ہونا صحیح نہ ہو اس کی وجہ پہلے بھی گزری ہے کہ الف لام چونکہ تعریف کے لئے لایا جاتا ہے اور علمیت کی وجہ سے تعریف پہلے سے ہوتی ہے اسلئے الف لام کا لانا علم پر صحیح نہیں ورنہ ایک ہی اسم میں دو چیزیں تعریف کی آ جائینگی ہاں بعض صورتیں مستثنٰی ہیں مثلاً چند آدمیوں کا نام زیــــد ہو یا عمر ہو تو ایک کو معین کرنے کیلئے الف لام لایا جا سکتا ہے یا اصل کی طرف اشارہ کرنا ہو تو الف لام کو لایا جا سکتا ہے۔ جیسے الحارث (یہ مثال بعد میں آئیگی)

علم جنس کی تعریف: اور اسم جنس اور نکرہ کا فرق:

علم جنس وہ ہے جو ایک خاص حقیقت کیلئے وضع کیا گیا ہو اور یہ حقیقت وضع کے وقت واضع کے ذھن میں ہو جیسے لفظ اسامة (شیر) کو وضع کیا گیا ہے ایک حقیقت کیلئے جو کہ حیوان مفترس ہے۔ اور اسم جنس کو بھی حقیقت کیلئے وضع کیا جاتا ہے لیکن وضع کے وقت واضع کے ذھن میں اس کا حاضر ہونا شرط نہیں اور نکرہ سرے سے حقیقت کیلئے وضع نہیں ہاں ایک ہی فرد کیلئے وضع ہے ان جملہ افراد میں سے کہ جن میں سے ہر ایک پر یہ حقیقت صادق آتی ہے الغرض علم جنس اسم جنس اور نکرہ میں فرق اعتباری ہے۔

علم جنس کے احکام:

علم جنس کے بھی دو قسم کے احکام ہیں ایک لفظی احکام اور ایک معنوی، علم جنس لفظی احکام میں علم شخص کی طرح ہے، غیر

منصرف بھی ہو سکتا ہے اس کے بعد حال بھی آ سکتا ہے الف لام بھی اس پر داخل نہیں ہو سکتا اس لئے ھذا الأسامة پڑھنا صحیح نہیں۔علم جنس کا حکم معنیٰ میں نکرہ کی طرح ہے اس لئے کہ جیسے نکرہ میں بعینہ ایک مراد نہیں ہوتا اسی طرح علم جنس میں بھی ایک مخصوص متعین فرد مراد نہیں ہوتا، جیسے اسامة ہر شیر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔اور امّ عریط ہر بچھو پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (امّ عریط عقرب کی کنیت ہے) اور سعالة (مادہ لومڑی کا علم ہے) ہر لومڑی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

اور علم جنس کبھی خاص شخص کیلئے بھی ہوتا ہے جیسے پہلے گذر گیا اور کبھی ایک معنیٰ کیلئے بھی ہوتا ہے جیسے برّة مبرة کیلئے اور فجار فجرة کیلئے (تفصیل گزر گئی)

اسم الاشارة

بِـذَا لِـمُـفْـرَدٍ مُـذَكَّـرٍ أشِـرْ

بِـذِي وَذِهْ تِـي تَـا عَـلَـى الأُنْثَـىٰ اقْتَصِـرْ

ترجمہ:......ذا کے ذریعہ مفرد مذکر کی طرف اشارہ کریں اور ذی اور ذہ تی اور تا کے ساتھ مؤنث پر اقتصار کریں۔

ترکیب:

(ب) جار (ذا) باعتبار لفظ مجرور، جار مجرور متعلق اول ہوا (اشر) کے ساتھ (ل) جار (مفرد) موصوف (مذکر) صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ثانی ہوا، اشر کے ساتھ۔(ب) جار (ذی) معطوف علیہ (و ذہ تی تا) معطوفات، معطوف علیہ جملہ معطوفات سے ملکر متعلق ہوا اقتصر کے ساتھ (علی الانثی) جار مجرور بھی اس کے ساتھ متعلق ہے۔

(ش) يشار الى المفرد المذكر بِ((هذا)) ومذهب البصريين أن الألف من نفس الكلمة، وذهب الكوفيون إلى أنها زائدة. وَيُشَارُ إلى المؤنثة بِ"ذِي" وَ"ذِهْ" بسكون الهاء و "تي" وَ"تا" وَ"ذِهِ" بكسر الهاء باختلاس وباشباع، وتِهْ بسكون الهاء، وبكسرها، باختلاسٍ وإشباعٍ، وَ"ذَاتُ"

ترجمہ وتشریح:............اسم اشارہ کی قسمیں:

اسم اشارہ باعتبار مشار الیہ کے تین قسم پر ہے (۱) ایک وہ ہے جس کے ذریعہ سے اشارہ کیا جاتا ہے مفرد کی طرف (۲) دوسری وہ ہے جس کے ذریعہ سے اشارہ کیا جاتا ہے تثنیہ کی طرف (۳) تیسری وہ ہے جس کے ذریعہ سے اشارہ کیا جاتا ہے ایک جماعت کی طرف، پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔(۱) مذکر (۲) مؤنث۔اب ترتیب وار ہر ایک کا ذکر فرما رہے ہیں

کہ مفرد مذکر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ذا کے ساتھ (ذا) کا الف بصریین کے ہاں کلمہ میں سے ہے اور وضعًا ثلاثی ہے اور کوفیین کے ہاں الف زائد ہے وضعاً احادی ہے اور مفرد مؤنث کی طرف اشارہ کرنے کیلئے دس الفاظ استعمال ہوتے ہیں پانچ کی ابتداء ذال سے ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱......ذی ۲......ذھی اشباع کے ساتھ۔۳......ذہ اختلاس کے ساتھ۔۴......ذہْ ہاء کے سکون کے ساتھ

۵......ذات یہ سب سے زیادہ غریب ہے۔

اور پانچ کی ابتداء تاء سے ہوتی ہے۔

۱......تی ۲......تھی اشباع کے ساتھ ۳......تہ اختلاس کے ساتھ ۴......تہْ سکون کے ساتھ ۵......تا الف کے ساتھ۔

واضح رہے کہ اختلاس اور اشباع ایک دوسرے کے مقابل ہیں کہا جاتا ہے اختلس القاریٔ الحرکۃ قاری نے حرکت کو پر نہ پڑھا، اس کے مقابلہ میں اشباع ہے جس کے معنیٰ پُر پڑھنے کے ہیں کہ جس سے حرکت کے بجائے حرف علت پیدا ہو جائے۔

وذَانِ تَانِ لِلْمُثَنَّى الْمُرْتَفِعْ
وَفِي سِوَاهُ ذَيْنِ تَيْنِ اُذْكُرْ تُطِعْ

ترجمہ:......ذان اور تان مرفوع تثنیہ کیلئے ہے (یعنی حالت رفعی میں) اور اس کے علاوہ ذین اور تین کو ذکر کریں اس طرح کرنے سے آپ اطاعت کرینگے۔

ترکیب:

(ذان) معطوف علیہ (تان) معطوف، حرف عطف حذف ہے معطوف علیہ معطوف ملکر مبتدا (للمثنی المرتفع) المثنی موصوف (المرتفع) صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور ملکر محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر، (فی سواہ) جار مجرور اذکر کے ساتھ متعلق ہوا (ذین تین) حرف عطف کے حذف کے ساتھ معطوف علیہ، معطوف علیہ معطوف ملکر مفعول بہ مقدّم اذکر کیلئے، تطع جواب امر مجزوم۔

(ش) یشار الی المثنی المذکر فی حالۃ الرفع "بِ" ((ذان)) وفی حالۃ النصب والجر ((ذین)) والی المؤنثتین "بِ" ((تان)) فی الرفع، و ((تین)) فی النصب والجر.

ترجمہ وتشریح:

مشار الیہ اگر تثنیہ ہو تو یا مذکر ہوگا یا مؤنث، پھر یا حالت رفعی ہوگی یا نصبی اور یا جری، تثنیہ مذکر حالت رفعی کیلئے ذان ہے اور حالت نصبی جری میں ذین ہے اور تثنیہ مؤنث حالت رفعی میں تان اور نصبی اور جری میں تین ہوگا غرض یہ کہ اس میں تثنیہ کا اعراب جاری ہوگا۔

وَبِأُولَىٰ اَشِرْ لِجَمْعٍ مُطْلَقًا
وَالْمَدُّ اُولَىٰ، وَلَدَى الْبُعْدِ انْطِقَا
بِالْكَافِ حَرْفًا دُوْنَ لَامٍ، اَوْمَعَهْ
وَاللَّامُ اِنْ قَدَّمْتَ هَا مُمْتَنِعَهْ

ترجمہ:......اُولی کے ذریعہ آپ مطلقا جمع کی طرف اشارہ کریں، اور اس میں مد بہتر ہے اور دور ہونے کی صورت میں آپ تلفظ کریں کاف حرفی کے ساتھ لام کے بغیر یا لام کے ساتھ اور اگر آپ ہاء تنبیہ کو مقدم کریں تو لام کا لانا منع ہے۔

ترکیب:

(بأولی) جار مجرور متعلق ہوا اشر کے ساتھ، (اشر) فعل امر با فاعل (لجمع) جار مجرور یہ بھی متعلق ہوا اشر کے ساتھ (مطلقا) حال ہے (جمع) سے، (المدّ) مبتدا (اولیٰ) خبر (لدی البعد) مضاف مضاف الیہ ظرف متعلّق ہوا بعد والے (انطق) کے ساتھ (انطق) فعل امر با فاعل (حرفا) اس سے حال۔ (دون لام اومعه) معطوف علیہ معطوف ہوکر (کاف) سے حال ثانی (اللام) مبتدا (ان قدمت) فعل با فاعل (قدمت کی ضمیر مخاطب کی طرف راجع ہے) (ها) باعتبار لفظ مفعول بہ، (ممتنعة) خبر۔

(ش) یشار الی الجمع -مذکرًا کان أو مؤنثا- "ب" ((أولی)) ولهذا قال المصنف: ((أشر، لجمع مطلقًا))، ومقتضی هذا أنه یشار بها إلی العقلاء وغیرهم، وهو کذلک، ولکن الأکثر استعمالها فی العاقل، ومن ورودها فی غیر العاقل قوله:

۲۳- ذُمَّ الْمَنَازِلَ بَعْدَ مَنْزِلَةِ اللِّوَىٰ
وَالْعَيْشَ بَعْدَ أُولٰئِكَ الْأَيَّامِ

وفيهالغتان:المد،وهى لغةأهل الحجاز،وهى الواردة فى القرآن العزيز، والقصر،وهى لغة بنى تميم.

وأشاربقوله:((ولدى البعد انطقابالكاف–إلى آخر البيت))إلى أن المشار إليه له رتبتان: القرب،والبعد؛فجميع ماتقدم يشاربه إلى القريب،فإذاأريدالإشارة إلى البعيد أتى بالكاف وحدها؛فتقول :((ذاک))أوالكاف واللام نحو((ذالک))

وهذه الكاف حرف خطاب؛فلاموضع لهامن الإعراب،وهذالاخلاف فيه فإن تقدم حرف التنبيه الذى هو((ها))على اسم الإشارة أتيت بالكاف وحدها؛فتقول((هذاک))وعليه قوله:

۲۴–رَأَيْتُ بَنِي غَبْرَاءَ لاَ يُنْكِرُونَنِي
وَلَا اَهْلُ هٰذَاكَ الطِّرَافِ الْمُمَدَّدِ

ولايجوزالإتيان بالكاف واللام؛فلاتقول((هذالک))

وظاهر كلام المصنف أنه ليس للمشارإليه الارّتبتان:قربى،وبعدى، كماقررناه؛والجمهور على أن له ثلاث مراتب:قربى، ووسطىٰ،وبعدى؛فيشارإلى من فى القربى بماليس فيه كاف ولالام: كذا،وذى،وإلى من فى الوسطىٰ بمافيه الكاف وحدها نحو ذاک،وإلى من فى البعدى بمافيه كاف ولام،نحو((ذلک)).

ترجمہ وتشریح:

اگر مشارالیہ جمع ہے مذکر ہے یا مؤنث،دونوں کے لئے أولى کالفظ استعمال ہوگا"اشر لجمع مطلقا" کہکر مصنف علیہ الرحمۃ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔مزید یہ کہ أولىٰ کےذریعہ ذوی العقول کی طرف بھی اشارہ کیا جاسکتا ہے اورغیر ذوی العقول کی طرف بھی۔لیکن اکثر اس کا استعمال ذوی العقول میں ہوتا ہےاورکبھی غیر ذوی العقول میں بھی استعمال ہوتا ہے،غیر ذوی العقول میں استعمال کی مثال شاعر کا یہ قول ہے۔

۲۳–ذُمَّ الْمَنَازِلَ بَعْدَمَنْزِلَةِ اللِّوٰى
وَالْعَيْشَ بَعْدَ أُولٰئِكَ الأَيَّامِ

ترجمہ:......آپ لوىٰ نامی جگہ کی جدائی کے بعدتمام جگہوں کی مذمّت کریں اورزندگی کی بھی ان دنوں کے بعد۔

تشریح المفردات:

ذمّ فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے میم کے اوپر ضمہ فتحہ کسرہ تینوں جائز ہے جیسا کہ علم صرف کی کتابوں میں ذکر ہے المنازل منزل یا منزلة کی جمع ہے ٹھہرنے کی جگہ کو کہتے ہیں بعد منزلة میں لفظ بعد کے بعد مضاف حذف ہے ای بعدمفارقة منزلة، اللوی جگہ کا نام ہے العیش زندگی کو کہتے ہیں بعد اولئک میں بھی لفظ بعد کے بعد مضاف ہے ای بعد مضی اولئک الایّام۔

ترکیب:

ذم واحد مذکر امر حاضر انت ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل المنازل معطوف علیہ واو حرف عطف العیش معطوف بعد مضاف مفارقة منزلة اللوی مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ظرف ہو کر حال ہوا منازل سے بعد مضاف اولئک مبدل منہٗ الایام بدل، مبدل منہ بدل ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر ظرف، متعلق ہوا العیش کے ساتھ۔

محل استشہاد:

أولئک ہے یہاں غیر عقلاء کی طرف اشارہ ہے جو کہ ایّام ہے حالانکہ اولئک کے ذریعہ عقلاء کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔
اولئک کے اندر دو لغتیں ہیں ایک مدّ والی ہے اور یہ حجاز والوں کی لغت ہے اور قرآن کریم میں بھی یہی آئی ہے، اور ایک قصر ہے جو کہ بنو تمیم کی لغت ہے۔

لدی البعد انطقا بالکاف الخ کے ذریعے مصنف رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مشار الیہ کے دو رتبے ہیں ایک قرب ہے دوسرا بعد ہے اس سے پہلے جو الفاظ گزر گئے ان سب کے ذریعہ سے اشارہ کیا جاتا ہے قریب کی طرف، اگر بعید کی طرف اشارہ کرنا ہو تو صرف کاف کو لایا جائے گا چنانچہ ذاک کہا جائے گا یا کاف اور لام دونوں کو لایا جائے گا ذالک کہا جائے گا۔ یہ کاف حرف خطابی ہے جو کہ مبنی ہے، اگر ھا حرف تنبیہ اسم اشارہ پر آ جائے تو اس صورت میں صرف کاف کو لایا جائے گا چنانچہ ھذاک کہا جائے گا، اور اسی پر شاعر کا یہ قول ہے۔

۲۴- رَأَیْتُ بَنِی غَبْرَاءَ لَا یُنْکِرُوْنَنِی
وَلَا اَھْلُ ھٰذَاکَ الطِّرَافِ الْمُمَدَّدِ

ترجمہ:...... میں نے جانا کہ فقیر لوگ میرا (یعنی میرے احسان کا) انکار نہیں کرتے اور نہ ان بڑے خیموں کے رہنے والے (یعنی غنی لوگ)۔

تشریح المفردات:

غبراء سے مراد زمین ہے کو اس لئے کہ وہ مٹیالے رنگ کی ہے، بنی غبراء زمین کے بیٹے، مراد اس سے فقیر لوگ ہیں طراف چمڑے کا خیمہ الممدد باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے لمبا کیا ہوا، تمدید سے مراد عظم ہے یعنی بڑا ہونا۔ اھل الطراف سے مراد غنی لوگ ہیں۔

ترکیب:

(رأیت) فعل با فاعل (بنی غبراء) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ لاینکر وننی حال ہے بنی غبراء سے اگر رأیت ابصرت (میں نے دیکھا) کے معنی میں ہو اور اگر رأیت علمت کے معنیٰ میں ہو تو (بنی غبراء) مفعول اوّل اور (لاینکرونني) مفعول ثانی ہوگا۔ (واو) حرف عطف (اھل) مضاف ھذاک مبدل منہ (الطراف) موصوف (الممدّد) صفت، موصوف صفت ملکر بدل، مبدل منہ بدل ملکر لاینکرونني کے واو پر معطوف۔

محلّ استشہاد:

ھذاک محلّ استشہاد ہے حرف تنبیہ کے ساتھ صرف کاف خطابی آیا ہے لام نہیں آیا ہے۔

یہاں لام اور کاف دونوں کو نہیں لا سکتے ھذالک کہنا صحیح نہیں۔ شارح فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ کے کلام سے ظاھرًا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشار الیہ کے صرف دو رتبے ہیں ایک قربیٰ، دوسرا بُعدیٰ جیسے پہلے اس کی تفصیل گزر گئی حالانکہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ مشار الیہ کے تین مراتب ہیں ایک قربیٰ دوسرا وسطیٰ تیسرا بعدیٰ ہے، قربیٰ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اس لفظ کے ذریعہ جس میں کاف اور لام نہ ہو جیسے ھـــذا، ذی اور وسطیٰ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لفظ کے ساتھ جس میں صرف کاف ہوتا ہے جیسے ذاک اور بعدیٰ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اس لفظ کے ساتھ جس میں کاف اور لام دونوں ہوں جیسے ذالک۔

وَبِهُـــنَـــا أَوْهٰهُـــنَـــا أَشِـــرْ إِلَـــىٰ
دَانِـي الْـمَـكَـانِ، وَبِـهِ الْكَـافَ صِلَا
فِـي الْبُـعْـدِ، أَوْبِثَـمَّ فُـهْ، أَوْهَـنَّـا
أَوْبِهُـنَـالِكَ انْـطِـقَـنْ، أَوْهِـنَّـا

ترجمہ:......ھُنا یا ھٰھُنا کے ذریعہ آپ اشارہ کریں قریب مکان کی طرف اور اس کے ساتھ آپ کاف ملا دیں بعد میں یا ثم پر تلفظ کریں یا ھنّا پر یا ھُنالک پر یا ھِنّا پر۔

ترکیب:

(ب) حرف جر ھنا معطوف علیہ (واو) حرف عطف (ھھنا) معطوف، معطوف علیہ معطوف ملکر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور ملکر متعلق ہوا اَشِرْ کے ساتھ (الیٰ دانی المکان) جار مجرور متعلق ہوا اشر کے ساتھ (بہ) جار مجرور (صِلاً) کے ساتھ متعلق ہوا (صِلاً) فعل فاعل (الکاف) مفعول بہ مقدم (فی البعد) جار مجرور متعلق ہوا (صلا) کے ساتھ (او) حرف عطف تخییر کیلئے ہے (بثم) جار مجرور ملکر بعد والے فعل (فہ) کے ساتھ متعلق ہوا (فہ) فعل امر (انت) ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل (او ھنا) ثم پر عطف ہے (بھنالک) جار مجرور ملکر متعلق ہوا (انطقن) کے ساتھ او ھنا اس پر عطف ہے۔

(ش) يشار الى المكان القريب بِ((هُنَا)) ويتقدمها هاء التنبيه؛ فيقال ((ههنا))؛ ويشار إلى البعيد على رأى المصنف بِ((هُنَاكَ))، وهنالك، وهنَّا بفتح الهاء و كسرها مع تشديد النون، و((ثم)) و((هنّت)) وعلى مذهب غيره ((هناك)) للمتوسط، ومابعده للبعيد.

ترجمہ وتشریح:

اگر مکان کی طرف اشارہ کرنا ہوتو اگر مکان قریب ہوتو ھنا کے ذریعہ اشارہ کیا جائے گا اور اس سے پہلے ہاء تنبیہ آئے گی چنانچہ ھٰھُنا کہا جائے گا۔ اور اگر مکان بعید کی طرف اشارہ کرنا ہوتو مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک ھناک، ھنالک، ھنّا (ھاء کے فتح اور کسرہ کے ساتھ) اور ثَمَّ (جیسے باری تعالیٰ کا قول ہے وإذا رأيت ثَمَّ رأيت) اور ھنّت کے ساتھ اشارہ کیا جائے گا اور باقی حضرات کی رائے یہ ہے کہ ھناک متوسط کیلئے آتا ہے اور اس کے بعد والے الفاظ بعید کیلئے آتے ہیں۔

الموصول

مَوْصُولُ الاسماءِ الَّذِی الأُنْثىٰ الَّتی

واليا اذا ماثُنِّيَا لاَ تُثْبِت

بَلْ مَا تَلِيْه اوله العَلامَه

والنُّونُ اِن تُشْدَدْ فَلاَ مَلامَه

والنُّونُ مِنْ ذَيْنِ وتَيْنِ شُدِّدا

ايضًا وَتَعْوِيضٌ بذاك قُصِدَا

ترجمہ:......اسماء موصولہ میں مذکر کیلئے الّذی ہے اور مؤنث کیلئے الّتی ہے اور جب ان دونوں کو تثنیہ بنایا جائے تو آپ یا کو ثابت نہیں رکھینگے بلکہ جس حرف کے ساتھ یاء آ جائے اس پر آپ علامہ لگائیں (یعنی جیسے الّذی، الّتی میں ذال اور تاء کے ساتھ تثنیہ بناتے وقت تثنیہ کی علامت لگائیں جو کہ حالت رفعی میں الف اور نصبی جری میں یاء ماقبل مفتوح ہے) اور نون اگر مشدد ہو تو کوئی ملامت نہیں ہے۔اور ذین میں نون کو مشدّد کیا جا سکتا ہے، اور اس سے مقصود عوض ہوتا ہے (الّذی کی یاء محذوف کے عوض مراد ہے)

ترکیب:

(موصول الاسماء) مضاف مضاف الیہ ملکر مبتدا (الذی الانثی الّتی) معطوف علیہ معطوف حرف عطف کے حذف کے ساتھ، الیاء مفعول بہ مقدم (لاتثبت) فعل کیلئے، (اذا ما ثنیا) شرط، جواب شرط محذوف ہے ای لاتثبته انت جس پر کلام کا ظاہر دال ہے (ثنیا) ماضی مجہول تثنیہ کا صیغہ ہے (الف ضمیر بارز) اس کیلئے نائب فاعل ہے جو الّذی اور الّتی کی طرف راجع ہے۔(بل) حرف عطف (ما) اسم موصول مفعول بہ فعل امر محذوف (اوّل) کیلئے جس کی تفسیر بعد والا فعل کر رہا ہے (تلی) واحد مؤنث غائب (هی) ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل جو کہ راجع ہے (یاء) کی طرف (ہ) ضمیر مفعول بہ العلامة مفعول ثانی اوّل فعل کیلئے النون مبتدا (ان تشدد فلاملامة) شرط جزاء ملکر خبر۔(النون) مبتدا (من ذین وتین جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر حال ہوا شددا کی ضمیر سے، ایضًا مفعول مطلق ہے ای آضَ ایضًا (تعویض) مبتدا (بذاک) جار مجرور متعلق ہوا قصد فعل کے ساتھ۔

(ش) ینقسم الموصول الی اسمیّ وحرفیّ ولم یذکر المصنف الموصولات الحرفیة،وهی خمسة أحرف:أحدها:((أن))المصدریة ،وتوصل بالفعل المتصرف:ماضیًا،مثل((عجبت من أن قام زید))ومضارعا، نحو:((عجبت من أن یقوم زید))وأمرا،نحو:((أشرت إلیه بأن قم))،فإن وقع بعدها فعل غیر متصرف– نحو قوله تعالیٰ:(وَأَنْ لَیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَاسَعٰی)وقوله تعالیٰ:(وأن عسی أن یکون قد اقترب أجلهم)–فهی مخففة من الثقیلة.

ومنها:((أن))وتوصل باسمها وخبرها،نحو((عجبت من أن زیدا قائم))ومنه قوله تعالیٰ(أو لم یکفهم أنا أنزلنا) وأن المخففة کالمثقلة،وتوصل باسمها وخبرها،لکن اسمها یکون محذوفًا،واسم المثقلة مذکورًا.

ومنها:((کی))وتوصل بفعل مضارع فقط،مثل((جئت لکی تکرم زیدًا)).

ومنها:((ما))وتکون مصدریة ظرفیة،نحو:((لا أصحبک مادمت منطلقًا((أی :مدّة دوامک منطلقًا)

وغير ظرفية،نحو:عجبت مماضربت زيدًا))وتوصل بالماضى،كمامثل ، وبالمضارع ،نحو:((لاأصحبک مايقوم زيد،وعجبت مماتضرب زيدا))ومنه:(بمانسوايوم الحساب)وبالجملة الاسمية،نحو:((عجبت ممازيد قائم، ولاأصحبک مازيد قائم))وهوقليل،وأكثر ماتوصل الظرفية المصدرية بالماضى أو بالمضارع المنفى بلم، نحو: ((لاأصحبک مالم تضرب زيدًا))ويقل وصلها–أعنى المصدرية–بالفعل المضارع الذى ليس منفيًا بلم،نحو:((لاأصحبک مايقوم زيد))ومنه قوله:

۲۵–أُطَوِّفُ مَـــاأُطَــوِّفُ ثُــمَّ آوِی

إلٰـــی بَيْـــت قَـــعِيــدَتُــــهُ لَـكَـــا عِ

ومنها:((لو))وتوصل بالماضى،نحو:((وددت لوقام زيد)) والمضارع، نحو: ((وددت لويقوم زيد))

فقول المصنف((موصول الاسماء))احترازمن الموصول الحرفي–وهو((أن وأن وكى وماولو))–وعلامته صحة وقوع المصدرموقعه،نحو:((وددت لوتقوم))أى قيامک، و ((عجبت ماتصنع، وجئت لكى أقرأ،ويعجبنى أنک قائم ،وأريد أن تقوم)) وقد سبق ذكره.

وأماالموصول الاسمى ف((الذى))لِلمفردالمذكر،و((التى)) لِلْمُفردة المؤنثة فإن ثنّيت أسقطت الياء وأتيت مكانها:بالألف فى حالة الرفع،نحو:((اللذان،واللّتان))وبالياء فى حالتى الجر والنصب؛فتقول:((اللّذين،واللّتين)).

وإن شئت شدّدت النون–عوضًا عن الياء المحذوفة–فقلت:((اللذان واللتان))وقدقرئ:(واللّذانّ يأتيانهامنكم)ويجوزالتشديدأيضًا مع الياء–وهومذهب الكوفيين– فتقول: ((اللّذينّ،واللتينّ)) وقدقرى: (ربناأرنااللَّذينّ)بتشديد النون–

وهذاالتشديديجوزأيضافى تثنية ((ذا،وتا))اسمى الإشارة؛فتقول:((ذانّ،وتانّ)) وكذلک مع الياء؛ فتقول:((ذينّ وتينّ)) وهومذهب الكوفيين– والمقصود بالتشديدأن يكون عوضاعن الألف المحذوفة كما تقدم فى((الذى،والتى)).

ترجمہ وتشریح:..........موصول کی قسمیں:

موصول کی دوقسمیں ہیں اسمی اورحرفی۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصولات حرفی کوذکرنہیں کیاصرف موصولات اسمی کوذکرکیا،شارح رحمہ اللہ تعالیٰ نے

تفصیل سے موصولات حرفی کو بھی ذکر کیا۔

موصول حرفی کی تعریف: وہ ہے جو اپنے صلہ سمیت مؤول بتاویل مصدر ہو۔

موصول حرفی کی قسمیں: موصولات حرفی پانچ حروف ہیں۔

١......ایک ان مصدریہ ہے اور یہ فعل متصرف کے ساتھ آتا ہے ماضی ہو جیسے **عجبت من ان قام زیدٌ** یا مضارع ہو جیسے **عجبت من ان یقوم زیدٌ** یا امر ہو جیسے **اشرت الیہِ بان قم** یہاں ان مصدریہ ہے جو کہ حرف ہے اس کا مابعد **مؤول بالمصدر** ہے ای **عجبت من قیام زید، اشرت الیہ بالقیام**، اگر اس ان کے بعد فعل غیر متصرف آجائے جیسے **ان لیس للانسان الا ماسعیٰ** (یہاں **لیس** فعل غیر متصرف ہے) اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول **و ان عسی ان یکون قداقترب اجلھمْ** (یہاں **عسٰی** فعل غیر متصرف ہے) تو پھر ان **مخفّف من المثقل** ہوگا (جس کی پوری تفصیل آگے آرہی ہے)

٢......دوسرا موصول حرفی **اَنَّ** ہے جیسے **عجبتُ من اَنَّ زیداقائم ،اولم یکفھم انّاانزلنا**، اگر ان مخفف ہو جائے یعنی شد کے بغیر ہو تو پھر اس کا حکم بھی مثقل (مشدد) کی طرح ہے لیکن ان مثقل اور مخفف میں فرق یہ ہے کہ ان مثقل کا اسم مذکور ہوتا ہے اور ان مخفف کا اسم محذوف ہوتا ہے۔

٣......تیسرا موصول حرفی **کَیْ** ہے اور یہ صرف فعل مضارع کے ساتھ آتا ہے جیسے **جئت لکی تکرم زیدا، ای جئت لاکرام زید۔**

٤......اور چوتھا موصول حرفی ما ہے اور یہ مصدریہ ظرفیہ ہوتا ہے جیسے **لااصحبک مادمت منطلقا** (یہاں ما مصدریہ ہے اپنے مدخول کو مصدر کے معنیٰ میں کرتا ہے اور یہاں ظرفیت زمانی ہے) ای **مدّۃ دوامک منطلقا**، اور کبھی ظرفیہ نہیں ہوتا ہے جیسے **عجبت مماضربت زیدًا** یہاں ما مصدریہ اگر چہ ہے لیکن ظرفیت کیلئے نہیں ہے۔ اور یہ ما ماضی کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے **مماضربت** اور مضارع کے ساتھ بھی جیسے **لااصحبک مایقوم زید، عجبت مماتضرب زیدًا** فعل کے ساتھ ملنے کی مثال **بمانسوا یوم الحساب** ہے۔

جملہ اسمیہ کے ساتھ ملنے کی مثال **عجبت ممّازیدقائمٌ، لااصحبک مالم تضرب زیدًا** ،اور جو مضارع منفی بلم نہ ہو اس کے ساتھ ماکم آتا ہے جیسے **لااصحبک مایقوم زید۔**

اور اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۲۵-أُطَـوِّفُ مَـــا أُطَـــوِّفُ ثُـــمَّ آوِي
إِلَـــى بَيْـــتٍ قَـــعِيـــدَتُـــهُ لَـــكَـــاعِ

ترجمہ:...... میں اپنے گھومنے کے اوقات بار بار چکر لگا تا ہوں، پھر آ تا ہوں ایسے گھر کی طرف جس میں بیٹھی ہوئی عورت (بیوی) کمینہ ہے۔

تشریح المفردات:

اطوّف ہمزہ کے ضمّہ اور واؤ کے کسرہ کے ساتھ ہے تشدید تکثیر کیلئے ہے یعنی میں بہت چکر لگا تا ہوں، مااطوّف ما مصدریہ ظرفیہ ہے ای مدّة تطویفی' آوی اصل میں أأوی تھا دو ہمزے جمع ہو گئے دوسرا ساکن تھا اس کو الف سے بدل دیا' قعیدۃ اس سے مراد عورت ہے کیونکہ وہ اکثر گھر میں بیٹھی ہوتی ہے، لکاع، حزام کی طرح مبنی بر کسرہ ہے محلا مرفوع ہے عورت کی صفت ہے لکاع کمینہ اور خبیث عورت کو کہتے ہیں مرد کی مذمّت میں لُکَع استعمال ہوتا ہے جس طرح حدیث شریف میں آ تا ہے۔"لا تقوم الساعة حتی یکون اسعَدُالناس بالدنیا لکع ابن لکع" (ترمذی)

ترکیب:

(اطوّف) واحد متکلم فعل مضارع معروف (انا) ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل (مااطوّف) ما مصدریہ اپنے مدخول کے ساتھ بتاویل مصدر ہو کر مفعول مطلق ہوا پہلے والے اطـوّف کیلئے، (ثـم) حرف عطف (آوی) فعل متکلم با فاعل (الی) جار (بیت) موصوف (قعیدته) مضاف مضاف الیہ مبتدا (لکاع) خبر، مبتدا خبر ملکر صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا آوی کے ساتھ۔ (شاعر اس شعر میں اپنی بیوی کی مذمّت بیان کر رہا ہے، شاعر کا نام جرول ہے۔)

محلّ استشہاد:

محلّ استشہاد (مااطوّف) ہے یہاں ما مصدریہ ظرفیہ مضارع پر تو آیا ہے لیکن وہ منفی بلم نہیں ہے حالانکہ وہ اکثر اس فعل مضارع پر آ تا ہے جو منفی بلم ہو۔

۵......اور ان ہی موصولات میں سے لو بھی ہے اور یہ فعل ماضی کے ساتھ آ تا ہے جیسے وددت لو قام زیدٌ' اور مضارع کے ساتھ جیسے وددت لو یقوم زید۔

مصنف رحمہ اللہ نے موصول الاسماء کہکر موصولات حرفی سے احتراز کیا، پہلے بھی گزر چکا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ پر مصدر کا واقع ہونا صحیح ہو جیسے وددت لو تقوم ای وددت قیامک، عجبت مما تصنع، جئت لِکَی اقرأ، یعجبنی انک قائم، اُرِیدُ ان تقوم۔

موصولات اسمیہ:

الّذی مفرد مذکر اور الّتی مفرد مؤنث کیلئے ہے۔ اگر ان کا تثنیہ بنانا ہو تو یاء کو مفرد سے ساقط کر کے حالت رفعی میں الف لایا جائے گا جیسے الّلذان، الّلتان حالت رفعی اور الّلذین الّلتین (یاء کے ساتھ) حالت نصبی جری میں، تثنیہ میں مفرد کی یاء کی جگہ پر نون کو مشدّد بھی لا سکتے ہیں جیسے الّلذانّ الّلتانّ (نون کی تشدید کے ساتھ) پڑھنا اور ایک قراءت میں والّذانّ (نون کی تشدید کے ساتھ) یاتیانها منکم بھی آیا ہے۔

حالت نصبی جری میں یاء کے ہوتے ہوئے بھی نون کو مشدّد کر سکتے ہیں اور یہ کوفیین کا مذہب ہے قرآن کریم کی ایک لغت میں ارنا اللذینّ بھی آیا ہے۔ اور یہ تشدید جیسے الّذی الّتی میں جائز ہے اسی طرح ذا، تا اسم اشارہ کے تثنیہ میں بھی جائز ہے حالت رفعی میں الف کے ساتھ بھی اور حالت نصبی جری میں یاء کے ساتھ، اور یہ کوفیین کا مسلک ہے اور تشدید سے مقصود یہ ہے کہ یہ ذا اور تا کے الف کے بدلے ہوگی جیسا کہ الذی، التی میں اس کی تفصیل گزر گئی۔

جَمْعُ الَّذِی الأُلٰی الَّذِیْنَ مُطْلَقًا

وَبَعْضُهُمْ بِالوَاوِرَفْعًا نَطَقَا

بالّات واللاء التی قَدْجُمِعا

واللّاء کالذین نزرًاوقعا

ترجمہ:...... الّذی کی اُلیٰ اور الّذین آتی ہے مطلقًا، اور بعض حضرات نے الّذین کی حالت رفعی میں واؤ پر تلفظ کیا ہے اور الّتی کی جمع الّلاتِ اور الّلاء آئی ہے اور کبھی الّلاء کا استعمال الّذین کی طرح بھی ہوا ہے۔

ترکیب:

(جمع الذی) مضاف مضاف الیہ مبتدا (الاُلٰی) معطوف علیہ (الذین) معطوف (حرف عطف محذوف ہے) معطوف علیہ معطوف ملکر خبر، (مطلقًا) حال ہے الّذین سے (بعضهم) مضاف مضاف الیہ مبتدا (بالواو) متعلق ہوا (نطقا) کے ساتھ (رفعا) حال۔ (باللات واللاء) جار مجرور متعلّق ہوا جمع کے ساتھ (التی) مبتدا (قد جمعا) فعل مجہول با نائب فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر۔ (اللاء) مبتدا (وقعا) فعل فاعل ملکر خبر، (کالذین) جار مجرور محذوف وقع کی ضمیر کے ساتھ متعلّق ہو کر حال اوّل نزرًا حال ثانی۔

(ش) يقال فى جمع المذكر ((الألى)) مطلقًا: عاقلا كان، أو غيره، نحو: جاء نى الألىٰ فعلوا)) وقد يستعمل فى جمع المؤنث، وقد اجتمع الأمران فى قوله:

٢٦- وَتُبْلِى الألىٰ يستلئمون عَلى الألىٰ
تَرَاهُنَّ يَوْمَ الرَّوْعِ كَالحِدَإِ القُبْلِ

فقال: ((يستلئمون)) ثم قال: ((تراهن)).

ويقال للمذكر العاقل فى الجمع ((الذين)) مطلقا- أى: رفعا، ونصبًا، وجرًا- فتقول: ((جاء نى الّذين أكرموا زيدا، ورأيت الذين أكرموه، ومررت بالذين أكرموه)).

وبعض العرب يقول: ((الّذون)) فى الرفع، و ((الّذين)) فى النصب والجر؛ وهم بنو هذيل، ومنه قوله:

٢٧- نَحْنُ الَّذُوْنَ صَبَّحُوا الصَّبَاحَا
يَوْمَ النُّخَيْلِ غَارَةً مِلْحَاحَا

ويقال فى جمع المؤنث: ((الّلاتِ، وَالّلاءِ)) بحذف الياء؛ فتقول ((جاء نى الّلاتِ فعلن، واللّاءِ فعلنَ)) ويجوز إثبات الياء؛ فتقول ((الّلاتى، والّلائى)).

وقد ورد ((الّلاء)) بمعنى الذين، قال الشاعر:

٢٨- فَمَا آباؤنَا بِأَمَنَّ مِنْهُ
عَلَيْنَا الّلاء قَدْ مَهَدُوا الحُجُورَا

(كما قد تجئ ((الأولى)) بمعنى ((الّلاء)) كقوله:

فَأَمَّا الأولىٰ يَسْكُنَّ غَوْرَتِهَامَةٍ
فكلُّ فَتَاةٍ تترُكُ الحِجْلَ أَقْصَمَا

ترجمہ وتشریح:

جمع مذکر چاہے وہ عاقل ہو یا غیر عاقل اس کیلئے ألیٰ کا لفظ آتا ہے جیسے جاء نی الألیٰ فعلوا (میرے پاس وہ لوگ آئے جنہوں نے کام کیا) کبھی جمع مؤنث کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، اور کبھی دونوں کیلئے بیک وقت استعمال ہوجاتا ہے جیسے

شاعر کا یہ قول ہے۔

۲۶-وَتُبلی الألیٰ یستلئمون عَلی الألیٰ
تراھُنّ یَوْمَ الرَّوْعِ کَالحِدَأِ القُبل

ترجمہ:......موت فانی کرتی ہے ان لوگوں کو جو زرہ پہن کر سوار ہوتے ہیں ان گھوڑوں پر جن کو آپ خوف وگھبراہٹ کے دن (یعنی جنگ کے دن) دیکھینگے ان چیلوں کی طرح جن کی آنکھوں میں ٹیڑھاپن ہو (تشبیہ سرعت اور خفت میں ہے)

تشریح المفردات:

تبلی باب افعال سے واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم کا صیغہ ہے فناء کے معنیٰ میں آتا ہے اس میں ھی ضمیر مستتر (المنون) موتوں کی طرف راجع ہے۔ یستلئمون ای یلبسون اللامۃ زرہ پہنتے ہیں، روع خوف وفزع کو کہتے ہیں الحدأحدأۃ کی جمع ہے، حدأۃ معروف پرندہ ہے جس کا نام چیل ہے (القبل فی العینین) باء کے سکون اور لام کے کسرہ کے ساتھ، آنکھ کی سیاہی کا ناک کی طرف جھکنا یا ہر ایک آنکھ کی نگاہ کا ایک دوسرے کی طرف جھکنا یعنی ٹیڑھا اور بھینگا پن۔

ترکیب:

تبلی فعل مضارع معروف فعل ھی ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل الألیٰ موصول یستلئمون فعل فاعل علی جار الألیٰ موصول تراھن فعل بافاعل ومفعول یوم الروع مضاف مضاف الیہ ظرف کالحدأ القبل (الحدأ) موصوف (القبل) صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور ملکر تـــــــری کے ساتھ متعلق ہوکر مفعول ثانی، فعل فاعل اور مفعولین سے ملکر صلہ ہوا دوسرے ألیٰ کیلئے، موصول صلہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر یستلئمون کے ساتھ متعلق ہوا، یستلئمون فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر صلہ ہوا پہلے ألی کیلئے ألیٰ اپنے صلہ سے ملکر فاعل ہوا تبلی کیلئے۔

محلّ استشہاد:

الألیٰ یستلئمون اور الألیٰ تراھن ہے یہاں ألیٰ پہلی مرتبہ جمع مذکر عاقل کیلئے استعمال ہوا اور دوسری مرتبہ جمع مؤنث غیر عاقل کیلئے اس لئے کہ پہلے ألیٰ سے مراد لوگ ہیں اور دوسرے والے سے مراد گھوڑے ہیں جو غیر عاقل ہیں۔

الّذین کا اعراب:

جمع مذکر عاقل کیلئے الّذین آتا ہے مطلقاً یعنی حالت رفعی نصبی جری تینوں میں جیسے جاءَ نی الذین اکرموا

زید؛ا، رأیتُ الّذین اکرَمُوہُ،مررت بالّذین اکرموہ۔

اورھذیل،عقیل والوں کی لغت میں حالت رفعی میں واؤ اور نصبی جری میں یاء ہے وہ حضرات اس میں جمع مذکر سالم کا اعراب جاری کرتے ہیں جیسا کہ مسلمون میں ہے اور اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۲۷-نَحْنُ الَّذُوْنَ صَبَّحُوا الصَّبَاحَا

یَوْمَ النُّخَیْلِ غَارَۃً مِلْحَاحَا

ترجمہ:......ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبح کے وقت (دشمن پر) حملہ کیا نخیل کے دن سخت اور لمبی اور مسلسل لوٹ مار کے ساتھ۔

تشریح المفردات:

صبّحوا جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے، صبّحته جب آپ صبح کے وقت داخل ہو جائیں نخیل نخل کی تصغیر ہے شام میں ایک جگہ کا نام ہے غارۃ لوٹ ملحاحا غارۃ کی صفت ہے کہا جاتا ہے الحّ المطر ای اشتدو دام بارش مسلسل اور سخت ہوئی۔سحاب ملحاح لگا تار برسنے والا بادل۔

ترکیب:

(نحن) مبتدا (اللذون) اسم موصول (صبحوا) فعل و اؤ ضمیر بارز مرفوع متصل فاعل (الصباحا) مفعول مطلق (یوم النخیل) مضاف مضاف الیہ ظرف (غارۃ ملحاحا) موصوف صفت ملکر حال ہوا فعل فاعل مفعول ملکر صلہ،موصول صلہ سے ملکر خبر۔

محل استشہاد:

یہاں (الّذون) ہے جمع مذکر سالم کی طرح حالت رفعی میں واؤ ماقبل مضموم آیا ہے یہ قبیلہ ہذیل،عقیل والوں کی لغت ہے ورنہ تو اکثر حضرات کے ہاں حالت رفع نصبی جری تینوں میں یاء آتی ہے۔

الّلات الّلاء کا استعمال:

الّلات اور الّلاء (یاء کے حذف کے ساتھ) کا استعمال جمع مؤنث میں ہوتا ہے جیسے جاء نی اللات فعلن جاء نی اللاء فعلن (میرے پاس وہ عورتیں آئیں جنہوں نے کام کیا) اوران دونوں میں یاء کو ثابت رکھنا بھی صحیح ہے۔کبھی الّلاء الّذین کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی مذکر کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

۲۸- فَمَا آبَاؤُنَا بِأَمَنَّ مِنْهُ
عَلَيْنَا اللَّاءِ قَدْ مَهَدُوا الْحُجُورَا

ترجمہ:...... نہیں ہیں ہمارے آباء واجداد زیادہ احسان کرنے والے اس ممدوح کے مقابلہ میں، جنہوں نے اپنی گودوں کو ہمارے لئے بچھایا تھا۔

تشریح المفردات:

ما نافیہ ہے لیس کی طرح عمل کرتا ہے اسم کو رفع خبر کو نصب دیتا ہے امنّ اسم تفضیل کا صیغہ ہے زیادہ احسان کرنے والا منہ میں ضمیر ممدوح کی طرف راجع ہے اللاء اسم موصول ہے الذین کے معنیٰ میں ہے مہدوا بچھانے کے معنی میں ہے الحجور حجر کی جمع ہے گود کو کہتے ہیں۔

ترکیب:

ما نافیہ ہے لیس کے معنی میں ہے (آباؤنا) مضاف مضاف الیہ (ما) کا اسم (بامن) (ب) زائد ہے (امنّ) ما کیلئے خبر (منہ علینا) جار مجرور دونوں متعلق ہوئے (امنّ) کے ساتھ (اللاء) اسم موصول (قدمہدوا) (الحجورا) فعل فاعل مفعول ملکر صلہ، موصول صلہ سے ملکر صفت ہوا آباؤنا کیلئے، واضح رہے کہ موصوف اور صفت کے درمیان جمہور نحویوں کے ہاں فاصلہ ناجائز ہے بعض حضرات اس کو جائز کہتے ہیں، اس شعر میں (آباؤنا) موصوف ہے اور (اللاء الخ) صفت ہے اور درمیان میں فاصلہ آیا ہے بعض حضرات کے ہاں جواز پر محمول ہے۔

شعر کا خلاصہ:...... شاعر یہاں اپنے ممدوح کی تعریف کرتا ہے اور اس کے احسانات کو اپنے حقیقی آباؤ واجداد سے زیادہ سمجھتا ہے۔

محل استشہاد:

اللّاء محلّ استشہاد ہے یہ اگرچہ مؤنث کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں الذین کے معنی میں مذکر کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جس طرح أولی کبھی اللاء کے معنیٰ میں آتا ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

فَأَمَّا الأُولیٰ یَسْکُنَّ غَوْرَتِهَامَةٍ
فَکُلُّ فَتَاةٍ تَتْرُكُ الْحِجْلَ أَقْصَمَا

ترجمہ:...... پس وہ عورتیں جو تہامہ کی پست زمینوں میں رہتی ہیں ان میں ہر ایک لڑکی پازیب کو چھوڑتی ہے توڑ کر۔

تشریح المفردات:

یسکنّ جمع مؤنث غائب، سکن یسکن رہنے کے معنیٰ میں آتا ہے، غور پست زمین کو کہتے ہیں فتاۃ نوجوان لڑکی الحجل پازیب۔

ترکیب:

(امّا) حرف تفسیر الألیٰ اسم موصول (یسکنّ) فعل بافاعل (غورتھامۃ) مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، فعل بافاعل ومفعول صلہ ہوا موصول صلہ ملکر مبتدا یا شرط (ف) جزائیہ (کل فتاۃ) مضاف مضاف الیہ مبتدا (تترک) فعل بافاعل الحجل مفعول بہ (اقصما) مفعول بہ سے حال فعل اپنے مابعد کے ساتھ ملکر خبر یا جزاء۔

محلّ استشہاد:

یہاں محل استشہاد الأولیٰ ہے جمع مذکر کیلئے عموماً استعمال ہوتا ہے مگر یہاں اللاء (مؤنث) کے معنیٰ میں ہے اسلئے کہ اس سے مراد یہاں عورتیں ہیں۔

وَمَنْ ،وَمَاوَالْ تُسَاوِی مَاذُکِر
وھکذاذُوْ عِنْدَ طَیٍّ شُھِر
وَکَالَّتِی اَیضًا الَدَیھِمْ ذاتُ
وَمَوضِعَ الّلاتِی اتَی ذَوَاتُ

ترجمہ:......من، ما، الف لام مذکور (الّذی) کے برابر ہیں اسی طرح ذو طیّ کی لغت میں مشہور ہے، الّتی کی طرح ان کے ہاں ذات بھی ہے اور الّلاتی کی جگہ ذوات آیا ہے۔

ترکیب:

(من) معطوف علیہ (ماال) معطوف، معطوف علیہ معطوف ملکر مبتدا (تساوی) باب مفاعلہ سے واحد مؤنث غائب (ھی) ضمیر مستتر اس کے لئے فاعل (ما) موصولہ (ذکر) فعل مجہول بانائب فاعل ملکر صلہ، موصول صلّہ سے ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ سے ملکر خبر۔ (ھا) حرف تنبیہ (کذا) جار مجرور متعلّق محذوف کے ساتھ ہوکر حال (ذو) مبتدا (عند طی) مضاف مضاف الیہ ظرف (شھر) فعل بانائب فاعل خبر (کالّتی) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلّق ہوکر خبر مقدّم (ایضا) مفعول مطلق ای آضایضًا (لدیھم) مضاف مضاف الیہ ہوکر ظرف (ذات) مبتدا مؤخر (موضع اللاتی) مضاف مضاف الیہ منصوب بنا بر ظرفیت مکانی (اتی) فعل (ذوات) فاعل۔

(ش) اشار بقوله تساوی ماذکر)) إلى أن ((من،وما)) والألف واللام،تكون بلفظ واحد: للمذكر، والمؤنث–المفرد والمثنى، والمجموع–تقول: جاء نى من قام ،ومن قامت،ومن قاما،ومن قامتا،ومن قاموا،ومن قمن، وأعجبنى ماركب،ومار كبت،وماركبا،وماركبتا،وماركبوا،وماركبن؛ وجاء نى القائم، والقائمة،والقائمان،والقائمتان،والقائمون،والقائمات.

وأكثر ماتستعمل ((ما)) فى غير العاقل،وقدتستعمل فى العاقل،ومنه قوله تعالىٰ: فانكحوا ماطابَ لكم من النساء مثنى) وقولهم: ((سبحان ماسخر كن لنا)) و ((سبحان مايسبح الرعدبحمده)).

و ((من)) بالعكس؛ فاكثر ماتستعمل فى العاقل،وقدتستعمل فى غيره. كقوله تعالىٰ: ومنهم من يمشى علىٰ اربع يخلق اللّٰه مايشآء ومنه قول الشاعر:

۲۹–بَكَيتُ عَلىٰ سِرْبِ القَطااِذْ مَرَرْنَ بِى

فَقُلْتُ وَمِثْلِى بِالبُكَاءِ جَدِيرُ

أَسِرْبَ القَطَا هَلْ مَنْ يُعِيرُ جَنَاحَهُ

لَعَلِّى إِلىٰ مَنْ قَدْ هَوِيتُ أَطِيرُ

وأما الألف واللام فتكون للعاقل،ولغيره،نحو: ((جاء نى القائم،والمركوب)) واختلف فيها؛ فذهب قوم إلى أنها اسم موصول،وهوالصحيح،وقيل: انهاحرف موصول،وقيل إنهاحرف تعريف،وليست من الموصولية فى شئ.

وأمامن وماغير المصدرية فاسمان اتفاقا،وأما ((ما)) المصدرية فالصحيح أنهاحرف،وذهب الأخفش إلى أنها اسم.

ولغة طيئ استعمال ((ذو)) موصولة،وتكون للعاقل،ولغيره ،وأشهرلغاتهم فيها أنها تكون بلفظ واحد: للمذكر،والمؤنث،مفردًا،ومثنى،ومجموعا؛ فتقول: ((جائنى ذوقام،وذو قامت،وذوقاما،وذوقامتا، وذوقاموا،وذوقمن))،ومنهم من يقول فى المفردالمؤنث: ((جاء نى ذات قامت))،وفى جمع المؤنث: ((جاء نى ذوات قمن)) وهوالمشارإليه بقوله: ((وكالتى أيضًا–البيت،ومنهم من يثنيهاويجمعها فيقول: ((ذوا،وذوو)) فى الرفع و ((ذوى،وذوى)) فى النصب والجر،و ((ذواتا)) فى الرفع،و ((ذواتى)) فى الجر والنصب،و ((ذوات)) فى الجمع،وهى مبنيةعلى الضم،وحكى الشيخ بهاء الدين ابن النحاس أن إعرابها كإعراب جمع المؤنث السالم:

والأشهر في ((ذو)) هذه -أعني الموصولة- أن تكون مبنية، ومنهم من يعربها: بالواو رفعا، وبالألف نصبا، وبالياء جرا؛ فيقول: ((جاء ني ذو قام، ورأيت ذا قام، ومررت بذي قام)) فتكون مثل ((ذي)) بمعنى صاحب، وقد روي قوله:

فَــإِمَّــا كِــرَامٌ مَــوسِــرُونَ لــقيتهــم
فــحسبــي مــن ذي عــنــدَهُــمْ مــا كَــفَــانِيَــا

بالياء على الإعراب، وبالواو على البناء

وأما ((ذات))، فالصحيح فيها أن تكون مبنية على الضَّمّ رفعا ونصبًا وجرًا، مثل ذوات، ومنهم من يعربها إعراب مسلمات: فيرفعها بالضمة، وينصبها ويجرها بالكسرة.

ترجمہ وتشریح:

مصنف رحمہ اللہ نے تساوی ماذکر کہکر اس کی طرف اشارہ کیا کہ من اور ما اور الف لام ایک ہی لفظ کے ساتھ آتے ہیں مذکر مؤنث مفرد تثنیہ جمع سب کیلئے، یعنی اس میں یہ سب شریک ہیں، جیسے جاء نی من قام، من قامت من قاما من قامتا من قاموا مَنْ قُمْنَ، ما کی مثال اعجبنی ما رکب ما رکبت ما رکبا ما رکبتا ما رکبوا ما رکبن، الف لام کی مثال:...... جیسے جاء نی القائم القائمة، القائمان، القائمتان، القائمون، القائمات۔

ما اور من کا استعمال:

ما کا استعمال ذوی العقول (عقل والوں) میں کم ہوتا ہے اور غیر ذوی العقول میں زیادہ ہوتا ہے۔

کبھی ذوی العقول میں بھی ما مستعمل ہوتا ہے جیسے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ الخ یہاں ما سے مراد عورتیں ہیں اور سبحان ماسخر کن لنا (پاک ہے وہ ذات جنہوں نے تمہیں ہمارے لئے تابع کیا) یہاں بھی ما سے مراد عورتیں ہیں، اور سبحان مایسبح الرعد بحمده یہاں ما سے مراد اللہ رب العزت ہیں۔ اور من ما کے برعکس ہے اکثر اس کا استعمال ذوی العقول میں ہوتا ہے اور غیر ذوی العقول میں کبھی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "ومنهم من یمشی علیٰ اَربعٍ یخلُقُ اللّٰه مایشاء" یہاں من سے مراد جانور ہیں کہ بعض ان میں سے چار پاؤں پر چلتے ہیں اور اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۲۹-بَکَیتُ عَلیٰ سِرْبِ الْقَطاإِذْ مَرَرْنَ بِی
فَقُلْتُ وَمِثْلِی بِالْبُکَاءِ جَدِیرُ
أَسِرْبَ الْقَطَاهَلْ مَنْ یُعِیرُ جَنَاحَهُ
لَعَلِّی إِلیٰ مَنْ قَدْ هَوِیتُ أَطِیرُ

ترجمہ:......میں رویا قطا پرندوں کی جماعت پر جب وہ مجھ پر گزر گئی تو میں نے کہا (اور مجھ جیسا رونے کا زیادہ لائق ہے) اے قطا پرندوں کی جماعت کیا تم میں کوئی ہے جو مجھے اپنا پر دے دے شاید کہ میں اس کے ذریعے اڑ جاؤں اس کی طرف جس سے میں محبت کرتا ہوں۔

تشریح المفردات:

بکیتُ، ضرب یضرب سے واحد متکلم کا صیغہ ہے بکاء کہتے ہیں آنسو کا بہہ جانا، آواز نکلے یا نہ نکلے، سرب جماعت کو کہتے ہیں القطاقطاۃ کی جمع ہے قطوات بھی اس کی جمع آتی ہے، ایک ریگستانی پرندہ ہے جو کبوتر کی طرح ہوتا ہے علیٰ احوذیین استقلّت عشیۃ الخ میں اس کی تفصیل گزر گئی ہے، جدیر لائق اسرب القطاۃ ہمزہ حرف نداء ہے سرب منادیٰ مضاف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یہاں پرندوں کی جماعت کو بمنزلہ عاقل کر کے اس کو مخاطب کیا۔ یعیر اعاریعیر باب افعال سے ہے عاریۃً (استعمال کیلئے) دینے کو کہتے ہیں جناح پر، هویت سمع یسمع کے باب سے محبت کے معنیٰ میں آتا ہے اطیر ضرب یضرب سے بمعنیٰ اڑنا۔

ترکیب:

(بکیت) فعل فاعل (علی سرب القطا) جار مجرور متعلّق ہوا بکیت کے ساتھ (اذ مررن بی) ظرف زمان ہو کر متعلّق ہوا بکیت کے ساتھ (فقلت) فعل فاعل (و) حالیہ (مثلی) مضاف مضاف الیہ مبتدا (بالبکاء) جار مجرور متعلق ہوا جدیر کے ساتھ، جدیر خبر، ومثلی بالبکاء جدیر جملہ معترضہ ہے (همزه) حرف ندا (سرب القطا) مضاف مضاف الیہ منادیٰ (هل) حرف استفہام (من) اسم موصول مبتدا (یعیر) فعل (هو) ضمیر مستتر جو راجع ہے (من) کی طرف وہ فاعل (جناحه) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ (لعلّ) حرف ہے حروف مشبّہ بالفعل سے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے (ی) ضمیر اس کیلئے اسم (الی من قدهویت) مجموعی اعتبار سے جار مجرور ہو کر متعلق ہوا (اطیر) کے ساتھ (اطیر) فعل اپنے فاعل سے ملکر خبر ہوا لعل کیلئے۔

شعر کا خلاصہ:

شعر میں شاعر پرندوں کی جماعت کے گزر جانے اور شاعر کا ان سے محبوبہ کے پاس جانے کیلئے پر مانگنے کا ذکر ہے جس سے یہ اڑ کر محبوبہ کے پاس جائے یہ محض ایک تخیل ہے۔

محلّ استشہاد:

من یعیر جناحه میں من محل استشہاد ہے یہ اگرچہ عموماً ذوی العقول کیلئے آتا ہے لیکن یہاں غیر ذوی العقول کیلئے استعمال ہوا ہے جو کہ پرندے ہیں۔

الف لام کا استعمال:

الف لام عاقل اور غیر عاقل دونوں کیلئے آتا ہے جیسے جاء نی القائم ،المر کوب البتہ اس میں اختلاف ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ اسم موصول ہے اور یہ جمہور، سیبویہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اسلئے کہ یہ مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اس کی طرف ضمیر لوٹتی ہے جیسے افلح المتقی ربّه (کامیاب ہوا وہ بندہ جو اپنے رب سے ڈرنے والا ہے) یہاں ہ ضمیر الف لام کی طرف راجع ہے اور ضمیر صرف اسم کی طرف لوٹتی ہے۔

۲......اور مازنی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حرف موصول ہے لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ موصول حرفی مؤول بالمصدر ہوتا ہے حالانکہ یہاں مؤول بالمصدر ہونا باطل ہے۔

۳......اخفش رحمہ اللہ کی رأی یہ ہے کہ یہ حرف تعریف ہے اور کسی درجہ میں بھی موصول نہیں ہے۔

من اور ما جب مصدریہ نہ ہوں تو اس صورت میں حضرات نحویوں کے ہاں یہ بالاتفاق اسم ہوتے ہیں اور ما جب مصدریہ ہو تو صحیح قول کے مطابق یہ حرف ہوتا ہے اخفش رحمہ اللہ کے ہاں اسم ہوتا ہے۔

ذو کا استعمال:

بنی طی کی لغت میں ذو موصول ہو کر استعمال ہوتا ہے اور عاقل غیر عاقل دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے اور ان کی لغتوں میں مشہور لغت ذو کے اندر یہ ہے کہ یہ مذکر مؤنث مفرد تثنیہ جمع سب کیلئے ایک ہی لفظ (یعنی ذو) کے ساتھ آتا ہے جیسا کہ من، ما، الف لام، ہیں۔ مثلاً جاء نی ذو قام، ذو قامت، ذو قاما، ذو قامتا، ذو قامو، ذو قمن۔

البتہ بعض حضرات واحد مؤنث میں ذات پڑھتے ہیں جیسے جاء نی ذات قامت اور جمع مؤنث میں ذوات پڑھتے ہیں جیسے جاء نی ذوات قمن مصنف رحمہ اللہ نے وکالتی ایضا لدیهم ذات (الّتی کی طرح ذات بھی ہے یعنی مفرد

مؤنث کیلئے دونوں استعمال ہوتے ہیں) کے ساتھ اس قول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نیز بعض حضرات ذو سے تثنیہ جمع بھی بناتے ہیں چنانچہ تثنیہ مذکر حالت رفعی میں ذوا، اور جمع مذکر حالت رفعی میں ذوو اور تثنیہ مذکر حالت نصبی جری میں ذوی اور مذکر حالت نصبی جری میں ذوِیُ پڑھتے ہیں۔

مؤنث میں مفرد کیلئے ذات اور تثنیہ مؤنث حالت رفعی میں ذواتا (جیسے قرآن کریم میں ہے ذواتا افنان) اور تثنیہ مؤنث حالت نصبی جری میں ذواتی اور جمع مؤنث میں ذوات پڑھتے ہیں۔

خلاصہ:

شارح کی عبارت چونکہ مغلق ہے اس لئے آسانی کیلئے دوبارہ خلاصہ پیش کیا جاتا ہے وہ یہ کہ ذو موصولہ میں ایک مشہور لغت ہے اور بعض دیگر غیر مشہور ہیں مشہور لغت یہ ہے کہ ذو مذکر مؤنث واحد تثنیہ جمع سب کیلئے ایک ہی لفظ کے ساتھ آتا ہے۔لیکن اس میں کچھ غیر مشہور لغات بھی ہیں۔

نقشہ ذیل میں دیکھیں

	حالت رفعی	نصبی جری
تثنیہ مذکر	ذَوَا	ذَوَيُ
جمع مذکر	ذَوُوْ	ذَوِیُ
تثنیہ مؤنث	ذواتا	ذَوَاتَیُ
جمع مؤنث	تینوں میں ذواتُ مبنی برضم	

(اور شیخ بہاء الدین عبداللہ بن نحاس رحمہ اللہ متوفی ۷۳۳ھ یا ۷۳۸ھ) نے حکایت کی ہے کہ ذَوات میں جمع مؤنث سالم والا اعراب جاری ہوگا۔

ذو کا اعراب:

پہلے گذر چکا کہ اسمائے ستہ مکبرہ کا ذو معرب ہوا کرتا ہے حالت رفعی میں واؤ نصبی میں الف جری میں یاء ہوتی ہے جیسے جاء نی ذومال رأیت ذامالٍ مررتُ بذی مالٍ اور اس ذو کیلئے ضروری ہے کہ وہ صاحب کے معنی میں ہو۔
یہاں جس ذو کا ذکر کیا جارہا ہے وہ موصولہ ہے اس کا حکم یہ ہے کہ چونکہ یہ صاحب کے معنی میں نہیں ہے اس وجہ

سے مبنی ہے حالت رفعی میں نصبی جری تینوں میں ذو ہی پڑھا جائے گا۔ جبکہ بعض حضرات کا مسلک ذو موصولہ میں بھی یہ ہے کہ یہ معرب ہے اور حالت رفعی میں واؤ نصبی میں الف جری میں یاء ہوگی جیسے جاء نی ذو قام رأیت ذاقام مررتُ بذی قام تو یہ اس ذو کی طرح ہوگا جو صاحب کے معنی میں ہے۔ شاعر کا یہ قول اسی طریقہ سے بھی مروی ہے۔

فـأمّـا كـرامٌ مُـوْسِـرون لـقيتُهـم

فـحسبـي مـن ذي عـنـدهـم مـا كـفـانيا

اس شعر کی پوری تفصیل گزر چکی ہے یہاں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر چہ مشہور روایت اس شعر میں فحسبي من ذو ہے جو کہ مبنی ہونے کی علامت ہے لیکن ایک روایت میں ذی بھی آیا ہے جو اس بات پر دال ہے کہ موصولہ ہونے کے باوجود یہ معرب ہے۔

ذات کا اعراب:

ذات کے اعراب میں ایک فصیح لغت ہے کہ یہ مبنی برضمہ ہوگا حالت رفعی نصبی جری تینوں میں جس طرح کہ ذوات کا اعراب ہے اور غیر فصیح لغت کے مطابق اس میں مسلمات یعنی جمع مؤنث سالم کی طرح اعراب جاری ہوگا۔

وَمِثْلُ مَـاذَا بَـعْـدَ حسـن مَـا استفهام

أو مَـــنْ إذَا لَـــمْ تُـلْـغَ فـي الـكـلام

ترجمہ:......ما کی طرح ذا بھی استعمال ہوتا ہے جب ذا ما اور من استفہامیہ کے بعد واقع ہو اور کلام میں لغو نہ ہو۔

(ش) يعني ان ذا اختصت من بين سائر أسماء الإشارة بأنها تستعمل موصولة، وتكون مثل ((ما)) في أنها تستعمل بلفظ (واحد) للمذكر، والمؤنث—مفردًا كان أو مثنى، أو مجموعًا—فتقول: ((من ذا عندک)) و ((ماذا عندک)) سواء كان ما عنده مفردًا مذكرًا أو غيره.

وشرط استعمالها موصولة أن تكون مسبوقة بِ((ما)) أو ((من)) الاستفهاميتين، نحو ((من ذا جاءک، وماذا فعلت)) فمن: اسم استفهام، وهو مبتدأ، و ((ذا)) موصولة بمعنى الذی، وهو خبر من، و ((جاءک)) صلة الموصول، والتقدير ((من الذی جاءک)) وكذلک ((ما)) مبتدأ، و ((ذا)) موصول (بمعنى الذی)، وهو خبر ما، و ((فعلت)) صلته، والعائد محذوف، وتقديره ((ماذا فعلته)) ؟ أي: ما الذي فعلته.

واحترز بقوله: ((إذالم تلغ في الكلام)) من أن تجعل ((ما)) مع ((ذا)) أو ((من)) مع ((ذا)) كلمة واحدة للاستفهام، نحو: ((ماذاعندک؟)) أي: أي شيء عندک؟ وكذلک ((من ذاعندک؟)) فماذا: مبتدأ، و(عندک)) خبره (وكذلک: من ذا)) مبتدأ، و((عندک)) خبره) فذافي هذين الموضعين ملغاة؛ لأنها جزء كلمة؛ لأن المجموع استفهام.

ترجمہ وتشریح: .... ذااسم اشارہ کا استعمال:

یہ بات تو واضح ہے کہ ذااسم اشارہ کیلئے وضع ہے اوراس سے پہلے جو ہاء لگائی جاتی ہے وہ تنبیہ کیلئے ہوتی ہے۔

یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ باقی اسمائے اشارات میں ذا کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ موصولہ بھی استعمال ہوتا ہے اور موصولہ ہوتے وقت یہ ما موصولہ کی طرح ہوگا یعنی جس طرح ما موصولہ مذکر مؤنث واحد تثنیہ جمع کیلئے ایک ہی لفظ کے ساتھ آتا ہے اسی طرح ذا بھی ہوگا۔

البتہ اس کے موصولہ ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ما استفہامیہ یا من استفہامیہ ذکر ہو جیسے من ذا عندک یہاں ترکیب کی صورت میں من اسم استفہام مبتدا ہوگا اور ذا جاء ک موصول صلہ مل کر خبر اسی طرح ماذافعلت بھی ہے۔

اذالم تلغ فی الکلام میں ذا کے موصولہ ہونے کیلئے دوسری شرط ذکر فرما رہے ہیں کہ یہ موصولہ تب ہوگا جب یہ کلام میں ملغیٰ نہ ہو اگر ملغیٰ ہو بایں طور کہ ذا کو ما اور من کے ساتھ ایک ہی کلمہ استفہامیہ بنایا جائے جیسے ماذاعندک ای ای شئ عندک یا من ذاعندک یہاں ماذا میں ذا کلمہ کا جزء ہے اور ملغیٰ ہے اس وجہ سے موصولہ نہ ہوگا کیونکہ یہ دونوں ملکر ایک ہی کلمہ استفہامیہ ہے لہٰذا ترکیب میں ماذا مبتدا اور عندک اس کی خبر ہوگی اسی طرح من ذاعندک کی ترکیب بھی ہے۔

ترکیب:

(مثل ما) مضاف مضاف الیہ خبر مقدم (ذا) مبتدا مؤخر (بعدمااستفهام اومن) حال ہے (ذا) سے (اذا) ظرف ہے متضمن ہے معنی شرط کو (اذالم تلغ فی الکلام) شرط، فهی کذالک اس کیلئے جزاء محذوف ہے۔

وَكُلُّهَا يَلْزَمُ بَعْدَهُ صِلَهْ
عَلَىٰ ضَمِيرٍ لائِقٍ مُشْتَمِلَهْ

ترجمہ: ...... ان تمام موصولات کے بعد ایسے صلہ کا ہونا ضروری ہے جو مناسب ضمیر پر مشتمل ہو۔

ترکیب:

(کلّها) مضاف مضاف الیہ مبتدا (یلزم) فعل (بعدہ) ظرف (یلزم) کے ساتھ متعلق (صلة) موصوف (مشتملة) صفت (فاعل) علیٰ جار (ضمیر لائق) موصوف صفت مجرور۔

(ش) الموصولات کلّها — حرفية کانت، أو اسمية — يلزم أن يقع بعدها صلة تبينُ معناها.

ويشترط في صلة الموصول الاسمي أن تشتمل على ضمير لائق بالموصول: إن کان مفردا فمفرد، وإن کان مذکرًا فمذکر، وإن کان غيرهما فغيرهما، نحو: ((جاء ني الذي ضربته)) وکذلک المثنى والمجموع، نحو: ((جاء ني اللّذان ضربتهما، والذين ضربتهم)) وکذلک المؤنث، تقول: ((جاء ت الّتي ضربتها، واللتان ضربتهما، واللاتي ضربتهن)).

وقد يکون الموصولُ لفظه مفردا مذکرًا ومعناه مثنى أو مجموعا أو غيرهما، وذلک نحو: ((من، وما)) إذا قصدت بهما غير المفرد المذکر؛ فيجوز حينئذ مراعاة اللفظ، ومراعاة المعنى؛ فتقول: ((أعجبني من قام، ومن قامت، ومن قاما، ومن قامتا، ومن قاموا، ومن قمن)) على حسب ما يعنى بهما.

ترجمہ وتشریح:............موصول کیلئے صلّہ کا ہونا ضروری ہے:

اس سے پہلے موصولات کا ذکر ہوا اب یہ بتا رہے ہیں کہ تمام موصولات کیلئے ضروری ہے کہ اس کے بعد صلّہ ہو جو اس کے معنی کو ظاہر کرے (شارح نے یہاں موصولات کے اندر تعمیم کی ہے کہ موصولات حرفی اور اسمی سب کا یہی حکم ہے اس پر محشی نے اعتراض کیا ہے کہ کلّها کا مرجع صرف موصولات اسمیہ ہے۔ اسلئے کہ یہاں ماتن نے صلّہ کی صفت ذکر کی ہے کہ وہ مناسب ضمیر پر مشتمل ہوگی اور یہ حکم موصول اسمی کے صلّہ کے ساتھ ہی خاص ہے)

ويشترط الخ:

موصول اسمی کے صلّہ میں ضروری ہے کہ اس میں موصول کے مناسب ضمیر ہو یعنی اگر موصول مفرد ہے تو وہ ضمیر بھی مفرد ہوگی اور اگر مذکر ہے تو ضمیر بھی مذکر ہوگی اسی طرح تثنیہ جمع میں بھی یہی حکم ہے۔ جیسے جاء ني الذي ضربته جاء ني اللذان ضربتهما جاء ني الّذين ضربتهم جاء تني الّتي ضربتها جاء تني الّلتان ضربتهما جاء تني الّلاتي ضربتهن۔

وقدیکون الخ: چونکہ موصولات میں سے من مالفظ کے اعتبار سے مفرد ہیں اس وجہ سے کبھی کبھار من ما کے لفظ کی رعایت کرتے ہوئے اس کو مفرد مذکر یا مفرد مؤنث کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جیسے اعجبنی من قام ومن قامت اور چونکہ یہ معنی کے اعتبار سے تثنیہ جمع سب کو شامل ہوتے ہیں اس وجہ سے کبھی معنیٰ کی رعایت کرتے ہوئے صلہ میں تثنیہ جمع کی ضمیر بھی لائی جاسکتی ہے جیسے اعجبنی من قاما من قامتا من قاموا من قمن۔

وَجُملَةٌ اوْشبهُها الّذی وُصِل
بہ کَمَنْ عندی الذی ابنُہ کُفِل

ترجمہ:......صلہ جملہ بھی ہوتا ہے اور شبہ جملہ بھی جیسے من عندی (شبہ جملہ کی مثال) الذی ابنہ کفل (جملہ ہے) (میرے پاس وہ شخص ہے جس کا بیٹا کفیل ہے)

ترکیب:

(جملة اوشبهها) معطوف علیہ معطوف ملکر خبر مقدم (الذی وصل بہ) موصول صلہ ملکر مبتدا مؤخر۔ کمن ای کقولِکَ من عندی الخ.

(ش) صلة الموصول لاتكون الاجملة أوشبه جملة، ونعني بشبه الجملة الظرف والجار والمجرور، وهذافي غير صلةالألف واللام، وسيأتي حكمها.

ويشترط في الجملة الموصول بهاثلاثة شروط؛ أحدها: أن تكون خبرية، الثاني: كونها خاليةمن معنى التعجب، الثالث كونهاغير مفتقرة إلى كلام قبلها، واحترزب((الخبرية)) من غيرها، وهي الطلبية والإنشائية؛ فلايجوز: ((جآء ني الذي اضربه)) خلافا للكسائي، ولا: ((جَاء ني الذي ليته قائم)) خلافا لهشام، واحترزب((خالية من معنى التعجب)) من جملة التعجب؛ فلايجوز: ((جاء ني الذي ماأحسنه)) وإن قلناإنهاخبرية، واحترز((بغير مفتقرة إلى كلام قبلها)) من نحو: ((جاء ني الذي لكنه قائم)) فإن هذه الجملة: تستدعي سبق جملة أخرى، نحو: ((ماقعدزيدٌلكنه قائم))

ويشترط في الظرف والجار والمجرور أن يكوناتامين، والمعنى بالتام: أن يكون في الوصل به فائدة، نحو: ((جاء الذي عندك، والذي في الدار)) والعامل فيهمافعل محذوف وجوبا، والتقدير: ((جاء الذي استقر عندك)) أو ((الذي استقرفي الدار)) فإن لم يكوناتامّين لم يجزالوصل بهما؛ فلاتقول: ((جاء الذي بك)) ولا ((جاء الذي اليوم)).

ترجمہ وتشریح:............صلہ کا جملہ یا شبہ جملہ ہونا ضروری ہے:

اس شعر کے اندر مصنف علیہ الرحمۃ یہ بتا رہے ہیں کہ موصول کے صلّہ کیلئے جملہ یا شبہ جملہ ہونا ضروری ہے صلہ مفرد نہیں ہوتا، شبہ جملہ سے مراد ظرف اور جار مجرور ہے یہ حکم الف لام کے صلّہ کا نہیں اسلئے کہ اس کا حکم آگے آ رہا ہے۔

ویشترط الخ: نیز یہ ضروری ہے کہ جو جملہ صلّہ بن رہا ہے اس کے اندر تین شرطیں ہونی چاہئیے۔

۱......پہلی شرط یہ ہے کہ وہ خبریہ ہو۔

۲......دوسری شرط یہ ہے کہ تعجب کے معنیٰ سے خالی ہو۔

۳......تیسری شرط یہ ہے کہ ماقبل کلام کی طرف محتاج نہ ہو۔ خبریہ کہا تو انشائیہ اور طلبیہ سے احتراز کیا لہٰذا **جاء نی الّذی اِضربه** (امر کے ساتھ) جائز نہیں اگرچہ اس میں کسائی رحمہ اللہ کا اختلاف ہے، اسی طرح **جاء نی الذی لیته قائم** بھی صحیح نہیں (اسلئے کہ یہاں صلہ خبریہ نہیں بلکہ انشائیہ ہے اسلئے کہ تمنی انشائیہ کی قسم ہے) ہشام رحمہ اللہ کا یہاں بھی اختلاف ہے۔

(**خالیة من معنی التعجب**) کہکر جملہ تعجبیہ سے احتراز کیا لہٰذا **جاء نی الّذی ما اَحسَنه** جائز نہیں اگرچہ یہ جملہ خبریہ ہے (**عند البعض**) **غیر مفتقرة الیٰ کلام قبلها** اس سے احتراز کیا **جاء نی الذی لکنّه قائمٌ** سے اسلئے کہ **لکنّه قائم** اپنے سے پہلے ایک اور جملہ چاہتا ہے جیسے **ماقعَدَ زیدٌ لکنه قائمٌ**۔

ویشترط فی الظرف الخ:

ظرف اور جار مجرور کے صلّہ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ دونوں تام ہوں۔ تام ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے صلّہ بنانے میں فائدہ ہو جیسے **جاء الّذی عندک** و **الّذی فی الدّار** ان میں عامل وجوبی طور پر حذف ہے تقدیر عبارت یہ ہے **جاء الّذی استقرَّ عندَک** اور **الّذی استقرَّ فی الدّار** اگر تامّ نہ ہوں تو پھر صلّہ بنانا جائز نہیں لہٰذا **جاء الّذی بک** یا **جاء الذی الیوم** کہنا صحیح نہیں۔

وَصِفَةٌ صَرِیحةٌ صِلة اَلْ
وکونُهَا بمعربِ الافعَالِ قَلّ

ترجمہ:......الف لام (اسم موصول) کا صلّہ صفت صریحہ ہوگا۔ اور فعل معرب (یعنی فعل مضارع) کے ساتھ الف لام کا آنا کم ہے۔

ترکیب:

(صفة صريحة) موصوف صفت خبر مقدم (صلة ال) مضاف مضاف الیہ مبتدا مؤخر۔ (کونها) مضاف مضاف الیہ مبتدا (قلّ) فعل با فاعل خبر (بمعرب الافعال) قل کے ساتھ متعلق ہے۔

(ش) الألف واللام لاتوصل الابالصفة الصريحة، قال المصنف في بعض كتبه: وأعني بالصفة الصريحة اسم الفاعل نحو: ((الضارب)) واسم المفعول نحو: ((المضروب)) والصفة المشبهة نحو: ((الحسن الوجه)) فخرج نحو: ((القرشي والأفضل)) وفي كون الألف واللام الداخلتين على الصفة المشبهة موصولة خلاف، وقد اضطرب اختيار الشيخ أبي الحسن بن عصفور في هذه المسئلة؛ فمرة قال: إنهاموصولة، ومرة منع ذلك.

وقدشذوصل الألف واللام بالفعل المضارع، وإليه أشاربقوله: ((وكونهابمعرب الأفعال قل))

ومنه قوله:

۳۰- مَاأَنْتَ بِالْحَكَمِ التُّرْضىٰ حُكومتُه
وَلاالأَصِيلِ وَلاذِي الرَّأْيِ وَالْجَدَلِ

وهذاعند جمهورالبصريين مخصوص بالشعر، وزعم المصنف – في غيرهذا الكتاب – أنه لا يختص به، بل يجوزفي الاختيار، وقدجاء وصلهابالجملة الاسمية، وبالظرف شذوذًا؛ فمن الأول قوله:

۳۱- مِنَ الْقومِ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْهُمْ
لَهُمْ دَانَتْ رِقَابُ بَنِي مَعَدٍّ

ومن الثاني قوله:

۳۲- مَنْ لَايَزَالُ شَاكِرًاعَلَى المعة
فَهُوَ حَرٍ بِعيشة ذاتِ سَعَةْ

ترجمہ وتشریح: .... الف لام کا صلہ صفت صریحہ آتا ہے:

جوالف لام اسم موصول کہلاتا ہے اس کے صلہ میں ضروری ہے کہ وہ صفت صریحہ ہو۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں صفت صریحہ سے مراد اسم فاعل لیا ہے جیسے الضارب اور اسم مفعول جیسے المضروب اور صفت مشبہ

جیسے الحسن الوجه لهذا القرشی اور الافضل خارج ہو گئے ۔(القرشی وصف نہیں ہے اور الافضل اسم تفضیل ہے ان میں الف لام موصولہ نہیں اس کی وضاحت آ گے آ رہی ہے)

کیا صفت مشبہ پر داخل ہونے والا الف لام موصولہ ہے:

شارح فرماتے ہیں کہ جو الف لام صفت مشبہ پر داخل ہوتا ہے جیسے الحسن یہ موصولہ ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے، ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ بن عصفور کی رائے اس بارے میں مضطرب ہے کبھی فرماتے ہیں کہ موصولہ ہے اور کبھی فرماتے ہیں کہ موصولہ نہیں ہے ۔واضح رہے کہ اس بارے میں علماء کا ایک طویل اختلاف ہے۔

۱......جمہور کی رائے یہ ہے کہ صفت مشبہ الف لام کا صلہ واقع نہیں ہوتا ان حضرات کے ہاں صفت مشبہ پر داخل ہونے والا الف لام تعریفی ہے موصولہ نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ صلہ میں اصل فعل ہے اور صفت مشبہ فعل کے ساتھ معنی کے اعتبار سے مشابہ نہیں ہے اسلئے کہ فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے اور صفت مشبہ بجائے حدوث کے لزوم پر دلالت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ اگر چہ افعال نہیں لیکن چونکہ معنیٰ کے اعتبار سے یہ فعل کے مشابہ ہیں اسلئے ان کا صلہ واقع ہونا صحیح ہے اسی وجہ سے ان حضرات کے ہاں جو اسم فاعل اسم مفعول صلہ بن رہا ہو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ حدوث پر دلالت کرے (تا کہ فعل کے ساتھ مشابہت آ جائے) اگر ان میں کوئی لزوم پر دلالت کرے تو پھر ان پر داخل ہونے والا الف لام موصولہ نہیں بلکہ تعریفی ہو گا جیسے المؤمن، الکافر۔

۲......دوسرا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ الف لام کا صلہ صفت مشبہ آ سکتا ہے (یعنی صفت مشبہ پر داخل ہونے والا الف لام موصولی ہو سکتا ہے باقی یہ شبہ کہ اصل تو صلوں میں افعال ہیں اور صفت مشبہ فعل کے ساتھ از روئے معنیٰ مشابہ نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل کے ساتھ اگر چہ معنیٰ کے اعتبار سے مشابہ نہیں تا ہم عمل کے اعتبار سے مشابہ ہے اسلئے کہ جیسے فعل ضمیر مستتر ضمیر بارز اسم ظاہر کو عمل دیتا ہے اسی طرح صفت مشبہ بھی دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس پر سب کا اجماع ہے کہ اسم تفضیل پر داخل ہونے والا الف لام موصولی نہیں اسلئے کہ اسم تفضیل فعل کے ساتھ نہ معنیً مشابہ ہے اور نہ عملاً۔

معنوی مشابہت تو اسلئے نہیں کہ اسم تفضیل اشتراک مع الزیادۃ پر دلالت کرتا ہے اور فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے۔

اور عملی مشابہت اسلئے نہیں کہ فعل ضمیر مستتر بارز اسم ظاہر سب کو رفع دیتا ہے اور اسم تفضیل صرف ضمیر مستتر میں عمل کرتا ہے اور بارز میں عمل نہیں ہاں صرف ایک مسئلہ الکحل میں اسم تفضیل اسم ظاہر کو رفع دیتا ہے جیسے ما رأیت رجلاً احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید (یہاں احسن اسم تفضیل نے اسم ظاہر الکحل میں عمل کیا ہے اسلئے کہ وہ اس کا فاعل ہے جس کی تفصیل آپ ہدایۃ النحو میں بھی پڑھ چکے ہیں)

وقدشذ وصول الالف و اللام الخ:

یہاں یہ بتارہے ہیں کہ الف لام کا صلہ فعل مضارع آنا شاذ ہے اس کی طرف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے و کونھا بمعرب الافعال قل، کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔ اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

۳۰- مَـا اَنْـتَ بِـالْـحَـكَـمِ التُّـرْضَـىٰ حُكُومَتُـهُ

وَلَا الأَصِيـلِ وَلَاذِي الـرَّأْيِ وَالْـجَـدَلِ

ترجمہ:......تم تو وہ فیصلہ کرنے والا نہیں ہو جس کے فیصلہ کو پسند کیا جاتا ہے اور نہ شریف الاصل ہو اور نہ عقل اور سخت جھگڑے والے ہو، (یعنی ہم نے آپ کو حاکم نہیں بنایا کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں تو پھر دوسروں کی مدح اور ہماری مذمت کیوں بیان کرتے ہو)

تشریح المفردات:

ما نافیہ حکم بفتحتین، قاضی، حاکم، حکومۃ فیصلہ، حکم اصیل شریف الاصل رأی عقل وتدبیر جدل سخت جھگڑا۔

شان ورود:

یہ اشعار فرزدق کے ہیں جو بنوعذرۃ کے ایک آدمی کے خلاف اس نے کہے تھے ہوا یوں کہ بنوعذرہ کا ایک آدمی عبدالملک بن مروان کے پاس آیا اور اس کی تعریف کرنے لگا جریر فرزدق اخطل تینوں مشہور شاعر اس کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن یہ آدمی ان کو پہچان نہیں رہا تھا عبدالملک بن مروان نے اس کو ان تینوں حضرات کا تعارف کروایا تو فوراً اس آدمی نے جریر کی مدح کی اور فرزدق اور اخطل کی مذمت بیان کی جس کے مقابلے میں فرزدق نے دوشعر کہے، یہ دوسرا شعر ہے۔

ترکیب:

(ما) نافیہ لیس کی طرح عمل کرتا ہے (انت) اس کا اسم (ب) زائدہ (الحکم) موصوف (الف لام) بمعنی الّذی (ترضی حکومته) فعل مضارع مجہول با نائب فاعل صلہ موصول صلہ ملکر صفت موصوف صفت ملکر ما کی خبر، (لا) زائدہ نفی کی تاکید کیلئے آیا ہے اصیل ذی الرأی و الجدل الحکم پر عطف ہیں۔

محل استشہاد:

الترضی حکومته محل استشہاد ہے اس لئے کہ یہاں الف لام کا صلہ فعل مضارع آیا ہے جو کہ شاذ ہے، جمہور

بصریین کے ہاں یہ شعر کے ساتھ خاص ہے، مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی دیگر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زعم کے مطابق یہ شعر کے علاوہ بھی جائز ہے۔

وقدجاء وصلها الخ:

الف لام کے صلہ میں جملہ اسمیہ اور ظرف کا آنا بھی شاذ ہے۔ پہلے کی مثال شاعر کا یہ قول ہے۔

۳۱-مِنَ الْقَومِ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْهُمْ
لَهُمْ دَانَتْ رِقَابُ بَنِی مَعَدٍّ

ترجمہ: ...... میں اس قوم سے ہوں جس قوم سے اللہ کے رسول ﷺ بھی ہیں ان کیلئے بنو معد کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔

تشریح المفردات:

من القوم ای انا من القوم ۔قوم سے مراد یہاں قریش ہے، الرسول میں الف لام موصولہ ہے۔ دانت ذلیل ہونے اور جھکنے کے معنی میں آتا ہے رقاب رقبة (گردن) کی جمع ہے مراد مکمل ذات ہے یہ مجاز مرسل کے قبیل سے ہے کہ جزء کو ذکر کر کے کل مراد لیا جائے۔ معد عرب کا جدّ امجد ہے مراد یہاں تمام عرب ہیں۔

ترکیب:

(من القوم) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر ہوئی مبتدا محذوف انا یا ھو محذوف کیلئے۔ (الرسُوْل) میں الف لام موصولی ہے الّذینَ کے معنی میں ہے رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْهُمْ جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا الف لام موصولی کا (لھم) دانت کے ساتھ متعلق دانت رقاب بنی معد فعل فاعل۔

محل استشہاد:

الرسول اللہ محل استشہاد ہے یہاں الف لام کے صلّہ میں جملہ اسمیہ آیا ہے جو کہ شاذ ہے۔ الف لام کے صلّہ میں ظرف آنے کی مثال شاعر کا یہ قول ہے۔

۳۲-مَنْ لَایَزَالُ شَاکِرًا عَلَی المعة
فَهُوَ حَرٍ بِعیشة ذاتِ سَعة

ترجمہ: ...... آدمی کے پاس جو کچھ ہے اگر وہ اس پر ہمیشہ شکر کرتا ہے تو وہ لائق ہے اس کا کہ وہ فراخ زندگی گزارے۔

تشریح المفردات:

مَنْ اسم موصول لایزال ای یستمر شاکرًا ای للّٰہ ،المعة،الذی معه(حَرٍ) لائق ،محلّ رفع میں خبر ہے علامت رفع ضمّہ تقدیری ہے اس یاء پر جو التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف ہوئی ہے عیشة زندگی ،سعة بفتح السین و کسرھا.

ترکیب:

(من) اسم موصول (لایزال) فعل ناقص (ھو) ضمیر مستتر اس کا مبتدا (شاکرًا) خبر (علے المعة) ای علی الّذی معه جار مجرور شاکرا کے ساتھ متعلق ،مبتدا (فھوَ حَرٍ) مبتدا خبر (ب) جار (عشیة) موصوف ذات سعة مضاف مضاف الیہ صفت ،موصوف صفت مجرور ہوا جر مجرور متعلق ہوا حر کے ساتھ (خبر)۔

محل استشہاد:

علے المعة محل استشہاد ہے یہاں الف لام کے صلّہ میں معه ظرف آیا ہے جو کہ شاذ ہے۔

اىٌّ كَـمَـا ،وَأُعْـرِبَـتْ مَـالَـمْ تُـضَفْ
وَصَـدْرُوَصـلِهَـا ضَـمِيـرٌ انْـحَـذَف

ترجمہ:......ایّ (تذکیر تانیث افراد تثنیہ جمع میں)مـا کی طرح ہے اور یہ معرب ہوگا جب تک مضاف نہ ہو اور اس کا صدر صلّہ ایسی ضمیر ہو جو کہ محذوف ہو۔

ترکیب:

(ایّ) مبتدا (کما) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر (اُعْرِبَتْ) فعل با نائب فاعل (مَا) مصدریہ ظرفیہ (لَمْ تُضَفْ) فعل مضارع مجہول با نائب فاعل (واو) حالیہ (صدر و صلھا) مضاف مضاف الیہ مبتدا (ضمیر انحذف) خبر۔

(ش) یعنی ان ایّامثل ((ما))فی أنهاتكون بلفظ واحد: لِلمذكر ،والمؤنث—مفردًاكان،أو مثنى، أو مجموعًا—نحو: ((يعجبنى أيهم هو قائم)).

ثم إن ((أيا))لهاأربعة أحوال ؛أحدها: أن تضاف ويذكر صدر صلتها،نحو،((يعجبنى أيهم هو قائم))الثانى: أن لاتضاف ولايذكر صدر صلتها،نحو: ((يعجبنى أى قائم))الثالث: أن لاتضاف ويذكر صدر صلتها،نحو: ((يعجبنى أى هوقائم))وفى هذه الأحوال الثلاثة تكون معربةبالحركات الثلاث،

نحو: ((يعجبنى أيهم هو قائم، ورأيت أيهم هو قائم، ومررت بايهم هو قائم)) وكذلك: أى قائم، وأيا قائم، وأى قائم)) وكذا، ((أى هو قائم، وأيا هو قائم، وأى هو قائم)) الرابع، أن تضاف ويحذف صدر الصلة، نحو: ((يعجبنى أيهم قائم)) ففى هذه الحالة تبنى على الضم؛ فتقول: يعجبنى أيهم قائم، ورأيت أيهم قائم، ومررت بايهم قائم)) وعليه قوله تعالىٰ (ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ أَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا) وقولُ الشاعر:

۳۳-اِذَا مَا لَقِيتَ بَنِى مَالِكٍ
فَسَلِّمْ عَلَى اَيُّهُمْ أَفْضَلُ

وهذا مستفاد من قوله: ((وأعربت مالم تضف -إلى آخر البيت)) أى: وأعربت أى إذا لم تضف فى حالة حذف صدر الصلة؛ فدخل فى هذه الأحوال الثلاثة السابقة، وهى ما إذا أضيفت وذكر صدر الصلة، أو لم تضف ولم يذكر صدر الصلة، أو لم تضف وذكر صدر الصلة، وخرج الحالة الرابعة، وهى: ما إذا أضيفت وحذف صدر الصلة، فإنها لا تعرب حينئذ.

ترجمہ وتشریح:............ایٌّ کا استعمال:

ایّ کا استعمال بھی مـــا کی طرح ہوتا ہے جس طرح ما ایک ہی لفظ کے ساتھ مذکر مؤنث مفرد تثنیہ جمع کیلئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح ایّ بھی ہے۔

ایّ کی چار حالتیں

ایّ ایة کی چار حالتیں ہیں:

۱......مضاف ہو اور صدر صلہ ذکر ہو جیسے يعجبنى ايّهم هو قائم۔

۲......مضاف نہ ہو اور صدر صلہ ذکر بھی نہ ہو جیسے يعجبنى ایّ قائم۔

۳......مضاف نہ ہو اور صدر صلہ ذکر ہو جیسے يعجبنى ایّ هو قائم.

ان تینوں حالتوں میں ایّ ایة معرب ہونگے حالت رفعی میں ضمہ نصبی میں فتحہ جری میں کسرہ کے ساتھ جیسے يعجبنى اَيُّهُمْ هُوقائمٌ رأيتُ ايّهم هُوقائمٌ مررتُ بايِّهِمْ هُوقائمٌ ايّاهوقائم ایٌّ هو قائم۔

۴......مضاف ہو صدر صلہ حذف ہو جیسے يعجبنى اَيُّهم قائمٌ اس حالت میں ایّ بنی برضمہ ہوگا قرآن کریم میں بھی اس

صورت میں مبنی آیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

(ثمّ لَنَنزِعَنّ مِنْ کلّ شیعةٍ ایُّهم اشدّعَلَی الرّحمٰنِ عِتِيًّا)

اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۳۳-إِذَامَا لَقِيتَ بَنِي مَالِكٍ
فَسَلِّمْ عَلَى أَيُّهُمْ أَفْضَلُ

ترجمہ:...... جب آپ بنو مالک کے ساتھ ملینگے تو ان میں جو افضل ہے ان پر میری طرف سے سلام کہہ دیں۔

تشریح المفردات:

اذا ظرف ہے متضمن ہے معنیٰ شرط کو لقیت اس کا مصدر لُقِیّ (بضم اللام و کسر القاف و تشدید الیاء) ہے فعول کے وزن پر بنی مالک، یہ قبیلہ کا نام ہے۔

ترکیب:

(اذا) ظرف (ما) زائدہ (لقیت بنی مالک) فعل فاعل ومفعول بہ شرط فسلّم علی ایهم افضل جزاء۔

محلّ استشہاد:

ایهم افضل محلّ استشہاد ہے، یہاں مشہور روایت کے مطابق ایهم مبنی بر ضم ہے اسلئے کہ مضاف ہے اور صدر صلہ اس کا حذف ہے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول واعربت مالم تصنف الخ میں ایّ کی شروع کی تین حالتیں آ گئیں اور چوتھی حالت نکل گئی جو کہ مبنی ہے۔ واضح رہے کہ ایٌّ، ایّةٌ کے تابع ہے فرق یہ ہے کہ ایّةٌ مؤنث اور ایٌّ مذکر کیلئے آتا ہے۔

ایّ ایة کی معرب اور مبنی ہونے کی وجوہات:

۱......ایّ جب مضاف ہو اور صدر صلہ اس کا حذف ہو تو اس صورت میں مبنی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں یہ احتیاج میں حرف کے ساتھ مشابہ ہوگا (جس طرح حرف غیر کی طرف محتاج ہے اسی طرح یہ مضاف الیہ کی طرف محتاج ہے) یہاں معارض للبناء یعنی اضافت بھی موجود نہیں ہے (اضافت بناء کے معارض اسلئے ہے کہ اضافت اسم کے خواص معظّمہ مکبرہ میں سے ہے اور اصل اسماء میں اعراب ہے) باقی ایهم میں جو اضافت ہے یہ صدر صلہ کی جگہ پر ہے تو یہ ایسا ہوا گویا کہ اضافت ہی نہیں۔

پھر یہاں ایّ کو حرکت دی گئی اسلئے کہ دو یاء کے اندر اجتماع ساکنین آ گیا تو اجتماع ساکنین سے بچنے کیلئے ایک

کو حرکت دی گئی۔ حرکات میں پھر فتحہ کسرہ کو چھوڑ کر ضمّہ اسلئے اختیار کیا گیا کہ یہ غایات (یعنی وہ ظروف جو اضافت سے منقطع ہیں) کے ساتھ مشابہ ہے جس طرح غایات قبل، بعد وغیرہ معرب بھی ہوتے ہیں مبنی بھی، اور مبنی کی صورت میں ان پر ضم ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی یہ مبنی بر ضم ہوگا۔

۲......ایّ جب مضاف ہو اور صدر صلّہ ذکر ہو جیسے یعجبنی ایّھم ھو قائم تو اس صورت میں ایّ معرب ہوگا اسلئے کہ اضافت لفظیہ موجود ہے جو کہ معارض للبناء ہے۔

۳......ایّ جب مضاف نہ ہو صدر صلّہ ذکر ہو جیسے یعجبنی ایٌّ ھو قائم۔

۴......مضاف بھی نہ ہو صدر صلّہ ذکر بھی نہ ہو جیسے ایٌّ قائم ان دو صورتوں میں ایّ معرب اسلئے ہے کہ یہاں اضافت تقدیری موجود ہے اسلئے کہ یہاں تنوین اضافت کی جگہ پر قائم ہے۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ چوتھی صورت میں جب مضاف بھی نہ ہو صدر صلّہ بھی ذکر نہ ہو جیسے ایٌّ قائم یہاں تنوین کو صدر صلّہ کے قائمقام کیوں نہیں کیا گیا تا کہ احتیاج الی الاضافت کی وجہ سے یہ مبنی ہو جاتا اس کا جواب یہ ہے کہ تنوین کا صدر صلّہ کے قائمقام بننا ضعیف ہے۔ وھذا القدر یکفی انشاء اللّٰہ۔

وَبَعْضُهُمْ أَعْرَبَ مُطْلَقًا وَفِي
ذَاالحذفِ أيًّا غيرُ ايٍّ يَقْتَفِي

اِن يُسْتَطَلْ وَصْلٌ ،وَان لم يُسْتَطَل
فَالحذفُ نزرٌ وَابَوْاأن يَختزل

اِنْ صلحَ الباقِي لِوَصْلٍ مُكمِلٍ
والحذفُ عندَهُمْ كثيرٌ مُنجلي

فِي عائدٍ مُتصِلٍ ان انْتَصَب
بِفعلٍ اَوْ وَصْفٍ كَمَنْ نرجُو يَهَبُ

ترجمہ: ......بعض نحویوں نے مطلقاً ایّ کو معرب بنایا ہے۔ اور صدر صلّہ کے حذف میں ایّ کے علاوہ دیگر اسمائے موصولہ ایّ کے تابع ہیں اگر صلہ طویل ہو اور اگر طویل نہ ہو تو پھر حذف نادر ہے اور نحویوں نے ضمیر کے حذف کو منع کیا ہے اگر باقی مکمل صلّہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور حذف ان کے ہاں زیادہ اور واضح ہے اس ضمیر متصل میں جو موصول کی طرف لوٹتی ہو بشرطیکہ وہ منصوب ہو فعل یا وصف کی وجہ سے جیسے من نرجو یھب۔

ترکیب:

(وَبعْضُهُمْ) مضاف مضاف الیہ مبتدا (اعرب) فعل فاعل (مُطلقًا) حال ہے مفعول بہ محذوف سے۔ (وَفی ذَاالحذفِ) جار مجرور (یَقْتَفِی) کے ساتھ متعلق۔ (ایًّا) مفعول بہ (یقتفی) کیلئے (غیرای) مضاف مضاف الیہ مبتدا (یَقْتَفِی) فعل فاعل خبر۔ (إن یُسْتَطَلْ وَصلٌ) فعل بانائب فاعل شرط جزاء اس کی محذوف ہے جس پر ماقبل کی عبارت دال ہے ای ان یستطل وصل فغیرایّ یَقْتَفِی ایًّا. (ان لم یُسْتَطَل) شرط (فالحذف نزرٌ) مبتدا خبر جزاء۔ (ابَوْا) فعل فاعل (أن یَّختزل) مضارع مجہول بانائب فاعل، مفعول بہ (إنْ صلح الباقِی لِوَصْلٍ مُکمِلٍ) شرط، جزاء اس کی محذوف ہے ماقبل کی عبارت اس پر دال ہے ای ان صلح الباقی لوصل مکمل فقد ابواالحذف.

(الحذفُ عندَهُمْ) مبتدا (کثیرٌ) خبر اول (مُنجلی) خبر ثانی (فی عائِدٍ مُتصِلٍ) اس کے ساتھ متعلق .(ان انتصَب بفعلٍ اَوْوَصْفٍ) شرط جزاء اس کی محذوف ہے (فالحذف عندهم کثیر اس پر ماقبل کی عبارت دلالت کرتی ہے) (کَمَنْ نرجُوالخ) ای کقولک من نرجو یهب (اصل میں من نرجوه یهب تھا موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر کوحذف کیا، ترجمہ اس کا یہ ہے جس سے ہم امید رکھتے ہیں تو وہ ہبہ کرتا ہے)

(ش) یعنی ان بعض العرب أعرَبَ ((ایا)) مطلقا، أی: وإن أضیفت وحذف صدرصلتها؛ فیقول: ((یعجبنی أیهم قائم، ورأیت ایهم قائم، ومررت بایهم قائم)) وقدقرئ (ثم لننزعن من کُلِّ شیعةأیهم اشد) بالنصب، وروی فسلم علی ایهم أفضل بالجر.

واشاربقوله وفی ذاالحذف-إلی آخره)) إلی المواضع التی یحذف فیهاالعائدعلی الموصول، وهو: إماأن یکون مرفوعا، أوغیره ؛فإن کان مرفوعالم یحذف، إلا إذاکان مبتدأوخبره مفرد نحو: (وهوالذی فی السّماء إله) وإیّهم أشد) ؛فلاتقول: ((جاء نی الّذان قامَ)) ولا ((اللذان ضرب))؛لرفع الأول بالفاعلیة والثانی: بالنیابة بل یقال ((قاما، وضربا)) وامّاالمبتدأفیحذف مع "أی" وان لم تطل الصلة کما تقدّم من قولک ((یعجبنی أیّهم قائم)) ونحوه، ولایحذف صدر الصلة مع غیر ((أی)) إلا إذاطالت الصلة، نحو: ((جاء الذی هوضارب زیدا)) فیجوز حذف ((هو)) فتقول ((جاء الذی ضارب زیدًا)) ومنه قولهم ((ماأنابالذی قائل لک سوء ا التقدیر ((بالذی هوقائل لک سوء ا)) فإن لم تطل الصلةفالحذف قلیل، وأجازه الکوفیون قیاسًا، نحو: ((جاء الذی قائم)) التقدیر ((جاء الذی هوقائم)) ومنه قوله تعالیٰ: (تماماعلی الذی أحسن) فی قراء ة الرفع، والتقدیر ((هوأحسن)).

وقد جوزوا في ((لاسيّما زيد)) إذا رفع زيد: أن تكون ((ما)) موصولة، وزيد: خبر المبتدأ محذوف، والتقدير ((لاسي الذي هو زيد)) فحذف العائد الذي هو المبتدأ -وهو قولك هو- وجوبًا فهذا موضع حذف فيه صدر الصلة مع غير ((اي)) وجوبا ولم تطل الصلة، وهو مقيس وليس بشاذ.

وأشار بقوله: ((وأبوا أن يختزل، إن صلح الباقي لوصل مكمل)) إلى أن شرط حذف صدر الصلة أن لايكون مابعده صالحا لأن يكون صلة، كما إذا وقع بعده جملة، نحو: جاء الّذي هو أبوه منطلق)) أو ((هو ينطلق)) أو ظرف، أو جار ومجرور، تامان، نحو: ((جاء الذي هو عندك)) أو ((هو في الدار))؛ فإنه لايجوز في هذه المواضع حذف صدر الصلة؛ فلا تقول: ((جاء الذي أبوه منطلق)) تعني: ((الّذي هو أبوه منطلق))؛ لأن الكلام يتم دونه، فلايدري أحذف منه شئ أم لا؟ وكذالِكَ بقية الأمثلة المذكورة، ولافرق في ذلک بين ((أی)) وغيرها؛ فلاتقول في: ((يعجبني أيّهم هو يقوم)): ((يعجبني أيهم يقوم)) لأنه لايعلم الحذف ، ولايختص هذا الحكم بالضمير إذا كان مبتدأ، بل الضابط أنه متى احتمل الكلام الحذف وعدمه لم يجز حذف العائد، وذلک كما إذا كان في الصلة ضمير -غير ذلک الضمير المحذوف- صالح لعوده على الموصول، نحو: ((جاء الذي ضربته في داره))؛ فلايجوز حذف الهاء من ضربته؛ فلاتقول: ((جاء الّذي ضربت في داره)) لأنه لايعلم المحذوف.

وبهذا يظهر لک مافي كلام المصنف من الإبهام فإنه لم يبين أنه متى صلح مابعد الضمير لأن يكون صلة لايحذف، سواء أكان الضمير مرفوعا أو مجرورًا، وسواء أكان الموصول أيا أم غيرها، بل ربما يشعر ظاهر كلامه بأن الحكم مخصوص بالضمير المرفوع، وبغير أی من الموصولات؛ لأن كلامه في ذلک والأمر ليس كذلک، بل لايحذف مع ((أی)) ولا مع غيرها متى صلح مابعدها لأن يكون صلة كما تقدم، نحو: ((جاء الذي هو أبوه منطلق، ويعجبني أيهم هو أبوه منطلق)) وكذلک المنصوب والمجرور، نحو: ((جاء ني الّذي ضربته في داره، ومررت بالذي مررت به في داره))، و((يعجبني أيهم ضربته في داره، ومررت بأيهم مررت به في داره))

وأشار بقوله: ((والحذف عندهم كثير منجلي -إلي آخره)) إلى العائد المنصوب.

وشرط جواز حذفه أن يكون: متصلا، منصوبًا، بفعل تام أو بوصف، نحو: ((جاء الذی ضربته ، والذی أنا معطيكه درهم))

فیجوز حذف الهاء من ((ضربته)) فتقول ((جاء الذی ضربت)) ومنه قوله تعالیٰ: (ذرنی ومن خلقت وحیدا)) وقوله تعالیٰ: (أهذا الذی بعث الله رسولا)) التقدیر ((خلقته، وبعثه))

وکذلک یجوز حذف الهاء من ((معطیکه))؛ فتقول ((الذی أنا معطیک درهم ومنه قوله:

۳۴- مَا اللّٰـه مُوْلِیکَ فَضْلٌ فَاحْمَدَنْه بِه
فَمَا لَدیٰ غیره نَفْعٌ وَلَاضَرَر

تقدیره: الذی الله مولیکه فضل، فحذفت الهاء.

وکلام المصنف یقتضی أنه کثیر، ولیس کذلک؛ بل الکثیر حذفه من الفعل المذکور، وأما (مع) الوصف فالحذف منه قلیل.

فإن کان الضمیر منفصلا لم یجز الحذف، نحو ((جاء الذی إیاه ضربت)) فلایجوز حذف ((إیاه)) وکذلک یمتنع الحذف إن کان متصلا منصوبا بغیر فعل أو وصف -وهو الحرف- نحو: ((جاء الذی إنه منطلق)) فلایجوز حذف الهاء، وکذلک یمتنع الحذف إذا کان منصوبا (متصلا) بفعل ناقص، نحو: ((جاء الذی کانه زید)).

ترجمہ وتشریح:

اس سے پہلے ایّ ایّة کی چار حالتیں بیان کی گئیں اور یہ بیان کیا گیا کہ تین حالات میں یہ معرب اور ایک حالت میں مبنی ہوتے ہیں یہ جمہور کا مسلک ہے یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ بعض عرب کا مسلک یہ ہے کہ ایّ تمام حالات میں معرب ہے اس لئے ان کے مسلک کیمطابق یعجبنی ایّهم قائم رأیتُ ایّهم قائم مررتُ بایّهم قائم کہنا صحیح ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی ایک قراءت میں ایّ باوجود مضاف ہونے اور صدر صلّہ مذکور ہونے کے معرب آیا ہے اور ثم لننزعنّ من کلّ شیعة ایّهم اشدّ (ایّهم منصوب بنا بر مفعول بہ) پڑھا گیا ہے۔ اور فسلّم علے ایّهم افضل میں بھی ایک روایت میں بجائے ضمّہ کے کسرہ آیا ہے۔

موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر کا حذف:

واشار بقوله وفی ذا الحذف الخ

اس کے ذریعہ سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان جگہوں کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں موصول کی طرف لوٹنے والی

ضمیر کو حذف کیا جاسکتا ہے واضح رہے کہ یہاں چند جزئیات ہیں۔

۱......موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر یا مرفوع ہوگی یا غیر مرفوع اگر مرفوع ہوگی تو اس کا حذف جائز نہیں۔

۲......اور مرفوع مبتدا کی شکل میں ہو اور خبر اس کی مفرد ہو تو پھر موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو حذف کرنا جائز ہے جیسے وھو الذی فی السمآء الٰہ، اور ایھمُ اشدّ یہاں الٰہ اشد سے پہلے ھو ضمیر مبتدا کو حذف کیا گیا ہے اسلئے کہ مرفوع مبتدا ہے اور خبر اس کی مفرد ہے، لہٰذا جاء نی اللذان قامَ اللّذان ضرب کہنا صحیح نہیں (یعنی ان سے ضمیر کو حذف کرنا صحیح نہیں) اسلئے کہ پہلی مثال میں اللذان مرفوع تو ہے لیکن بنا بر فاعلیت ہے اور دوسری مثال میں اللذان مرفوع بنا بر نائب فاعل ہے نہ بنا بر ابتدائیت۔

۳......مبتدا یعنی صدر صلّہ کو ایّ کے ساتھ حذف کیا جاسکتا ہے اگر چہ صلّہ طویل نہ ہو۔

۴......ایّ کے علاوہ دیگر اسماء موصولہ کے ساتھ صدر صلہ کو صرف حذف اس وقت کر سکتے ہیں جب صلّہ طویل ہو جیسے جاء الّذی ھو ضاربٌ زیدًا یہاں صدر صلّہ کو حذف کر کے جاء الذی ضاربٌ زیدًا کہہ سکتے ہیں اسی طرح ما انا بالّذی قائل لک سوءً (میں وہ آدمی نہیں ہوں جو آپ کو بری بات کہے) میں بھی ھُوَ ضمیر کو حذف کر دیا گیا ہے۔

۵......اگر ایّ کے علاوہ دیگر اسماء موصولہ میں صلّہ طویل نہ ہو تو پھر حذف قلیل ہے کوفیین نے قیاسًا اس کو جائز کہا ہے اور ان ہی کے مسلک کیمطابق ایک قراءت میں تمامًا علی الّذی احسن (بالرفع) ہے تقدیر عبارت ھو احسن ہے یہاں الّذی کا صلّہ طویل نہیں ہے پھر بھی حذف ہوا ہے۔

وقد جوّزوا الخ:

لاسیَّما زیدٌ: میں بھی موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو حذف کیا گیا ہے یہاں ما موصولہ ہے اور زید مرفوع بنا بر خبریت ہے اور ھو ضمیر محذوف ہے جو کہ مبتدا ہے الغرض یہاں الّذی کے صدر صلّہ کو حذف کیا گیا حالانکہ صلّہ طویل نہیں ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ یہ قیاسی ہے اور شاذ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

واشار بقوله وابوان يختزل الخ:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوان یختزل الخ: کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ صدر صلّہ کے حذف ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس کا مابعد صلّہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اگر صدر صلّہ کے حذف کے بعد والا حصّہ صلّہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو پھر حذف صحیح نہیں جیسا کہ جاء الّذی ھو ابوہ منطلق یا ھو ینطلق (جملہ کی مثال) یا جاء الّذی ھو عندک (ظرف کی مثال) یا جاء الّذی ھو فی الدّار (جار مجرور تامّ کی مثال) ان جگہوں میں صدر صلّہ کو حذف کرنا صحیح

نہیں اس لئے کہ اس کے مابعد میں صلہ بننے کی صلاحیت ہے تو اگر صدر صلہ کو حذف کیا جائے تو پتہ نہیں چلے گا کہ یہاں حذف ہوا ہے یا نہیں۔

ولا یختص الخ :

ضمیر جب مبتدا واقع ہو یہ حکم صرف اس کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ایک ضابطہ اور قانون ہے کہ جہاں بھی کلام میں حذف اور عدم حذف دونوں کا احتمال ہو تو وہاں عائد کا حذف حذف ناجائز ہے جیسے جاء الذی ضربته فی داره یہاں ضربته کی ہاء کو حذف کرنا جائز نہیں (اگر چہ مبتدا کی ضمیر نہیں ہے)

وبھذا یظھر الخ

شارح فرماتے ہیں کہ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ابہام ہے اسلئے کہ انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ ضمیر خواہ مرفوع ہو یا منصوب یا مجرور اور اسماء موصولہ میں ایّ ہو یا اس کے علاوہ دوسرا ہو اگر مابعد ضمیر میں صلہ بننے کی صلاحیت ہو تو اس کو حذف نہیں کیا جائے گا بلکہ مصنف کے کلام سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ضمیر مرفوع اور صرف ایّ کے ساتھ خاص ہے حالانکہ یہ حکم عام ہے جیسے جاء الذی ھو ابوہ منطلق، یعجبنی ایّھم ھو ابوہ منطلق اسی طرح منصوب مجرور کا بھی یہی حکم ہے جیسے جاء نی الذی ضربته فی داره مررت بالّذی مررت به فی داره، یعجبنی ایّھم ضربته فی داره، مررت بایھم مررت به فی داره۔

واشار بقوله والحذف عندھم الخ :

والحذف عند ھم کثیر سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصول کی طرف لوٹنے والی منصوب ضمیر کی طرف اشارہ کیا ہے ،اس کا حذف تب جائز ہے جب ضمیر منصوب متصل ہو اور فعل تام کی وجہ سے منصوب ہو جیسے جاء الّذی ضربته یا وصف کے ذریعہ سے منصوب ہو جیسے الّذی اَنامُعْطِیكه درھمٌ۔ یہاں ہاء کو حذف کر کے جاء الّذی ضربت فی داره الخ کہہ سکتے ہیں اور اسی سے اللہ رب العزت کا قول ہے ذَرْنی وَمَنْ خَلَقْتُ وَحیدًا ای خلقته اور اھٰذاالّذی بَعَثَ اللّٰہ رسُوْلاً ای بَعَثه۔

اسی طرح مُعطیكه میں ھاء کو حذف کر سکتے ہیں جیسے الّذی انامُعطیک درھمٌ۔ اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

۳۴-مَا اللّٰہ مُوْلیکَ فَضْلٌ فاحْمَدَ نْه بهٖ
فَمَا لَدٰی غیرہ نفعٌ وَلاَضَرَر

ترجمہ:......اللہ جو چیز آپ کو دیتے ہیں تو یہ ان کی طرف سے فضل ہے پس اس پر ان کی تعریف کریں اس لئے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہ نفع ہے نہ ضرر۔

تشریح المفردات:

ما اسم موصول بمعنی الذی مولیک بمعنی معطیک احمد ن فعل امر با نون تاکید خفیفہ فما ما نافیہ ملغی عن العمل۔

ترکیب:

(مَا) اسم موصول (اللّٰہ) مبتدا (مُوْلِیکَ) وصف با فاعل ومفعول اول (ہ) ضمیر محذوف مفعول ثانی خبر (فا) عاطفہ (احْمَدَ نہ بہ) فعل با فاعل ومفعول ومتعلق (مَا) نافیہ (لَدٰی غیرہ) ظرف خبر مقدم (نفعٌ) معطوف علیہ (لاَ) نافیہ (ضَرَر) معطوف، معطوف علیہ معطوف ملکر اسم مؤخر۔

محل استشہاد:

مــــولیک محل استشہاد ہے اسلئے کہ یہاں لفظ اللہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو حذف کیا گیا جو وصف کی وجہ سے منصوب ہے اصل میں مولیکہٗ تھا۔

وكلام المصنف الخ:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وصف کے ساتھ بھی اس کا حذف کثیر ہے حالانکہ اس کا حذف فعل کے ساتھ کثیر ہے اور وصف کے ساتھ قلیل ہے۔

فان كان الضمير منفصلا الخ:

چونکہ پہلے فی عــائـدمتصل میں متصل کی قید لگائی اس وجہ سے یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ اگر ضمیر منفصل ہو تو پھر حذف جائز نہیں جیسے جاء الّذی ایّاہ ضربت اس میں ایّاہ کو حذف کرنا صحیح نہیں اسی طرح اگر ضمیر متصل بھی ہے لیکن فعل یا وصف کے علاوہ کسی اور سے منصوب ہے مثلاً حرف کے ساتھ تو پھر بھی حذف ممتنع ہے جیسے جاء الّذی اِنّہ منطلق (یہاں ''ہ'' ضمیر ان حرف کی وجہ سے منصوب ہے۔ فعل تام کی قید سے فعل ناقص خارج ہوا لہٰذا اگر ضمیر متصل فعل ناقص کی وجہ سے منصوب ہے تو پھر بھی حذف ممتنع ہو گا جیسے جـاء الـذی کا نہ زیـد (یہاں ہ ضمیر کان فعل ناقص کی وجہ سے منصوب ہے اس وجہ سے اس کا حذف صحیح نہیں)

کَــذاکَ حــذفُ مَــــابــوصفٍ خُـفِـضَــا

کَـــانـــتِ قـــاضٍ بَــعْــدَ امــرٍ مِـنْ قَـضـیٰ

کـــذاالّــذی جُـرَّ بــمــا الــمــوصــولَ جــر

کُــمُــرَّ بـــاالّــذی مَـــررتُ فَهــوبــر

ترجمہ:...... اسی طریقے سے اس ضمیر کو بھی حذف کرنا جائز ہے جو وصف کے ذریعہ سے مجرور ہو۔ جیسے انــت قــاضٍ قــضــیٰ کے امر کے بعد (قرآن کریم کی آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں مسلمان ہونے والے جادوگروں نے فرعون کو کہا تھا فـاقـض ماانت قاض (آپ جو فیصلہ کرنا چاہتے ہو اس کو نافذ کرو) یہاں اصل میں فاقض ماانت قاضیه تھا چونکہ (ہ) ضمیر اسم فاعل وصف کے ذریعہ سے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اس وجہ سے اس ضمیر کو حذف کر سکتے ہیں۔

اسی طرح اس ضمیر کو بھی حذف کر سکتے ہیں جس کو اس سے جر دیا گیا ہو جس کے ذریعہ موصول کو جر دیا گیا ہو جیسے مُرّبـالـذی مـررتُ فهوبرّ (آپ گزر جائیں اس آدمی پر جس پر میں گزرا اس لئے کہ وہ نیک آدمی ہے) یہاں اصل میں مُرّبالّذی مررت بہ تھا۔

ترکیب:

(کذاک) جارمجرور محذوف کے ساتھ متعلّق ہو کر خبر مقدم (حـذف مـابـوصـف خـفـضـا) مضاف مضاف الیہ مبتدا مؤخر (کـانـت قـاض) ای کقولک انت قاض الخ (کذا) خبر مقدم (الذی جر) موصول صلہ مبتدا مؤخر (بـماالموصول جر) جارمجرور متعلّق ہوا (جر) کے ساتھ (کمر ای وذالک کائن کمر الخ)

(ش) لـمـا فرغ عن الكلام على الضمير المرفوع والمنصوب شرع في الكلام على المجرور وهو إما أن يكون مجرورًا بالإضافة، أو بالحرف.

فـإن كـان مجرورًا بالإضافة لم يحذف، إلا إذا كان مجرورًا بإضافة اسم فاعل بمعنى الحال أو الاستقبال، نحو: ((جاء الذى أنا ضاربه: الآن، أو غدًا))، فتقول: جاء الذى أنا ضاربٌ، بحذف الهاء.

وإن كـان مـجـرورًا بـغـيـر ذلـك لـم يـحـذف، نحو: ((جاء الذى أنا غلامه، أو أنا مضروبه، أو أنـا ضـاربـه أمس)) وأشار بقوله: ((كأنت قاض)) إلى قوله تعالىٰ: (فاقض ماأنت قاض)) التقدير ((ما أنت قاضيه)) فحذفت الهاء، وكأن المصنف استغنى بالمثال عن أن يقيد الوصف بكونه اسم فاعل بمعنى الحال أو الاستقبال.

وإن كـان مجرورًا بحرف فلا يحذف إلا إن دخل على الموصول حرف مثله: لفظًا ومعنى، واتفق العامل

فيهمامادة،نحو :مررت بالذى مررت به،أوأنت ماربه))فيجوزحذف الهاء؛فتقول: ((مررت بالذى مررت))قال الله تعالىٰ:(ويشرب ممَّاتَشرَبُونَ)أى:منه،وتقول:((مررت بالذى أنت مارٌّ))أى به،ومنه قوله:

۳۵–وَقَدْ كُنْتَ تُخْفِي حُبَّ سَمْرَاءَ حِقْبَةً
فَبُحْ لَانَ مِنْهَا بِالَّذِي أَنْتَ بَائِحٌ

أى :أنت بائحٌ به.

فإن اختلف الحرفان لم يجزالحذف،نحو:((مررتُ بالَّذِى غضبت عليه))فلايجوزحذف ((عليه))وكذلك((مررت بالذى مررت به على زيد))فلايجوز حذف((به))منه؛لاختلاف معنى الحرفين؛لأن الباء الداخلةعلى الموصول للالصاق والداخلة على الضميرللسببية،وإن اختلف العاملان لم يجزالحذف أيضًا،نحو:((مَرَرْتُ بالَّذِى فَرِحْتُ بِهِ))فلايجوزحذف((به)).

وهذاكله هوالمشارإليه بقوله:((كذاالذى جربماالموصول جرَّ))أى كذلك يحذف الضميرالذى جربمثل ماجرالموصول به،نحو:((مَرَرْتُ بالَّذِى مَرَرْتَ فَهُوبر))أى:((الذى مررت به))فاستغنى بالمثال عن ذكر بقية الشروط التى سبق ذكرها.

ترجمہ وتشریح:

اس سے پہلے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے موصول کی طرف لوٹنے والی مرفوع،منصوب ضمیر کے حذف کی تفصیل بیان کی اب مجرور ضمیر کے بارے میں شروع کررہے ہیں،ضمیر مجرور یا تو اضافت کی وجہ سے مجرور ہوگی یا کسی حرف جر کی وجہ سے۔

۱......اگر اضافت کی وجہ سے مجرور ہے تو اس کا حذف جائز نہیں۔

۲......اسم فاعل کی اضافت کی وجہ سے مجرور ہو جو حال یا استقبال کے معنی میں ہو تو اس کا حذف جائز ہے جیسے جاء الذى انا ضاربه الآن او غدًا یہاں ضمیر کو حذف کرکے جاء الّذى انا ضارب کہہ سکتے ہیں۔

۳......اسم فاعل کی اضافت کے علاوہ کسی اور وجہ سے مجرور ہو تو پھر اس کا حذف جائز نہیں جیسے جاء الّذى انا غلامه،انامضروبه یا اناضاربه امس (یہاں اسم فاعل بمعنی ماضی ہونے کی وجہ سے حذف صحیح نہیں) كانت قاض الخ سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے رب العزت کے اس قول کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فاقض ماانت قاض ،اصل میں ماانت قاضيه تھا،ہا کو حذف کیا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی مثال پر اکتفاء کرکے اس بات سے استغناء کیا کہ وہ وصف کو مقید کرتے کہ اس سے مراد وہ اسم فاعل ہے جو حال یا استقبال کے معنیٰ میں ہو۔

۴......اگر کسی حرف کی وجہ سے مجرور ہے پھر اس کا حذف جائز نہیں ہاں اگر موصول پر وہی حرف آ جائے جو ضمیر پر آیا ہو اور لفظاً اور معنیً اور مادہ کے اعتبار سے عامل بھی ایک ہو جیسے مررتُ بالذی مررت به یا انت مارّ به (یہاں الذی اور (ہ) ضمیر پر ایک ہی حرف آیا ہے جو کہ باء ہے اور ان دونوں میں عامل (مــــررت) بھی مادہ کے اعتبار سے ایک ہے) لہٰذا یہاں ہاء کو حذف کرنا جائز ہے مررت بالذی مررت کہہ سکتے ہیں و ھکذا تقول مررت بالّذی انت مارّای به قرآن کریم میں بھی ہے ویشرب ممّا تشربون ای منه اور اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۳۵-وَقَدْ کُنْتَ تُخْفِیْ حُبَّ سَمْرَاءَ حِقْبَةً
فَبُحْ لَانَ مِنْهَا بِالَّذِیْ أَنْتَ بَائِحٌ

ترجمہ:......اس سے پہلے آپ سمراء نامی محبوبہ کی محبت کو طویل زمانہ تک چھپاتے رہے پس اس سے جو آپ ظاہر کرنے والے تھے اس کو ظاہر ہی کر دیجئے۔ (یعنی محبت)

تشریح المفردات:

تخفی باب افعال سے واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ہے، سمراء شاعر کی محبوبہ کا نام ہے حقبة ایک سال یا بہت سے سال۔ یا اسّی سال، الغرض مراد ایک طویل زمانہ ہے بح باح یبوح فعل امر بمعنی اظہر ہے لان الآن کے اندر ایک لغت ہے۔

ترکیب:

(قَدْ) حرف تحقیق (کنتَ) کان فعل ناقص (تاء) ضمیر مخاطب اس کا اسم (تُخفی حُبَّ سمراءَ حقبَةً) فعل بافاعل ومفعول بہ وظرف خبر ہوا، کان کیلئے (فبح) فعل امر بافاعل (لان منها) ظرف (بالذی انت بائح) جار مجرور متعلق ہوا بح کے ساتھ۔

محل استشہاد:

بالذی انت بائح محل استشہاد ہے اصل میں انت بائح بہ تھا ضمیر کو حذف کیا گیا اسلئے کہ اس پر اور موصول پر داخل ہونے والا حرف بھی ایک ہے اور ان کا عامل بھی کیونکہ الّذی کا عامل بح ہے اور (ہ) ضمیر کا عامل بائح ہے اور یہ دونوں مادہ بوح کے اعتبار سے متحد ہیں۔

۵......اگر دونوں حرف مختلف ہوں تو پھر حذف جائز نہیں جیسے مررتُ بالذی غضبت علیه یہاں (به) کا حذف

جائز نہیں اس لئے کہ یہاں دونوں حرفوں کا معنیٰ مختلف ہے اسلئے کہ موصول پر داخل ہونے والی باء الصاق کیلئے ہے اورضمیر پر داخل ہونے والی سببیّت کیلئے ہے اگر دونوں عامل مختلف ہو جائیں پھر حذف جائز نہیں جیسے مررت بالذی فرحت به (یہاں بہ کو اختلاف عوامل کی وجہ سے حذف نہیں کر سکتے)

ان سب شرائط کی طرف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کذاالذی جرّبماالموصول جرّ کے ساتھ اشارہ کیا ہے جیسے مررتُ بالذی مررتَ فھوبر، مثال ذکر کر کے شرائط کے ذکر سے استغناء کیا۔

المعرّف باداۃالتعریف

اَلْ حَرفُ تعریفٍ، اَوِاللّامُ فقط

فَنَمَطٌ عرّفتَ قُلْ فیہ النمط

ترجمہ:......الف لام دونوں حرف تعریف ہیں یا صرف لام ہے فقط، نمط کو اگر معرفہ بنانا ہو تو اس میں النمط کہو (النمط ایک قسم کی چادر ہے، ایک قسم کا اونی کپڑا جو ہودج (کجاوہ) پر ڈالا جاتا ہے یا لوگوں کی وہ جماعت مراد ہے جن کا معاملہ ایک ہو)

ترکیب:

(اَلْ) باعتبار لفظ مبتدا (حرف تعریفٍ) خبر او اللام اس پر عطف (فقط) (فا) زائدہ (قط) اسم فعل اِنْتَہِ فعل امر کے معنیٰ میں ہے۔ تقدیر عبارت اذاعرفت ذالک فانتہ ہے۔ (نَمَط) موصوف (عرّفت) فعل فاعل صفت موصوف صفت ملکر مبتدا (قُل فیہ النمط) فعل با فاعل ومفعول بہ ومتعلق خبر۔

(ش) اختلف النحویون فی حرف التعریف فی ((الرجل)) ونحوہ؛ فقال الخلیل: المعرف ھو ((أل))، وقال سیبویہ: ھو اللام وحدھا؛ فالھمزۃ عند الخلیل ھمزۃ قطع، وعند سیبویہ ھمزۃ وصل اجتلبت للنطق بالساکن.

والألف واللام المعرفۃ تکون للعھد، کقولک: ((لقیت رجلا فأکرمت الرجل)) وقولہ تعالیٰ: (کما أرسلنا إلی فرعون رسولاً، فعصی فرعونُ الرَّسُولَ) ولاستغراق الجنس، نحو: (إنَّ الإِنْسَانَ لَفِی خُسرٍ) وعلامتھا أن یصلح موضعھا ((کلٌّ)) ولتعریف الحقیقۃ، نحو: ((الرَّجُلُ خیر من المرأۃ)) أی: ھذہ الحقیقۃ خیر من ھذہ الحقیقۃ.

و((النمط))ضرب من البسط،والجمع أنماط–مثل سبب وأسباب–والنمط–أيضًا–الجماعةمن الناس الذين أمرهم واحد، كذاقاله الجوهري.

ترجمہ وتشریح:............حرف تعریف میں نحویوں کا اختلاف:

نحویوں نے حرف تعریف میں اختلاف کیا ہے کہ حرف تعریف الف لام دونوں ہیں یا صرف لام یا صرف ہمزہ۔اس سلسلہ میں تین مذاہب مشہور ہیں۔

......خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ حرف تعریف الف اور لام دونوں ہیں اسلئے کہ یہ تشکیک کی ضد ہے اور اس کے دو حرف ہیں (یعنی ھل) لہٰذا اس کے بھی دو حرف ہونگے اور ہمزہ کو کبھی حذف کیا جاتا ہے اسلئے کہ جزء (لام) کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔

......سیبویہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ حرف تعریف صرف لام ہے اسلئے کہ یہ تنکیر کی ضد ہے اور اس کیلئے واحد حرف تنوین ہے لہٰذا تعریف کیلئے بھی ایک ہی حرف ہوگا اور ہمزہ کو ابتداء بالساکن کی وجہ سے لایا گیا ہے، پھر ان پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابتداء بالساکن کیلئے ہمزہ لانے کیلئے ضرورت پھر بھی نہیں تھی لام کو حرکت دیدیتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لام کو اگر کسرہ دیتے تو لام جارہ کے ساتھ التباس آتا اور اگر فتحہ دیتے تو لام ابتداء کے ساتھ التباس آتا اور اگر ضمہ دیتے تو یہ اثقل الحرکات ہے نیز عربیت میں اس کی کوئی نظیر بھی نہیں، اس وجہ سے ابتداء بالساکن کو دور کرنے کیلئے ہمزہ وصل کو شروع میں لایا گیا۔

......مبرد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حرف تعریف صرف ہمزہ ہے اور لام کو اس کے ساتھ زائد کیا گیا تا کہ ہمزہ استفہام اور ہمزہ تعریفی کے درمیان فرق آ جائے اسلئے کہ ہمزہ استفہام کے ساتھ لام نہیں آتا۔

الالف واللام المعرّفة تكون للعهد الخ :

الف لام کی قسمیں:

الف لام کی قسمیں اور ان کی تعریفیں تفصیل کے ساتھ طلبہ اس کتاب تک پڑھ چکے ہوتے ہیں یہاں صرف شرح میں موجود قسموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

الف لام عہدی کی مثال: "لقيتُ رجلاً فاكرمتُ الرجل" اور رب العزت کا یہ قول "كما ارسلنا الىٰ فرعون رسولاً فعصىٰ فرعونُ الرّسُول" (الرسول میں الف لام عہدی ہے مراد موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں)

استغراقی کی مثال: "انّ الانسان لفی خُسْرٍ" الف لام استغراقی کی علامت یہ کہ اس کی جگہ کلّ کا آنا صحیح ہو
جنسی کی مثال: "الرجل خیرمن المرء ۃ" (آدمی کی حقیقت عورت کی حقیقت سے بہتر ہے) (النمط
چٹائی، مبسوطات کی ایک قسم ہے اس کی جمع انماط آتی ہے۔ جیسے سبب کی جمع اسباب آتی ہے، نیز اس جماعت کو بھی
کہتے ہیں جن کا معاملہ ایک ہو، جوہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

وَقَدْ تُزَادُ لازِمًا کَاللاتِ
والآن، والّذِیْنَ، ثُمَّ اللاتِ
ولاضطِرَارٍ کَبَنَاتِ الاَوْبَرِ
کَذا وطِبْتَ النفسَ یَاقَیْسُ السَّرِی

ترجمہ:...... کبھی کبھار الف لام زائد لازمی ہوتا ہے، جیسے اللات الآن، الّذین، اور اللّات (اسم موصول) اور کبھی
اضطراری حالت میں زائد کیا جاتا ہے جیسے بنات الاوبر اور اسی طرح طبتَ النفسَ یاقیسُ السری (اے سردار
قیس تو از روئے نفس خوش ہوا) یہاں الاوبر النفس میں الف لام زائد ہے۔

ترکیب:

(قد) حرف تحقیق (تزاد) فعل مضارع مجہول با نائب فاعل (ھی ضمیر مستتر ہے جو راجع ہے الف لام کی
طرف) (لازما) فعل سابق کے مصدر سے حال ہے (کاللات ای وذالک کائن کاللات الخ
(لاضطرار) جار مجرور متعلق ہے تزاد کے ساتھ (کبنات الاوبر الخ)

(ش) ذکر المصنف فی ھذین البیتین أن الألف واللام تأتی زائدۃ، وھی —فی زیادتھا— علی قسمین: لازمۃ، وغیر
لازمۃ.

ثم مثّل الزائدۃ اللازمۃ بِ((اللات)) وھو اسم صنم کان بمکۃ وب((الآن)) وھو ظرف زمان مبنی
علی الفتح، واختلف فی الألف واللام الداخلۃ علیہ؛ فذھب قومٌ إلی أنھا لتعریف الحضور کما فی قولک
((مررت بھذا الرجل))؛ لأن قولک: ((الآن)) بمعنی ھذا الوقت، وعلی ھذا لاتکون زائدۃ، وذھب قوم —منھم
المصنف— إلی أنھا زائدۃ، وھو مبنی لتضمنہ معنی الحرف، وھو لام الحضور.

ومثل —أیضًا— بِ((الذین))، و((اللات)) والمراد بھما ما دخل علیہ ((أل)) من الموصولات
وھو مبنی علی أن تعریف الموصول بالصّلۃ؛ فتکون الألف واللام زائدۃ وھو مذھب قوم، واختار

المصنف،وذهب قوم إلى أن تعريف الموصول ب((أل))إن كانت فيه نحو:((الذى))فإن لم تكن فيه فبنيتها نحو:((من،وما))إلا((أيا))فإنها تتعرف بالإضافة؛فعلى هذا المذهب لاتكون الألف واللام زائدة،وأما حذفها فى قراء ة من قرأ:(صراط لذين أنعمت عليهم) فلايدل على أنها زائدة؛إذيحتمل أن تكون حذفت شذوذًاوإن كانت معرفة،كماحذف من قولهم:((سلام عليكم))من غير تنوين–يريدون((السلام عليكم)).

وأماالزائدةغيراللازمة فهى الداخلة –اضطرارًا–عى العلم،كقولهم فى:((بنات أوبر))علم لضرب من الكمأة((بنات الأوبر))ومنه قوله:

٣٦–وَلَقَدْ جَنيتُكَ اكمُؤاوَعَسَاقِلاً
وَلَقَدْ نَهَيتُكَ عَنْ بَنَاتِ الأَوْبَرِ

والأصل((بنات أوبر))فزيدت الألف واللام،وزعم المبردأن ((بنات أوبر))ليس بعلم؛ فالألف واللام–عنده–غيرزائدة.

ومنه الداخلةاضطرارًاعلى التمييز،كقوله:

٣٧–رأيتُكَ لَمَّا اَنْ عَرَفْتَ وُجُوهَنَا
صَدَدْتَ ،وَطِبْتَ النَّفْسَ يَاقَيْسُ عَنْ عَمْرِو

والأصل((وطبت نفسًا،فزادالألف واللام،وهذابناء على أن التمييز لايكون إلانكرة، وهومذهب البصريين،وذهب الكوفيون إلى جواز كونه معرفة؛فالألف واللام عندهم غيرزائدة.

وإلى هذين البيتين اللذين أنشدناهماأشارالمصنف بقوله:((كَبنات الأوبر))وقوله: ((وطبت النفس ياقيس السرى)).

ترجمہ وتشریح:

مصنف رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ان دونوں شعروں میں الف لام زائد کی طرف اشارہ کیا اورحقیقت کے اعتبار سے ان کی دوقسمیں ہیں(۱)لازم(۲)غیرلازم۔زائدلازم کی مثال:جیسے اللات(یہ بت کا نام ہے جومکہ میں تھا)اورالآن پرجوالف لام داخل ہےاس میں اختلاف ہےبعض حضرات کامسلک یہ ہے کہ یہ حال کومعرفہ بنانے کیلئے آتا ہےجیسے مررت بھٰذا الرجل اس لئے کہ الآن کامعنیٰ ھذاالوقت کے ہےاس صورت میں الف لام زائدنہیں ہوگا۔اوربعض حضرات کامسلک(جن میں

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں) یہ ہے کہ یہ زائد ہے اور یہ مبنی ہے اسلئے کہ یہ حرف کے معنیٰ کو متضمن ہے جو کہ لام حضور ہے۔

الآن کے مبنی ہونے کا سبب:

اس میں کئی مذاہب ہیں ایک مذہب تو شارح نے بیان کیا لیکن اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس میں موجود الف لام کو لغو قرار دیکر معدوم الف لام کا اعتبار کرنا عجیب ہے۔

۲......اور بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ الآن اس لئے مبنی ہے کہ یہ اشارہ کے معنیٰ کو متضمن ہے اس لئے کہ یہ **هذا الوقت** کے معنیٰ میں ہے یہ قول زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

۳......بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یہ اسلئے مبنی ہے کہ یہ جامد ہونے میں حرف کے ساتھ مشابہ ہے جس طرح حرف تثنیہ جمع مصغر نہیں ہوتا اسی طرح الآن بھی نہیں ہوتا۔

۴......بعض کے قول کے مطابق یہ معرب ہے اور منصوب بنا بر ظرفیت ہے، اور کبھی من کی وجہ سے اس پر جر بھی آتا ہے، واللہ اعلم.

ومثل ایضا بالّذین الخ:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے زائد لازمی کی باقی مثالوں میں الّذینَ ،الّلات کو ذکر کیا ہے لیکن اس کو زائد کہنا اس بات پر مبنی ہے کہ یہ مانا جائے کہ موصول کی تعریف صلہ سے ہوتی ہے، نہ کہ الف لام سے تو پھر الف لام زائد ہوگا، یہی ایک قوم کا مسلک ہے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔

دوسرا مسلک یہ ہے کہ الّذین، الّلات میں الف لام زائد نہیں ان حضرات کے ہاں موصول کی تعریف صلہ سے نہیں ہوتی، بلکہ الف لام کی موجودگی میں الف لام سے ہی ہوتی ہے جیسے الّذی، اور اگر الف لام لفظوں میں ذکر نہ ہو تو اس کی نیت کرنے سے ہوتی ہے جیسے مَنْ ،مَا اور ایّ کی تعریف اضافت سے ہوتی ہے۔

دوسرے مسلک والوں پر اعتراض اوارد ہوتا ہے کہ اگر یہ زائد نہ ہوتا تو صراط لذین (ایک قراءت کے مطابق) میں حذف نہ ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ حذف زائد ہونے کی علامت ہو، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ شذوذاً حذف ہوا ہو جیسے سلامٌ علیکم میں الف لام حذف ہوا ہے مراد اس سے السلام علیکم ہوتا ہے۔

واما الزائدة الخ:

زائد غیر لازم وہ ہے جو علم پر ضرورت شعری وغیرہ کی وجہ سے داخل ہو جیسے بنات الاوبر کا الف لام اور اسی سے

شاعر کا یہ قول ہے۔

۳۶-وَلَقَدْ جَنَیْتُکَ اکْمُؤاوَعَسَاقِلاً

وَلَقَدْ نَهَیْتُکَ عَنْ بَنَاتِ الأَوْبَرِ

ترجمہ:...... میں نے تیرے لیے اچھی قسم کی چھوٹی اور بڑی کھمبیاں توڑ دیں۔ اور میں نے تجھے چھوٹی اور بے کار قسم کی کھمبیوں سے منع کیا۔

تشریح المفردات:

جنیتک اصل میں جَنَیْتُ لک ہے، جنی یجنی جنیا ضرب سے درخت سے پھل توڑنا، اکمؤ جمع ہے کماۃ کی اور عساقل جمع ہے عسقل کی یا عسقول کی۔ اکمؤ، عساقل، بنات الاوبر ان تینوں کا معنی سانپ کی چھتری ہے کھمبی بھی اس کو کہتے ہیں اکمؤ چھوٹی اور عساقل بڑی ہوتی ہیں یہ دو قسمیں کھائی جاتی ہیں بنات الاوبر چھوٹی قسم ہے ردّی قسم ہونے کی وجہ سے نہیں کھائی جاتی ہیں، ابن اوبر اس کا واحد ہے اور قاعدہ ہے کہ ابن جب غیر عاقل علم کا جزء ہو تو اس کی جمع بنات آتی ہے، اور اگر عاقل کے علم کا جزء ہو تو اس کی جمع بنین آتی ہے۔ (منجد کی شروع میں اس طرح کی کئی مثالیں ذکر کی ہیں)

ترکیب:

(وَلَقَدْ) لام تاکیدیہ (واو) قسمیہ (قد) حرف تحقیق (جَنیتُکَ) فعل فاعل ومفعول اوّل (اکمُؤا وَعَسَاقِلاً) مفعول ثانی، (نَهَیتُکَ) فعل فاعل ومفعول اوّل (عَنْ بَنَاتِ الاَوبر) جار مجرور ملکر نہیتُ کے ساتھ متعلّق۔

محل استشہاد:

بنات الاوبر محل استشہاد ہے اصل میں بناتُ اوبر تھا بنات اوبر علم تھا اور علم پر الف لام نہیں آتا اس وجہ سے کہ الف لام تعریف کیلئے آتا ہے اور علمیت میں تعریف ہوتی ہے لیکن اضطراراً الف لام اس پر زائد کیا گیا۔

بعض حضرات کے نزدیک چونکہ بنات اوبر علم ہی نہیں اس وجہ سے الف لام ان کے ہاں زائد نہیں۔

الف لام زائد غیر لازمی وہ بھی ہے جو اضطراراً تمیز پر داخل ہو جائے جیسے شاعر کا قول ہے۔

۳۷-رأیتُکَ لَمَّا اَنْ عَرَفْتَ وُجُوهَنَا

صَدَدْتَ ،وَطِبْتَ النَّفْسَ یَاقَیْسُ عَنْ عَمْرٍو

ترجمہ:...... میں نے جنگ کے موقع پر آپ کو دیکھا، تو آپ نے اعراض کیا عمرو کے قاتل سے اور آپ از روئے نفس خوش ہوئے اے قیس۔

تشریح المفردات:

وجوہ بمعنی ذوات، وجہ (چہرہ) ذکر کر کے کل مراد لیا گیا، وذکر الوجہ للتعظیم، صددت ای اعرضت، طبت النفس ای طابت نفسک یہاں تمیز محول عن الفاعل ہے، نفس سے مراد اگر روح لیا جائے تو مؤنث ہے اور شخص لیا جائے تو مذکر ہے، عن عمرو یہاں مضاف حذف ہے ای عن قاتل عمرو۔

ترکیب:

(رأیتکَ) فعل فاعل ومفعول (لَمَّا) ظرف بمعنی حین (اَنْ) زائد (عَرَفْتَ وُجُوهَنَا) فعل فاعل ومفعول، (صَدَدْتَ) فعل فاعل (لمّا) کا جواب ہے، (طِبتَ) فعل فاعل نفسًا تمییز محوّل عن الفاعل (عن عمرو اس کے ساتھ متعلّق، (یاقیس) جملہ معترضہ بین العامل والمعمول۔

(قیس نے جنگ کے دوران بھاگ کر اپنے دوست عمرو کے قاتل کو چھوڑ دیا اور اس کا بدلہ نہیں لیا، شاعر اسی منظر کو پیش کر کے قیس کو ملامت کر رہا ہے۔)

محلّ استشہاد:

طِبْتَ النفس محل استشہاد ہے یہاں اصل میں طبت نفسًا تھا تمیز پر الف لام زائد ہے۔

لیکن یہ اس پر مبنی ہے کہ تمیز صرف نکرہ ہوا کرتی ہے یہ بصریین کا مسلک ہے کوفیین کے ہاں چونکہ تمیز معرفہ بھی واقع ہو سکتی ہے اس وجہ سے ان کے ہاں الف لام زائد نہیں۔

مذکورہ دو اشعار کی طرف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کبنات الاوبر وطبت النفس یاقیس السرّی.

وبعضُ الاعلامِ عَلیہ دَخلا
لِلَمحِ مَاقَدْ کانَ عنہ نُقِلا
کالفضل والحارثِ والنعمان
فذکرُذا وَحَذْفُہ سیّان

ترجمہ:...... بعض اعلام ایسے بھی ہیں جن پر الف لام داخل ہوتا ہے، تا کہ اشارہ ہو اس چیز کی طرف جس سے ان کونقل کیا گیا ہے۔ جیسے الفضل، الحارث، النعمان۔ پس الف لام کا ذکر اور حذف دونوں برابر ہیں۔

ترکیب:

(بعضُ الاعلامِ) مضاف مضاف الیہ مبتدا (عَلیه) جار مجرور (دَخل) کے ساتھ متعلّق (دخل) فعل بافاعل خبر، الف اطلاق کیلئے ہے (لِلَمحِ ماالخ) جار مجرور دخل کے ساتھ متعلّق۔ کالفضل ای وذالک کائن کالفضل الخ (ذکرُ وذا وَحَذفُه) معطوف علیہ معطوف مبتدا (سیّان) خبر۔

(ش) ذکر المصنف فيما تقدم -أن الألف واللام تكون معرفة، وتكون زائدة، وقدتقدم الكلام عليهما، ثم ذكرفي هذين البيتين أنهاتكون للمح الصفة، والمراد بهاالداخلة على ماسمي به ماالأعلام المنقولة، ممايصلح دخول ((أل)) عليه، كقولك في ((حسن)): ((الحسن)) وأكثر ماتدخل على المنقول من صفة، كقولك في ((حارث)): ((الحارث)) وقدتدخل على المنقول من مصدر، كقولك في ((فضل)): ((الفضل)) وعلى المنقول من اسم جنس غير مصدر، كقولك في ((نعمان)): ((النعمان)) وهوفي الأصل من أسماء الدم؛ فيجوز دخول ((أل)) في هذه الثلاثة نظرًا إلى الأصل، وحذفهانظرًا إلى الحال.

وأشاربقوله ((للمح ماقد كان عنه نقلا)) إلى أن فائدة دخول الألف واللام الدلالة على الالتفات إلى مانقلت عنه من صفة، أومافي معناها.

وحاصله: أنك إذاأردت بالمنقول من صفة ونحوه أنه إنماسمي به للتفاؤل، وهوأنه يعيش ويحرث، وكذاكل مادل على معنى وهو ممايوصف به في الجملة، كفضل ونحوه، وإن لم تنظرإلى هذاونظرت إلى كونه علما لم تدخل الألف واللام، بل تقول: فضل، وحارث، ونعمان؛ فدخول الألف واللام أفاد معنى لايستفادبدونهما؛ فليستابزائدتين، خلافالمن زعم ذلك، وكذلك أيضاليس حذفهماوإثباتهماعلى السواء كماهوظاهر كلام المصنف، بل الحذف والإثبات، ينزّل على الحالتين اللتين سبق ذكرهما، وهوأنه إذالمح الأصل جيء بالألف واللام، وإن لم يلمح لم يؤت بهما.

ترجمہ وتشریح:............کبھی علم پر بھی الف لام آتا ہے:

یہ بات پہلے گزر گئی کہ الف لام کبھی تعریف کیلئے آتا ہے۔ اور کبھی زائدہ آتا ہے جس کی پوری تفصیل گزر گئی۔ یہاں مصنف علیہ الرحمۃ یہ بتارہے ہیں کہ کبھی یہ صفت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اعلام پر داخل کیا جاتا ہے، اور مراد اس سے وہ الف لام ہے جو داخل ہوا ان اعلام منقولہ پر جو کسی کا نام رکھا جائے اور اس پر الف لام کے داخل ہونے کی صلاحیت بھی ہو جیسے **حسن** میں **الحسن** کہنا، بسا اوقات یہ اعلام یا تو صفت سے نقل ہوتے ہیں جیسے **حارث** میں **الحارث** کہنا، یا مصدر سے جیسے "**فضل**" میں "**الفضل**" کہنا کبھی مصدر کے علاوہ اسم جنس سے جیسے **نعمان** میں **النعمان** کہنا (**نعمان** خون کے ناموں میں سے ایک نام ہے سرخی خون کو لازم ہے تو وصف حمرت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے نعمان پر الف لام لانا جائز ہے۔

الغرض تینوں میں اصل کو دیکھ کر الف لام لانا جائز ہے اور حال کو دیکھ کر حذف بھی جائز ہے۔

لِلَمْحِ مَاقد کَانَ عَنه نقلا الخ سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا کہ الف لام کے داخل ہونے کا فائدہ صفت وغیرہ کی طرف التفات کرنا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اعلام منقولہ سے معنی کے تفاؤل (برکت، نیک فالی) کو دیکھتے ہوئے اگر صفت مراد لی جائے تو الف لام کا لانا جائز ہے مثلاً **الحارث** پر الف لام داخل کرنا تاکہ اس کی اصل (**حرث**) کی طرف اشارہ ہو کہ آگے چل کر یہ آدمی زندگی گزارے گا اور کھیتی باڑی کا کام کرے گا۔

اسی طرح الف لام ہر اس علم پر داخل کر سکتے ہیں جو دلالت کرتا ہو ایسے معنی پر جو فی الجملہ صفت بن سکتا ہو۔ جیسے **فضل** اگر کسی کا نام ہو تو فضیلت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے **الفضل** کہنا جائز ہے اور ان فائدوں کا لحاظ کئے بغیر علم پر الف لام داخل کرنا صحیح نہیں۔ چونکہ الف لام کے داخل ہونے کی وجہ سے جو فائدہ ہوتا ہے وہ اس کے بغیر نہیں ہوتا اس وجہ سے یہ زائد نہیں ہے اگرچہ بعض حضرات کے زعم کے مطابق زائد ہیں۔

وکذالک ایضا حذفھا الخ:

شارح فرماتے ہیں کہ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں الف لام کا داخل کرنا اور نہ کرنا برابر نہیں جیسے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے "**فذکر ذاو حذفہ سیّان**" کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے بلکہ حذف اور اثبات دونوں کو مختلف حالات پر محمول کیا جائے گا جن کا پہلے ذکر ہو چکا کہ اگر اصل کی طرف اشارہ کرنا ہو تو پھر الف لام کو لایا جائے گا ورنہ نہیں۔

وَقَـدْ يَـصِيـرُ عَـلَـمًـا بِـالـغَـلَبَة
مُـضَـافٌ اَوْ مَـصْـحُـوبُ اَلْ كَـالـعَـقَبَة
وَحَـذْفَ الْ ذِیْ اِنْ تُـنَـادِ اَوْ تُـضِفْ
اَوْجِـبْ، وَفِـی غَـیْـرِهِـمَـا قَـدْتَـنْـحَـذِفُ

ترجمہ:...... کبھی غلبہ کی وجہ سے مضاف اور الف لام والا اسم علم بن جاتا ہے۔ (ایلہ نامی بستی کیلئے خاص ہے) نــداء اور اضافت کے وقت اس الف لام کے حذف کو واجب کر اور کبھی ان دونوں کے علاوہ میں بھی حذف ہوتا ہے۔

ترکیب:

(واو) استینافیہ (قد) حرف تقلیل (یصیر) فعل ناقص (مضاف او مصحوب ال) معطوف علیہ معطوف اسم ہوا یصیر کا (علمًا) اس کی خبر (کالعقبة) ای وذلک کائن کالعقبة (اِنْ تناداوتضف) شرط (اوجب حذف ال ذی) فعل بافاعل مفعول جزاء (اوجب جزاء میں فاء کو ضرورت شعری کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے) (فی غیرهما) جار مجرور متعلق ہوا تنحذف کے ساتھ۔

(ش) من أقسام الألف واللام أنهاتكون للغلبة،نحو:((المدينة))،و((الكتاب))فإن حقهماالصدق على كل مدينة وكل كتاب،لكن غلبت((المدينة))على مدينةالرسول ﷺ،و ((الكتاب))على كتاب سيبويه رحمه الله تعالىٰ،حتى إنهماإذاأطلقالم يتبادرإلى الفهم غيرهما.

وحكم هذه الألف واللام أنها لاتحذف إلافي النداء أوالإضافة،نحو:((ياصعق))في الصعق، و((هذه مدينة رسول الله ﷺ)).

وقدتحذف في غيرهماشذوذا،سمع من كلامهم:((هذاعيوق طالعا))،والأصل العيوق، وهوأسم نجم.

وقد يكون العلم بالغلبة أيضًامضافًا:كابن عمر،وابن عباس،وابن مسعود؛فإنه غلب على العباد لة دون غيرهم من أولادهم،وإن كان حقّه الصدق عليهم،لكن غلب على هؤلاء،حتى إنه إذاأطلق ((ابن عمر))لايفهم منه غير عبدالله وكذا((ابن عباس)) و((ابن مسعود)) رضي الله عنهما اجمعين؛ وهذه الإضافة لاتفارقه؛لافي نداء، ولافي غيره،نحو:((ياابن عمر)).

ترجمہ وتشریح: ....کبھی علم غلبہ کیلئے آ تا ہے:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ کبھی الف لام غلبہ کیلئے بھی آ تا ہے جیسے المدینة، الکتاب. اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہر شہر اور ہر کتاب پر ان کا اطلاق ہو۔ لیکن المد ینة مد ینة الرسول ﷺ پر اور الکتاب سیبویہ رحمہ اللہ کی کتاب پر غالب ہوا ہے یہاں تک کہ اگر المد ینة، الکتاب مطلق بولا جائے تو ذہن میں ان کے علاوہ کوئی اور نہیں آ تا،

غلبہ والے اس الف لام کا حکم یہ ہے کہ یہ صرف نداء اور اضافت کی صورت میں حذف ہوتا ہے جیسے الصعق میں یا صعق کہنا (الصعق اصل لغت کے اعتبار سے ہر اس آ دمی کو کہا جا تا تھا جس پر بجلی یا کوئی اور مہلک عذاب آ یا ہو بعد میں خویلد بن نفیل کا نام پڑ گیا اس لئے کہ وہ ایک مرتبہ تھامہ میں لوگوں کو کھانا کھلا رہا تھا اس دوران تیز وتند ہوا آ ئی اور اس سے کھانے کی پلیٹوں میں مٹی آ گئی جس کی وجہ اس نے ہوا کو گالیاں دیں، اللہ رب العزت نے اس پر عذاب یا بجلی نازل کی تو لوگوں نے اس کا نام الصعق رکھدیا)

اور اضافت میں حذف کی مثال جیسے ھذہ مدینة رسول اللّٰہ ﷺ، کبھی نداء اور اضافت کے علاوہ بھی شذوذًا اس الف لام کو حذف کیا جا تا ہے جیسا کہ کلام عرب میں مسموع ہے "ھذا عیّوق طالعًا" اصل میں عیّوق تھا (ستارے کا نام ہے جو ثریا کے پیچھے ہوتا ہے)

و قد یکون الخ:

کبھی مضاف بھی غلبہ کی وجہ سے علم بن جا تا ہے جیسے ابن عمر، ابن عباس، ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اس لئے کہ اگر چہ ان کا اطلاق عمر عباس مسعود کے تمام بیٹوں پر ہوتا ہے لیکن یہاں عبد اللّٰہ بن عمر، عبداللّٰہ ابن عباس، عبدالله ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر ان کا اطلاق غالب ہوا ہے، نداء اور غیر نداء دونوں میں ان سے یہ اضافت جدا نہیں ہوتی۔

الاِبتداء

مبتدأٌ زیدٌ، وَعَاذِرٌ خبر
اِنْ قُلْتَ زیدٌ عَاذِرٌ مَنِ اعتذَر
واوّلٌ مبتدأٌ، والثانی
فاعِلٌ اَغْنی فِی اَسَارِذَانِ
وَقِسْ، وکا استفھامِ النَّفیُ، وقَدْ
یجوزُ نحوُ فائِزٌ اُولُو الرَّشَد

ترجمہ:......اگر آپ زید عاذِرٌ مَنِ اعتَذَر کہتے ہیں تو اس میں زید مبتدا اور عاذر خبر ہے۔ اور اَسَارٍ ذان میں پہلا مبتدا (کی دوسری قسم) ہے اور دوسرا ایسا فاعل ہے جو خبر سے مستغنی کر دیتا ہے۔

اور اسی طرح آپ قیاس کریں۔ اور استفہام کی طرح نفی بھی ہے اور کبھی فائزٌ اولو الرّشد (بغیر استفہام ونفی کے مقدم ہونے کے) بھی جائز ہے (مثالوں کا ترجمہ بالترتیب یہ ہے (۱) زید کے سامنے جو عذر پیش کرتا ہے وہ اس کو قبول کرنے والا ہوتا ہے۔ (۲) کیا وہ دونوں رات کے وقت چلنے والے ہیں (۳) ہدایت والے حضرات کامیاب ہیں)

ترکیب:

(مبتدا) خبر مقدم (زید) مبتدا مؤخر (عاذر خبر بھی اسی طرح ہے (ان قلت الخ) شرط، جواب شرط محذوف ہے ماقبل کی عبارت اس پر دال ہے ای ان قلت الخ فزید مبتدأ وعاذر خبر ۔(اوّل مبتدا) مبتدا خبر (الثانی) مبتدا (فاعل) موصوف (اغنی فی اسارٍ ذان) صفت' موصوف صفت ملکر خبر (قس) فعل با فاعل۔ (کاستفهام) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہوکر خبر مقدم (النفی) مبتدا مؤخر (قدیجوز نحو الخ) فعل فاعل۔

(ش) ذكر المصنف انّ المبتدأ علىٰ قسمين :مبتدأ له خبر، ومبتدأ له فاعل سد مسدَّ الخبر؛ فمثال الأوّل ((زيدٌ عَاذِرٌ مَنِ اعْتَذَرَ)) والمراد به: مالم يكن المبتدأ فيه وصفا مشتملا على مايذكر في القسم الثاني؛ فزيد: مبتدأ، وعاذر: خبره، ومن اعتذر: مفعو ل لعاذر، ومثال الثاني ((أسارٍ ذان)) فالهمزة: للاستفهام، وسار: مبتدأ، وذان: فاعل سدَّ مَسَدَّ الخبر، ويقاس على هذا ما كان مثله، وهو: كل وصف اعتمد على استفهام، أو نفي —نحو: أَقَائِمٌ الزَّيْدَانِ، ومَاقَائِمٌ الزَّيْدَانِ— فإن لم يعتمد الوَصف لم يكن مبتدأ، وهذا مذهب البصريين إلا الأخفش —ورفع فاعلا ظاهر، كما مثل، أو ضميرًا منفصلا، نحو: ((أقائم أنتما)) وتم الكلام به؛ فإن لم يتم به (الكلام) لم يكن مبتدأ، نحو: ((أقائم أبواه زيد)) فزيد: مبتدأ مؤخر، وقائم :خبر مقدم، وأبواه: فاعل بقائم، ولا يجوز أن يكون ((قائم)) مبتدأ؛ لأنه لا يستغني بفاعله حينئذ؛ إذ لا يقال ((أقائم أبواه)) فيتم الكلام، وكذلك لا يجوز أن يكون الوصف مبتدأ إذا رفع ضميرًا مستترًا؛ فلا يقال في ((مازيدقائمٌ ولاقاعدٌ)) إن ((قاعدًا)) مبتدأ، والضمير المستتر فيه فاعل أغنى عن الخبر؛ لأنه ليس بمنفصل، على أن في المسألة خلافا، ولا فرق بين أن يكون الاستفهام بالحرف، كما مثل، أو بالاسم كقولك: كيف جالس العمران و كذلك لا فرق بين أن يكون النفي بالحرف، كما مثل، أو بالفعل كقولك: ((ليس قائم الزّيدان)) فليس: فعل ماض (ناقص)، وقائم: اسمه، والزيدان: فاعل سدَّ مسدَّ خبر ليس، وتقول: ((غير قائم

الزيدان))فغير: مبتدأ،وقائم: مخفوض بالإضافة، والزيدان: فاعل بقائم سدّمسدّخبرغير؛لأن المعنى ((ماقائم الزّيدان))فعومل((غيرقائم))معاملة((ماقائم)) ومنه قوله:

٣٨-غَيْرُ لاهٍ عِدَاكَ،فَاطَّرِحِ

اللَّهْوَ،وَلاتَغْتَرِرْبِعَارِضِ سِلَمِ

فغير: مبتدأ؛ولاه: مخفوض بالإضافة،وعداك: فاعل بلاه سد مسد خبرغير؛ومثله قوله:

٣٩-غَيْرُمَأْسُوفٍ عَلَى زَمَنٍ

يَنْقَضِي بِالْهَمِّ وَالْحَزَنِ

فغيرمبتدأ،ومأسوف: مخفوض بالإضافة،وعلى زمن: جارومجرورفي موضع رفع بماسوف لنيابته مناب الفاعل،وقدسدمسدخبرغير.

وقدسأل أبوالفتح ابن جني ولده عن أعراب هذاالبيت؛فارتبك في أعرابه ومذهب البصريين-إلاالأخفش-أن هذاالوصف لايكون مبتدأإلاإذااعتمدعلى نفي أواستفهام،وذهب الأخفش والكوفيون إلى عدم اشتراط ذلك؛فأجازوا:((قائم الزيدان))فقائم:مبتدأ، والزيدان: فاعل سدمسدالخبر.

وإلى هذاأشارالمصنف بقوله:((وقديجوزنحو: فائزأولوالرّشد))أي: وقد يجوزاستعمال هذاالوصف مبتدأمن غيرأن يسبقه نفي أواستفهام.

وزعم المصنف أن سيبويه يجيزذلك على ضعف،وممااوردمنه قوله:

٤٠-فَخَيْرٌ نَحْنُ عِنْدَا لنَّاسِ منكُمْ

إِذَا الدَّاعِي الْمُثَوِّبُ قَالَ: يَالاَ

فخير: مبتدأ،ونحن :فاعل سدمسدّالخبر،ولم يسبق: خير))نفي ولااستفهام،وجعل من هذا قوله:

٤١-خَبِيرٌ بَنُولَهَبٍ ،فَلاتَكُ مُلْغِيًا

مَقَالَةَ لهبيٍّ إِذَاالطَّيْرُ مَرَّتِ

فخير: مبتدأ،وبنولهب: فاعل سدمسد الخبر.

ترجمہ وتشریح: ....مبتدا کی قسمیں:

نحو کی کتابوں میں یہ بات تفصیلاً ذکر ہے کہ مبتدا کی دو قسمیں ہیں۔

۱......ایک وہ مبتدا ہے جو مسند الیہ ہوا کرتا ہے جو کہ مشہور ہے یا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیش کردہ مثال زیدٌ عَاذِرٌ، اَسَارٍ ذان۔

۲......ایک وہ ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتا، اس قسم کے مبتدا کیلئے بجائے خبر کے فاعل ہوتا ہے جو خبر کی جگہ قائم مقام ہوتا ہے جیسے اقائم زید، واضح رہے کہ بعض نحویوں نے مبتدا کی قسم ثانی کا انکار کیا ہے اور اقائم زیدٌ کی ترکیب میں وہ قائم کو خبر مقدم اور زیـد کو مبتدا مؤخر کہتے ہیں۔ لیکن اکثر نحوی مبتدا کی قسم ثانی کو ثابت اور جائز مانتے ہیں مگر ان کے ہاں مبتدا کی قسم ثانی کیلئے تین شرائط ہیں۔

۱......پہلی شرط یہ ہے کہ مبتدا کی قسم ثانی ایسا وصف ہو جو استفہام یا نفی پر اعتماد کرے جیسے اقائم الزیدان، ماقائم الزیدان۔

۲......دوسری شرط یہ ہے کہ یہ وصف فاعل ظاہر کو رفع دے (جس کی مثال گزر گئی) یا ضمیر منفصل کو جیسے اقائمٌ انتما۔

۳......تیسری شرط یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے کلام تامّ ہو جائے اگر کلام تام نہ ہو تو مبتدا کی قسم ثانی نہیں بنا سکتے اسلئے اقائم ابواہ کہکر کلام تامّ نہیں ہوتا لہٰذا یہاں قائم خبر مقدم اور زید مبتدا مؤخر ہوگا۔

ضمیر منفصل کو رفع دینے کی شرط سے احتراز کیا اس وصف سے جو ضمیر مستتر کو رفع دے اس وجہ سے مـا زیـدٌ قـائمٌ ولاقاعد میں چونکہ قاعدٌ نے ضمیر مستتر کو رفع دیا ہے اس وجہ سے قاعد کو مبتدا کی قسم ثانی بنانا صحیح نہیں اگرچہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے (جس کی وضاحت انشاء اللہ آگے آئے گی)

ولافرق بین ان یکون الخ:

استفہام پر اعتماد چاہے حرف کے ساتھ ہو جیسے اَسَارٍ ذانِ وغیرہ یا اسم کے ساتھ جیسے کیفَ جَـالِـسٌ الـعمـرانِ (یہاں استفہام کیفَ کے ساتھ ہے جو کہ اسم ہے اور مبنی بر فتح ہے) دونوں صورتوں میں وصف کو مبتدا بنا سکتے ہیں۔

اور اسی طرح نفی پر اعتماد بھی عام ہے حرف کے ساتھ ہو جیسے مَـا قـائمٌ الـزیـدان یا فعل کے ساتھ جیسے لَیْـسَ قـائمٌ الزیدان یہاں لَیْسَ فعل ناقص ہے اور قائم اس کا اسم ہے اور الزیدان فاعل ہے جو لیس کی خبر کی جگہ پر قائم ہے۔ اسی طرح غیر قائم الزیدان میں غیر مبتدا ہے اور قائم اضافت کی وجہ سے مجرور ہے اور الزیدان فاعل ہے جو غیر کی خبر کی جگہ پر قائم ہے اس لئے کہ اس کا معنی بھی ماقائم الزیدان ہے غیر قائم کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا گیا جو ماقائم کے ساتھ ہوا۔ اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

۳۸- غَیْـــرُ لَاهٍ عِـــدَاکَ، فَـــاطَّـــرِحِ
الـــلَّهْـــوَ، وَلَاتَـــغْـتَـــرِرْ بِـــعَـــارِضِ سِـــلَـــمِ

ترجمہ:......آپ کے دشمن آپ سے غافل نہیں لہٰذا آپ غفلت کو چھوڑ دیں اور عارضی صلح پر دھوکہ نہ کھائیں۔

تشریح المفردات:

لاہ اسم فاعل نصر ینصر کے باب سے ترک اور غفلت کے معنیٰ میں ہے، عداک عدوّ کی جمع ہے، اطّرح باب افتعال سے پھینکنے کے معنیٰ میں ہے لاتغترر دھوکہ مت کھا، عارض سلم عارضی صلح اضافة الصفة للموصوف کے قبیل سے ہے۔

ترکیب:

(غیرُ لاہٍ) مضاف مضاف الیہ مبتدا کی قسم ثانی (عِدَاکَ) فاعل، خبر کی جگہ قائم ہے (اطّرِح اللّھو) فعل بافاعل و مفعول (لاتَغتَرِر) فعل نہی بافاعل (بعَارِض سِلم) جارمجرور لاتغترر کے ساتھ متعلق ہوا۔

محلّ استشہاد:

غیر لاہ عداک محلّ استشہاد ہے یہاں فاعل خبر کی جگہ قائم مقام ہے اور وصف (یعنی لاہ اسم فاعل) نے یہاں اعتماد کیا ہے نفی پر جو اسم کے ساتھ ہے (یعنی غیر کے ساتھ) غیر لاہ کے ساتھ مالاہ والا معاملہ کیا گیا۔

اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

۳۹-غَیْــرُ مَـــأْسُــوفٍ عَــلٰــی زَمَــنٍ
یَــنْــقَــضِــیْ بِــالْهَــمِّ وَالْــحَــزَنِ

ترجمہ:......افسوس نہیں کیا جاتا اس زمانے پر جو غم و پریشانی کے ساتھ گزرتا ہے (یعنی عقلمند آدمی کو غم والی زندگی پر افسوس نہیں کرنا چاہیے)

تشریح المفردات:

ماسوف بروزن مفعول، اسف بمعنی افسوس، زمن وقت قلیل اور کثیر دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ینقضی ای ینتھی ویفرغ، الھمّ والحزن الفاظ مترادفہ ہیں معنیٰ ان کا ایک ہے یعنی غم و پریشانی۔

ترکیب:

(غیرُ ماسوفٍ) مبتدا (عَلیٰ) جار (زَمَنٍ) موصوف (یَنقَضِیُ بالھمّ الخ) صفت، موصوف صفت ملکر خبر۔

محل استشہاد:

غیر ماسوف محل استشہاد ہے یہاں وصف (اسم مفعول) نے نفی پر اعتماد کیا ہے جو اسم کے ساتھ ہے۔ ابوالفتح بن جنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے سے اس شعر کا اعراب پوچھا تو وہ اس میں پھنس گیا (یقال ارتبک فی الامر کسی کام میں پھنس کے رہ جانا)

ومذهب البصريين الخ:

اس سے پہلے ذکر ہوا کہ وصف مبتدا تب بنے گا جب اس کا اعتماد نفی یا استفہام پر ہو یہ مسلک بصریین کا ہے سوائے اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ کے اور اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ اور کوفیین کا مسلک یہ ہے کہ وصف کے مبتدا بننے کیلئے یہ شرائط ضروری نہیں، یہ حضرات قائم الزیدان (بغیر اعتماد والے) میں قائم کو مبتدا اور الزیدان کو فاعل بناتے ہیں جو کہ خبر کی جگہ پر قائم ہے۔

اور کوفیین کے اس مسلک کی طرف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول وقد يجوز نحو فائز اولو الرّشد، کے ساتھ اشارہ کیا ہے یعنی اس وصف کو مبتدا بنانا جائز ہے اگر چہ اس سے پہلے نفی اور استفہام نہ ہو فائز اولو الرشد میں فائز مبتدا ہے حالانکہ کسی پر بھی اس کا اعتماد نہیں ہے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے زعم کے مطابق سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ضعیف ہے لیکن پھر بھی جائز ہے اور اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۴۰- فَخَيْرٌ نَحْنُ عِنْدَا لنَّاسِ مِنْكُمُ
إِذَا الدَّاعِي الْمُثَوِّبُ قَالَ: يَالَا

ترجمہ:...... ہم لوگوں کے ہاں تم سے بہتر ہیں، جب کپڑا ہلا کر پکارنے والا کہے اے فلاں (یعنی جس پر مصیبت آتی ہے وہ ہمیں بلاتا ہے کہ اے فلاں میری مدد کیلئے آ جاؤ تو ہم فوراً پہنچ جاتے ہیں)

تشریح المفردات:

خیر صیغہ اسم تفضیل ہے اصل میں اخیر تھا یاء کی حرکت خاء کی طرف منتقل کر دی پھر ہمزہ کی ضرورت نہیں رہی اس وجہ سے اس کو حذف کیا۔ المثوب بصیغہ اسم فاعل وہ آدمی جو پکارتے وقت اپنے کپڑے کو ہلاتا یا اٹھاتا ہے (یالا اصل میں یالفلان لی تھا مستغاث بہ (فلاں) کو حذف کیا اور الف اطلاقی کے ساتھ اس پر وقف کیا گیا پھر اختصار کی وجہ سے مستغاث لہ کو لام سمیت حذف کیا۔

ترکیب:

(خیر) مبتدا (نحن) فاعل ہے خیر کی جگہ واقع ہے (عند الناس منکم) دونوں جار مجرور خیر کے ساتھ متعلق۔
(اذا) ظرف (الداعی المثوب) موصوف صفت مبتدا (قال یالا الخ خبر۔

محل استشہاد:

خیر نحن محل استشہاد ہے یہاں وصف مبتدا ہے اور نحن فاعل ہے جو خیر کی جگہ قائم ہے اور اس نے نفی یا استفہام پر اعتماد نہیں کیا ہے یہ اخفش اور کوفیین کے مسلک کی مؤید ہے، لیکن بصریین کے ہاں نفی اور استفہام پر وصف کا اعتماد ضروری ہے وہ اس شعر کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں خیر مبتدا نہیں ہے بلکہ نحن محذوف کیلئے خبر ہے اور شعر میں جو نحن مذکور ہے یہ خیر کی مستتر ضمیر کی تاکید ہے اور اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۴۱- خَبِيْرٌ بَنُوْ لَهَبٍ ،فَلَاتَکُ مُلْغِيًا
مَقَالَةَ لِهبِيٍّ إِذَا الطَّيْرُ مَرَّتِ

ترجمہ:......بنولہب باخبر لوگ ہیں، لہٰذا جب پرندہ گزرے تو کبھی لھبی آدمی کی بات کو فضول مت سمجھ۔

تشریح المفردات:

خبیر ای علیم' بنولھب یہ ازد کا ایک قبیلہ ہے اصل میں بنون للھب تھا لام کو تخفیف اور نون کو اضافت کیوجہ سے حذف کیا۔ مقالۃ بمعنی کلام، الطیر طائر کی جمع ہے مفرد اور جمع سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے،

شان ورود:

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ شعر طائی قبیلہ کے ایک آدمی کا ہے اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے ایک پرندہ زمین سے اڑا، اس کے پاؤں سے ایک کنکری گری جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کے آگے حصے پر لگی جس سے سر مبارک زخمی ہو گیا اور یہ زمانہ حج کا تھا تو اس لھبی آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم، امیر المؤمنین آئندہ سال حج نہیں کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسی سال وہ دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔ (لیکن یہ محض ان لوگوں کا خیال و وہم تھا جو کہ شرعاً حجت نہیں بلکہ ساقط الاعتبار ہے، یہ لوگ پرندہ کو بمنزلہ دشمن کے سمجھتے تھے، دشمن اگر بائیں طرف سے آتا تو یہ اس پر دائیں طرف سے غلبہ حاصل کرتے تھے اور اگر دائیں طرف سے آتا تو یہ بائیں طرف سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اسی طرح اگر پرندہ بائیں طرف سے آتا تو یہ لوگ سمجھتے کہ ہمارا سفر ابھی اچھا رہے گا اور دائیں طرف سے آتا تو سفر کو ناکام سمجھتے تھے)

ترکیب:

(خبیر) مبتدا (بنو لھب) فاعل ہے جو خبر کی جگہ قائم ہے، (فلاتک) فعل ناقص (انت) ضمیر مستتر اس کا اسم (ملغیا) اسم فاعل، ضمیر اس میں مستتر اس کیلئے فاعل (مقالۃ لھبی) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ، ملغیا اسم فاعل با فاعل ومفعول بہ فعل ناقص کی خبر۔ (اذا الطیر مرّت) شرط، جزاء محزوف فلاتک الخ اور ماقبل اس پر دال ہے۔

محلّ استشہاد:

خبیر بنو لھب محلّ استشہاد ہے اس لئے کہ یہاں خبیر (وصف) مبتدا کی قسم ثانی ہے اور بنو لھب فاعل ہے جو خبر کی جگہ پر قائم ہے حالانکہ یہاں وصف سے پہلے نفی اور استفہام پر اعتماد نہیں ہے یہ کوفیین اور اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کی مؤید ہے بصریین اس شعر کی ترکیب یوں کرتے ہیں کہ خبیر خبر مقدم ہے اور بنو لھب مبتدا مؤخر ہے اور یہی ترکیب زیادہ راجح ہے۔

لیکن بصریین پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مبتدا خبر میں افراد تثنیہ جمع میں مطابقت ضروری ہے اور یہاں وہ مفقود ہے اس لئے کہ خبیر مفرد ہے اور بنو لھب جمع۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ خبیر چونکہ مصدر (جیسے زمیل، صھیل) کے وزن پر ہے اور مصدر میں تذکیر وتانیث افراد تثنیہ جمع سب برابر ہیں لہٰذا یہاں بھی سب برابر ہونگے۔

واللہ اعلم۔

وَالثَّانِ مُبْتَدَأٌ، وَذَا الْوَصْفِ خَبَر
إِنْ فِي سِوَى الْإِفْرَادِ طِبْقًا اسْتَقَرّ

ترجمہ:...... اگر مفرد کے علاوہ تثنیہ جمع میں وصف اور فاعل میں مطابقت آ جائے تو پھر دوسرا مبتدا ہوگا اور یہ وصف خبر مقدم ہوگا۔

ترکیب:

(والثانِ مُبْتَدَأٌ) مبتدا خبر، (ذا الوصفِ خَبَر) مبتدا خبر، (إِنْ) حرف شرط (فِي سِوَى الإِفْرَادِ) جار مجرور متعلّق ہوا (اسْتَقَرّ) کے ساتھ، (طبقا) تمیز محوّل عن الفاعل (استقر) فعل فاعل شرط اور جزاء محذوف ہے ماقبل اس پر دال ہے ای فالثان مبتدأ الخ۔

(ش) الوصف مع الفاعل: إما أن يتطابقا إفرادًا أو تثنية أو جمعًا، أو لا يتطابقا وهو قسمان: ممنوع، وجائز.

فإن تطابقا إفرادًا — نحو: ((أقائمٌ زيد)) — جاز فيه وجهان؛ أحدهما: أن يكون الوصف مبتدأ، وما بعده فاعل سد مسد الخبر، والثاني: أن يكون ما بعده مبتدأ مؤخرًا، ويكون الوصف خبرًا مقدمًا، ومنه قوله تعالىٰ: (أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ) فيجوز أن يكون ((أراغب)) مبتدأ، و ((أنت)) فاعل سَدَّ مسد الخبر، ويحتمل أن يكون ((أنت)) مبتدأ مؤخرًا، و ((أراغبٌ)) خبرًا مقدمًا.

والأول — في هذه الآية — أولىٰ؛ لأن قوله: ((عن آلهتي)) معمول لِ ((راغب))؛ فلا يلزم في الوجه الأوّل الفصل بين العامل والمعمول بأجنبي؛ لأن ((أنت)) على هذا التقدير فاعل لِ ((راغِبٌ))؛ فليس بأجنبي منه، وأما على الوجه الثاني فيلزم (فيه) الفصل بين العامل والمعمول باجنبي، لأن ((أنت)) أجنبي من ((راغب)) على هذا التقدير؛ لأنه مبتدأ؛ فليس لِ ((راغب)) عمل فيه، لأنه خبر، والخبر لا يعمل في المبتدأ على الصحيح.

وإن تطابقا تثنية نحو: ((أقائمان الزيدان)) أو جمعا نحو ((اقائمون الزيدون)) فما بعد الوصف مبتدأ، والوصف خبر مقدم، وهذا معنى قول المصنف: ((والثان مبتدأ وذا الوصف خبر — إلى آخر البيت)) أي: والثاني — وهو ما بعد الوصف — مبتدأ، والوصف خبر عنه مقدم عليه، إن تطابقا في غير الإفراد — وهو التثنية والجمع — هذا على المشهور مِنْ لغة العرب، ويجوز على لغة ((اكلونِي البَرَاغِيثُ)) أن يكون الوصف مبتدأ، وما بعده فاعل اغنى عن الخبر.

وان لم يتطابقا — وهو قسمان: ممتنع، وجائز، كما تقدم — فمثال الممتنع ((اقائمان زيد)) و ((اقائمون زيد)) فهذا التركيب غير صحيح، ومثال الجائز ((أقائم الزيدان)) و ((أقائم الزيدون)) وحينئذ يتعيّن أن يكون الوصف مبتدأ، وما بعده فاعل سد مسد الخبر.

ترجمہ وتشریح: .... وصف اور فاعل میں مطابقت:

جب وصف اور فاعل (یہاں فاعل اصطلاحی مراد ہے اسم فاعل مراد نہیں) دونوں جمع ہو جائیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہونگے یا دونوں افراد تثنیہ جمع میں ایک دوسرے کے مطابق ہونگے یا مطابق نہیں ہونگے۔

اگر مطابق نہیں تو پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جائز (۲) ناجائز۔

اگر دونوں افراد میں مطابق ہوں (یعنی وصف بھی مفرد ہو اور فاعل بھی) جیسے (قائمٌ زیدٌ) تو اس میں دو وجہ جائز ہیں۔ ایک یہ کہ وصف مبتدا ہو اور اس کا مابعد فاعل ہو جو خبر کی جگہ پر قائم ہے۔ دوسرا یہ کہ وصف خبر مقدم ہو اور اس

کا مابعد مبتدا مؤخر ہو۔ اور ربّ العزت کا یہ قول: "اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ آلھتی یاابراھیم"

بھی اسی قبیل سے ہے اسلئے کہ یہاں بھی وصف اور فاعل مفرد ہونے میں ایک دوسرے کے مطابق ہیں۔ یہاں یہ بھی جائز ہے کہ اراغبٌ مبتدا ہو اور انتَ فاعل ہو جو خبر کی جگہ پر قائم ہے دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ انت مبتدا مؤخر اور اراغبٌ خبر مقدم ہو۔

شارح فرماتے ہیں کہ پہلی ترکیب اس آیت میں راجح اور اولیٰ ہے اس لئے کہ عن آلھتی راغب کا معمول ہے اور انت راغب کا فاعل ہے اور فاعل بہ نسبت اپنے عامل کے اجنبی نہیں ہے لہٰذا یہاں عامل اور معمول کے درمیان اجنبی کا فاصلہ نہیں ہے اس وجہ سے یہ ترکیب زیادہ اولیٰ ہے۔

اگر دوسری ترکیب کا اعتبار کیا جائے تو اس میں عامل اور معمول کے درمیان اجنبی کا فاصلہ لازم آتا ہے اسلئے کہ اس صورت میں انت مبتدا مؤخر اور اراغبٌ خبر مقدم اور عن آلھتی اراغبٌ کا معمول ہوگا اور راجح قول کے مطابق خبر چونکہ مبتدا میں عمل نہیں کرتا اس وجہ سے یہاں اَنتَ مبتدا راغبٌ سے اجنبی ہوگا الغرض عامل اور معمول میں اجنبی کے فاصلہ ہونے کی وجہ سے یہ دوسری ترکیب صحیح نہیں۔

واضح رہے کہ محشی نے شارح پر رد کیا ہے کہ شارح نے آیت کریمہ مذکورہ میں دونوں ترکیبوں کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ یہاں صرف ایک ہی ترکیب (جو کہ پہلی ہے) جائز ہے شاید شارح کی مراد یہ ہو کہ اس میں صرف یہ دو احتمال بن سکتے ہیں اگرچہ دوسرا احتمال ناجائز ہے۔

والاول فی ھذہ الآیۃ اولیٰ کی بجائے شارح کو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ والاول فی ھذہ الآیۃ واجب لایجوز غیرہ تاکہ معلوم ہو جاتا کہ صرف پہلا احتمال جائز ہے اور دوسرا غلط ہے۔

وان تطابقا تشنیۃ الخ :

اگر وصف اور فاعل دونوں تثنیہ اور جمع میں ایک دوسرے کے مطابق ہوں تو پھر صرف ایک ہی ترکیب متعیّن ہے وہ یہ کہ وصف خبر مقدم ہوگا اور مابعدالوصف مبتدا مؤخر۔

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قول والثان مبتدأ الخ سے یہی مراد ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ اکلونی البراغیث والی لغت کے مطابق اس صورت میں یہ بھی جائز ہے کہ وصف مبتدا ہو جائے اور اس کا مابعد فاعل جو کہ خبر کی جگہ قائم ہے۔

اکلونی البراغیث والی لغت کی تفصیل:

واضح رہے کہ اکلونی البراغیث (ترجمہ مجھے پسو کھا گئے) نحویوں کا ایک مشہور قاعدہ ہے۔

اس کی تفصیل انشاء اللہ فاعل کی بحث میں شرح ابن عقیل کی دوسری جلد میں آئے گی تاہم یہاں مختصراً تمہید کے طور پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو اس کے فعل کو ہمیشہ کیلئے مفرد لایا جائے گا اگر چہ فاعل تثنیہ جمع کیوں نہ ہو جیسے قام زیدٌ. قام الزیدان . قام الزیدون.

لیکن بنوالحارث بن کعب (جو عرب کی ایک جماعت ہے) کے نزدیک اگر فاعل تثنیہ جمع ہو تو اس کے فعل کو تثنیہ، جمع لانا جائز ہے ان کی دلیلوں میں چند اشعار کو بھی ذکر کیا جاتا ہے (جن کا ذکر آگے آئے گا انشاء اللہ) لیکن یہ لغت قلیل ہے۔ اسی لغت قلیلہ کو نحوی حضرات اکلونی البراغیث کی لغت سے تعبیر کرتے ہیں لیکن جمہور مانعین اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ مثلاً قاما الزیدان قامُو االزیدون میں الزیدان الزیدون قاما اور قامُو اکا فاعل نہیں بلکہ ان کا فاعل الف، اور واؤ ہیں اور فعل فاعل مل کر خبر مقدم ہے اور اسم ظاہر الزیدان 'الزیدون مبتدا مؤخر ہے یا اسم ظاہر ضمیر سے بدل ہے۔ واللہ اعلم۔

وان لم یتطابقاالخ:

اگر وصف اور فاعل میں افراد تثنیہ جمع میں مطابقت نہیں ہے تو اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ممتنع ہے (۲) جائز۔

ممتنع کی مثال اقائمان زیدٌ، اقائمون زیدٌ یہ ترکیب نہ تو فصیح لغت کے مطابق صحیح ہے اور نہ غیر فصیح کے مطابق اس لئے کہ مبتدا اور خبر کی اگر رعایت کی جائے تو مبتدا خبر میں افراد تثنیہ جمع میں مطابقت ضروری ہے اور وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ اور اگر فاعلیّت کا لحاظ کیا جائے تو فاعل اور اس کے عامل کیلئے شرط یہ ہے کہ فاعل کا عامل علامت تثنیہ جمع سے خالی ہو اور یہ شرط بھی یہاں مفقود ہے۔

اور جائز کی مثال اقائم الزیدان، اقائم الزیدون ہے یہاں وصف یعنی قائم کا مبتدا اور مابعد کا فاعل (جو کہ خبر کی جگہ قائم ہے) بنانا متعین ہے اسلئے کہ مبتدا اور خبر میں مطابقت ضروری ہے۔

وَرَفَعُوا مُبتدابالابتداء
کذاک رفعُ خبرٍ بالمُبتَدا

ترجمہ:...... نحویوں نے مبتدا کو ابتدا سے رفع دیا ہے اسی طرح خبر کو مبتدا سے۔

ترکیب:

(رَفَعُوا مُبتدابالابتداء) فعل وفاعل ومفعول جار مجرور (کذاک) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر مقدم (رفعُ خبرٍ بالمُبتَدا) مبتدا مؤخر۔

(ش) مذهب سيبويه وجمهور البصريين أن المبتدأ مرفوع بالابتداء، وأن الخبر مرفوع بالمبتدأ. فالعامل

فی المبتدأ معنوی—وهو كون الاسم مجردًا عن العوامل اللفظية غير الزائدة، وما أشبهها—واحترز بغير الزائدة من مثل ((بِحَسْبِکَ دِرْهَمٌ)) فبحسبک: مبتدأ، وهو مجرد عن العوامل اللفظية غير الزائدة، ولم يتجرد عن الزائدة؛ فإن الباء الداخلة عليه زائدة؛ واحترز ((بشبهها)) من مثل: ((رُبَّ رَجُل قَائِمٌ)) فرجل: مبتدأ، وقائم: خبره؛ ويدل على ذلک رفع المعطوف عليه، نحو: ((رُبَّ رَجُلٍ قَائِمٌ وَامْرَأَةٌ)).

والعامل فی الخبر لفظی، وهو المبتدأ، وهذا هو مذهب سيبويه رحمه الله تعالى؛ وذهب قوم إلى أن العامل فی المبتدأ والخبر الابتداء، فالعامل فيهما معنوی.

وقيل المبتدأ مرفوع بالابتداء والخبر مرفوع بالابتداء و المبتدا. وقيل: ترافعا، ومعنان أن الخبر رفع المبتدأ، وأن المبتدأ رفع الخبر وأعدل هذه المذاهب مذهب سيبويه (وهو الأول) وهذا الخلاف (مما) لا طائل فيه.

ترجمہ وتشریح: ....مبتدا خبر کے عامل میں اختلاف:

مبتدا خبر میں عامل کیا ہے اس میں نحویوں کا مشہور اختلاف ہے سیبویہ اور جمہور بصریین کا مذہب یہ ہے کہ مبتدا میں ابتداء عامل ہے اور خبر میں مبتدا، اس صورت میں صرف مبتدا میں عامل معنوی ہوگا اور خبر میں عامل لفظی ہوگا جو کہ مبتدا ہے۔

عامل معنوی کی تعریف کسی اسم کا عوامل لفظیہ غیر زائدہ اور مشابہ زائدہ سے خالی ہونا ہے (یعنی وہ اسم عامل لفظی سے خالی ہو اگر چہ عامل زائد اس پر داخل ہو اور جو عامل زائد کے مشابہ ہو اس سے بھی اس اسم کا خالی ہونا ضروری ہے)

غیر زائدہ کہا تو بِحَسْبِکَ دِرْهَمٌ (آپ کیلئے ایک درھم کافی ہے) سے احتراز کیا اسلئے کہ یہ غیر زائد عامل لفظی سے خالی ہے اگر چہ زائد (باء) سے خالی نہیں اس وجہ سے بحسبک مبتدا ہوگا "لشبهها"۔ کا مطلب یہ ہے کہ اسم خالی ہو اس سے بھی جو زائد کے مشابہ ہو بشبهها کہا تو رُبَّ رَجُلٍ قائمٌ سے احتراز کیا یہاں رُبَّ رجل مبتدا ہے اگر چہ اس پر لفظی عامل داخل ہے لیکن یہ زائد کے مشابہ ہے اور یہاں چونکہ امرء ۃ معطوف مرفوع ہے اس وجہ سے معلوم ہوا کہ رجل محلا مرفوع ہے۔

(۲) بعض نحویوں کے نزدیک عامل مبتدا اور خبر دونوں میں معنوی ہے۔

(۳) بعض کے نزدیک مبتدا میں عامل معنوی ابتداء ہے اور خبر میں عامل لفظی و معنوی یعنی ابتداء اور مبتدا دونوں ہیں۔

(۴) بعض کے نزدیک دونوں ایک دوسرے میں عامل ہیں۔

شارح فرماتے ہیں کہ ان سب میں زیادہ اعدل مذہب سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو کہ اولاً ذکر ہے۔ لیکن

اس اختلاف کا کوئی خاص مقصد و فائدہ نہیں۔

والخبرُ الجزءُ المُتِمُّ الفائدة
کاللّٰہ برٌّ والایادی شاہدہ

ترجمہ:..... خبر جملے کا وہ جزء ہوتا ہے جو فائدہ کو مکمل کرے جیسے اللہ برٌّ، الایادی شاهدة (یہاں لفظ اللہ اور الایادی مبتدا اور برّ اور شاهدة خبر ہیں، ترجمہ اللہ رب العزت احسان کرنے والے ہیں اور اللہ کی نعمتیں اس پر شاہد ہیں)

ترکیب:

(الخبرُ) مبتدا (الجزءُ المُتِمُّ الفائدة) موصوف صفت خبر (کاللّٰہ برٌّ ای وذالک کائن الخ

(ش) عرّف المصنف الخبر بأنه الجزء المكمل للفائدة، ويرد عليه الفاعل، نحو: ((قَامَ زَيْدٌ)) فإنه يصدق على زيد أنه الجزء المتم للفائدة، وقيل في تعريفه: إنه الجزء المنتظم منه مع المبتدأ جملة، ولا يرد الفاعل على هذا التعريف، لأنه لا ينتظم منه مع المبتدأ جملة، بل ينتظم منه مع الفعل جملة، وخلاصة هذا أنه عرّف الخبر بما يوجد فيه وفي غيره، والتعريف ينبغي أن يكون مختصا بالمعرّف دون غيره.

ترجمہ و تشریح:............ خبر کی تعریف:

خبر کی تعریف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کی ہے کہ خبر وہ جزء ہے جو فائدہ کو مکمّل کرے، شارح اس پر اعتراض کر رہے ہیں کہ یہ تعریف تو فاعل پر بھی صادق آتی ہے جیسے قامَ زیدٌ اس لئے کہ زید بھی فائدہ کو مکمل کرنے والا جزء ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ خبر وہ ہے جو مبتداء سے ملکر جملہ بنتا ہے اس تعریف سے فاعل نکل گیا کیونکہ فاعل مبتداء سے ملکر جملہ نہیں بنتا بلکہ فعل سے ملکر جملہ بنتا ہے۔ الغرض مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے خبر کی ایسی تعریف کی جو خبر میں بھی پائی جاتی ہے اور اس کے علاوہ فاعل میں بھی حالانکہ تعریف معرّف کے ساتھ ہی خاص ہونا چاہیئے۔

وَمُفْرَدًا یَأْتِی وَیَأْتِی جُمْلَةً
حَاوِیَةً مَعْنَى الَّذِی سِیْقَتْ لَهُ
وَإِنْ تَكُنْ إِیَّاهُ مَعْنًى اكْتَفَى
بِهَا كَنُطْقِی اللّٰهُ حَسْبِی وَكَفَى

ترجمہ:......اور خبر مفرد بھی آتی ہے اور جملہ بھی اس حال میں کہ وہ جملہ اس مبتدا کے معنی (رابط) کو شامل ہو جس مبتدا کیلئے جملہ کو چلایا گیا ہو (یعنی خبر ایسا جملہ ہو کہ اس میں ایک رابط ہو جو مبتدا کی طرف لوٹے)

اور اگر جملہ والی خبر معنی کے اعتبار سے مبتدا ہو تو اسی جملہ پر اکتفاء کیا جائے گا (یعنی پھر اس میں رابط کی ضرورت نہیں) جیسے نطقی اللّٰہ حسبی و کفیٰ، میری بات یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ میرے لئے بس ہے اور وہی کافی ہے، (وضاحت آگے آرہی ہے)

ترکیب:

(مفردًا) حال ہے (یاتی) کی مستتر ضمیر سے، (یاتی) فعل (اس میں ھو ضمیر مستتر راجع ہے خبر کی طرف وہ اس کے لئے فاعل (جملة) موصوف حاوية معنی الذی سیقت له اسم فاعل با فاعل صفت، موصوف صفت ملکر حال۔

(ان تکن) فعل ناقص ھی ضمیر مستتر راجع ہے جملہ کی طرف وہ اس کا فاعل ایاہ فعل ناقص کی خبر معنی منصوب بنزع الخافض ای بالمعنی اکتفی فعل ھو ضمیر خبر کی طرف راجع ہے وہ اس کا فاعل بھا جار مجرور اکتفیٰ جواب شرط کے ساتھ متعلق ہوا۔

کنطقی ای وذالک کائن الخ :

نطقی مضاف مضاف الیہ مبتدا اوّل حسبی معطوف علیہ (و کفیٰ) فعل فاعل معطوف، معطوف علیہ معطوف ملکر خبر ہوا مبتدا ثانی کیلئے۔ مبتدا ثانی با خبر جملہ اسمیہ ہو کر پھر خبر۔ جیسے نطقی اللّٰہ حسبی و کفیٰ

(ش) ینقسم الخبر الی مفرد و جملة، وسیأتی الکلام علی المفرد. فأما الجملة فإما أن تکون هی المبتدأ فی المعنی أو لا.

فإن لم تکن هی المبتدأ فی المعنی فلابد فیها من رابط یربطها بالمبتدأ، وهذا معنی قوله: ((حاوية معنی الذی سیقت له)) والرابط: إما ضمیر یرجع إلی المبتدأ، نحو: ((زید قام أبوه)) وقد یکون الضمیر مقدرا، نحو: ((السمن منوان بدرهم)) التقدیر: منوان منه بدرهم (۲) أو إشارة إلی المبتدأ کقوله تعالیٰ: (ولباس التقوی ذلک خیر) فی قراءة من رفع اللباس (۳) أو تکرار المبتدأ بلفظه، وأکثر ما یکون فی مواضع التفخیم کقوله تعالیٰ: (الحاقة ما الحاقة) و (القارعة ما القارعة)، وقد یستعمل فی غیرها، کقولک: ((زید ما زید)) (۴) أو عموم یدخل تحته المبتدأ، نحو ((زید نعم الرجل)).

وإن كانت الجملة الواقعة خبرا هي المبتدأ في المعنى لم تحتج إلى رابط، وهذا معنى قوله: وإن تكن -إلى آخر البيت)) أي: وإن تكن الجملة إياه -أي المبتدأ في المعنى اكتفى بها عن الرابط كقوله نطقي اللّٰه حَسْبِي فنطقي مبتدأ -(أوّل)، والاسم الكريم: مبتدأ ثان، وحسبي: خبر عن المبتدأ الثاني، والمبتدأ الثاني وخبره خبر عن المبتدأ الأول، واستغنى عن الرابط، لأن قولك ((أللّٰه حسبي)) هو معنى ((نطقي)) وكذلك ((قولي لا إله إلا اللّٰه)).

ترجمہ وتشریح:..........خبر کی قسمیں:

خبر کی دو قسمیں ہیں۔ مفرد، جملہ۔ مفرد پر کلام آگے آئے گا انشاء اللہ۔ اور اگر خبر جملہ ہو تو یا معنی میں مبتدا ہی ہوگا یعنی اس کا اور مبتدا کا معنیٰ ایک ہوگا یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو پھر خبر کے اندر ضروری ہے کہ اس میں کوئی رابط ہو جو مبتدا کے ساتھ اس کو ملا دے اس لئے کہ جملہ من حیث الجملة مستقل ہوتا ہے حالانکہ مبتدا خبر میں باہمی ربط ضروری ہے اس وجہ سے نحویوں نے یہ شرط لگائی کہ جملہ میں رابط ہوگا جو مبتدا کے ساتھ خبر کو ملائے گا۔ حَاوِيَةً معنى الّذى سِيقَتْ لَهُ کا یہی معنیٰ ہے اب رابط یا تو ضمیر ہوگی جو مبتدا کی طرف لوٹے گی جیسے زيدقامَ ابوه یہاں قام ابوه فعل فاعل جملہ ہے اس میں ہ ضمیر مبتدا یعنی زید کی طرف لوٹ رہی ہے۔

اور کبھی ضمیر قرینہ کی وجہ سے مقدر ہوتی ہے جیسے السَّمَنُ منوان بدرهم (دو سیر گھی ایک درہم کا ہے) منوان بدرهم مبتدا خبر جملہ اسمیہ ہو کر السمن مبتدا کیلئے خبر ہے اصل میں منوان منه تھا یہاں " ہ "ضمیر مقدر ہے قرینہ یہ ہے کہ جو آدمی کوئی چیز ہاتھ میں لیتا ہے اسی کی قیمت بتاتا ہے۔ یا خبر میں مبتدا کی طرف اشارہ ہوگا جیسے "ولباس التقوىٰ ذلك خير" یہاں ذالک خیر میں ذالک کیذ ریعے لباسُ التقوى مبتدا کی طرف اشارہ ہے (یہ اس وقت ہے جب لباس میں رفع کی قراءت ہو) یا ربط اس طرح ہو کہ مبتدا کو بعینہ اسی لفظ کے ساتھ مکرر لایا جائے اور اکثر یہ تفخیم (عظیم المرتبۃ کام) کی جگہوں میں ہوتا ہے جیسے: الحاقة ما الحاقة، القارِعةُ ما القارِعة کبھی تفخیم کے علاوہ بھی مبتدا مکرّر رہتا ہے جیسے زيدمازيد یا ربط اس طرح ہو کہ خبر میں اتنا عموم ہو کہ اس کے تحت مبتدا بھی آجائے جیسے زيدٌنِعمَ الرجل (زید اچھا آدمی ہے) یہاں نعم الرجل میں اتنا عموم ہے کہ زید بھی اس میں آجاتا ہے۔ اور اگر وہ جملہ جو کہ خبر واقع ہے بعینہ معنی کے اعتبار سے مبتدا ہو تو پھر رابط کی ضرورت نہیں بلکہ اسی پر اکتفاء کیا جائے گا جیسے نُطقِي اللّٰه حسبى وكفىٰ (اصل میں كفىٰ به تھا)

اب نطقي اور اللّٰه حسبي دونوں کا معنی ایک ہے یعنی دونوں پر ایک دوسرے کا اطلاق ہوتا ہے (مثلاً میری بات یہ ہے کہ اللہ میرے کافی ہے) اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ میرے لئے کافی ہے یہ میری بات ہے)

اسی طرح قَوْلِی لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه بھی ہے فَتَدَبَّر۔

وَالْـمُـفْـرَدُالْـجَـامِـدُفَـارِغٌ وَاِن
يُشْتَـقَّ فَهُـوَذُوْضَـمِـيْـرٍمُسْتَـكِـنّ

ترجمہ:......وہ خبر مفرد اور جامد ہوتو وہ ضمیر سے خالی ہوگی اور اگر وہ مشتق ہوتو وہ مقدر ضمیر والی ہوگی۔

(ش) تقدم الكلام فی الخبر إذاكان جملة، وأماالمفرد: فإماأن يكون جامدا، أومشتقا.

فإن كان جامدافذكرالمصنف أنه يكون فارغامن الضمير، نحو((زيدٌأخوك)) وذهب الكسائی والرمانی وجماعة إلی أنه يتحمل الضمير، والتقديرعندهم: ((زيدأخوك هو)) وأماالبصريون فقالوا: إما أن يكون الجامد متضمنامعنی المشتق، أولا، فإن تضمن معناه نحو: ((زيدأسد)) — أی شجاع — تحمّل الضمير، وإن لم يتضمن معناه لم يتحمل الضميركَمَامثل.

وإن كان مشتقًّافذكرالمصنف أنه يتحمل الضمير، نحو: ((زيدٌ قائم)) أی: هو، هذاإذالم يرفع ظاهرا.

وهذاالحكم إنماهوللمشتق الجاری مجری الفعل: كاسم الفاعل، واسم المفعول، والصفة المشبهة، واسم التفضيل، فأماماليس جاريامجری الفعل من المشتقات فلايتحمل ضميرا، وذلک كاسماء الآلة نحو مفتاح فانّه مشتق من الفتح ولايتحمل ضميرًا. فإذا قلت: ((هذامفتاح)) لم يكن فيه ضمير، وكذلک ماكان علی صيغةمفعل وقصد به الزمان أوالمكان كَـ((مرمی)) فإنه مشتق من ((الرمی)) ولايتحمل ضميرا، فإذاقلت: ((هذامرمی زيد)) تريد مكان رميه أوزمان رميه كان الخبرمشتقا ولاضميرفيه.

وإنمايتحمل المشتق الجاری مجری الفعل الضميرإذالم يرفع ظاهرا، فإن رفعه لم يتحمل ضميرا، وذلک نحو: ((زيد قائم غلاماه)) فغلاماه: مرفوع بقائم، فلايتحمل ضميرا.

وحاصل ماذكر: أن الجامديتحمل الضمير مطلقا عند الكوفيين، ولايتحمل ضميراعند البصريين، إلا إن أوّل بمشتق، وأن المشتق إنما يتحمل الضمير إذا لم يرفع ظاهرا وكان جاريامجری الفعل، نحو: ((زيد منطلق)) أی: هو، فإن لم يكن جاريا مجری الفعل لم يتحمّل شيئا، نحو: هذامفتاح))، و((هذامرمی زيد)).

ترکیب:

المفرد الجامد موصوف صفت مبتدا (فارغ) خبر۔ان یشتق شرط فھو ذو الخ جزاء۔

ترجمہ وتشریح:

پہلے اس خبر کے بارے میں بات گزرگئی جو جملہ واقع ہو۔اگر خبر مفرد ہو تو یا جامد ہوگی یا مشتق۔

۱......اگر خبر جامد ہو تو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ یہ ضمیر سے فارغ ہوگی جیسے: زیدٌ اخوک (اخوک خبر جامد ہے اوراس میں ضمیر نہیں ہے) اور اگر خبر مشتق ہو تو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کردہ کلام کے مطابق اس میں ضمیر ہوگی جیسے زید قائم ای ھُوَ۔

۲......کسائی اور رمّانی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مطلقاً خبر میں ضمیر ہوگی چاہے خبر جامد ہو یا مشتق۔

۳......بصریین فرماتے ہیں کہ اگر خبر جامد مشتق کے معنیٰ کو متضمن ہو تو اس میں ضمیر ہوگی جیسے: "زیدٌ اَسدٌ" (اسد) اگرچہ خبر جامد ہے لیکن یہ مشتق کے معنیٰ کو متضمن ہے جو کہ شجاعٌ ہے۔اور اگر خبر کے معنیٰ کو متضمن نہ ہو تو اس میں ضمیر نہیں ہوگی جیسے: زیدٌ اخوک۔یہ حکم اس مشتق کیلئے ہے جو فعل کی طرح جاری ہوتا ہو جیسے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، اور جو جاری مجری الفعل نہ ہو تو اس میں ضمیر نہیں ہوگی۔جیسے: اسماء آلہ مثلاً مفتاح (چابی) یہ فتح سے مشتق ہے لیکن پھر بھی اس میں ضمیر نہیں ہے۔اس طرح جو مَفعل کے وزن ہو اور اس سے مقصود زمان یا مکان ہو جیسے مَرمیٰ، یہ رمی سے مشتق ہے اور اس میں ضمیر نہیں ہے اگر ھذا مرمی زید کہا جائے اور مقصود مکان رمی یا زمانہ رمی ہو تو خبر مشتق ہونے کے باوجود اس میں ضمیر نہیں ہوگی۔

وانّما یتحمل الخ:

جو خبر مشتق جاری مجری الفعل ہو اس میں ضمیر تب ہوگی جب وہ اسم ظاہر کو رفع نہ دے اگر رفع دے تو پھر اس میں ضمیر نہیں ہوگی جیسے "زید قائم غلاماہ" یہاں "غلاماہ" کو "قائمٌ" نے رفع دیا ہے اس وجہ سے اس میں ضمیر نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ کوفیین کے نزدیک مطلقاً خبر میں ضمیر ہوگی، اور بصریین کے نزدیک اگر خبر مشتق ہو تو پھر اس میں ضمیر ہوگی اور مشتق کی تاویل ہو سکتی ہو تو بھی اس میں ضمیر ہوگی ورنہ نہیں۔

اور ان کے ہاں مشتق میں بھی تب ضمیر ہوگی جب وہ اسم ظاہر کو رفع دے اور فعل کی طرح جاری ہو جیسے: زیدٌ منطلِقٌ ای ھو، اگر جاری مجری الفعل نہ ہو تو پھر اس میں ضمیر نہیں ہوگی جیسے: ھذا مفتاح الخ

وَاَبْـــرِزَنْـــهُ مُـطْـلَـقًـــا حَيْــثُ تَــلا

مَـــا لَيْـــسَ مَـــعْـنَـــاهُ لَـــهُ مُـحَـصَّــلا

ترجمہ:...... آپ خبر مشتق کی ضمیر کو مطلقا ظاہر کریں التباس کا خطرہ ہو یا نہ ہو جب وہ خبر اس مبتدا کے بعد آ جائے جس خبر کا معنی اس مبتدا کیلئے حاصل نہ ہو۔

ترکیب:

(ابرزنه) فعل فاعل ومفعول (مطلقا) حال ہے ضمیر بارز سے (حیث) ظرف مکان متعلق ہے (ابرزن) کے ساتھ (تلا) فعل فاعل (ما) اسم موصول (لیس) فعل ناقص (معناہ) اس کا اسم (له) جار مجرور متعلق ہوا (محصلا) لیس کی خبر کے ساتھ۔ موصول باصلہ مفعول ہوا تَلاَ کیلئے۔

(ش) اذاجرى الخبر المشتق على من هوله استتر الضمير فيه، نحو: زيدقائم)) أى هو، فلو أتيت بعد المشتق ب((هو)) ونحوه وأبرزته فقلت: ((زيدقائم هو)) فقدجوّز سيبويه فيه وجهين؛ أحدهما: أن يكون ((هو)) تأكيداللضمير المستترفى ((قائم)) والثانى أن يكون فاعلاب ((قائم)) هذا إذاجرى على من هوله.

فإن جرى على غير مَنْ هو له - وهو المرادبهذاالبيت - وجب إبراز الضمير، سواء أمن اللبس، أو لم يؤمن؛ فمثال ما أمن فيه اللبس: ((زيد هندضاربهاهو)) ومثال مالم يؤمن فيه اللبس لولا الضمير ((زيد عمروضاربه هو)) فيجب إبراز الضمير فى الموضعين عندالبصريين، وهذ ا معنى قوله: ((وأبرزنه مطلقا)) أى سواء أمن اللبس، أولم يؤمن.

وأما الكوفيون فقالوا: إن أمن اللبس جاز الأمر ان كالمثال الأول - وهو: ((زيدهندضاربهاهو)) - فإن شئت أتيت ب((هو)) وإن شئت لم تأت به وان خيف اللبس وجب الابراز كالمثال الاوّل فانك لو لم تأت بالضمير فقلت:: ((زيدعمروضاربه)) لاحتمل أن يكون فاعل الضرب زيدا، وأن يكون عمرا، فلما أتيت بالضمير فقلت: ((زيدعمروضاربه هو)) تعين أن يكون ((زيد)) هو الفاعل.

واختار المصنف فى هذاالكتاب مذهب البصريين، ولهذا قال: وأبرزنه مطلقا)) يعنى سواه خيف اللبس، أولم يخف، واختارفى غيرهذاالكتاب مذهب الكوفيين، وقد ورد السماع بمذهبهم؛ فمن هذا قول الشاعر:

۴۲-قَوْمِي ذُرَا المَجْدِ بَانُوهَا وَقَدْ عَلِمَتْ
بِكُنْهِ ذالك عَدْنَانٌ وقحطان

التقدير بانوها هم؛ فحذف الضمير لأمن اللبس.

ترجمہ وتشریح:

خبر یا تو مبتدا کیلئے چلائی گئی ہوگی جیسے: زیدٌ قائمٌ (یہاں " قائمٌ "خبر کو مبتدا"زید "ہی کیلئے چلایا گیا ہے یعنی زید کے قیام کو ثابت کیا جارہا ہے تو اس صورت میں خبر میں ضمیر مستتر ہوگی۔لیکن اگر مشتق کے بعد هُو کو ظاہر کیا جائے تو سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں دو وجہیں جائز ہیں۔ایک یہ کہ (هُو) قائم کی ضمیر مستتر کی تاکید ہو۔دوسری یہ کہ وہ قائم کا فاعل ہو۔

اور اگر خبر اپنے مبتدا کے علاوہ غیر کیلئے جاری ہو تو اس صورت میں ضمیر کا ظاہر کرنا ضروری ہے التباس کا خطرہ ہو یا نہ ہو التباس کا خطرہ نہ ہونے کی مثال: زید هندٌ ضاربها هُو (ہند کا مانے والا زید ہے) اب یہاں التباس کا خطرہ نہیں ہے اگر ضمیر نہ لائی جائے اسلئے کہ یہاں مقصود یہ ہے کہ ہند کا مارنے والا زید ہے نہ یہ کہ ہند زید کو مارنے والا ہے ضمیر، ہو اور التباس کا خطرہ ہو اس کی مثال: زیدٌ عمرو ضاربه هو۔یہاں اگر (هو) ضمیر کو نہ لایا جائے تو پھر احتمال ہوگا کہ (ضوب) کا فاعل زید ہوگا یا عمرو ہوگا لیکن جب ضمیر لائی گئی تو زید کی ضاربیت متعین ہوگئی۔

الغرض بصریین کے ہاں التباس کا خطرہ ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں ضمیر کو ظاہر لانا ضروری ہے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں بصریین کا مسلک پسند کیا ہے اسی وجہ سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے (وابرزنه مطلقا) کہا اور اس کتاب کے علاوہ میں کوفیین کا مسلک پسند کیا ہے اور سماع بھی ان ہی کے مسلک پر وارد ہے۔

اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے:

قَوْمِي ذُرَا المَجْدِ بَانُوهَا وَقَدْ عَلِمَتْ
بِكُنْهِ ذالكَ عَدْنَانٌ وقحطان

ترجمہ:......میری قوم بزرگی کی چوٹیوں کی بانی ہے اور اس کی حقیقت کو عدنان اور قحطان (دو قبیلوں) نے جانا ہے۔

تشریح المفردات:

(الذریٰ) ذروة کی جمع کی ہے ہر چیز کے اعلیٰ کو کہا جاتا ہے۔(المجد) عزت اور شرف،(بانوها) اصل میں

بانیون لھا تھا (داعُون) کے قاعدہ کے مطابق (بانون) ہوا لام کو تخفیفاً اور نون کو اضافت کی وجہ سے حذف کیا (کنه) کسی بھی چیز کی حقیقت کو کہتے ہیں۔ (عدنان' قحطان) عرب کے دو قبیلے ہیں۔

ترکیب:

(قومی) مضاف مضاف الیہ مبتدا اوّل، (ذرا المجد) مضاف مضاف الیہ مبتدا ثانی (بانو ھا) مضاف مضاف الیہ خبر ہوا مبتدا ثانی کا، مبتدا ثانی با خبر، خبر ہوا مبتدا اول کیلئے قد عَلِمت فعل (بکنه ذالک) اس کے ساتھ متعلق (عدنان وقحطان) معطوف علیہ معطوف فاعل ہوا عَلِمَتُ کیلئے۔

محلّ استشہاد:

(قومی ذر المجدبانوھا) محل استشہاد ہے یہاں کوفیین کے مسلک کے مطابق چونکہ التباس کا خوف نہیں ہے اس وجہ سے کہ بانی قوم ہوتی ہے نہ کہ بزرگی کی چوٹیاں، بزرگی کی چوٹیاں تو بنائی جاتی ہیں (بصیغہ اسم مفعول) اس لئے (ھم) ضمیر کو حذف کیا گیا اصل میں تھا بانو ھاھم۔

اور بصریین کے ہاں ضمیر کو ظاہر کرنا ضروری ہے چاہے التباس ہو یا نہ ہو اور اس جیسے اشعار کا وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ شاذ ہیں۔

وَاخبــــرُوا بِــظَـــرفٍ اَوبــحـــرفِ جــــرّ
نـــاوِیـــن مــعـــنـــی کـــائـــن او استَـــقــرّ

ترجمہ:......نحوی حضرات نے ظرف اور جار مجرور کو خبر بنایا ہے اس حال میں کہ وہ کا ئنٌ یا استقر کو مقدر مانتے ہیں۔

ترکیب:

(اخبروا) فعل فاعل (بظرف او بحرف جر) جار مجرور (اخبروا) کے ساتھ متعلق (ناوین) اسم فاعل (هُم) ضمیر مستتر اس کیلئے فاعل۔ (معنی کائن الخ) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ، اسم فاعل با فاعل ومفعول بہ حال۔

(ش) تقدّم انّ الخبر یکون مفردا ویکون جملة، وذکر المصنف فی هذا البیت أنه یکون ظرفا أو (جارّا و مجرورا، نحو: ((زیدعندک))، و((زیدفی الدار)) فکل منهما متعلق بمحذوف واجب الحذف، وأجاز قوم -منهم المصنف- أن یکون ذلک المحذوف اسما أو فعلا نحو: ((کائن)) أو ((استقر)) فإن قدرت ((کائنا)) کان من قبیل الخبر بالمفرد، وإن قدرت ((استقر)) کان من قبیل الخبر بالجملة.

واختلف النحويون فى هذا؛فذهب الأخفش إلى أنه من قبيل الخبر بالمفرد،وأن كلامنهمامتعلق بمحذوف،وذلک المحذوف اسم فاعل،التقدير((زيد كائن عندک،أومستقر عندک،أوفى الدار)) وقد نسب هذالسيبويه.

وقيل:انهمامن قبيل الجملة، وإن كلامنهمامتعلق بمحذوف هوفعل،والتقدير((زيداستقر–أويستقر–عندک،أوفى الدار))ونسب هذاإلى جمهور البصريين،وإلى سيبويه أيضا.

وقيل:يجوزأن يجعلا من قبيل المفرد؛ فيكون المقدرمستقراونحوه ،وأن يجعلا من قبيل الجملة؛فيكون التقدير((استقر))ونحوه ،وهذاظاهر قول المصنف ((ناوين معنى كائن أواستقر)).

وذهب أبوبكربن السراج إلى أن كلامن الظرف والمجرور قسم برأسه،وليس من قبيل المفرد ولامن قبيل الجملة،نقل عنه هذاالمذهب تلميذه أبوعلى الفارسى فى الشيرازيات.

والحق خلاف هذا المذهب ،وأنه متعلق بمحذوف،وذلک المحذوف واجب الحذف ،وقد صرح به شذوذا كقوله :

۴۳–لک العِزُّإن مولاک عَزَّ، وإن يَهُنْ
فأنت لدى بُحْبُوحةِ الهُون كائن

وكمايجب حذف عامل الظرف والجار والمجرور–إذا وقعا خبرا–كذلک يجب حذفه إذا وقعاصفة،نحو:((مررت برجل عندک ،أوفى الدار))أوحالا،نحو:((مررت بزيدعندک،أوفى الدار))أوصلة،نحو:((جاء الذى عندک،أوفى الدار))لكن يجب فى الصلةأن يكون المحذوف فعلا، والتقدير:((جاء الذى استقر عندک،أو فى الدار))وأما الصفة والحال فحكمهماحكم الخبر كماتقدم.

ترجمہ وتشریح:

اس سے پہلے یہ بات گزر گئی کہ خبر مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی، اب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ خبر ظرف اور جار مجرور بھی ہوتی ہے جیسے (زیدٌ عندک. زیدٌ فی الدّار) ان میں ہر ایک محذوف کے ساتھ متعلق ہے جو واجب الحذف ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے (جن میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں) کہ محذوف اسم بھی ہوسکتا ہے جیسے کائن اور فعل بھی ہوسکتا ہے جیسے: استقر اگر کائن کو مقدر مانا جائے تو پھر یہ خبر بالمفرد کے قبیل سے ہوگا (یعنی پھر مفرد خبر کی طرح ہوگا)

اوراگر استقر کو مقدر مانا جائے تو یہ خبر بالجملہ کے قبیل سے ہوگا اسلئے کہ استقر فعل بافاعل جملہ ہے۔

۱......اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ یہ خبر بالمفرد کے قبیل سے ہے اور اس کا متعلق اسم فاعل محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے زید کائن عندک اور مستقر عندک اوفی الدار۔ سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی یہ بات منسوب ہے۔

۲......بعض کے نزدیک یہ خبر بالجملہ کے قبیل سے ہے اور اس کا متعلق فعل محذوف ہے ای زیدٌ استقرّ، یستقِر، یہ جمہور بصریین کی طرف منسوب ہے نیز سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف یہ مسلک بھی منسوب ہے۔

۳......بعض کے نزدیک دونوں (یعنی اسم اور فعل) کو مقدّر مان سکتے ہیں۔ یہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا ظاہر بھی ہے۔

۴......ابوبکر بن السراج رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظرف اور جار مجرور ہر ایک مستقل قسم ہے نہ مفرد کے قبیل سے ہے نہ جملہ کے قبیل سے، ان کے شاگرد ابوعلی فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس مسلک کو شیرازیات میں نقل کیا ہے۔

والحق الخ: شارح فرماتے ہیں کہ یہ آخری مسلک صحیح نہیں ہے اس کے علاوہ درست ہیں۔

یہ ظرف اور جار مجرور جس محذوف کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اس کا حذف ضروری ہے کبھی شاذ کے طور پر صراحۃً اس کو ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ جیسے شاعر کا قول ہے۔

لکَ العِزُّ اِنْ مَوْلاکَ عَزَّ، وان یھن
فانت لدَی بحبوحة الھون کائن

ترجمہ:......اگر آپ کا مولیٰ عزّت والا ہے تو آپ کیلئے بھی عزت ہے اور اگر وہ ذلت والا ہے تو آپ بھی ذلت کے درمیان ہونگے۔

تشریح المفردات:

(العز) عزّت اور قوّت، (مولاک) مولیٰ کا اطلاق کئی معنوں پر ہوتا ہے سردار، غلام، حلیف، مددگار، چچازاد بھائی، محبت کرنے والا، پڑوسی سب کو کہتے ہیں۔ (ان یھن) ھان یھون بمعنی ذلیل ہونے کے ہیں (یھون) کا آخر فعل شرط کے داخل ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوا پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے واؤ کو حذف کیا۔ لدی ظرف مکان ہے عند کے معنی میں ہے (بحبوحة) ہر چیز کا درمیان، حدیث شریف میں بھی ہے (مَنْ اَرَادَ بحبوحة الجنّة فلیلزم الجماعة، (الھون) ذلت وحقارت۔

ترکیب:

(لک العز) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر مقدم (العز) مبتدا موخر۔

(ان مولاک عز) شرط جزا محذوف ہے ای فلک العز (ان یھن) فعل شرط (فانت الخ) جزاء

محل استشہاد:

کائن ہے یہاں اس کا حذف ہونا چاہیے تھا لیکن ذکر ہوا ہے جو کہ شاذ ہے۔

فائدہ:......واضح رہے کہ ظرف کی دو قسمیں ہیں ظرف لغو، ظرف مستقر، ظرف لغو اس کو کہتے ہیں جس کا متعلق لفظوں میں موجود ہو جیسے کَتبتُ بالقَلم، جَلَستُ فی الدّارِ۔ ظرف مستقر اس کو کہتے ہیں جس کے متعلق لفظوں میں ذکر نہ ہو۔

پھر اس کے متعلّق میں اختلاف ہے بعض حضرات کے ہاں اس کا متعلق افعال عموم ہیں جو شاعر نے اس شعر میں ذکر کئے ہیں۔

افعال   عموم   چہارست   نزدارباب   عقول

کون   ست   وجود   ست   ثبوت   ست   وحصول

اور بعض کے ہاں موقعہ اور محل کی مناسبت سے کسی بھی فعل یا اسم کو لایا جا سکتا ہے اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (واختارہ استاذی وشیخی محمّد انور البدخشانی دامت برکاتھم)

وکمایجب الخ:

جس طرح ظرف اور جار مجرور کے عامل کا حذف ضروری ہے جب وہ خبر واقع ہوں اسی طرح ان کا حذف ضروری ہے جب وہ صفت واقع ہوں جیسے مررت برجل عندک اَوفی الدار یا حال ہوں جیسے جاء الذی عندک فی الدار۔ لیکن چونکہ صلہ کا جملہ ہونا ضروری ہے اس وجہ سے صلہ واقع ہونے کی صورت میں اس کا عامل فعل محذوف ہونا ضروری ہے۔ اور صفت اور حال کا حکم خبر کی طرح ہے۔

وَلا یَــکُــونُ اســمُ زَمَـــانٍ خَبَــرًا

عَـــنْ جُثَّةٍ وَان یُـــفِـــدْ فَـــاخبِـــرا

ترجمہ:......اسم زمان جثہ (ذات، جسم) سے خبر واقع نہیں ہوتا ہاں اگر فائدہ دے تو پھر اس کو خبر بنائیں۔

ترکیب:

(لایکون) فعل ناقص (اسم زمان) اس کا اسم (خبرا) خبر (عن) جار مجرور متعلق ہوا خبرا کے ساتھ۔ (ان یفد) شرط (فاخبرا) فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر (الف ضرورت شعری کی وجہ سے آیا ہے) جزاء۔

(ش) ظرف المکان یقع خبرا عن الجثة، نحو: ((زیدعندک)) وعن المعنی نحو: ((القتال عندک)) وأما ظرف الزمان فیقع خبرا عن المعنی منصوبا أو مجرورا بفی، نحو: ((القتال یوم الجمعة، أو فی یوم الجمعة)) ولا یقع خبرا عن الجثة، قال المصنف: إلا إذا أفاد نحو: ((اللیلة الهلال، والرطب شهری ربیع)) فإن لم یفد لم یقع خبرا عن الجثة، نحو: ((زید الیوم)) وإلی هذا ذهب قوم منهم المصنف، وذهب غیر هؤلاء إلی المنع مطلقا؛ فإن جاء شیٔ من ذلک یؤوّل، نحو قولهم: اللیلة الهلال، والرطب شهری ربیع؛ التقدیر: طلوع الهلال اللیلة، ووجود الرطب شهری ربیع؛ هذا مذهب جمهور البصریین، وذهب قوم —منهم المصنف— إلی جواز ذلک من غیر شذوذ (لکن) بشرط أن یفید، کقولک ((نحن فی یوم طیب، وفی شهر کذا))، وإلی هذا أشار بقوله: ((وإن یفد فأخبرا)) فإن لم یفد امتنع، نحو: ((زید یوم الجمعة)).

ترجمہ وتشریح:............ظرف اسم زمان ذات سے خبر واقع نہیں ہوتا:

جس طرح پہلے گزر گیا کہ ظرف خبر واقع ہوسکتا ہے لیکن ظرف کی دوقسموں (زمان، مکان) میں کونسی قسم خبر واقع ہوتی ہے اس میں اختلاف ہے اس سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جو اسم مبتدا واقع ہورہا ہے وہ یا معنی ہوگا (یعنی وصف ہوگا اور ذات نہیں ہوگا) جیسے قتل، اکل وغیرہ اور یا اسم ذات ہوگا جیسے زید، شمس، ھلال، اور اس کی خبر میں جو ظرف آرہا ہے یا وہ زمان ہوگا جیسے یوم، شھر یا مکان جیسے عند، خلف وغیرہ چونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظرف مکان کی خبر مفید ہوتی ہے چاہے اس کا اسم ذات ہو یا معنی، اور اسم زمان کی خبر اس وقت اکثر مفید ہوتی ہے جب اس کا اسم صرف معنی ہو یعنی ذات نہ ہو اس وجہ سے جمہور نے حصول فائدہ کو بنیاد بنا کر کہا کہ ظرف مکان جثة یعنی جسم (خواہ کسی بھی چیز کا ہو مثلا زید، چاند، سورج) سے بھی خبر واقع ہوتا ہے جیسے: زیدٌ عندکَ اور معنی (یعنی وصف) سے بھی جیسے: القتال عندک۔ اور ظرف زمان صرف معنی سے خبر واقع ہوتا ہے جیسے: القتالُ یوم الجمعة یا فی یومِ الجمعة۔

اور ذات، جسم سے خبر واقع نہیں ہوتا الا یہ کہ فائدہ دے جیسے: "اللیلةَ الھلالُ، الرُّطبُ شَهرَی ربیع" (یہاں چونکہ فائدہ حاصل ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا خبر واقع ہونا صحیح ہے اگرچہ "اللیلة، الرطب" جُثّہ یعنی ذات اور جسم ہیں۔

اس لئے کہ اس کا معنی ہے رات کا چاند طلوع ہوتا ہے اور موسم بہار کے دو مہینوں میں پختہ اور تر و تازہ کھجوریں ہوتی ہیں)

نیز اگر اسم زمان فائدہ نہ دے تو وہ ذات سے بھی خبر واقع نہیں ہوتا جیسے: زیدٌ الیوم. (زید آج کے دن ہے)

۲......بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اسم زمان مطلقاً ذات سے خبر واقع نہیں ہوتا چاہے فائدہ دے یا نہ دے اور جہاں بظاہر ذات سے اس کا خبر واقع ہونا آجائے تو اس میں معنی اور وصف کی تاویل کی جائے گی جیسے مذکورہ مثالوں میں تاویل کر کے "طلوع الھلال اللیلة، وجود الرّطب۔ شھری ربیع کہا جائے گا، طلوع اور وجود دونوں وصف ہیں نہ کہ ذات۔

لیکن جیسا کہ پہلے گذر گیا کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک قوم کے نزدیک اگر اسم زمان فائدہ دے تو بغیر شذوذ کے اس کا خبر واقع ہونا صحیح ہے جیسے: نحن فی یوم طیّب، وفی شھرٍ کذا،

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وان یفد فاخبرا، کے ساتھ اشارہ کیا ہے، لیکن اگر فائدہ نہ دے تو پھر خبر واقع ہونا ممنوع ہے جیسے: زیدٌ یوم الجمعة میں عدم فائدہ کی وجہ سے عدم جواز ہے اور "نحنُ فی یوم طیّب" میں فائدہ ہونے کی وجہ سے جواز ہے۔

ولا یجوز الابتدا بالنکرة
ما لم تُفِدْ کعِنْدَ زَیْدٍ نمرة

وَھَلْ فتی فیکُمْ فَمَا خِلٌّ لَنَا
وَرَجُلٌ من الکِرَام عندنا

وَرَغبةٌ فی الخیر خیرٌ وعمل
بِرٍّ یَزِیْنُ ولْیُقَسْ مَا لَمْ یُقَلْ

ترجمہ:......ابتداء نکرہ پر (یعنی نکرہ کو مبتداء بنانا) جائز نہیں جب تک کہ وہ فائدہ نہ دے جیسے عند زید نمرة اور ھَلْ فتی فیکم ماخلٌّ لنا رجلٌ من الکرامِ عندنا اور رغبة فی الخیر خیر اور عمل بر یزین اور جو نہیں کہا گیا اس کو اسی پر قیاس کیا جائے (مثالوں کا ترجمہ بالترتیب یوں ہے (۱) زید کے پاس لکیر دار کپڑا ہے (۲) کیا تم میں کوئی جوان ہے (۳) ہمارا کوئی خالص دوست نہیں (۴) شریف لوگوں میں سے ہمارے پاس ایک آدمی ہے (۵) اچھائی میں رغبت بھی اچھائی ہے (۶) نیکی کا عمل زینت بخشتا ہے۔)

ترکیب:

(لا یجوز) فعل، الابتداء فاعل (بالنکرة) جار مجرور متعلق ہوا لایجوز کے ساتھ (ما) مصدریہ ظرفیہ (لم تفد) فعل

بافاعل(عند زید) خبرمقدم (نمرة) مبتداموٴخر ای وذالک کائن کعند الخ (هل) حرف استفہام(فتی)مبتدا(فیکم) جارمجرورمحذوف کے ساتھ متعلق ہوکرخبر۔(ما)نافیہ خل مبتدا(لنا) خبر(رجل) موصوف(من الکرام) جارمجرورمحذوف کے ساتھ متعلّق ہوکرصفت،مبتدا (یزین) فعل بافاعل خبر، (هل فتی الخ) ماقبل پرعطف ہے۔(لیقس)مضارع مجزوم بلام امر (مالم یقل) نائب فاعل۔

(ش) الاصل فی المبتدأأن یکون معرفة وقدیکون نکرة،لکن بشرط أن تفید،وتحصل الفائدة بأحد أمورذکرالمصنف فیهاستة:

أحدها:أن یتقدم الخبرعلیها،وهوظرف أوجارومجرور،نحو:((فی الدار رجل))، و ((عند زید نمرة))؛فإن تقدم وهوغیرظرف ولاجارومجرورلم یجزنحو:قائم رجل)).

الثانی:أن یتقدم علی النکرة استفهام،نحو:((هل فتی فیکم ؟))

الثالث:أن یتقدم علیها نفی،نحو:((ماخل لنا)).

الرابع:أن توصف ،نحو:رجل من الکرام عندنا)).

الخامس:أن تکون عاملة،نحو:((رغبة فی الخیرخیر)).

السادس:أن تکون مضافة،نحو:((عمل بر یزین)).

هذاماذکره المصنف فی هذا الکتاب ، وقد أنهاها غیر المصنف إلی نیف وثلاثین موضعا(وأکثر من ذلک)،فذکر(هذه)الستة المذکورة.

والسابع:أن تکون شرطا ،نحو:((من یقم أقم معه)).

الثامن:أن تکون جوابا،نحوأن یقال:من عندک فتقول رجل)).التقدیر((رجل عندی)).

التاسع:أن تکون عامة،نحو:((کل یموت)).

العاشر:أن یقصد بها التنویع، کقوله :

۴۴—فأقبلت زحفا علی الرکبتین

فثوب لبست،وثوب أجر

(فقوله ((ثوب))مبتدأ،و((لبست))خبره ،وکذلک ((ثوب أجر))).

الحادی عشر:أن تکون دعاء ،نحو:(سلام علی آل یاسین).

الثاني عشر: أن يكون فيها معنى التعجب ،نحو: ((ما أحسن زيدا!)).

الثالث عشر: أن تكون خلفا من موصوف،نحو: ((مؤمن خير من كافر))

الرابع عشر: أن تكون مصغرة،نحو: ((رجيل عندنا))؛لأن التصغير فيه فائدةمعنى الوصف،تقديرهُ((رجل حقيرعندنا)).

الخامس عشر: أن تكون في معنى المحصور،نحو: ((شر أهر ذا ناب ، وشيء جاء بک))التقدير ((ماأهرذاناب إلا شرٌّ؛ وما جاء بک إلا شيء))على أحدالقولين ، والقول الثاني(أن التقدير)((شرعظيم أهرذاناب،وشيء عظيم جاء بک))فيكون داخلا في قسم ماجاز الابتداء به لكونه موصوفا؛لأن الوصف أعم من أن يكون ظاهرا أومقدرا،وهو هٰهنامقدر .

السادس عشر: أن يقع قبلها واو الحال ، كقوله :

٤٥-سرينا ونجم قد أضاء؛ فمذ بدا
محياک أخفى ضوؤه كل شارق

السابع عشر: أن تكون معطوفة على معرفة، نحو: ((زيد ورجل قائمان)).

الثامن عشر: أن تكون معطوفة على وصف،نحو: ((تميمى ورجل في الدار)).

التاسع عشر: أن يعطف عليهاموصوف،نحو: ((رجل وامرأة طويلة في الدار)).

العشرون: أن تكون مبهمة، كقول امرئ القيس:

٤٦-مرسعة بين أرساغه
به عسم يبتغى أرنبا

الحادى والعشرون: أن تقع بعد((لولا))، كقوله:

٤٧-لولا اصطبار لأودى كل ذى مقة
لما استقلّت مطاياهن للظعن

الثاني والعشرون: أن تقع بعدفاء الجزاء، كقولهم: ((إن ذهب عيرفعيرفي الرباط)).

الثالث والعشرون: أن تدخل على النكرةلام الابتداء،نحو: ((لرجل قائم)).

الرابع والعشرون: أن تكون بعد ((كم)) الخبرية، نحو قوله:

۴۸- كم عمة لك يا جرير وخالة
فدعاء قد حلبت علي عشاري

وقد أنهى بعض المتأخرين ذلك إلى نيف وثلاثين موضعا، ومالم أذكره منها أسقطته؛ لرجوعه إلى ماذكرته؛ أو لأنه ليس بصحيح.

ترجمہ وتشریح: .... مبتدا میں اصل معرفہ ہونا ہے:

مبتدا میں اصل اور اکثری قاعدہ یہ ہے کہ مبتدا معرفہ ہوگا اسلئے کہ مبتدا محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے اس لئے کہ ایک چیز کو پہلے پہچانا جاتا ہے پھر اس پر حکم لگایا جاتا ہے اگر مبتدا میں تعریف نہ ہوتو پھر مجہول مطلق پر حکم لازم آئیگا جو کہ جائز نہیں۔

(واضح رہے کہ فاعل بھی محکوم علیہ ہوتا ہے لیکن اس میں تعریف کی شرط نہیں لگائی گئی ہے اسلئے کہ اس سے پہلے فعل ہوتا ہے جو کہ حکم ہے تو فعل کی وجہ سے سامع کے ذہن میں حکم مضمون ثابت ہوجاتا ہے مبتدا چونکہ پہلے ہوتا ہے اور حکم اس پر بعد میں لگتا ہے اس وجہ سے سامع کے ذہن میں پہلے سے حکم کا مضمون نہیں ہوتا تو حکم مجہول مطلق پر لازم آتا ہے۔ اگر اعتراض میں یہ کہا جائے کہ پھر تو خبر مطلق کی تقدیم سے مبتدا نکرہ واقع ہوسکتا ہے جیسے قائمٌ رجلٌ کیونکہ یہاں حکم پہلے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خبر کی تقدیم بلا کسی وجہ سے خلاف اصل ہے اور فعل کی تقدیم لازمی ہے۔)

کبھی مبتدا بھی نکرہ واقع ہوتا ہے:

کبھی مبتدا نکرہ بھی واقع ہوتا ہے بشرطیکہ فائدہ دے، جیسا کہ ہدایۃ النحو میں ہے والنکرۃ اذا وصفت جاز ان تقع مبتدأ الخ:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے چھ چیزیں ذکر کی ہیں، جہاں مبتدا نکرہ واقع ہوسکتا ہے۔

۱...... خبر مقدم ہو جائے ظرف اور جار مجرور کی صورت میں مبتدا پر جیسے: فی الدار رجل (جار مجرور کی مثال) عند زید نمرۃ (ظرف کی مثال)۔ یہاں رجل اور نمرۃ نکرہ مخصصہ مبتدا واقع ہوا ہے اس لئے کہ یہاں خبر فی الدار اور عند زید کی تقدیم کی وجہ سے تخصیص آ گئی پس تقدیم خبر بمنزلہ تخصیص بالصفت کے ہے لہٰذا جب تخصیص آ گئی تو اس میں ایک قسم کا تعین آ گیا اور معرفہ کے قریب ہو کر اس کا مبتدا ہونا صحیح ہوا۔

(واضح رہے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں چھ اور شارح نے چوبیس جگہیں ذکر کی ہیں اور بعض حضرات نے ان کی تعداد تیس سے اوپر بتائی ہے لیکن ان سب کا رجوع عموم وخصوص کی طرف ہے جن میں غور کرنے سے پتہ چل جاتا ہے) جیسا کہ ابو حیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے:

وكل ما ذكرتُ في التقسيم
يرجع للتخصيص والتعميم

اور مغنی میں ہے کہ ان سب کا دارومدار فائدہ کے حصول پر ہے پس جہاں بھی کوئی فائدہ حاصل ہو رہا ہو وہاں نکرہ کو مبتدا بنانا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

۲...... نکرہ سے استفہام پہلے آ جائے تو اس نکرہ کا مبتدا واقع ہونا صحیح ہے جیسے: هَلْ فتًى فيكم۔

۳...... نکرہ سے پہلے نفی آ جائے جیسے: مَا خلٌّ لَنَا۔ (نکرہ سے پہلے جب نفی آ جائے تو وہ عام ہو جاتا ہے اور عموم جب نکرہ مبتدا میں آ جائے تو اس کا مبتدا واقع ہونا صحیح ہے اسلئے کہ ایک فرد غیر معیّن مبہم پر حکم لگانا صحیح نہیں تمام افراد پر حکم لگانا صحیح ہے، اور استفہام یا تو انکاری ہوگا یا حقیقی اگر استفہام انکاری ہے تو حرف نفی کے معنیٰ میں ہے، اور اگر حقیقی ہے تو اس میں سوال سے مراد غیر معین فرد کی تعیین ہے اور یہ تمام افراد کو شامل ہے تو گویا حقیقت میں سوال تمام افراد سے ہے لہٰذا یہ بھی عموم کے مشابہ ہو گیا تو اس کا مبتدا واقع ہونا بھی صحیح ہوا۔

۴...... جب نکرہ کی صفت آ جائے تو اس کا مبتدا واقع ہونا صحیح ہے والنكرة اذا وصفت جاز اَن تقع مبتدا کا یہی مطلب ہے اسلئے کہ اس میں صفت کی وجہ سے ایک قسم کا تعیّن آ جاتا ہے پس وہ اس وقت اگر چہ معرفہ نہیں ہوتا لیکن بوجہ صفت تخصیص آنے کی وجہ سے معرفہ کے قریب ہو جاتا ہے اور جو چیز کسی چیز کے قریب ہو جاتی ہے وہ اس چیز کا حکم لے لیتی ہے لہٰذا وہ مبتدا واقع ہو سکتا ہے۔

۵...... نکرہ عامل ہو تو اس کا مبتدا واقع ہونا صحیح ہے۔ جیسے: رغبة في الخير خيرٌ۔

۶...... نکرہ مضاف ہو۔ جیسے: عمل برّ يزين۔

۷...... نکرہ شرط ہو۔ جیسے÷ من يقم. اقُم معه یہاں بھی عموم ہے۔

۸...... نکرہ سوال کے جواب میں واقع ہو۔ جیسے: رجلٌ، من عندک کے جواب، یہاں بھی تخصیص آئی ہے۔

۹...... نکرہ عام ہو۔ جیسے كلٌّ يموت (ہر ایک مرے گا) یہاں بھی تخصیص بصفة العموم ہے۔

۱۰...... نکرہ سے تنویع (یعنی مختلف اقسام کی طرف اشارہ کرنا) مقصود ہو۔ جیسے: شاعر کا یہ قول ہے

فَـــاَقْبَلْـــتُ زَحْـــفًـــاعَـــلَـــى الـــرّكبتيـــن

فَثَـــوبٌ لَبِسْـــــتُ وَثَـــوبٌ اَجُـــــرُّ

ترجمہ:.....میں گھٹنوں کے بل اپنی محبوبہ کی طرف متوجہ ہوا ایک کپڑے کو پہنا تھا اور دوسرے کو اپنے پیچھے کھینچ رہا تھا (دوسرے کپڑے کو شاعر اسلئے پیچھے کھینچ رہا تھا تاکہ اس طرح کرنے سے اس کے چلنے کے نشانات مٹ جائیں اور کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہ محبوبہ کے پاس گیا تھا)

تشریح المفردات:

(زحــفــا) از بــاب فتــح يـفـتـح آہستہ آہستہ سرین یا زانو پر گھسٹ کر چلنا (اجــرّ) واحد متکلم کا صیغہ ہے بمعنی کھینچنا از نصر۔

ترکیب:

(اقبلتُ) فعل فاعل (زحفا) مفعول بہ (على الركبتين) جار مجرور (ثوبٌ) مبتدا (لبست) فعل فاعل خبر ثوب اجر بھی اس طرح ہے۔

محل استشہاد:

محل استشہاد (ثــوب) ہے یہاں نکرہ مبتدا واقع ہوا ہے اسلئے اس سے مراد تنویع ہے اس کی وجہ سے مبتدا میں کچھ تخصیص آئی ہے۔

۱۱.....نکرہ دعاء واقع ہو تو اس کا بھی مبتدا واقع ہونا صحیح ہے جیسے: سلامٌ علىٰ آل ياسين۔

۱۲.....اس میں تعجب کا معنیٰ ہو جیسے: ما اَحْسَنَ زيدًا، یہ دونوں بھی صفت کے ذیل میں آجاتے ہیں۔

۱۳.....موصوف کے بعد واقع ہو جائے تو نکرہ کے باوجود مبتدا واقع ہو سکتا ہے جیسے: مؤمن خيرٌ من كافر۔

۱۴.....نکرہ مصغرہ ہو جیسے: رُجيلٌ عندنا میں رُجیل نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہو سکتا ہے اسلئے کہ تصغیر میں وصف کا معنیٰ ہوتا ہے تقدیر عبارت یوں ہے رجلٌ حقيرٌ عندنا۔

۱۵.....نکرہ حصر کے معنیٰ میں ہو جیسے: شر اهرّ ذاناب، شي جاءَ بِكَ تقدیر عبارت یوں ہے مَا اَهَــرَّ ذَانَابٍ اِلَّاشرٌّ مَاجاءَ بِكَ الاشي یہ ایک قول کے مطابق ہے۔ اور دوسرے قول کے مطابق شر، شي میں تنوین تعظیم کیلئے ہے پھر تقدیر عبارت

یوں ہوگی شر عظیم اھر ذاناب (بڑے شر نے بھڑ کا یا کتے کو) شی عظیم جاء بک (بڑی چیز آپ کو لے آئی) اس صورت میں یہ مبتدا کی اس قسم میں داخل ہے جس سے ابتداء جائز ہے (یعنی اس کو مبتدا بنانا جائز ہے بایں وجہ کہ اس صورت میں یہ موصوف ہوگا اسلئے کہ وصف عام ہے ظاہری ہو یا تقدیری اور یہاں تقدیری ہے۔)

۱۶......نکرہ سے پہلے واؤ حالیہ واقع ہو تو اس کا مبتدا ہونا صحیح ہے جیسے: شاعر کا یہ قول ہے۔

سَرَيْنَا وَنَجْمٌ قَدْ اَضَاءَ

فَمُذْ بَدَا مُحَيَّاكَ اَخْفَىٰ ضَوْئُهُ كُلَّ شَارِقِ

ترجمہ:......ہم رات کو چلے اس حال میں کہ ستارہ روشن ہو چکا تھا تو جب آپ کا چہرہ ظاہر ہوا تو اس کی روشنی نے ہر طلوع ہونے والے ستارے کو چھپا دیا۔

تشریح المفردات:

(سَرَيْنَا) سری سے ہے رات کو چلنا، (اضاء) اضاء ة روشن ہونا۔ (محیاک) ای وجھک چہرہ (شارق) طلوع ہونے والا ستارہ۔

ترکیب:

(سرینا) فعل فاعل (و) حالیہ (نجم) مبتدا (اضاء) فعل با فاعل خبر (مذ) اسم زمان (بدا) فعل (محیاک) فاعل (مبتدا) (اخفی ضوئه) فعل فاعل کلّ شارق مفعول بہ خبر۔

محل استشہاد:

(نَجْمٌ) نکرہ مبتدا واقع ہے اسلئے کہ اس سے پہلے واؤ حالیہ ہے۔ جس کی وجہ سے اس میں کچھ تخصیص آئی ہے۔

۱۷......نکرہ معرفہ پر عطف ہو تو اس کا مبتدا بنانا صحیح ہے جیسے: زیدٌ ورجلٌ قائمان۔

۱۸......وصف پر عطف ہو جیسے: تمیمیٌّ وَرَجُلٌ فی الدّار۔

۱۹......موصوف اس پر عطف ہو جیسے: رَجُلٌ وامرء ةٌ طَوِيلَةٌ۔

واضح رہے کہ ان آخری تینوں میں وجہ جواز ایک ہی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں معطوف علیہ اور معطوف میں دونوں میں سے ایک کے اندر مبتدا بننے کی صلاحیت ہے اور معطوف معطوف علیہ حکم کے اعتبار سے شریک ہوتے ہیں تو کل چار صورتیں

ہوئیں۔ تین صورتیں شارح نے بتادیں اور چوتھی صورت رجلٌ وزیدٌ قائمان ہے۔

۲۰..... مبتدا نکرہ مبہمہ ہو تو اس کا مبتدا بنانا صحیح ہے، ابہام چونکہ بلغاء کے مقاصد میں سے اہم مقصد ہوتا ہے اسلئے اگر کوئی اور وجہ جواز نہ ہو تو اسی کو وجہ جواز بنایا جائے گا۔ جیسے امرء القیس کا شعر ہے۔

مُرَسَّعَةٌ بَینَ اَرْسَاغِہٖ

بِہٖ عَسَمٌ یَبْتَغِی اَرْنَبَا

ترجمہ:..... اس کی کلائیوں کے درمیان تعویذ ہے اور اس پر عسم کی بیماری ہے اور وہ اپنی حفاظت کیلئے خرگوش تلاش کرتا ہے۔

تشریح المفردات:

(مُرَسَّعَةٌ) تعویذ کو کہتے ہیں جس کو یہ لوگ کلائی پر باندھتے تھے تا کہ مصیبت یا نظر بد سے بچاؤ ہو۔ (ارساغ) رسغ کی جمع ہے بمعنی کلائی (عسم) کلائی میں ایک مرض ہے جس سے ہاتھ ٹیڑھے ہو جاتے ہیں (ارنب) خرگوش، یہاں مضاف حذف ہے ای کعب ارنب، ان کے ہاں مشہور تھا کہ جس کے پاس خرگوش کا ٹخنا یا اس کی کوئی ہڈی ہو تو اس کے پاس جنات نہیں آتے اور وہ نظر بد اور جادو سے محفوظ ہوتا ہے۔ یہاں شاعر اپنی بہن کو ایک آدمی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کرتا ہے بایں وجہ کہ یہ آدمی ڈرپوک ہے جس کی وجہ سے کلائیوں کے درمیان تعویذ پہنتا ہے اور اس پر عسم کی بیماری ہے اور اپنی حفاظت کیلئے خرگوش کو تلاش کرتا ہے۔

ترکیب:

(مرسعة) مبتدا (بین ارساغه) خبر (به) خبر مقدم (عسم) مبتدا مؤخر، (یَبْتَغِیْ ارنبا) فعل فاعل مفعول بہ۔

محل استشہاد:

(مرسعة) محل استشہاد ہے یہاں نکرہ میں چونکہ ابہام ہے اس وجہ سے مبتدا واقع ہوا ہے اسلئے کہ ابہام کسی چیز میں ہونا بعض مرتبہ شعراء کے اہم ترین مقاصد میں سے ہوتا ہے لہٰذا نکرہ کا مبتدا واقع ہو جانا اس صورت میں مانع نہیں۔

۲۱..... نکرہ لولا کے بعد واقع ہو تو اس کا مبتدا بنانا صحیح ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

لَوْلَا اصْطِبَارٌ لَاَوْدیٰ کُلُّ ذِیْ مِقَةٍ

لَمَّا اسْتَقَلَّتْ مَطَایَاھُنَّ لِلظَّعَنِ

ترجمہ:..... اگر صبر نہ ہوتا تو میرے ساتھ ہر محبت کرنے والا ہلاک ہو جاتا جب میری محبوباؤں کے اونٹ سفر کیلئے روانہ ہوئے۔

تشریح المفردات:

(اصطبار) صبر، نفس کو جزع وفزع سے روکنا، اودیٰ ازباب افعال ہلاک ہونا (مقة) محبت، ازباب (ومق یمق)، تاء واؤ کے عوض آئی ہے کعدة استقلت نهضت اٹھنا مضت چلنا مطایا مراد اونٹ ہیں لانہ یرکب مطاه ای ظهره اس کی پیٹھ پر سواری کی جاتی ہے الظعن سفر، کوچ کرنا، شاعر محبوباؤں کی جدائی پر اپنے صبر کی تعریف کرتا ہے۔

ترکیب:

(لَـوْلَا) حرف ہے شرط کے موجود ہونے کی وجہ سے جواب کے ممتنع ہونے پر دلالت کرتا ہے (اصـطبـار) مبتدا (موجود) خبر محذوف۔ (لاودیٰ) فعل (کل ذی مقة) مضاف مضاف الیہ فاعل (جواب شرط) (لما) ظرف (استقلت مطایاهن) فعل فاعل (للظعن) جار مجرور متعلق ہوا استقلت کے ساتھ۔

محل استشہاد:

اصطبار ہے چونکہ لولا کے بعد آیا ہے اسلئے نکرہ ہوتے ہوئے بھی مبتدا بنانا صحیح ہے اسلئے کہ اس کے ذریعہ سے فائدہ حاصل ہورہا ہے بتعلیق امتناع الجواب علیٰ وجود الشرط۔

۲۲......نکرہ فاء جزائیہ کے بعد واقع ہو تو اس کا مبتدا ہونا صحیح ہے جیسے: اِنْ ذَهَبَ عَيْرٌ فعيرٌ في الرّباط (اگر ایک گدھا چلا جائے تو دوسرا گدھا رسی میں بندھا ہوا ہے یہ ایک مثال ہے جو موجود چیز پر راضی اور غائب پر افسوس نہ کرنے کیلئے پیش کی جاتی ہے)

یہاں فاء جزائیہ کے بعد عیر واقع ہے اور نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا ہے اس لئے کہ یہ نکرہ مخصصہ ہے ای فعیر اخر۔

۲۳......نکرہ پر لام ابتداء آ جائے تو اس کا مبتدا بنانا صحیح ہے جیسے:

كَـمْ عَـمَّـةٌ لَكَ يَـا جَـرِيْـرُ وَخَـالَـةٌ

فَـدْعَـاءُ قَـدْ حَـلَـبَـتْ عَـلَـيَّ عِشَـارِيْ

ترجمہ:......اے جریر تیری کتنی زیادہ پھوپھیاں اور خالائیں ایسی ہیں کہ ان کے ہاتھ ٹیڑھے ہیں اور انہوں نے میری دس مہینوں والی اونٹنیوں کا دودھ دوہا ہے۔

تشریح المفردات:

عمّة پھوپھی، جریر شاعر ہے فرزدق شاعر یہاں اس کی مذمّت کررہا ہے خالة خالہ فدعاء وہ عورت جس کی انگلیاں یا

ہاتھ کی کلائیاں زیادہ دودھ دوہنے کی وجہ سے ٹیڑھی ہو چکی ہو، حلبت حلبا دوہنا علیّ یہاں شاعر نے عَلٰی کے بجائے لِیْ نہیں کہا تا کہ یہ معنی ہوتا کہ جریر کی خالاؤں اور پھوپھیوں نے میرے لئے دودھ دوہا ہے یہ بتانے کیلئے کہ وہ ان سے دودھ دوہنے کی خدمت کو ان کی حقارت کی وجہ سے گوارا نہیں کرتا ہے عشار عشراء کی جمع ہے دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں، شاعر فرزدق، جریر کی مذمّت اس کی پھوپھیوں اور خالاؤں کی مذمت سے کر رہا ہے جو درحقیقت اسی کی مذمّت ہے۔

ترکیب:

(کم) استفہامیہ بھی ہوسکتا ہے اور خبریہ بھی (عمة) میں بھی رفع نصب جر تینوں اعراب جائز ہے چونکہ (خالة) اس پر عطف ہے لہٰذا اس میں بھی تینوں جائز ہیں۔ (عمة) میں جر اس وجہ سے ہوگا کہ یہ تمیز ہے کم خبریہ کیلئے اور کم خبریہ کی تمیز مجرور ہوتی ہے اور ترکیب میں عَمَّةٌ محلّ رفع میں مبتدا ہے (قد حلبت علیّ عشاری) خبر۔ (۲) عمة کو منصوب کم استفہامیہ کی تمیز کی بناء پر بھی پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ کم استفہامیہ کی تمیز منصوب ہوتی ہے یہاں بھی کم محل رفع میں مبتدا ہے۔
(۳) عمة کو مرفوع بنا بر مبتدا پڑھ سکتے ہیں اس صورت میں کم خبریہ اور استفہامیہ دونوں ہوسکتے ہیں اور ان کی تمیز یں محذوف ہونگی یہی صورت یہاں مراد ہے جیسا کہ محل استشہاد میں آ رہا ہے۔

محل استشہاد:

عمة محل استشہاد ہے جب اس کو مرفوع پڑھا جائے چونکہ یہ کم خبریہ کے بعد واقع ہے اس لئے نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا ہے ابن عقیل کے محشی نے ذکر کیا ہے کہ یہاں ایک دوسرا مسوّغ بھی موجود ہے اس لئے کہ "عمة" موصوف ہے اور "لکَ" اس کیلئے صفت، تو تخصیص بالصفۃ کی وجہ سے اس میں تخصیص آئی ہے نیز صرف کم خبریہ کو مسوّغ بنانا اس کی کوئی خاص دلیل نہیں بلکہ احقر (فاروقی) کی نظر میں پھر بھی یہ کم خبریہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ استفہامیہ کے بعد بھی آ سکتا ہے جیسا کہ ترکیب نمبر ۳ میں گزرا۔

شارح فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے ان جگہوں کی تعداد (جہاں نکرہ مبتدا واقع ہوتا ہے) تیس سے اوپر بتائی ہے اور ان میں جو میں نے یہاں ذکر نہیں کیں ان کو میں نے ساقط کر دیا ہے اس لئے کہ ان کی رجع بھی ذکر کردہ وجوہ کی طرف ہوتی ہے اور کچھ میری نظر میں صحیح نہیں۔

وَالاَصْلُ فِی الاَخْبَارِ اَنْ تُؤَخَّرَا
وَجَوَّزُوا التَّقْدِیمَ اِذْ لاَضَرَرَا

ترجمہ:.....اصل خبر میں مؤخر ہونا ہے اور نحویوں نے ضرر موجود نہ ہونے کے وقت خبر کی تقدیم کو جائز قرار دیا ہے۔

ترکیب:

(الاصل فی الاخبار) مبتدا (أن توخروا) بتاویل مصدر خبر۔(جـوّزوا التقدیم) فعل فاعل ومفعول بہ (اذ) ظرف زمان (لا) نفی جنس (ضررا) اس کا اسم (موجود) خبر محذوف۔

(ش) الاصل تقدیم المبتدأ وتأخیر الخبر، وذلک لأن الخبر وصف فی المعنی للمبتدأ، فاستحق التأخیر کالوصف، ویجوز تقدیمه إذا لم یحصل بذلک لبس أو نحوه، علی ما سیبین؛ فتقول: ((قائم زید، وقائم أبوه زیدٌ، وأبوه منطلق زید، وفی الدار زید، وعندک عمرو)) وقد وقع فی کلام بعضهم أن مذهب الکوفیین منع تقدم الخبر الجائز التأخیر (عند البصریین) وفیه نظر؛ فإن بعضهم نقل الإجماع –من البصریین، والکوفیین– علی جواز ((فی داره زید)) فنقل المنع عن الکوفیین مطلقا لیس بصحیح، هکذا قال بعضهم، وفیه بحث، نعم منع الکوفیون التقدیم فی مثل: ((زید قائم، وزید قام أبوه، وزید أبوه منطلق)) والحق الجواز، إذ لا مانع من ذلک، وإلیه أشار بقوله ((وجوزوا التقدیم إذ لا ضررا)) فتقول: ((قائم زید)) ومنه قولهم: ((مشنوءٌ من یشنوک)) فمن: مبتدأ، ومشنوء: خبر مقدم، و ((قام أبوه زید)) ومنه قوله:

۴۹–قد ثکلت أمه من کنت واحده
وبات منتشبا فی برثن الأسد

ف ((من کنت واحده)) مبتدأ مؤخر، و ((قد ثکلت أمه)): خبر مقدم، و ((أبوه منطلق زید))؛ ومنه قوله:

۵۰–إلی ملک ما أمه من محارب
أبوه، ولا کانت کلیب تصاهره

ف ((أبوه: مبتدأ (مؤخر)، و ((ما أمه من محارب)): خبر مقدم.

ونقل الشریف أبو السعادات هبة اللّٰه بن الشجری الإجماع من البصریین والکوفیین علی جواز تقدیم الخبر إذا کان جملة، ولیس بصحیح، وقد قدمنا نقل الخلاف فی ذلک عن الکوفیین.

ترجمہ وتشریح:.........مبتدا کا مقدم ہونا اصل ہے

مبتدا میں اکثر اور غالب یہ ہے کہ یہ مقدم ہوتا ہے اور خبر مؤخر ہوتی ہے اسلئے کہ خبر معنیً وصف ہوتا ہے تو وصف کی طرح یہ بھی تاخیر کا مستحق ہے (باقی رہی یہ بات کہ پھر تو خبر کی تقدیم بالکل وصف کی طرح ناجائز ہونی چاہئیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وصف من کل الوجوہ تابع ہوتا ہے اسلئے اس کی تقدیم صحیح نہیں برخلاف خبر کے اسلئے کبھی خبر کو مقدم بھی کیا جا سکتا ہے) اور خبر کی تقدیم عدم التباس کی صورت میں ناجائز ہے جیسے قائم زید الخ۔

شارح فرماتے ہیں کہ بعض کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بصرہ والوں کے ہاں جس خبر کی تقدیم جائز ہے کوفہ والوں کے ہاں اس کی تقدیم ناجائز ہے پھر شارح فرماتے ہیں کہ اس میں نظر ہے اسلئے کہ بعض حضرات نے بصریین اور کوفیین سے فی دارہ زید (بتقدیم الخبر) کا جواز نقل کیا ہے لہٰذا کوفیین کی طرف مطلقاً منع کی نسبت کرنا صحیح نہیں یہ تو بعض حضرات نے نقل کیا ہے لیکن اس میں بھی بحث ہے۔

شارح کے کلام میں پیچیدگی اور اس کا حل:

غور سے دیکھنے سے شارح کے کلام میں کچھ پیچیدگی پائی جاتی ہے جس کا حل یہ ہے کہ شارح نے پہلے بعض سے نقل کیا کہ کوفیین کے نزدیک خبر کی تقدیم ناجائز ہے پھر (وفیہ نظر) کہکر اس پر رد کیا پھر (نقل الاجماع الخ) سے بعض دیگر حضرات سے اجماع کو نقل کیا کہ کوفیین کے ہاں (فی دارہ زید) کہنا جائز ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں خبر کی تقدیم صحیح ہے لہٰذا پہلے والے ناقل کی بات علی الاطلاق باطل ہے اس لئے کہ (فی دارہ زید) اس سے مستثنیٰ ہے۔ پھر شارح نے دوسرے نقل پر بھی وفیہ بحث کہکر اعتراض کیا کہ (فی دارہ زید) کو بھی یقینی طور خبر کی تقدیم کے قبیل سے بنانا صحیح نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ زید فاعل ہو جار مجرور کیلئے اور خبر کی جگہ قائم ہو (غیر لاہ عداک، کی طرح جس کی وضاحت پہلے ہوئی ہے) اگرچہ یہاں اعتماد بر نفی یا استفہام نہیں اسلئے کہ کوفیین کے نزدیک یہ ضروری بھی نہیں (مکمل تفصیل اس مسئلہ کی گزر گئی ہے)

بہرحال شارح مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ ضرر نہ ہونے کی صورت میں تقدیم جائز ہو جیسے قائم زید (یہاں التباس وغیرہ کا خطرہ نہیں اس لئے خبر کو مقدم کیا) اور اسی سے ہے مشنوء من یشنؤک (جو آپ کے ساتھ بغض رکھتا ہے وہ خود مبغوض ہے) یہاں (من) مبتدا ہے (مشنوء) خبر ہے اور اسی طرح ہے قام ابوہ زید۔

اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے (جن کا نام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں)

قَدْ ثَكِلَتْ أُمُّهُ مَنْ كُنْتَ وَاحِدَهُ
وَبَاتَ مُنْتَشِبًا فِي بُرْثُنِ الْأَسَدِ

ترجمہ:...... ماں نے گم کردیا اس شخص کو جس کے مقابلہ میں آپ اکیلے ہوں اور وہ شیر کے پنجے میں پھنس گیا۔

ترکیب:

(قد ثکلت امه) جملہ خبریہ محل رفع میں خبر مقدم (من کنت واحده) مبتدا مؤخر۔ (بات) فعل ناقص (هو) ضمیر مستتر اس کا اسم (منتشبا) خبر (فی برثن الاسد) اسی کے ساتھ متعلق۔

تشریح المفردات:

(ثکل) از باب سمع گم کرنا (بات) افعال ناقصہ میں سے صَار کے معنی میں ہے (منتشبا) پھنسا ہوا (برثن) من السباع او الطیر چنگل، پنجہ۔

محلِ استشہاد:

قد ثکلت امه ہے خبر مقدم آئی ہے، اسلئے کہ التباس کا خطرہ نہیں (یہاں امه کی ضمیر مابعد مَنْ کی طرف لوٹتی ہے لیکن وہ مابعد اگرچہ لفظاً مؤخر ہے لیکن مرتبۃً مقدم ہے لہٰذا اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا) ابوه منطلق زید بھی اسی طرح ہے۔

اور اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے (جس کا نام فرزدق ہے)

إِلَى مَلِكٍ مَا أُمُّهُ مِنْ مُحَارِبٍ
أَبُوهُ وَلَا كَانَتْ كُلَيْبٌ تُصَاهِرُهُ

ترجمہ:...... میں اپنی سواری اس بادشاہ کی طرف لے جاتا ہوں جس کی دادی محارب قبیلے سے نہیں اور نہ کلیب قبیلہ اس کا سسرال ہے (یعنی وہ شریف النسب ہے)

تشریح المفردات:

(ملک) بادشاہ، ولید بن عبدالملک بن مروان مراد ہے (محارب) قبیلہ کا نام ہے (کلیب) قبیلہ، شاعر اس شعر

میں ولید بن عبد الملک کی تعریف کر رہا ہے۔

ترکیب:

(الی ملک) جار مجرور متعلق ہوا (اسوق) فعل محذوف کے ساتھ ای اسوق مطیتی (ما) نافیہ (مامہ من محارب) خبر مقدم (ابوہ) مبتدا مؤخر (واو) حرف عطف (لا) نافیہ (کانت) فعل ناقص (کلیب) اسم (تصاھرہ) جملہ فعلیہ محل رفع میں اس کی خبر۔

محل استشہاد:

(مامہ من محارب ابوہ) ہے خبر کو مبتدا پر مقدم کیا التباس نہ ہونے کی وجہ سے۔

شریف ابو السعادات ھبۃ اللہ بن الشجری نے بصریین اور کوفیین سے اجماع نقل کیا ہے کہ خبر جب جملہ ہو تو س کی تقدیم جائز ہے لیکن یہ صحیح نہیں اس بارے میں بصریین اور کوفیین کے اختلاف کی تفصیل گزر گئی ہے۔

فامنعہ حین یَسْتوی الجزء ان
عرفا ونکرا عادمی بیان
کذا اِذَا مَا الفعلُ کان الخبرا
اوقُصِدَ استعمالُہ منحصرًا
اوکان مُسْندًا لِذی لام ابتدا
اولازِمِ الصّدر کمَنْ لِیُ مُنْجِدًا

ترجمہ:......آپ خبر کی تقدیم کو منع کریں جب دونوں جزء معرفہ اور نکرہ میں برابر ہو اس حال میں کہ ان میں کوئی بیان بھی نہ ہو۔ اسی طرح جب فعل خبر ہو یا خبر محصور استعمال ہو یا مبتدا پر لام ابتدا داخل ہو یا مبتدا اس قسم کا ہو جو صدارت کلام چاہتا ہو جیسے مَنْ لِیُ مُنْجِدًا (کون ہے میرے لئے مددگار)

ترکیب:

(امنع) فعل امر با فاعل (ہ) ضمیر مفعول بہ راجع ہے تقدیم خبر کی طرف (حین) ظرف زمان (یستوی الجزء ان) فعل فاعل (عرفا ونکرا) معطوف علیہ معطوف تمیز (عادمی بیان) حال ہے الجزء ان سے، (کذا) جار مجرور متعلّق ہوا امنع کے ساتھ (اذا) ظرف زمان ما زائدۃ (الفعل) اسم کان (الخبرا) خبر کان (او) عاطفہ (قصد استعمالہ) فعل مجہول

یا نائب فاعل (منحصرا) حال (او) عاطفہ (کان) فعل ناقص با اسم خود مستتر (مسندا) خبر (لذی لام ابتداء) جار مجرور متعلق ہوا مسند کے ساتھ او لازم الصّدر، ذی الخ پر عطف۔ کمن لی ای کقولک من لی منجدا (سیأتی ترکیبہ)

(ش) ینقسم الخبر بالنظر إلی تقدیمه علی المبتدأ أو تاخیره عنه ثلاثة أقسام: قسم یجوز فیه التقدیم والتأخیر، وقد سبق ذکره، وقسم یجب فیه تأخیر الخبر، وقسم یجب فیه تقدیم الخبر.

فأشار بهذه الأبیات إلی الخبر الواجب التأخیر، فذکر منه خمسة مواضع:

الأول: أن یکون کل من المبتدأ والخبر معرفة أو نکرة صالحة لجعلها مبتدأ، ولا مبین للمبتدأ من الخبر، نحو: ((زید أخوک، وأفضل من زید أفضل من عمرو)) ولا یجوز تقدیم الخبر فی هذا ونحوه، لأنک لو قدمته فقلت ((أخوک زید، وأفضل من عمرو أفضل من زید)) لکان المقدم مبتدأ، وأنت ترید أن یکون خبرًا، من غیر دلیل یدل علیه، فإن وجد دلیل یدل علی أن المتقدم خبر جاز، کقولک: ((أبو یوسف أبو حنیفة)) فیجوز تقدم الخبر — وهو أبو حنیفة — لأنه معلوم أن المراد تشبیه أبی یوسف بأبی حنیفة، لا تشبیه أبی حنیفة بأبی یوسف، ومنه قوله:

۵۱ – بَنُونَا بَنُو أَبْنَائِنَا، وبَنَاتُنَا
بَنُوهُنَّ أَبْنَاءُ الرِّجَالِ الأَبَاعِدِ

فقوله: ((بنونا)) خبر مقدم، و((بنو أبنائنا)) مبتدأ مؤخر، لأن المراد الحکم علی بنی أبنائهم بأنهم کبنیهم، ولیس المراد الحکم علی بینهم بأنهم کبنی أبنائهم.

والثانی: أن یکون الخبر فعلا رافعًا لضمیر المبتدأ مستترا، نحو: ((زید قام)) فقام وفاعله المقدر: خبر عن زید، ولا یجوز التقدیم؛ فلا یقال: ((قام زید)) علی أن یکون ((زید)) مبتدأ مؤخرا، والفعل خبرًا مقدمًا، بل یکون ((زید)) فاعلا لقام؛ فلا یکون من باب المبتدأ والخبر، بل من باب الفعل والفاعل؛ فلو کان الفعل رافعًا الظاهر — نحو: ((زید قام أبوه)) — جاز التقدیم؛ فتقول: ((قام أبوه زید))، وقد تقدم ذکر الخلاف فی ذلک، وکذلک یجوز التقدیم إذا رفع الفعل ضمیرًا بارزًا، نحو: ((الزّیدان قاما)) فیجوز أن تقدم الخبر فتقول ((قاما الزیدان)) ویکون ((الزیدان)) مبتدأ مؤخرا، و((قاما)) خبرا مقدما، ومنع ذلک قوم.

وإذا عرفت هذا فقول المصنف: ((کذا إذا ما الفعل کان الخبر)) یقتضی (وجوب) تأخیر الخبر الفعلی مطلقًا، ولیس کذلک، بل إنما یجب تأخیره إذا رفع ضمیر اللمبتدأ مستترًا، کما تقدم.

الثالث أن يكون الخبر محصورا بإنما، نحو: ((إنمازيدقائم)) أو بإلا، نحو: ((مازيدإلاقائم)) وهو المرادبقوله أوقُصِدَاستعماله منحصرا))؛ فلايجوزتقديم ((قائم)) على ((زيد)) في المثالين، وقدجاء التقديم مع ((إلا)) شذوذًا، كقول الشاعر:

فَيَــارَبِّ هَــلْ إِلَّابِكَ الــنَّـصْــرُ يُـرْتَـجَــى
عَــلَيْهِــمْ وَهَــلْ إِلَّا عَــلَيْكَ الْــمُــعَــوَّلُ

الأصل ((وهل المعوّل إلا عليك)) فقدم الخبر.

الرابع: أن يكون خبرًا لمبتدإقددخلت عليه لام الابتداء نحو: ((لزيد قائم)) وهو المشار إليه بقوله: ((أو كان مسندالذى لام ابتدا)) فلا يجوزتقدم الخبرعلى اللام؛

فلاتقول: ((قائم لزيد)) لأن لام الابتداء لهاصدرالكلام، وقدجاء التقديم شذوذًا، كقول الشاعر:

خَــالِــي لَأَنْــتَ وَمَــنْ جَــرِيــرٌ خَــالُــهُ
يَــنَــلِ الْــعَــلَاءَ وَيُــكْــرِمِ الْأَخْــوَالَا

ف ((لَأَنْتَ)) مبتدأمؤخروخالي خبر مقدّم الخامس أن يكون المبتدأله صدرالكلام: كأسماء الاستفهام، نحو: ((من لي منجدا؟)) فمن: مبتدأ، ولي: خبر، ومنجدًا: حال، ولايجوزتقديم الخبرعلى ((من))؛ فلاتقول ((لي من منجدا))

ترجمہ وتشریح:

خبر باعتبار تقدیم وتاخیر تین قسم پر ہے (۱) جہاں تقدیم وتاخیر دونوں جائز ہے اس کا تفصیلاً ذکر ہوا (۲) جہاں خبر کی تاخیر واجب ہے (۳) جہاں خبر کی تقدیم واجب ہے۔

جہاں خبر کی تاخیر ضروری ہے:

۱......مبتدا اور خبر میں سے ہر ایک معرفہ ہو یا وہ نکرہ ہو جس میں مبتدا بننے کی صلاحیت ہو اور بظاہر مبتدا خبر میں کوئی بیان کرنے والا نہ ہو تو چونکہ یہاں ہر ایک کو مبتدا اور ہر ایک کو خبر بنایا جاسکتا ہے تو التباس سے بچنے کیلئے ضروری ہوا کہ اس میں جو خبر ہے وہ ضرور بعد میں ہوگی جیسے: زیدٌ اخوک، افضل من زید افضل من عمرو ۔ یہاں خبر کی تقدیم صحیح نہیں اس لئے کہ اگر آپ اس کو مقدم کرکے اخوک زید، افضل من عمرو افضل من زید کہیں تو اخوک مبتدا ہو جائے گا (اس

لئے کہ معرفہ ہونے کی وجہ سے اس میں مبتدا بننے کی صلاحیت ہے) حالانکہ آپ کا ارادہ اس کو خبر بنانے کا ہے۔

ہاں اگر کوئی دلیل یا قرینہ ہو کہ متقدم ہی خبر ہے تو پھر خبر کو مقدم کر سکتے ہیں اسلئے کہ یہاں التباس کا خطرہ نہیں ہے۔

جیسے ابو یوسف ابو حنیفة یہاں پہلا مبتدا دوسرا خبر ہے اسلئے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی تشبیہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دینی ہے نہ کہ برعکس (اسلئے کہ قلیل المرتبة کی تشبیه عظیم المرتبة کے ساتھ دی جاتی ہے) اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

بَنُونَا بَنُو أَبْنَائِنَا ،وبناتُنَا
بَنُوهُنَّ أَبْنَاءُ الرِّجَالِ الاَبَاعِدِ

ترجمہ:...... ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں اور ہماری بیٹیاں ان کے بیٹے (یعنی ہمارے نواسے) دور کے آدمیوں کے بیٹے ہیں (یعنی ہمارے پوتے ہمارے لئے بمنزلہ بیٹوں کے ہیں کیونکہ ان کا نفع دوسروں کی بہ نسبت ہماری لئے ہے اور ہمارے نواسے دور دراز آدمیوں کے بیٹے ہیں اس لئے کہ ان کا نفع ہمارا نہیں اگر چہ ہماری بیٹیوں کی اولاد ہیں)

تشریح المفردات:

(بنونا) ہمارے بیٹے، اصل میں بنُوْنَ لَنَا تھا لام کو تخفیف اور نون کو اضافت کی وجہ سے حذف کیا (الاباعد) ابعد کی جمع ہے بمعنی دور شاعر پوتوں کو اپنے بیٹے اور نواسوں کو اجنبیوں کے بیٹے کہتا ہے۔

ترکیب:

(بنونا) خبر مقدم (بنو ابنائنا) مبتدا مؤخر۔ (بناتنا) مبتدا اول (بنو ابنائنا) مبتدا ثانی (ابناء الرجال الاباعد) خبر۔

محل استشہاد:

۱......بنونا بنو ابنائنا ہے مبتدا خبر معرفہ ہونے میں برابر ہیں چونکہ التباس کا خطرہ نہیں اسلئے خبر کو مقدم کیا گیا اس لئے کہ مقصود پوتوں کی تشبیہ دینی ہے بیٹوں کے ساتھ اور بیٹوں کی پوتوں کے ساتھ تشبیہ دینے میں قوی کی تشبیہ غیر قوی سے لازم آتی ہے اور یہ جائز نہیں۔

۲......دوسری جگہ جہاں خبر کی تاخیر ضروری ہے وہ ہے جہاں خبر فعل ہو اور رفع دے مبتدا کی مستتر ضمیر کو جیسے زیدٌ قام، یہاں زید مبتدا ہے اور قام ضمیر مستتر فاعل کے ساتھ ملکر زید کیلئے خبر ہے یہاں قام کو خبر بنا کر تقدیم ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں یہ فعل فاعل ہو جائینگے اگر فعل خبر بن کر اسم ظاہر کو رفع دے تو پھر تقدیم جائز ہے جیسے قام ابوهُ زید (اس میں بصریین

اور کوفیین کا اختلاف گزر گیا) اگر فعل ضمیر بارز کو رفع دے تو پھر بھی تقدیم جائز ہے جیسے **قاما الزیدان** قاما خبر مقدم اور الزیدان مبتدا مؤخر ہو جائے گا (اس کی مزید تفصیل مع امثلہ فاعل کی بحث میں آئے گی انشاء اللہ)

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول **کذا اذا ما الفعل کان الخبر** "سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر خبر فعل واقع ہو جائے تو اس کی تاخیر مطلقا واجب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جب فعل رفع دے مبتدا کی ضمیر مستتر کو تو اس وقت اس کی تاخیر ضروری ہے جیسا کہ ابھی گزر گیا۔

۳......تیسری جگہ یہ ہے کہ خبر **انما** کے ذریعہ محصور ہو جیسے: **انما زید قائم** یا **الا** کے ذریعہ سے جیسے: **ما زید الا قائم** یہاں خبر (قائم) کی تقدیم مبتدا (زید) پر جائز نہیں کبھی تقدیم **الا** کے ساتھ آ جاتی ہے لیکن وہ شاذ ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

فَیَارَبِّ هَلْ اِلاَّبِکَ النَّصْرُ یُرْتَجٰی
عَلَیْهِمْ وَهَلْ اِلاَّعَلَیْکَ الْمُعَوَّلُ

ترجمہ:......اے مرے رب آپ ہی سے دشمنوں کے خلاف مدد کی امید رکھی جاسکتی ہے اور تجھ ہی پر ہمارا اعتماد ہے۔

تشریح المفردات:

یا حرف نداء (رب) منادی منصوب اور علامت نصب فتحہ تقدیری ہے یاء متکلم کو تخفیفا حذف کیا گیا ہے (ھل) استفہام انکاری بمعنی نفی (المعوّل) **الاعتماد فی الامور**،

ترکیب:

(**یا**) حرف نداء (رب) منادی (ھل) حرف استفہام (الا) حرف استثناء **ملغاۃ** (یعنی عمل نہیں کر رہا ہے) (**بک**) خبر مقدم (**النصر**) مبتدا مؤخر (**یرتجی**) فعل مضارع مجہول (**ھو**) ضمیر **نصر** کی طرف راجع ہے۔ (**ھل الاعلیک المعوّل**) خبر مقدم و مبتدا مؤخر۔

محل استشہاد:

الابک النصر، **الاعلیک المعوّل** دونوں محل استشہاد ہیں اس میں **بک علیک** خبر محصور بالا کو مقدم کیا ہے جو کہ شاذ ہے۔

چوتھی جگہ جہاں خبر کو مؤخر کرنا ضروری ہے وہ جگہ ہے جہاں مبتدا پر لام ابتداء آ جائے جیسے **لَزَیْدٌ قائمٌ** او **کان مُسندالذی لام ابتداء الخ** سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے یہاں خبر کی تقدیم صحیح نہیں **قائمٌ لزید** نہیں

کہہ سکتے اس لئے کہ لام ابتداء صدارت کلام چاہتا ہے اور تقدیم خبر کی صورت میں صدارت فوت ہو جائیگی۔

بعض جگہ لام ابتداء کے ساتھ تقدیم آئی ہے مگر وہ شاذ ہے جیسے شاعر کا قول ہے۔

خَالِی لَاَنْتَ وَمَنْ جَرِیرٌ خَالُہ
یَنَلِ الْعَلَاءَ وَیکْرُمِ الاخْوالَا

ترجمہ:......آپ میرے ماموں ہیں اور جریر جس کا ماموں ہو وہ بلندی حاصل کرے گا اور ماموں کے اعتبار سے معزز ہوگا (یہ یکرم باب افعال سے مضارع مجہول کا ترجمہ ہے اس صورت میں الاخوالا تمیز ہے باقی یہ کہ تمیز تو نکرہ ہوتی ہے یہاں معرفہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں الف لام زائد ہے یا یہ کوفیین کے مسلک کے مطابق ہے جن کے ہاں تمیز کا نکرہ ہونا ضروری نہیں (۲) یا منصوب بنزع الخافض ہے ای یکرَمُ للاخوال (اس کی عزت کی جائے گی ماموں کی وجہ سے)

(۳) یکرم مضارع معروف کی صورت میں الاخوالا اس کیلئے مفعول بہ ہوگا (یعنی وہ اپنے ماموں کی عزت کرے گا کیونکہ ان کی وجہ سے خود اس کو عزت ملی ہے۔

تشریح المفردات:

(خال) ماموں (ینل) اصل میں ینال تھا جواب شرط ہونے کی وجہ سے اجتماع ساکنین آ گیا جس کی وجہ سے الف گر گیا پھر الساکن اِذاحُرِّک حُرِّک بالکسر کی وجہ سے لام کو کسرہ دیا۔(یکرم) معروف کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور مجہول کا۔

ترکیب:

(خالی) مضاف مضاف الیہ خبر مقدم (لانت) مبتدا مؤخر (من) اسم موصول (جریر خالہ) مبتدا خبر ملکر شرط ینل العلاء ویکرم الاخوالا جزاء۔

محل استشہاد:

(خالی لانت) ہے مبتدا پر لام ابتداء بھی داخل ہے لیکن پھر بھی خبر مقدم آئی ہے جو کہ شاذ ہے۔

(۴) مبتدا اگر صدارت کلام چاہتا ہو تو پھر خبر کی تقدیم جائز نہیں جیسے اسماء استفہام مثلاً (من لی منجدا) (کون ہے میرے ساتھ مدد کرنے والا) یہاں (من) اسم استفہام ہے صدارت کلام چاہتا ہے لِیْ اس کی خبر ہے منجدا حال، خبر کی تقدیم کر کے لِیْ مَنْ مُنجدًا نہیں کہہ سکتے۔

وَنَحْوُ عِنْدِیْ دِرْهَمٌ وَلِیْ وَطَرُ
مُلْتَزَمٌ فِیْهِ تَقَدُّمُ الْخَبَرِ
کَذَا اِذَا عَادَ عَلَیْهِ مُضْمَرُ
مِمَّا بِهِ عَنْهُ مُبِیْنًا یُخْبَرُ
کَذَا اِذَا یَسْتَوْجِبُ التَّصْدِیْرَا
کَأَیْنَ مَنْ عَلِمْتَهُ نَصِیْرَا
وَخَبَرُ الْمَحْصُوْرِ قَدِّمْ اَبَدًا
کَمَا لَنَا اِلَّا اتِّبَاعُ اَحْمَدَا

ترجمہ:......عندی درهم لی وطر جیسی ترکیبوں میں خبر کی تقدیم ضروری ہے اسی طرح اس خبر کی تقدیم بھی ضروری ہے جس کی طرف مبتدا کی ضمیر لوٹے، ما موصولہ ہے اس سے مراد مبتدا ہے به میں ضمیر خبر کی طرف راجع ہے اور عنه میں مبتدا کی طرف یعنی مبتدا کی ضمیر ہو اس لئے کہ خبر کے ذریعے سے اس سے خبر دی جاتی ہے یہ مختلف ضمائر محض وزن شعری برابر کرنے کیلئے لائے گئے ہیں) اسی طرح جب خبر صدارت کلام چاہتا ہو جیسے این من علمته نصیرا اور مبتدا محصور کی خبر کو بھی ہمیشہ مقدم کریں جیسے: مالنا الا اتباع احمد۔

ترکیب:

(نحو) مضاف (عندی) خبر مقدم (درهم) مبتدا مؤخر معطوف علیہ (واو) حرف عطف (لی وطر) خبر مقدم یا مبتدا مؤخر معطوف (مبتدا) (ملتزم) صیغہ اسم مفعول (فیه) جار مجرور اسی کے ساتھ متعلق (تقدم الخبر) نائب فاعل (کذا) جار مجرور متعلق ہوا محذوف کے ساتھ (اذا) ظرف (عاد) فعل (علیه) جار مجرور عاد کے ساتھ متعلق (مضمر) فاعل (ممّا ای من مابه عنه مبینا یخبر من) جار (ما) اسم موصول (به عنه) یُخبر کے ساتھ متعلق (مبینا) حال ہے (به) کی ضمیر سے (یخبر) فعل مجہول با نائب فاعل صلہ۔ (کذا) جار مجرور متعلق بمحذوف (اذا) ظرف (یستوجب التصدیرا) فعل فاعل مفعول بہ (کاین من الخ) ای کقولک اَیْنَ مَنْ (خبر المحصور) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ مقدم (قدّم) فعل با فاعل (ابدا) منصوب بنا بر ظرفیت۔

کما مالنا ای کقولک مالنا الخ (مالنا) خبر مقدم (الا حرف استثناء ملغاة) (یعنی عمل نہیں کر رہا ہے) (اتباع احمدا) مبتدا مؤخر۔

(ش)أشار فی هذه الابیات إلی القسم الثالث،وهووجوب تقدیم الخبر؛فذکرانه عجب فی اربعة مواضع الاول.ان یکون المبتدأنکرة لیس لهامسوّغ الا تقدم الخبرو الخبرظرف أوجارومجرور،نحو:((عندک رَجلٌ))، وفی الدّارامرءَ ةٌ فیجب تقدیم الکبرهنافلاتقولُ"رَجُلٌ عندَکَ"ولا((امرأة فی الدار)) وأجمع النحاة العرب علی منع ذلک،وإلی هذاأشاربقوله:((ونحوعندی درهم ، ولی وطر–البیت)) ؛ فإن کان للنکرة مسوغ جازالأمران،نحو:((رجل طریف عندی))،و((عندی رجل ظریف)) .

الثانی:أن یشتمل المبتدأعلی ضمیریعودعلی شئ فی الخبر،نحو: ((فی الدار صاحبها)) فصاحبها:مبتدأ،والضمیرالمتصل به راجع إلی الدار،وهوجزء من الخبر؛فلایجوز تاخیر الخبر،نحو: ((صاحبهافی الدّار))؛ لئلایعودالضمیرعلی متأخرلفظّاورتبةً.

وهذامراد المصنف بقوله:((کذاإذاعادعلیه مضمر–البیت))أی:کذایجب تقدیم الخبرإذاعاد علیه مضمرممایخبربالخبرعنه،وهوالمبتدأ،فکإنه قال:یجب تقدیم الخبرإذاعاد علیه ضمیر من المبتدأ، وهذه عبارة ابن عصفورفی بعض کتبه،ولیست بصحیحة؛لأن الضمیرفی قولک((فی الدّار صاحبها)) إنماهوعائدعلی جزء من الخبر،لاعلی الخبر؛فینبغی أن تقدرمضافًامحذوفًافی قول المصنف((عاد علیه))التقدیر((کذاإذاعادعلی ملابسه))ثم حذف المضاف–الذی هوملابس–وأقیم المضاف إلیه– وهوالهاء– مقامه؛فصاراللفظ ((وکذاإذاعادعلیه)).

ومثل قولک ((فی الدار صاحبها))قولهم :علی التمرة مثلهازبداً وقوله :

۵۴–اَهَابُکِ اِجْلالاً وَمَا بِکِ قُدْرَةٌ
عَلَیَّ ولکن ملءُ عَینٍ حبیبُهَا

فَحَبِیبُهَا:مبتدأ(مؤخرا) وملء عین:خبرمقدم،ولایجوزتأخیره؛لأن الضمیرالمتصل بالمبتدأ–وهو((ها))–عائدعلی ((عین))وهومتصل بالخبر؛ فلو قلت((حبیبهاملء عین)) عادالضمیر علی متأخرلفظاورتبة .

وقدجری الخلاف فی جواز((ضرب غلامه زیدا))مع أن الضمیرفیه عائدعلی متأخرلفظّاورتبةً، ولم یجرخلاف–فیماأعلم–فی منع((صاحبهافی الدار))فماالفرق بینهما؟وهوظاهر،فلیتأمل،والفرق (بینهما)أن ماعادعلیه الضمیروماتصل به الضمیراشترکافی العامل فی مسألة((ضرب غلامه زیدا))

بخلاف مسألة ((فی الدار صاحبها)) فإن العامل فيما اتصل به الضمير وما عاد عليه الضمير مختلف

الثالث: أن يكون الخبر له صدر الكلام، وهو المراد بقوله: ((كذا إذا يستوجب التصديرا))

نحو: ((أين زيد؟)) فزيد: مبتدأ (مؤخرا)، وأين: خبر مقدم، ولا يؤخر؛ فلا تقول: ((زيد أين))؛ لأن الاستفهام له صدر الكلام، وكذلك ((أين من علمته نصيرا))؟ فأين: خبر مقدم، ومن: مبتدأ، مؤخر، و((علمته نصيرا)) صلة من.

الرابع: أن يكون المبتدا أمحصوراً، نحو: ((إنما فی الدّار زيد، وما فی الدار إلا زيد)) ومثله ((مالنا إلا اتباع أحمد))

ترجمہ وتشریح: .... جہاں خبر کی تقدیم ضروری ہے:

ان اشعار میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے تیسری قسم کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں خبر کو مقدم کرنا ضروری ہے چنانچہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار جگہیں ذکر کیں۔

۱......مبتدا ایسا نکرہ ہو جس میں خبر کی تقدیم کے علاوہ اور کوئی صورت جواز کی نہ ہو بایں طور کہ خبر ظرف ہو یا جار مجرور ہو جیسے عندک رجل' فی الدار امرء ة اس پر سب کا اجماع ہے۔

اگر نکرہ مخصصہ ہو اور اس میں تقدیم کی گنجائش ہو تو پھر مقدم بھی لا سکتے ہیں اور مؤخر بھی جیسے: رَجلٌ ظریفٌ عندی، عندی رجل ظریف۔

۲......مبتدا ایسی ضمیر پر مشتمل ہو جو خبر کے جزء کی طرف لوٹتی ہو جیسے فی الدار صاحبها (گھر میں اس کا مالک ہے) یہاں صاحبُها مبتدا ہے اور اس کے ساتھ متصل ضمیر دار کی طرف راجع ہے اور وہ خبر کا جزء ہے (اسلئے کہ پوری خبر فی الدّار ہے) یہاں خبر کی تاخیر جائز نہیں ورنہ ضمیر لوٹے گی متأخر کی طرف لفظاً اور رتبۃً، یعنی اگر صاحبها فی الدار کہا جائے تو ھا ضمیر خبر کے جزء کی طرف لوٹے گی حالانکہ وہ لفظ میں بھی مؤخر ہے اور مرتبہ کے اعتبار سے بھی، (اسلئے کہ خبر کا مرتبہ مبتدا کے بعد ہوتا ہے) مصنف کے قول کذا اذا عاد علیه مضمر الخ کا یہی مطلب ہے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں اشکال اور اس کا حل:

مصنف کے قول "کذا اذا عاد علیه مضمر الخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خبر کی تقدیم ضروری ہے جب اس کی طرف مبتدا کی ضمیر لوٹے اور یہی ابن عصفور رحمہ اللہ تعالیٰ کی بعض کتابوں کی عبارت ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ فی

الدار صاحبها کی مثال مصنف کے کلام سے مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ اس میں ضمیر خبر کے ایک جزء کی طرف لوٹ رہی ہے نہ کہ مکمل خبر کی طرف، تو اس کا حل یہ ہے کہ مصنف کے کلام میں عبارت مقدر ہے اصل میں عاد علی ملابسہ تھا (یعنی ضمیر اس کے متعلق کی طرف لوٹے) پھر مضاف (ملابس) کو حذف کر کے مضاف الیہ (ضمیر) کو اس کے قائم مقام بنایا تو عاد علیہ ہوا۔ فی الدار صاحبها کی طرح علی التمرة مثلها زبدًا کی ترکیب بھی ہے (کھجور پر اسی کی مقدار مکھن ہے) اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

اَهَـــابُکِ اِجْـــلالاً وَمَـــابِکِ قُــدْرَـــةٌ
عَـلـــيَّ ولــكــن مــلءُ عَيـنِ حبيبُهَـــا

ترجمہ:......اے محبوبہ میں آپ کی عظمت کی وجہ سے آپ سے ڈرتا ہوں حالانکہ آپ میرے اوپر قادر نہیں۔لیکن آنکھ اپنے محبوب کو دیکھ کر بھر جاتی ہے جس کی وجہ سے ہیبت آجاتی ہے۔(یعنی تعظیم کا سبب محبوب کو دیکھ کر آنکھوں کا بھر جانا ہے)

تشریح المفردات:

(اهاب) واحد متکلم۔ہیبت، ڈرنا، (اجلا لا) باب افعال کا مصدر ہے ای تعظیما (قدرة) قادر ہونا (ملء عین) آنکھوں کا بھرنا۔

ترکیب:

(اهابک) فعل بافاعل ومفعول (اجلالا) مفعول لہ (واو) حالیہ (ما) نافیہ (بک) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر مقدم (قدرة) مبتدا مؤخر (علیّ) جار مجرور قدرة کے ساتھ متعلق (لکن) حرف استدراک (مل عین) خبر مقدم (حبیبها) مبتدا مؤخر۔

محل استشهاد:

ملء عین حبیبها محل استشہاد ہے یہاں خبر مبتدا پر مقدم ہے اگر خبر یہاں مؤخر ہو جائے تو متأخر لفظاً ورتبۃً کی طرف ضمیر لوٹے گی جو کہ ناجائز ہے۔

وقد جرى الخلاف الخ:

ایک اشکال اوراس کا جواب:

شارح فرماتے ہیں کہ ضرب غلامه زید امیں بھی ضمیر متأخر کی طرف لوٹتی ہے لفظاورتبۃ اور صاحبھافی الدار میں بھی۔

حالانکہ ضرب غلامه زیدا کے جواز عدم جواز میں اختلاف ہے اور صَاحبھا فی الدار میں میرے علم کے مطابق کسی نے عدم جواز میں اختلاف نہیں کیا تو ان دونوں میں کیا فرق ہے۔

شارح خود جواب دے رہے ہیں کہ فرق یہ ہے کہ ضرب غلامه زیدًا میں غلامه اور زیدًا دونوں کا عامل ایک ہے جو کہ ضَرَبَ ہے اس لئے اس میں قدرے گنجائش کی وجہ سے اختلاف ہو گیا اور فی الدار صاحبھا میں دار کا عامل فی اور صَاحب کا عامل ابتداء ہے (علیٰ اختلاف الاقوال) تو اس کے عدم جواز میں زیادہ اجنبیت ہونے کی وجہ سے اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۳) خبر اگر اس قبیل سے ہو جو صدارت کلام چاہتا ہو تو اس صورت میں اس کی تقدیم ضروری ہے جیسے ایـنَ زیـدٌ (ایـن) چونکہ استفہام ہے اور استفہام صدارت کلام چاہتا ہے اسلئے یہ خبر مقدم ہوگا اور زید مبتدا مؤخر، اسی طرح ایـنَ من علمته نصیرا بھی ہے (کہاں ہے وہ جس کو میں نے مددگار سمجھا تھا)

(۴) مبتدا محصور ہو تو بھی خبر کی تقدیم ضروری ہے جیسے انّمافی الدارزیدٌ، "مافی الدار الاّزیدٌ، مالَنَااِلاَّاتّباع احمد" (نہیں ہمارے لئے مگر احمد ﷺ کی تابعداری)

وَحَـذْفُ مَـایُـعْـلَـمُ جـائـزٌ كـمَـا
تَـقُـوْلُ زیـدٌ بَـعْـدَ مَـنْ عِـنْـدَ كُـمَـا

ترجمہ:...... جو خبر معلوم ہو تو اس کا حذف کرنا جائز ہے جیسے آپ کہیں زیـدٌمـن عـنـد کـمـا کے بعد (یہاں جواب میں عندنا خبر حذف ہے)

ترکیب:

(حـذف مـایعلم) مبتدا (جـائز) خبر (ک) جار (ما) مصدریہ (تقول) فعل فاعل (زیـدای لفظ زید) مفعول بہ (بعد) منصوب بنا بر ظرفیت (من) مبتدا (عند کما) خبر۔

وفـــی جـــواب کیف زیـــدٌ قُـــلْ دَنِف
فـــزیـــدٌ اســـتـغـــنـــی عـــنـــه اذعـــرف

ترجمہ:......اور کیف زیدٌ کے جواب میں دنف (عشق کا مریض یا دائمی مریض) کہیں چونکہ زید معلوم ہے اس وجہ سے اس سے استغناء کیا گیا (یعنی جواب میں اس کی ضرورت نہیں رہی)

ترکیب:

(فی جواب کیف زید) جار مجرور (قل) کے ساتھ متعلق (قل) فعل امر با فاعل (دنف) ای لفظ دنف مضاف مضاف الیہ مفعول بہ (مقولہ) (فاء) تعلیلیہ (زیدٌ) مبتدا (استغنی عنه) فعل با نائب فاعل و متعلق خبر (اذ) ظرف عرف فعل نائب فاعل۔

(ش) یحذف کل من المبتدا والخبر إذادل علیه دلیل: جوازا، أووجوبا، فذکرفی هذین البیتین الحذف جوازا؛ فمثال حذف الخبر أن یقال: ((من عندکما)) فتقول ((زید)) التقدیر ((زیدعندنا)) ومثله –فی رأی– ((خرجت فإذاالسبع)) التقدیر ((فإذاالسبع حاضر)) قال الشاعر:

۵۵– نحن بما عندنا، وأنت بما
عندک راض، والرأی مختلف

التقدیر ((نحن بماعندناراضون)). ومثال حذف المبتدأأن یقال: ((کیف زید))؟ فتقول ((صحیح)) أی: ((هو صحیح)).

وإن شئت صرّحت بکل واحدمنهمافقلت: ((زیدعندنا، وهو صحیح)). ومثله قوله تعالیٰ: (من عمل صالحافلنفسه، ومن أساء فعلیها) أی: ((من عمل صالحافعمله لنفسه، ومن أساء فإساء ته علیها)).

قیل وقدیحذف الجزآن –أعنی المبتدأوالخبر– للدلالةعلیهما، کقوله تعالیٰ: (واللائی یئسن من المحیض من نسائکم إن ارتبتم فعدتهن ثلاثة أشهر، واللائی لم یحضن) أی: ((فعدتهن ثلاثة أشهر)) فحذف المبتدأوالخبر –وهو ((فعدتهن ثلاثة أشهر))– لدلالة ماقبله علیه، وإنماحذفا لوقوعهما موقع مفرد، والظاهرأن المحذوف مفرد، والتقدیر: ((واللائی لم یحضن کذلک)) وقوله: (واللائی لم یحضن) معطوف علی واللائی یئسن) والأولیٰ أن یمثل بنحوقولک: ((نعم)) فی جواب ((أزید قائم))؟ إذالتقدیر ((نعم زیدقائم)).

ترجمہ وتشریح: .... جہاں مبتدا اور خبر دونوں کا حذف جائز ہے:

مبتدا اور خبر میں سے دونوں کا حذف جائز ہے جب اس پر کوئی دلیل دلالت کرے جوازاً بھی اور وجوباً بھی۔

ان دونوں اشعار میں حذف جوازی کو بیان کیا گیا۔ خبر کے حذف کی مثال جیسے کوئی کہے من عندکما (تم دونوں کے پاس کون ہے) تو جواب میں صرف زَیدٌ کہا جائے یعنی زیدٌ عندنا (عندنا خبر کو سوال میں موجود ہونے کی وجہ سے حذف کیا ہے) اسی طرح خرجت فاذا السبع۔ یہاں حاضر کو حذف کیا ہے یہ اس صورت میں جب اذا کو حرف مانا جائے۔ بعض حضرات کے ہاں اذا ظرف ہے پھر یہ خبر مقدم ہوگا اور اس کے بعد والا اسم مبتدا مؤخر، اس صورت میں عبارت میں حذف نہیں ہے۔ اور اسی سے شاعر کا قول ہے۔

نَحنُ بِمَا عِندَنَا وَاَنتَ بِمَا

عندک راض والرأی مختلف

ترجمہ:...... جو ہمارے پاس ہے ہم اس پر راضی ہیں اور جو آپ کے پاس ہے آپ اس پر راضی ہیں اور صرف رائے مختلف ہے۔

(تشریح المفردات واضح ہے)۔

ترکیب:

(نحن) مبتدا (راضون) خبر محذوف (بِمَاعِندَنَا) متعلق ہے راضُونَ کے ساتھ اسی طرح (انت بماعندک الخ) ہے (الرأی) مبتدا (مختلف) خبر۔

محل استشہاد:

نحن بماعندنا محل استشہاد ہے یہاں خبر راضون کو اختصار کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اسلئے کہ مبتدا ثانی کی خبر اس پر دلالت کر رہی ہے۔ مبتدا کے حذف کی مثال جیسے۔ کوئی پوچھے کیف زید اس کے جواب میں صحیح کہا جائے ای ھو صحیح۔ دونوں کو ذکر بھی کیا جا سکتا ہے زید عندنا، ھو صحیح۔

اور اسی سے اللہ رب العزت کا یہ قول بھی ہے من عمل صالحًا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا ای فعملہ لنفسہ واساء تہ علیھا یہاں مبتدا کو حذف کیا گیا ہے، مبتدا خبر پر اگر دلالت کرنے والا ہو تو مبتدا خبر دونوں کو حذف کر سکتے ہیں جیسے واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر واللائی لم یحضن۔

یہاں واللائی لم یحضن ماقبل پر عطف ہے اس میں مبتدا اور خبر دونوں حذف ہیں ای فعدتھن ثلاثۃ اشھر اس

لئے کہ ماقبل اس پر دلالت کرتا ہے، اور دونوں کو اسلئے حذف کیا گیا کہ یہ مفرد کذالک کی جگہ پر واقع ہیں۔ مبتدا اور خبر دونوں کے حذف کی اس سے آسان مثال نعم ہے اس شخص کے جواب میں جو یہ سوال کرے اَزیدٌ قائم (کیا زید کھڑا ہے) تو جواب میں زید قائم مبتدا اور خبر دونوں کو حذف کر کے نعم پر اکتفاء کیا جائیگا۔

وَبَعدَ لَولَا غالِبًا حذفُ الخبر
حتمٌ وفی نصّ یمین ذا استقرّ

وبعدَ وَاوٍ عیّنتْ مفهومَ مَع
کمثل کلُّ صانع وما صنع

وَقَبْلَ حالٍ لایکون خبرا
عن الذی خبره قد اُضمرا

کضربی العبدَ مسیئًا واتمُّ
تبیینی الحق منوطًا بالحکم

ترجمہ:......لولا کے بعد خبر کا حذف کرنا اکثر لازمی ہوتا ہے اور مبتدا قسم میں صریح ہو تو وہاں بھی یہ حکم برقرار ہے اور اس کے بعد بھی جو مَعَ کے مفہوم کو واضح کرے (وہاں بھی خبر کا حذف ضروری ہے) جیسے: کل صانع وماصنع (ای مقترنان) اسی طرح خبر اگر ایسے حال سے پہلے واقع ہو جو حال خبر نہ ہوتا ہو اس مبتدا سے جس کی خبر محذوف ہے جیسے: ضربی العبدمُسیئًا اوراتمّ تبیینی الحق اذاکان منوطًابالحکم ۔(۱) میرا غلام کو مارنا اس وقت ہوتا ہے جب وہ برا ہو (۲) میرا حق بیان کرنا مکمل طریقے سے اسوقت ہوتا ہے جب وہ حکمتوں پر مشتمل ہو)

ترکیب:

(بعدلولا) مضاف مضاف الیہ ظرف (غالبا) منصوب بنزع الخافض (حذف الخبر) مبتدا (حتم) خبر۔(فی نص یمین) جار مجرور متعلق ہوا استقر کے ساتھ (ذا) اسم اشارہ مبتدا (استقرّ) فعل فاعل خبر۔

(بعد) مضاف (واو) موصوف (عیّنت مفهوم مع) فعل فاعل مفعول صفت ہوا، موصوف صفت سے ملکر مضاف الیہ ظرف متعلق ہوا استقرَّ کے ساتھ۔ کمثل کل صانع ای و ذالک مثل الخ مبتدا خبر۔

(قبل) مضاف (حال) موصوف (لایکون) فعل ناقص ھو ضمیر مستتر اس کا اسم (خبرا) خبر عن جار الذی اسم موصول (خبرہ) مضاف مضاف الیہ مبتدا (قد اضمر) فعل با نائب فاعل خبر (لایکون الخ صفت (کضربی) ای

كقولك ضربي العبد الخ مبتداخبر۔

(ش)حاصل مافي هذه الابيات أن الخبر يجب حذفه في أربعة مواضع:

الأول:أن يكون خبر المبتدأبعد((لولا))،نحو:((لولازيد لأتيتك))التقدير((لولازيد موجود لأتيتك)) واحترز بقوله:((غالبا))عماورد ذكره فيه شذوذا،كقوله:

٥٦-لولا أبوك ولولا قبله عمر

ألقت إليك معد بالمقاليد

ف((عمر)) مبتدأ،و((قبله))خبر.

وهذاالذي ذكره المصنف في هذا الكتاب-من أن الحذف بعد((لولا))واجب إلاقليلا-هو طريقة لبعض النحويين،والطريقة الثانية:أن الحذف واجب(دائما)وأن ماوردمن ذلك بغيرحذف في الظاهرمؤول،والطريقة الثالثة:أن الخبر:إما أن يكون كونامطلقا،أوكونامقيدا؛فإن كان كونامطلقا وجب حذفه نحو:لولا زيدلكان كذا))أي:لولازيدموجود،وإن كا ن كونا مقيدا؛فإما أن يدل عليه دليل،أولا،فإن لم يدل عليه دليل وجب ذكره،نحو:((لولازيد محسن إلي ماأتيت)) وان دلّ عليه دليل جازاثباته وحذفه نحوان يقال(هل زيدٌ محسنٌ اليك)فتقول:((لولازيد لهلكت))أي:((لولازيد محسن إلي))،فإن شئت حذفت الخبر،وإن شئت أ ثبته،ومنه قول أبي العلاء المعري.

٥٧-يذيب الرعب منه كل عضب

فلولا الغمديمسكه لسالا

وقداختارالمصنف هذه الطريقة في غيرهذا الكتاب

الموضع الثاني:أن يكون المبتدأ،نصًّافي اليمين نحو لعمركُ لا فعَلَنَّ التقدير لَعَمْرُكَ قَسَمِيُ فعمرُكَ مبتداوقسمِيُ خبره،ولايجوز التصريح به .

قيل:ومثله:((يمين الله لأفعلن))التقدير:((يمين الله قسمي))وهذالايتعين أن يكون المحذوف فيه خبرا؛لجوازكونه مبتدأ،والتقدير:((قسمي يمين الله))بخلاف ((لعمرك))فإن المحذوف معه يتعين أن يكون خبرا؛لأن لام الابتداء قد دخلت عليه، وحقها الدخول على المبتدأ.

فإن لم يكن المبتدأ نصا في اليمين لم يجب حذف الخبر،نحو:عهدالله لأفعلن))

التقدير: ((عهدالله عليَّ))فعهدالله:مبتدأ،وعليَّ:خبره،ولک إثباته وحذفه.

الـموضع الثالث:أن يقع بعدالمبتدأواوهي نص في المعية،نحو:((كل رجل وضيعته))فكل مبتدأ،وقوله: ((وضيعته)) معطوف على كل،والخبرمحذوف،والتقدير:((كل رجل وضيعته مقترنان))ويقدرالخبربعد واوالمعية.

وقيـل:لايحتاج إلى تقديرالخبر؛لأن معنى:((كل رجل وضيعته)) كل رجل مع ضيعته،وهذاكلام تام لايحتاج إلى تقديرخبر،واختارهذاالمذهب ابن عصفورفي شرح الإيضاح.

فإن لم تكن الواونصافي المعية لم يحذف الخبر وجوبا،نحو:((زيدوعمرو قائمان)).

الـموضع الرابع:أن يكون المبتدأمصدرا،وبعده حال سد(ت)مسدالخبر،وهي لاتصلح أن تكون خبرا؛ فيـحذف الـخبـروجوبا؛لسدالحال مسده،وذلک نحو:((ضربي العبد مسيئًا))فضربي: مبتدأ،والعبد: مـعـمـول لهُ ومسيئـا:حـال سد(ت)مسدالخبر،والخبرمحذوف وجوبا،والتقدير((ضربي العبد إذاكان مسيئـا))إذاأردت الاسـتقبال،وإن أردت المضي فالتقدير((ضربي العبدإذكان مسيئا))فمسيئا:حال من الضميرالمستترفي((كان))المفسربالعبد))و((إذاكان))أو((إذكان))ظرف زمان نائب عن الخبر.

ونبـه الـمصنف بقوله:((وقبل حال))على أن الخبر المحذوف مقدرقبل الحال التي سدت مسد الخبر كماتقدم تقريره.

واحترزبقوله:((لايكون خبرًا))عن الحال الّتي تصلح أن تكون خبرًاعن المبتدأالمذكور،نحو ما حـكى الأخفش –رحمه الله تعالى– مـن قـولهـم:((زيـد قـائما))فزيد:مبتدأ،والخبرمحذوف،والتقدير:((ثبت قـائـما)) وهذه الحال تصلح أن تكون خبرا؛فتقول:((زيد قائم))فلايكون الخبرواجب الحذف،بخلاف: ((ضربي العبدمسيئا))فإن الحال فيه لاتصلح أن تكون خبراًعن المبتدأالذي قبلها؛فلا تقول:ضربي العبد مسيئٌ،لأن الضرب لايوصف بأنه مسيئ.

والـمـضـاف إلـى هـذاالمصدرحكمه كحكم المصدر،نحو:((أتم تبييني الحق منوطابالحكم)) فأتم :مبتـدأ،وتبييـنـي:مـضـاف إليه،والحق:مفعول لتبييني،ومنوطا:حال سد(ت)مسدخبرأتم،والتقدير: ((أتـم تبييـنـي الحق إذاكان–أوإذكان–منوطا بالحكم)).ولم يذكرالمصنف المواضع الّتي يحذف فيها المبتدأوجوبًا وَقدْعدّها في غيرهذاالكتاب اربعة.

الأول: النعت المقطوع إلى الرفع: في مدح، نحو: مررت بزيد الكريم)) أو ذم، نحو: ((مررت بزيد الخبيث)) أو ترحم، نحو: ((مررت بزيد المسكين)) فالمبتدأ محذوف في هذه المثل ونحوها وجوبا، والتقدير: ((هو الكريم، وهو الخبيث، وهو المسكين))

الموضع الثاني: أن يكون الخبر مخصوص ((نعم)) أو ((بئس)) نحو: ((نعم الرجل زيد، وبئس الرجل عمرو)) فزيد وعمرو: خبران لمبتدإ محذوف وجوبا، والتقدير ((هو زيد)) أي الممدوح زيد ((وهو عمرو)) أي المذموم عمرو.

الموضع الثالث: ما حكى الفارسي من كلامهم ((في ذمتي لأفعلن)) ففي ذمتي؛ خبر لمبتدإ محذوف واجب الحذف، والتقدير ((في ذمتي يمين)) وكذلك ما أشبهه، وهو ما كان الخبر فيه صريحا في القسم.

الموضع الرابع أن يكون الخبر مصدرا نائبا مناب الفعل، نحو: ((صبر جميل)) التقدير ((صبري صبر جميل)) فصبري: مبتدأ، وصبر جميل: خبره، ثم حذف المبتدأ –الذي هو ((صبري))– وجوبا.

ترجمہ وتشریح: .... جہاں خبر کو حذف کرنا ضروری ہے:

ان اشعار کا حاصل یہ ہے کہ چار جگہیں ایسی ہیں جن میں خبر کو حذف کرنا ضروری ہے۔

۱...... جب (لولا) کے بعد مبتدا کیلئے خبر بنایا جائے تو پھر اس کا حذف ضروری ہے جیسے لَوْلَا زَیْدٌ لَاَتیتُکَ: یہاں موجود خبر محذوف ہے۔ (غالبًا) کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جگہوں میں شاذ کے طور پر ذکر بھی ہوتا ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

لَوْلَا ابوکَ وَلَوْلَا قبلہ عمر

اَلْقَتْ الیک مَعَدٌّ بالمقالید

ترجمہ:...... اگر آپ کا والد اور اس پہلے آپ کا دادا عمر (ظلم کرنے والے) نہ ہوتے تو معد قبیلہ آپ کو چابیاں حوالہ کر دیتا (یعنی آپ کو والی بنادیتے اور آپ کے تابع ہوجاتے)

تشریح المفردات:

(لولا) لامتناع الثاني لاجل وجود الاوّل (ابوک) اس میں ابن یزید بن عمر کو خطاب ہے (عمر) مخاطب کا دادا ہے (معدّ) عرب کے جدّ امجد کا نام تھا۔ یہاں قبیلہ معد مراد ہے اسی لئے اس کیلئے فعل مؤنث اَلْقَتْ کو لائے، (مقالید) مقلد (بروزن منبر) کی جمع ہے یا اقلید کی۔

ترکیب:

(لولا) حرف (ابوک) مبتدا (وَلَوْلاَقبله عمر اسی پر عطف ہے) (موجود) خبر محذوف (شرط) (القت) (الیک) اسی کے ساتھ متعلق (معدّ) فاعل (بالمقالید بھی اس کے ساتھ متعلق (جواب ہے لولا کا)

محل استشہاد:

(لولاقبله عمر) ہے یہاں (لولا) کی خبر قبلہ کوذکر کیا ہے حالانکہ لولا کی خبر کوحذف کیا جاتا ہے۔

وهــذاالـذی الـخ: شارح فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں جو یہ ذکر کیا ہے کہ خبر لَوْلاَ کے بعد واج الحذف ہے یہ بعض نحویوں کا طریقہ ہے ۔اس طریقے کے اعتبار سے جہاں خبر حذف نہیں ہوئی وہ قلیل ہے (نہیں) (۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ (لــولا) کے بعد حذف دائمی ہے اور جہاں حذف نہ ہوا تو اگر اس کا قائل معتبر آدمی نہ ہ اس کی غلطی ہوگی اور اگر معتبر آدمی ہے تو اس میں تاویل کی جائے گی (۳) تیسرا یہ کہ لَـــوْلاکی خبر یا تو کون مطلق ہوگی یا اگر مطلق ہے تو حذف واجب ہے جیسے لَولا زیدٌلکان کذا، تقدیر عبارت یوں ہے لـولا زیـدٌموجود الخ اور اگر مقی تو یا اس کے حذف ہونے پر دلیل ہوگی یا نہیں اگر نہیں ہے تو اس کا ذکر ضروری ہے جیسے لـولا زیـد مـحـسـن اِلَيَّ مـااتیتُ طرح یہ مثال بھی ہے "لَوْلاَ زیـدٌ سَـالـمَـنَـامَاسَلِمَ" اور اگر قرینہ ہے تو خبر کا اثبات اور حذف دونوں جائز ہے جیسے کوئی کرے هَـلْ زیـدٌمـحـسـنٌ الیک یہاں چونکہ سوال میں احسان کا ذکر ہے اس لئے جواب میں حذف بھی کر سکتے ہیں لـولا زیـدٌ لـهـلـکت ای لـولا زیـدٌ مـحسن الیّ اور ذکر بھی کر سکتے ہیں اور اسی سے ابوالعلاء المعرّی کا قول ہے (ان احمد بن عبداللہ بن سلیمان التنوخی ہے، معرّۃ گاؤں کی طرف نسبت کرنے کیلئے المعرّی کہا جاتا ہے ۴۴۹ھ کو اس دار فانی کوچ کر گئے)

يُـذيـبُ الـرعـبُ مـنـه كـلّ عـضـب

فَـلَـوْلاالـغـمـدُيُـمْـسِـكُـه لَسَـالا

ترجمہ:......اس تلوار کا رعب ہر تیز تلوار کو پگھلاتا ہے، پس اگر میان نہ ہوتا جو اس کو روکتا ہے تو یہ تلوار بہہ جاتی۔

تشریح المفردات:

(یـذیب) از باب افعال پگھلانا، (عـضـب) تیز تلوار او السیف القاطع (الغمد) میان (یمسکه) امس یمسک روکنا (سال) ض سے، بہہ جانا۔

ترکیب:

(یذیب الرعب) فعل فاعل (منه) یذیب کے ساتھ متعلق (کل عضب) مفعول بہ (لو لا) حرف (الغمد) اس کیلئے اسم (یمسکه) جملہ فعلیہ ہو کر اس کیلئے خبر (لسالا) جواب ہے لو لا کا۔

محل تمثیل:

(اس شعر کو شارح نے تمثیل کے طور پر ذکر کیا ہے نہ کہ استشہاد کے طور پر)۔

یہاں (یمسکه) لو لا کی خبر ہے اس پر مبتدا دلالت بھی کرتا ہے اس لئے کہ میان میں امساک ہوا کرتا ہے لیکن پھر بھی اس کو ذکر کیا جس سے معلوم ہوا کہ لو لا کی خبر اگر کون مقید ہو اور اس کے حذف ہونے پر دلیل ہو تو اس کا حذف اور اثبات دونوں جائز ہیں۔

جمہور کے ہاں لو لا کے بعد خبر مطلقاً واجب الحذف ہے اس شعر کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ابو العلاء المعرّی کا ہے جو عرب نہیں بلکہ مولدین میں سے ہے لہٰذا اس کے کلام کا اعتبار نہیں یا خبر محذوف ہے ای لو لا امساک غمده موجود لَسَالاَ الخ واللّٰه اعلم۔

شارح فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے علاوہ دوسری جگہ اس تیسرے مسلک کو پسند کیا ہے۔

......دوسری جگہ یہ ہے کہ مبتدا قسم کے اندر صریح ہو جیسے لعمرک لافعلنّ ای لعمرک قسمی، عمرک مبتدا ہے قسمی اس کی خبر ہے یہاں خبر کو ذکر کرنا صحیح نہیں۔ بعض حضرات نے یمین اللّٰه لافعلنّ میں بھی خبر کو محذوف قرار دیا ہے ای یمین اللّٰه قسمی لیکن اس میں خبر کا محذوف ہونا یقینی نہیں اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ یہاں مبتدا حذف ہو اور تقدیر عبارت یوں ہو قسمی یمین اللّٰه، اور لعمرک میں خبر کا حذف یقینی ہے اسلئے کہ لعمرک میں لام ابتداء ہے اور لام ابتداء مبتدا ہی پر داخل ہوتا ہے نہ کہ خبر پر (اسلئے کہ لام ابتداء صدارت کلام چاہتا ہے) اگر مبتدا قسم میں صریح نہ ہو تو اس صورت میں خبر کا حذف ضروری نہیں جیسے عهدُ اللّٰه لافعلن تقدیر عبارت عهد اللّٰه علیَّ ہے عهد اللّٰه مبتدا ہے اور علـیَّ اس کی خبر ہے اس کا حذف اور اثبات دونوں جائز ہے اسلئے کہ قسم کے علاوہ بھی اس کا استعمال جائز ہے جس طرح کہا جاتا ہے عهد اللّٰه یجب الوفاء به۔

......مبتدا کے بعد واو آجائے جو معیت کے معنی میں صریح ہو جیسے کل رجل وضیعته یہاں کل مبتدا ہے اور وضیعته کل پر عطف ہے اور خبر محذوف ہے تقدیر عبارت کل رجل وضیعته مقترنان ہے (ہر آدمی اپنی جائداد، سامان

اور پیشہ کے ساتھ ہوتا ہے) یہاں واو معیت کے بعد خبر مقدر رہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس مثال میں خبر کی تقدیر کی ضرورت بھی نہیں اسلئے کہ کل رجل وضیعته کا معنی کل رجل مع ضیعته تو خبر کی تقدیر کے بغیر بھی یہ کلام تام ہو جاتا ہے، ابن عصفور رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح ایضاح میں اسی توجیہ کو پسند کیا ہے۔

اگر واو معیّت کے معنی میں صریح نہ ہو تو اس صورت میں خبر کا حذف واجب نہیں ہے جیسے زید و عمرو قائمان۔

۴...... چوتھی جگہ جہاں خبر کو حذف کرنا ضروری ہے وہ ہے جہاں مبتدا مصدر ہو اور اس کے بعد حال ہو جو خبر قائمقام ہو اور قرائن کی وجہ سے اس حال میں خبر بننے کی صلاحیت نہ ہو جیسے ضَرْبی العبد مسیئا یہاں ضربی مصدر مبتدا اور (العبد) اس کیلئے معمول ہے اور مسیئا حال ہے خبر کی جگہ واقع ہے یہاں اذا کان یا اذ کان حذف ہے اور کان کے اندر جو ضمیر مستتر ہے مسیئا اس سے حال ہے۔ اور اذ کان اذا کان ظرف زمان ہو کر خبر کے نائب ہے۔ (لایکون خبرا الخ) کہکر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حال سے احتراز کیا جس میں خبر بننے کی صلاحیت ہو جیسے اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ کی نقل کردہ مثال زیدٌ قائما ہے یہاں زیدٌ مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے جو کہ ثبتَ ہے اب اس حال (قائمًا) میں خبر بننے کی صلاحیت ہے چنانچہ زیدٌ قائمٌ کہہ سکتے ہیں لہٰذا اس صورت میں خبر کو حذف کرنا ضروری نہیں۔

اور ضربی العبد مسیئا والی مثال میں مسیئا کو خبر بنا کر ضربی العبد مسئی نہیں کہہ سکتے اسلئے کہ متکلم کا مقصد یہاں غلام کی برائی بیان کرنی ہے نہ کہ مارنے کی برائی۔

قوله والمضاف الیٰ هذا المصدر الخ:

شارح فرماتے ہیں کہ جو مصدر کی طرف مضاف ہو اس کا حکم بھی مصدر کی طرح ہے یعنی اس کی خبر کو حذف کرنا ضروری ہے جیسے اتمّ تبیینی الحق منوطا بالحکم یہاں اتم مضاف ہے تبیینی مصدر کی طرف اور یہاں منوطا حال خبر کی جگہ قائم ہے تقدیر عبارت یوں ہے اتمّ تبیینی الحق اذا کان. یا اذ کان منوطا بالحِکم (میرا اکمل بیان کرنا حق کو اس وقت ہوتا ہے جب وہ حکمتوں پر مشتمل ہو) واضح رہے کہ اس صورت میں منوطًا اگرچہ اتم تبیینی کیلئے ذات کے اعتبار سے خبر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن یہاں متکلم نے اس کا قصد نہیں کیا ولهٰذا قال صاحب شرح الاشمونی اذا جعل منوطا جاریا علی الحق لاعلی المبتدأ وذکر فی حاشیة الصبّان تحته فاندفع الاعتراض بان المثال الثانی تصلح الحال فیه للخبرية۔

جہاں مبتدا کو حذف کرنا ضروری ہے:

واضح رہے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان جگہوں کو ذکر نہیں کیا جہاں مبتدا کا حذف کرنا ضروری ہوتا ہے البتہ اس کتاب کے علاوہ دوسری جگہ ان کو ذکر کیا ہے اور وہ چار جگہیں ہیں۔

۱......وہ صفت ہے جس کو صفت سے قطع کر کے خبر بنایا جائے مدح میں ہو جیسے مررتُ بزیدٍ الکریمُ یا مذمت میں ہو جیسے مررتُ بزیدٍ الخبیثُ یا ترحم میں جیسے مررتُ بزیدٍ المسکینُ تو ان جیسی مثالوں میں کریم خبیث مسکین صفتیں تھیں لیکن ان کو خبر بنایا گیا اور مبتدا کو محذوف مانا گیا ای ھو الکریم ھو الخبیث ھو المسکین۔

۲......خبر اگر مخصوص بالمدح ہو جیسے نعم الرجلُ زیدٌ یا مخصوص بالذم ہو جیسے بئس الرجل عمرو تو اس صورت میں مبتدا کو حذف کرنا ضروری ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی ھُو زید، ھُو عمرو۔

۳......خبر جب قسم میں صریح ہو اس کے مبتدا کو حذف کرنا ضروری ہے جیسے فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نقل کردہ مثال فی ذمّتی لافعلن ہے یہاں مبتدا یمینٌ حذف ہے ای فی ذمّتی یمینٌ الخ اور یہاں حذف اسلئے ضروری ہے کہ لَاَفْعَلَنَّ اس پر دلالت کر رہا ہے۔

۴......خبر مصدر ہو کر فعل کی جگہ آ جائے تو اس کے مبتدا کو حذف کرنا ضروری ہے جیسے صبرٌ جمیل۔ یہ اصل میں اصبر صبرا تھا پھر فعل کو حذف کر کے مصدر مرفوع کو اس کے قائم مقام کیا تا کہ دوام پر دلالت کرے۔ تقدیر عبارت یوں ہے صبری صبر جمیل صبری مبتدا اور صبرٌ جمیلٌ اس کی خبر ہے مبتدا کو یہاں وجوبًا حذف کیا گیا ہے۔

وَاَخبـرُوا بِـاثـنـین اوبـا کثـرا
عَـنْ وَاحِـدٍ کھُـمْ سَـرَاۃٌ شُـعَـراء

ترجمہ:......نحویوں نے ایک مبتدا کیلئے دو یا دو سے زیادہ خبروں کو جائز قرار دیا ہے جیسے ھُمْ سراۃٌ شعراء (یہاں سراۃ (سردار) شعراء (شاعر لوگ) دو خبر ہیں)

ترکیب:

(اخبروا) فعل فاعل (باثنین اوباکثرا عن واحد) اس کے ساتھ متعلق۔ کھم ای کقولک ھم سراۃ شعراء. ھم مبتدا (سراۃ) خبر اوّل (شعراء) خبر ثانی۔

(ش) اختلف النحویون فی جواز تعدد خبر المبتدأ الواحد بغیر عطف، نحو: زید قائم ضاحک)).

فذهب قوم–منهم المصنف–إلى جواز ذلك ،سواء كان الخبران في معنى خبر واحد نحو هذا حلو حامض اى مزّ ام لم يكونا في معنى خبر واحد كالمثال الأول.

وذهب بعضهم إلى أنه لا يتعدد الخبر إلا إذا كان الخبران في معنى خبر واحد فإن لم يكونا كذلك تعين العطف؛فإن جاء من لسان العرب شيء بغير عطف قدر له مبتدأ آخر، كقوله تعالىٰ :(وهو الغفور الودود ذو العرش المجيد) وقول الشاعر:

۵۸–من يك ذا بت فهذا بتي
مقيظ مصيف مشتي

وقوله:

۵۹–ينام بإحدى مقلتيه، ويتقي
بأخرى المنايا؛فهو يقظان نائم

وزعم بعضهم أنه لا يتعدد الخبر إلا إذا كان من جنس واحد، كأن يكون الخبران مثلا مفردين ، نحو:((زيد قائم ضاحك))أو جملتين نحو:((زيد قام ضحك))فأما إذا كان أحدهما مفردا والآخر جملة فلا يجوز ذلك ؛فلا تقول:((زيد قائم ضحك))هكذا زعم هذا القائل،ويقع في كلام المعربين للقرآن الكريم وغيره تجويز ذلك كثيراً، ومنه قوله تعالىٰ:(فإذا هي حية تسعىٰ)جوزوا كون (تسعىٰ) خبرا ثانيا،ولا يتعين ذلك ؛ لجواز كونه حالا.

ترجمہ وتشریح:............تعدد خبر میں اختلاف:

نحویوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ ایک مبتدا کیلئے متعدد خبر بغیر حرف عطف کے آ سکتے ہیں جیسے زیدٌ قائمٌ ضاحکٌ، یا نہیں اس میں کئی مسلک ہیں۔

ا......بعض حضرات کی رائے یہ ہے (جن میں مصنف رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ بھی ہیں) کہ تعدّ دِ خبر ہر حال میں جائز ہے چاہے دونوں خبروں کا ایک ہی معنی ہو جیسے ھٰذا حلو حامض حلو میٹھا اور حامض کھٹا، شارح نے مُزّ کے ساتھ اس کی تفسیر کی ہے جس کا معنیٰ ہے متوسط بین الحلاوة والحموضة (کھٹا میٹھا یعنی کڑوا) یا الگ الگ معنی ہو جیسے زید قائم ضاحک۔

۲......بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تعددِ خبر صرف اس وقت جائز ہے جب دونوں خبر ایک خبر کے معنیٰ میں ہوں جیسے ھذا حلو حامض اگر دونوں خبر ایک خبر کے معنیٰ میں نہ ہوں تو پھر عطف متعیّن ہوگا اور معطوف علیہ معطوف ملکر خبر ہونگے نیز کلام عرب میں بظاہر اگر تعدد خبر بغیر حرف عطف کے پایا گیا تو اس کیلئے دوسرے مبتدا کو مقدر مانا جائے گا جیسے ھو الغفور الودود ذو العرش المجید (یہاں ھو الودود الخ کہا جائے گا) اور اسی طرح شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

مَنْ یَکُ ذَا بَتٍّ فَھٰذَا بَتِّی

مُقَیِّظٌ مُصَیِّفٌ مُشَتِّی

ترجمہ:......جو موٹی چادر والا ہے تو ہونے دو کیونکہ میری بھی یہ چادر ہے جو سخت گرمی اور عام گرمی اور سردی میں میرے لئے کافی ہے۔

تشریح المفردات:

(من یک) اصل میں من یکن تھا نون کو تخفیفاً حذف کردیا گیا۔(بتّ) موٹی چادر (مقیظ مصیّف مشتی) تینوں اسم فاعل کے صیغے ہیں ای کَافِیْنِی لِقَیظِی وَصَیفِی وَشِتَائی، چنانچہ کہا جاتا ہے قیّظنی ھذا الشئی و صیّفنِی وَشتّانی، (قیظ) شدت گرمی، (صیف) عام گرمی (شتاء) سردی۔

ترکیب:

(من یک) ذابت مبتدا (فھٰذابتی) خبر، مقیظ مصیّف مشتی اخبار متعدّدہ ہیں مبتدا واحد (ھو) کیلئے۔

محل استشہاد:

(مقیظ مصیّف مشتی) ہے یہاں کئی خبر ہیں اور ان کا معنیٰ بھی ایک نہیں ہے لہٰذا بعض حضرات کے مسلک کے مطابق ہر ایک کیلئے الگ الگ مبتدا مقدر ہوگا ھو مقیظ ھو مصیّف الخ اگرچہ صحیح یہ ہے کہ ہر ایک کیلئے الگ الگ مبتدا کو مقدر نہ مانا جائے اسلئے کہ یہ خلاف اصل ہے بلکہ اس کو تعدّدِ خبر پر ہی محمول کیا جائے۔

اور اسی طرح شاعر کا یہ قول ہے۔

یَنَامُ بِاِحْدَیٰ مُقْلَتَیْہِ وَیَتَّقِی

بِاُخْرَی الْمَنَایَا فَھُوَ یَقْظَانُ نَائِمٌ

ترجمہ:......بھیڑیا اپنی ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری سے اپنی حفاظت کرتا ہے پس وہ جاگتا بھی ہے اور سوتا بھی ہے۔

تشریح المفردات:

(ینام) از سمع (مقلة) آنکھ (یتقی) از افتعال بمعنی حفاظت (منایا) جمع ہے منیة (بمعنی موت جیسا کہ شعر میں بھی آیا ہے)

وَاِذَا الْمَنِیَّةُ انشبتْ اظفارَھا

الفیتَ کلَّ تمیمةٍ لا تنفع

ترکیب:

(ینام) فعل بافاعل (باحدی مقلیته) اس کے ساتھ متعلق (یتقی باخریٰ المنایا) فعل بافاعل ومتعلق ومفعول بہ (ھو) مبتدا (یقظان نائم) خبر بعد خبر۔

محل استشہاد:......(یقظان نائم) ہے (تفصیل گزر گئی)

(۳) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تعدّدِ خبر صرف اس وقت جائز ہے جب وہ دونوں ایک جنس سے ہوں یعنی وہ دونوں مفرد ہوں جیسے زیدٌ قائمٌ ضاحکٌ یا دونوں جملہ ہوں جیسے زیدٌ قامَ ضحك لیکن اگر ایک مفرد اور دوسرا جملہ ہو تو پھر جائز نہیں جیسے زیدٌ قائمٌ ضحك (یہاں قائم مفرد اور ضحك جملہ ہے)

لیکن معربین کے ہاں اگر جنس مختلف ہوں تو پھر بھی جائز ہے جیسے فاذاھِی حیّةٌ تسعیٰ ان کے ہاں تسعیٰ خبر ثانی ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ یہ ترکیب حتمی نہیں، ہوسکتا ہے کہ تسعیٰ بجائے خبر کے حال واقع ہو، (واضح رہے کہ محشی نے شارح پر ردّ کیا ہے کہ حال واقع ہونا تسعیٰ کا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں ذوالحال حیة نکرہ ہے اور حال نکرہ سے واقع نہیں ہوتا۔ محشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو صحیح کرنے کیلئے یہ کہا ہے کہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ جملہ اس ضمیر سے حال ہو جو کہ مبتدا واقع ہے اور سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے مطابق مبتدا سے حال کا واقع ہونا صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

کَانَ وَاَخَوَاتُھَا

تَرفَعُ کانَ المبتدأ إسماً والخبر

تَنْصِبُهُ ککانَ سیّداً عُمَر

ککانَ ظَلَّ بَاتَ أضحیٰ أصبحَا

أمسیٰ وصَارَ لیسَ، زَالَ بَرِحَا

فتــــئ وانـــفك ،وَهـــذی الأربـــعة

لشبـــــه نــفــــی،أولــنـــفـــی متبـــعة

ومثـــل كـــــان دامَ مسبــوقـــا ب مـــــا

كـــاعــط مـــادمـــت مُـصِيبًـــادِرْهِـمًــا

ترجمہ:...... کان مبتدا کو بطور اسم رفع دیتا ہے اور خبر کو نصب جیسے کان سیّدًا عمر (عمر سردار تھا) کان کی طرح ظل بات اضحی اصبح امسٰی صَارَلیس زال برح بھی ہیں (عمل میں) اور فتی انفك بھی،اور یہ آخری چہار نفی یا شبہ نفی کے بعد آتے ہیں اور کان کی طرح دام بھی ہے اس حال میں کہ دام سے پہلے ما ہو جیسے:اعط مادُمْتُ مُصیبًادرھمًا۔

ترکیب:

(ترفع کان المبتدا) فعل فاعل ومفعول بہ (اسما)حال ہے المبتدا سے (الخبر)مفعول بہ فعل محذوف کے لئے جس کی تفسیر (تنصبه) کر رہا ہے۔کقولك كان سيدااى وذالك كائن الخ (ككان) خبر مقدم(ظل بات الخ) بحذف حرف عطف معطوف معطوف علیہ مبتدامؤخر۔(هذى الاربعة) مبتدا(متبعة) خبر لشبه نفى جار مجرور متعلق ہوا(متبعة) کے ساتھ (مثل كان) خبر مقدم(دام) باعتبار لفظ مبتدامؤخر(مسبوقا) حال ہے(دام) سے كاعط اى وذالك كائن كاعط الخ.

(ش) قوله لما فرغ على المبتدأوالخبر شرع فى ذكرنواسخ الابتداء،وهى قسمان:أفعال،وحروف؛ فالافعال كان واخواتها وافعال المقاربة وظنّ واخواتهاوالحروف ماوأخواتها،ولاالتى لنفى الجنس،وإن وأخواتها.

فبدأالمصنف بذكركان وأخواتها،وكلهاأفعال اتفاقا،إلا((ليس))؛فذهب الجمهورإلى أنهافعل، وذهب الفارسى-فى أحدقوليه-وأبوبكربن شقير-فى أحدقوليه-إلى أنها حرف.

وهى ترفع المبتدأ،وتنصب خبره ، ويسمى المرفوع بها اسمالها،والمنصوب بهاخبرالها.

وهذه الأفعال قسمان:منهامايعمل هذاالعمل بلاشرط،وهى:كان،وظل،وبات،وأضحى، وأصبح،وأمسى،وصار،وليس،ومنهامالايعمل هذاالعمل إلابشرط،وهوقسمان:أحدهمامايشترط فى عمله أن يسبقه نفى لفظاأوتقديرا،أوشبه نفى،وهوأربعة:زال،وبرح وفتئ،وانفك؛فمثال النفى لفظا ((مازال زيد قائما)) ومثاله تقديراقوله تعالىٰ(قالوتاللّٰه تفتؤتذكريوسف)أى:لاتفتؤ،ولايحذف النافى

معها إلا بعد القسم كالآية الكريمة، وقد شذ الحذف بدون القسم، كقول الشاعر:

٦٠- وأبرح ما أدام اللّٰه قومي
بحمد اللّٰه منتطقا مجيدا

أي: لا أبرح منتطقا مجيدا، أي صاحب نطاق وجواد، ما أدام اللّٰه قومي، وعنى بذلك أنه لا يزال مستغنيا ما بقي له قومه، وهذا أحسن ما حمل عليه البيت.

ومثال شبه النفي -والمراد به النهي- كقولك: ((لا تزل قائما)) ومنه قوله:

٦١- صاح شمر ولا تزل ذاكر المو
ت؛ فنسيانه ضلال مبين

والدعاء، كقولك: ((لا يزال اللّٰه محسنا إليك)) وقول الشاعر:

٦٢- ألا يا أسلمي، يا دارمي، على البلى،
ولا زال منهلا بجرعائك القطر

وهذا (هو) الذي أشار إليه المصنف بقوله: ((وهذي الأربعة -إلى آخر البيت)).

القسم الثاني: ما يشترط في عمله أن يسبقه ((ما)) المصدرية الظرفية، وهو ((دام)) كقولك: ((أعط ما دمت مصيبا درهما)) أي: أعط مدة دوامك مصيبا درهما؛ ومنه قوله تعالیٰ: (وأوصاني بالصلاة والزكاة ما دمت حيا) أي: مدة دوامي حيا.

ومعنى ظل: اتصاف المخبر عنه بالخبر نهارا، ومعنى بات: اتصافه به ليلا، وأضحى: اتصافه به في الضحى، وأصبح: اتصافه به في الصباح، وأمسى: اتصافه به في المساء ومعنى صار التحوّل من صفة إلى (صفة) أخرى، ومعنى ليس: النفي، وهي عند الإطلاق لنفي الحال، نحو: ((ليس زيد قائما)) أي: الآن، وعند التقييد بزمن على حسبه، نحو: ((ليس زيد قائما غدا)) ومعنى زال وأخواتها: ملازمة الخبر المخبر عنه على حسب ما يقتضيه الحال نحو: ((ما زال زيد ضاحكا، وما زال عمرو أزرق العينين)) ومعنى دام: بقي واستمر.

ترجمہ وتشریح:

اس سے پہلے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبتدا خبر کو ذکر کیا اس سے فراغت کے بعد اب نواسخ الابتداء

(مبتدا کو منسوخ کرنے والے کو) ذکر کر رہے ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں افعال (۲) حروف۔

افعال میں کان واخواتها، افعال مقاربة، ظنّ واخواتُها ہیں اور حروف میں ماواخواتها، لانفی جنس، اِنَّ واخواتها ہیں چنانچہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے کان واخواتها کو ذکر کیا۔

کان واخواتها کی تفصیل

واضح رہے کہ کان اور اس کے اخوات سارے افعال ہیں۔ صرف لَیسَ کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور نحویوں کے ہاں یہ فعل ہے اور فارسی اور ابوبکر بن شقیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے مطابق یہ حرف ہے،

جو حضرات اس کو حرف مانتے ہیں ان کی دو دلیلیں ہیں۔

۱...... یہ حرف کے ساتھ دو وجوں سے مشابہ ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ حرف (مثلاً ما) جس معنی پر دلالت کرتا ہے اسی پر لیس بھی دلالت کرتا ہے (جو کہ نفی ہے)

۲...... دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حرف کی طرح جامد ہے جس میں عمومی گردانیں نہیں ہوتیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ لیس عام افعال سے ہٹ کر ہے اسلئے کہ عام افعال حدث زمان پر دلالت کرتے ہیں اور (لیس) حدث پر دلالت نہیں کرتا البتہ زمان پر دلالت کرتا ہے لیکن اس کیلئے قرینہ ضروری ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ یہ فعل کی علامات کو قبول کرتا ہے مثلاً تاء تانیث ساکن اور تاء فاعل اس کے ساتھ آتی ہے جیسے لیستْ لستُ وغیرہ۔

فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ محقق رضی کا مسلک یہ ہے کہ "لَیسَ" حدث پر دلالت کرتا ہے جو کہ انتفاء ہے اور اگر تسلیم کیا جائے کہ دلالت نہیں کرتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ لیس کا حدث پر دلالت نہ کرنا اصل وضع کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ عارضی ہے۔ بہر حال یہ افعال مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور خبر کو نصب، پہلے کو اسم اور دوسرے کو ان کی خبر کہتے ہیں۔

افعال ناقصہ کے عمل کی شرائط

ان افعال کی دو قسمیں ہیں بعض وہ ہیں جو بغیر کسی شرط کے عمل کرتے ہیں جیسے کان ظل بات اضحی اصبح امسٰی صَار لیس اور بعض ایسے ہیں جن کے عمل کیلئے یہ شرط ہے کہ اس سے پہلے نفی آئی ہو لفظاً یا تقدیراً یا شبہ نفی ہو (یعنی نہی) نفی لفظی کی مثال جیسے مَازالَ زیدٌقائمًا، نفی تقدیری کی مثال قالُوا تاللّٰہ تفتؤُ تذکر یوسُفَ ای لاتفتؤ (یہاں قسم میں حرف نفی حذف ہو چکا ہے) قسم کے بغیر حرف نفی ان سے حذف نہیں ہوتا، بغیر قسم کے حذف شاذ ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

وابْــرَحُ مَـــادام الــلّٰــه قــومِــیْ
بِــحَــمْــدِ الــلّٰــه مُــنْــتَــطِــقًــا مــجــيــدًا

ترجمہ:...... جب تک اللہ میری قوم کو باقی رکھے گا اس وقت تک میں ہمیشہ کمر بند اور اچھے گھوڑے والا ہوں گا۔(یا اس وقت تک میں اپنے قوم کی اچھائی بیان کرنے والا ہوں گا) یعنی جب تک میری قوم باقی ہے اس وقت تک میں دوسروں سے بے نیاز اور مستغنی رہوں گا شعر کا یہ مطلب زیادہ صحیح ہے۔

تشریح المفردات:

(ابرح) ای لازال 'ابرح از سمع) ما مصدریہ ظرفیہ (منتطقا) صاحب نطاق (کمر بند والا) مجیدا ای منتطقًا فرسًا جوادا اچھے گھوڑے والا، مذکر مؤنث دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، یا منتطقا مجیدا کا معنی ہے متکلما بکلام جید اچھی بات کہنے والا۔

ترکیب:

(ابرح) فعل ناقص مادام اللّٰہ قومی ای مدہ ادامۃ اللّٰہ قومی (بحمداللّٰہ) جار مجرور متعلق ہوا ابرح کے ساتھ (منتطقا) اسم فاعل یعمل عمل فِعْلِہ مجیدا اس کیلئے مفعول (خبر ہے ابرح کیلئے)

محل استشہاد:

(ابــــرح) محلّ استشہاد ہے یہاں بغیر قسم کے حرف نفی حذف ہوا ہے جو کہ شاذ ہے۔اور شبہ نفی سے مراد نہی ہے جیسے لَاتَزَلْ قائمًا اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

٦١-صَـــاحِ شَــمِّــرْ ،وَلَاتَــزَلْ ذاكــرالــمو
تِ فَــنِــسْــيَــــانُــــه ضَــلَالٌ مُبِــيــن

ترجمہ:...... اے میرے ساتھی موت کی تیاری کر اور ہمیشہ کیلئے موت کو یاد کرنے والا ہو جا اسلئے کہ اس کا بھول جانا صریح غلطی ہے۔

تشریح المفردات:

(صاح) یہ صاحب کا منادیٰ مرخم ہے اصل میں یا صاحبی تھا، حرف ندا کو تخفیفا حذف کیا (جیسے یوسف اعرض عن هٰذا) لیکن یہ ترخیم غیر قیاسی ہے اس لئے کہ تاء سے خالی منادیٰ مرخم کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو اور صاح علم نہیں بلکہ صفت

ہے۔(شمّر) باب تفعیل سے امر حاضر کا صیغہ ہے، اصلاً نیفہ چڑھانے کے معنیٰ میں آتا ہے جو کسی چیز کی تیاری یا بھاگ دوڑ کیلئے ہوتا ہے یہاں موت کی تیاری کرنا مراد ہے۔

ترکیب:

(صاح) ای یاصاحبی (یا) حرف نداء (صاحبی) منادیٰ ای ادعو صاحبی، (شمّر) فعل بافاعل (لاتزل) فعل ناقص اسم اس کا محذوف ہے، ذاکر الموت اس کی خبر (فنسیانُہ) مضاف مضاف الیہ مبتدا (ضلا ل مبین) موصوف صفت خبر۔

محل استشہاد:

(لا تزل) ہے اس نے کان کی طرح عمل کیا ہے اور اس سے پہلے شبہ نفی یعنی نھی ہے۔ شبہ نفی میں دعاء بھی شامل ہے جیسے لایزال اللہ محسنا الیک اور شاعر کا قول بھی اسی قبیل سے ہے۔

۶۲ - اَلَایَا اسلمی یَادَارَمیَّ علی البِلیٰ
وَلَازَال مُنهلًا بجرعائک القطر

ترجمہ:.....اے میّۃ (محبوبہ) کے گھر تو فانی ہونے سے سلامت رہ، اور تیری بنجر زمین پر ہمیشہ کیلئے بارش ہو (دعاء ہے)

ترکیب:

(الا) حرف تنبیہ (یا) حرف ندائے (دار میۃ) منادیٰ محذوف (اسلمی) فعل امر واحد مؤنث حاضر بافاعل (علی البلی) اس کے ساتھ متعلق (لا) حرف دعاء (زال) فعل ناقص (منھلا) اس کی خبر مقدم (بجرعائک اس کے ساتھ متعلق) (القطر) اسم مؤخر۔

تشریح المفردات:

(الا) حرف تنبیہ (یا حرف نداء، منادیٰ محذوف ہے ای دار میّۃ (اسلمی) سمع سے امر حاضر کا صیغہ ہے (میّ) بعض کے نزدیک یہ میّۃ کی ترخیم ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ عورت کا نام ہے میّۃ کی ترخیم نہیں ہے۔ لیکن علامہ صبّان رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق ذوالرّمۃ غیلان (جو اس شعر کا شاعر ہے) کے اشعار کی جستجو سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی محبوبہ کو میّہ کے نام سے پکارتا ہے (اس قول کے مطابق اس میں ترخیم ہوئی ہے لیکن چونکہ یہ غیر منادیٰ میں ہے اسلئے شاذ ہے) (میّۃ) غیر منصرف ہے علمیّت اور تانیث کی وجہ سے (علی) من حرف جر کے معنیٰ میں ہے (البلیٰ) پرانا ہونا فانی

ہونا(منهلا) اسم فاعل کا صیغہ ہے انهلّ المطر انهلالاً بارش تیزی سے ٹپک گئی(جرعاء) وہ زمین یا ریت جس میں کوئی چیز نہ اگے یعنی بنجر زمین(القطر) بارش۔

محل استشہاد:

(لازال منهلا) ہے یہاں زال نے کان کی طرح عمل کیا ہے اور اس سے پہلے لاء دعائیہ بھی ہے جو کہ شبہ نفی ہے۔

هذی الاربعة: کہکر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

القسم الثانی الخ:

دوسری قسم افعال ناقصہ میں سے وہ ہے کہ جن کے عمل کیلئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے (مـــا) مصدریہ ظرفیہ آ جائے جیسے اَعْطِ مَادُمْتَ مصیبًا درهمًا ای اعط مُدّة دوامک مصیبا درهما۔قرآن کریم میں بھی ہے واوصانی بالصلوٰة والزّکوٰة مادُمت حیا (یہاں دام سے پہلے ما مصدریہ ظرفیہ آیا ہے)

افعال ناقصہ کے معانی

کان کے معنی واضح ہے(ظل) کا معنی ہے خبر کا مخبر عنہ (مبتدا) کے ساتھ دن کو متصف ہونا(بات) خبر کا مخبر عنہ کے ساتھ رات کو متصف ہونا(اضحی) چاشت کے وقت ہونا (اصبح) صبح کے وقت ہونا(امسٰی) شام کے وقت ہونا(صار) ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا(لیس) کا معنی نفی ہے اور جب لیس کو مطلقاً ذکر کیا جائے تو حال کی نفی کے لئے آتا ہے جیسے لیس زیدٌ قائما (زید ابھی کھڑا نہیں ہے) اور اگر کسی زمانہ کے ساتھ اس کو مقید بنایا جائے تو پھر اسی زمانے کے لئے آئے گا جیسے لیس زیدٌ قائما غدًا(زال) اور اس کے اخوات کا معنی ہے مقتضی الحال کے اعتبار سے خبر کا مخبر عنہ کے ساتھ لازم ہونا جیسے مازال زیدٌ ضاحکًا،مازال عمرو ازرق العینین،دام کا معنی بقاء و استمرار ہے۔

وَغیرُ ماضٍ مِثلَهُ قَدْ عَمِلا

اِنْ کانَ غیرُ الماضِ منهُ اُسْتُعْمِلا

ترجمہ:......افعال ناقصہ میں سے اگر ماضی کے علاوہ آ جائے تو وہ بھی ماضی کی طرح عمل کرینگے۔

ترکیب:

(غیر ماض) مضاف مضاف الیہ مبتدا(مثله) حال ہے ذو الحال اس کا عمل کے اندر ھو ضمیر ہے(عمل) فعل بافاعل خبر(ان) حرف شرط (کان) فعل ناقص(غیر الماض) اس کا اسم(منه) جار مجرور متعلق ہوا استعمل کے ساتھ (استعمل) فعل

ماضی مجہول یا نائب فاعل خبر کان جواب شرط محذوف ہے ماقبل کا کلام اس پر دال ہے۔

(ش) هذه الأفعال على قسمين أحدهما مايتصرف، وهو ماعدا ليس و دام.

والثاني مالايتصرف، وهو ليس و دام، فنبه المصنف بهذا البيت على أن مايتصرف من هذه الأفعال يعمل غير الماضي منه عمل الماضي، وذلك هو المضارع، نحو: ((يكون زيد قائما)) قال الله تعالىٰ: ويكون الرسول عليكم شهيدا) والأمر، نحو: (كونوا قوامين بالقسط) وقال الله تعالىٰ: (قل كونوا حجارة أوحديدا)، واسم الفاعل، نحو: ((زيد كائن أخاك)) وقال الشاعر:

۶۳-وما كل من يبدى البشاشة كائنا
أخاك، إذا لم تلفه لك منجدا

والمصدر كذلك، واختلف الناس في ((كان)) الناقصة: هل لها مصدر أم لا؟ والصحيح أن لها مصدرا، ومنه قوله:

۶۴-ببذل وحلم ساد في قومه الفتى
وكونك إياه عليك يسير

ومالايتصرف منها-وهو دام، وليس-وماكان النفي أوشبهه شرطا فيه-وهو زال وأخواتها-لايستعمل منه أمر ولامصدر.

افعال متصرفہ وغیر متصرفہ:

ان افعال کی اجمالاً دو اور تفصیلاً تین قسمیں ہیں۔

۱......ایک وہ ہیں جن میں بالکل تصرّف (گردان) نہیں ہوتا ہو اور صرف اس سے ماضی آتی ہو اور وہ دو افعال ہیں لیس، دام (باقی یَدُوم، دُم، دائم، دوام، دام تامّہ کے تصرفات ہیں جو صرف فاعل کو رفع دیتے ہیں)

۲......دوسرے نمبر پر وہ افعال ہیں جن میں ناقص تصرّف ہوتا ہے اور اس سے ماضی مضارع اسم فاعل استعمال ہوتے ہیں اور وہ چار افعال ہیں زال، فتیٔ، برح، انفک۔

۳......تیسرے نمبر پر وہ افعال ہیں جن میں مکمّل تصرّف ہوتا ہے یعنی اس سے ماضی مضارع امر مصدر اسم فاعل سب آتے ہوں۔

مصنف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس شعر میں یہ ذکر کیا ہے کہ افعال متصرفہ میں جس طرح ان کا ماضی عمل کرتا ہے اسی طرح ماضی

کے علاوہ باقی بھی عمل کرتے ہیں جیسے یکُوْنُ زیدٌ قائمًا (یہاں مضارع نے عمل کیا ہے) اللہ رب العزت کا قول ہے ''ویکون الرسول علیکم شهیدا'' یہاں بھی مضارع نے عمل کیا ہے۔ امر کی مثال کونوا قوامین بالقسط (یہاں امر نے عمل کیا ہے یہاں کونوا میں واؤ ضمیر مرفوع متصل بارز اس کا اسم ہے اور قوّامین جمع مذکر سالم حالت نصبی ہے) اور اسی طرح ربّ العزت کا یہ قول '' قل کونوا حجارةً او حدِیدًا '' اور اسم فاعل کی مثال زیدٌ کائنٌ اخاکَ اور شاعر کا یہ قول بھی اس قبیل سے ہے

۶۳- وَمَا کُلُّ مَنْ یُبدی البَشَاشَةَ کائنًا
اخاکَ، اِذا لَمْ تُلْفِه لک مُنجِدًا

ترجمہ:...... ہر وہ بندہ آپ کا بھائی نہیں جو خندہ پیشانی کو ظاہر کرے جب تک آپ اس کو اپنے لئے (مصیبت کے وقت) مددگار نہ پائیں اس لئے کہ مصیبت کے وقت بھائی اور دوست کا پتہ چل جاتا ہے)

تشریح المفردات:

(یبدی) باب افعال سے بمعنی ظاہر کرنا (البشاشة) ای طلاقة الوجه۔ خندہ پیشانی (تلفه) الفی یلفی الفاءً، پانا (منجد) مددگار۔

ترکیب:

(ما) نافیہ لیس کی طرح عمل کرتا ہے کل من یبدی البشاشة مضاف مضاف الیہ اس کا اسم کائنا اس کی خبر۔ کائنا اسم فاعل (کان کی طرح عمل کرتا ہے) ھو ضمیر مستتر اس کا اسم اخاک اس کی خبر۔ (اذا) ظرف متضمن معنی شرط (لم تلفه) فعل فاعل ومفعول اوّل (منجدا) مفعول ثانی (لک) متعلّق ہوا تلفه کے ساتھ۔

محل استشہاد:

(کائنا) اسم فاعل ہے اس نے کان کی طرح عمل کیا ہے۔

والمصدر کذالک الخ:

اور مصدر کا حکم بھی اسی طرح ہے یعنی کان کی طرح عمل کرتا ہے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کان ناقصہ کا مصدر ہے یا نہیں صحیح یہ ہے کہ اس کا مصدر ہے اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

۶۴- بِبذلٍ وحلمٍ سَادَ فی قومه الفتی
وَکونُکَ اِیَّاهُ علیک یَسِیرُ

ترجمہ:......آدمی خرچ کرنے اور بردباری سے اپنی قوم میں سردار ہوجاتا ہے اور آپ کا بھی اسی طرح ہونا آپ کے لئے آسان ہے۔

تشریح المفردات:

(بذل) بمعنی عطاء خرچ کرنا، (حلم) بردباری، (ساد) سیادۃً سردار ہونا (الفتی) جوان (یسیر) آسان۔

ترکیب:

(ببذل وحلم) جارمجرور متعلق ہوا (ساد) کے ساتھ (ساد) فعل (الفتی) فاعل (فی قومه) بھی ساد کے ساتھ متعلق (کون) مصدر ہے کان کا (ک) اس کیلئے اسم (ایاه) خبر (مبتدا) (یسیر) خبر۔

محل استشہاد:

(کونک ایاه) ہے (کون) کان ناقصہ کا مصدر مستعمل ہے اور اس نے کان کی طرح اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیا ہے۔

وفی جمیعها توسّط الخبر
اَجِزْ وکُلٌّ سَبْقَهُ دَام حظر

ترجمہ:......اور ان تمام افعال ناقصہ میں خبر کو درمیان میں لانا جائز ہے (اجز امر کا صیغہ ہے یعنی جائز کریں) اور تمام نحویوں نے (دام) پر خبر کی تقدیم کو منع کیا ہے۔

ترکیب:

(فی جمیعها) جارمجرور متعلق ہوا (توسط) کے ساتھ (توسط الخبر) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ مقدم (اجز) فعل امر بافاعل (باب افعال) (کل) مبتدا (سبقه) سبق مصدر یعمل عمل فعله (ہ) ضمیر اس کا فاعل (دام) باعتبار لفظ مفعول بہ (مفعول بہ مقدم) (حظر) فعل بافاعل (خبر)

(ش) مراده ان اخبار هذه الافعال –إن لم يجب تقديمها على الأسم ، ولاتأخيرها عنه– يجوز توسطها بين الفعل والاسم؛ فمثال وجوب تقديمها على الاسم قولک: ((کان فی الدّار صاحبها)) فلایجوز ههنا تقديم الاسم على الخبر، لئلا يعود الضمير على متأخر لفظا ورتبة ، ومثال وجوب تأخير الخبر عن الاسم قولک: ((کان أخی رفيقی)) فلایجوز تقديم رفيقی –على أنه خبر– لأنه لايعلم ذلک؛ لعدم ظهور الإعراب ومثال

ماتوسط فيه الخبر قولک:((کان قائمازيد))قال الله تعالیٰ:و(وَكَانَ حَقًّاعَلَيْنَانَصْرُالْمُؤمنين) وکذلک سائر أفعال هذاالباب–من المتصرف،وغيره– يجوزتوسط أخبارهابالشرط المذکور،

ونقل صاحب الإرشاد خلافًافي جواز تقديم خبر((ليس))على اسمها،والصواب جوازه،قال الشاعر:

٦٥–سَلِیْ إِنْ جَهِلْتَ النَّاسَ عَنَّاوعَنهُم
فَلَيْسَ سَواءٌ عالِمٌ وجهول

وذکرابن معط أن خبر((دام))لايتقدم على اسمها؛فلاتقول:((لااصاحبک مادام قائمازيد)) والصواب جوازه، قال الشاعر:

٦٦–لاطِيبَ للعيش مادامَتْ مُنَغصة
لذّاته بادّكار الموت والهرم

وأشاربقوله:((وکل سبقه دام حظر)) إلى أن کل العرب–أوکل النحاة–منع سبق خبر((دام)) عليها،وهذاإن أراد به أنهم منعوا تقديم خبر دام على((ما))المتصلة بها، نحو:لاأصحبک ماقائمادام زيد))– وعلى ذلک حمله ولده في شرحه–ففيه نظر،والذي يظهر أنه لايمتنع تقديم خبر دام على دام وحدها؛فتقول:((لاأصحبک ماقائمادام زيد)) کماتقول:((لاأصحبک مازيداکلمت)).

ترجمہ وتشریح:

جہاں افعال ناقصہ کی خبر کی تقدیم یا تاخیر قرائن کی وجہ سے واجب نہ ہوتو وہاں اس کو فعل اوراس کے اسم کے درمیان لانا جائز ہے۔

جہاں خبر کو کان پر مقدم کرنا واجب ہے

اس کی مثال شارح نے کان فی الدّار صاحبھا دی ہے یہاں کان کی خبر کی تقدیم اس کے اسم پر ضروری ہے اگر خبر کو مقدم نہ کیا جائے تو اس (صاحبھا) میں ضمیر لوٹے گی مابعد کی طرف (جو لفظ اور مرتبہ کے اعتبار سے مؤخر ہے) اور یہ ناجائز ہے۔

جہاں کان کی خبر کو مؤخر کرنا واجب ہے

اس کی مثال کان اخی رفیقی ہے چونکہ یہاں اعراب تقدیری ہونے کی وجہ سے ظاہر نہیں ہے اس لئے رفیقی کو خبر بنا کر مقدم نہیں کر سکتے اس لئے کہ التباس کا خطرہ ہے۔

جہاں کان کی خبر کو درمیان میں لا سکتے ہیں:

جیسے کان قائما زید یہاں التباس نہیں اور اعراب بھی ظاہر ہے لہٰذا خبر کی تقدیم اسم پر صحیح ہے۔ اسی طرح کا حکم اس باب کے تمام افعال میں ہے۔

ونقل صاحب الارشاد الخ:

صاحب ارشاد نے نقل کیا ہے کہ لیس کی خبر کی تقدیم اس کے اسم پر مختلف فیہ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

۶۵- سَلِیْ اِنْ جَهِلْتِ النَّاسَ عَنَّا وَعَنْهُم

فَلَيْسَ سَوَاءٌ عَالِمٌ وجهول

ترجمہ:...... اگر آپ کو پتہ نہیں تو ہمارے اور ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھ اسلئے کہ جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر نہیں۔

تشریح المفردات:

(سلی) فتح سے واحد مؤنث امر حاضر کا صیغہ ہے جهلت سمع سے ہے (الناس) اسم جمع ہے اس کا واحد انسان من غیر لفظہ ہے جنّ وانس دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے انس پر اس کا استعمال غالب ہے (جهُول) جاہل، مبالغہ مقصود نہیں ہے۔

ترکیب:

(سلی) فعل فاعل (الناس) مفعول بہ (ان جهلت) شرط، جزاء اس کی محذوف ہے ماقبل سلی اس پر دال ہے، (لیس) فعل ناقص (سواء) خبر مقدم (عالم وجهول) معطوف معطوف علیہ اسم مؤخر۔

شان ورود:

سموأل نامی شاعر اور ایک دوسرے آدمی نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا تو وہ عورت شاعر کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف مائل ہوئی اس پر شاعر نے یہ شعر کہا۔

محل استشہاد:

(لیس سواء) محل استشہاد ہے یہاں لیس کی خبر کی تقدیم اس کے اسم پر ہوئی جو کہ جائز ہے۔

مادام کی خبر کی تقدیم:

وذکر ابن معط الخ: ابن معطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ (دام) کی خبر کی تقدیم اس کے اسم پر نہیں ہوتی لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔

۲۶- لاطیبَ للعیش مادامَتْ مُنَغصة

لذاتہ بادّکار الموت والھرم

ترجمہ:...... زندگی کا کوئی مزہ نہیں جب تک اس کی لذتیں موت اور بڑھاپے کے یاد کے ساتھ مکدّر (خلط ملط، ملے ہوئے) ہوں۔

تشریح المفردات:

(لا) نفی جنس (طیب) لذّت (عیش) زندگی، از ضرب (ما) مصدریّہ ظرفیّہ ای مدّۃ دوام تنغیص لذاتہ۔ (ادکار) یاد ہونا اصل میں اذتکار تھا تاء کو دال سے تبدیل کیا (اذکر اذکر کے قانون سے) پھر ذال کو دال سے تبدیل کر کے دال کو دال میں مدغم کر دیا (الھرم) بڑھاپا، ضعف۔

ترکیب:

(لا) نفی جنس (طیب) اس کا اسم (للعیش) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر اس کی خبر (ما) مصدریہ ظرفیہ (دامت) فعل ناقص (منغصّۃ) مادام کی خبر مقدم (لذاتہ) مضاف مضاف الیہ اس کا اسم مؤخر (بادکار الموت والھرم) جار مجرور متعلق ہوا (منغصّۃ) کے ساتھ۔

محل استشہاد:

(مادامت منغصّۃ لذاتہ) ہے یہاں دام کی خبر منغصّۃ کو اس کے اسم لذّاتہ پر مقدم کیا ہے جو کہ جائز ہے، اس میں ابن معطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے تردید مقصود ہے۔

واشار بقولہ وکل سبقہ دام حظر الخ:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے (وکل سبقہ دام حظر) سے اشارہ کیا اس طرف کہ تمام عرب یا تمام نحویوں نے دام پر اس کی خبر کی تقدیم کو منع کیا ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ اگر مصنف کی مراد یہ ہے کہ نحویوں نے (دام) کی خبر کو اس کے ساتھ ما متصلہ سے مقدم کرنے کو منع کیا ہے تو یہ مسلّم ہے (اسلئے کہ قــائــمًــا صلّہ کا معمول ہے اور صلّہ کے معمول کی تقدیم موصول پر جائز نہیں) اور اگر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ خبر کی تقدیم صرف (دام) پر صحیح نہیں تو یہ محل نظر ہے (اس لئے کہ حرف مصدری (دام) اور صلّہ میں فاصلہ مضر نہیں) شارح فرماتے ہیں کہ اس دوسرے احتمال پر مصنف کے بیٹے نے اپنی شرح میں اپنے والد کا قول حمل کیا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ (دام) خبر کی تقدیم صرف دام پر جائز ہے پس آپ جیسے لا اصحبک ماقائمًادام زیدٌ کہہ سکتے ہیں جیسے لا اصحبک مازیدًا کلّمت جائز ہے۔

كَـذَاكَ سَبْـقُ خَبَـرِ مَـاالنَّـافِية
فَجِئْ بِهَـا مَتْلُوَّةً لا تَـالِية

ترجمہ:......اسی طرح مــا نافیہ والے افعال ناقصہ پر خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا آپ مــا نافیہ کو پہلے لائیں نہ کہ مؤخر۔
(متلوۃ جس کے پیچھے کوئی اور ہو (تالیۃ) جو کسی اور کے پیچھے ہو، پہلے سے مراد مقدم اور دوسرے سے مراد مؤخر ہے)

ترکیب:

(کــذاک) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر مقدم (سبــق) مصدر مضاف (فعل کی طرح عمل کرتا ہے) خبر مضاف الیہ (سبق کا فاعل) (ماالنافیة) موصوف صفت مفعول بہ ہوا سبق مصدر کیلئے (مبتدا مؤخر) (جئ) فعل امر با فاعل (بہا) جار مجرور (متلوۃ) حال ہے ضمیر مجرور سے (لا) حرف عاطف (تالیة) معطوف ہوا متلوۃ پر۔

(ش) يعنـي انـه لايـجـوز أن يتقدم الخبر على ماالنافية، ويدخل تحت هذا قسمان؛ أحدهما: ماكان النفي شرطافي عمله، نحو: ((مازال)) وأخواتها؛ فلاتقول: ((قائماما زال زيد)) وأجاز ذلك ابن كيسان والنحاس، والثاني: مالم يكن النفي شرطافي عمله، نحو: ((ماكان زيدقائما)) فلاتقول: ((قائماما كان زيد))، وأجازه بعضهم.

ومفهوم كلامه أنه إذا كان النفي بغير ((ما)) يجوز التقديم؛ فتقول: ((قائمالم يزل زيد، ومنطلقالم يكن عمرو)) ومنعهما بعضهم.

ومفهوم كلامه أيضا جواز تقديم الخبر على الفعل وحده إذا كان النفي بمانحو: ((ماقائمازال زيد)) و((ماقائما كان زيد)) ومنه بعضهم.

ترجمہ وتشریح:............ ما نافیہ والے افعال ناقصہ پر خبر کی تقدیم:

یہاں یہ بتارہے ہیں کہ افعال ناقصہ میں جن افعال کے شروع میں ما نافیہ آجائے تو وہاں خبر کی تقدیم ما نافیہ پر صحیح نہیں اس کے تحت دونوں قسمیں داخل ہوئیں۔

(۱) ایک وہ قسم جن کے عمل کرنے کیلئے نفی کا ہونا شرط ہے جیسے مازال اوراس کے اخوات (جن کی تفصیل گزر گئی) لہٰذا قائمًا مازال زید نہیں کہہ سکتے ابن کیسان اور نحاس رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کو جائز کہا ہے۔

(۲) دوسری قسم جن کے عمل میں نفی کا ہونا ضروری نہیں اس میں قائمًا ما کان زیدٌ نہیں کہہ سکتے بعض حضرات نے اس کو بھی جائز کہا ہے۔ الغرض متن کا حکم دونوں قسموں کو شامل ہے۔

اختلاف کی وجہ:

واضح رہے کہ یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ ما نافیہ صدارت کلام چاہتا ہے یا نہیں جمہور بصریین کا مسلک یہ ہے کہ ما نافیہ صدارت کلام نہیں چاہتا لہٰذا ان کے ہاں مذکورہ بالا دونوں قسموں میں مطلقا خبر کی تقدیم ما نافیہ پر جائز ہے قائما مازال زید، قائما ما کان زید دونوں جائز ہیں اور ابن کیسان اور نحاس رحمہما اللہ تعالیٰ نے ان کی موافقت قسم اوّل میں کی ہے (یعنی ان افعال میں جن کے عمل کیلئے نفی شرط ہے) اور دوسرا مسلک مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ما نافیہ صدارت کلام چاہتا ہے اس وجہ سے تقدیم خبر کی ہر صورت میں ناجائز ہے۔

مصنف کے کلام سے ایک یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر ما کے علاوہ کسی اور لفظ سے نفی ہو تو پھر تقدیم جائز ہے جیسے قائمالم یزلْ زیدٌ، مطلقالم یکن عمرو بعض دیگر حضرات (جیسے سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اس کو بھی منع کیا ہے۔

دوسری بات مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب ما نافیہ کے ذریعہ نفی ہو تو خبر کو اگرچہ ما نافیہ پر مقدم نہیں کرسکتے مگر صرف فعل پر مقدم کرسکتے ہیں جیسے ما قائمًا کان زیدٌ حضرات نے اس کو بھی منع کیا ہے۔

وَمنع سبق خبر لَیْسَ اصطفی
وذُو تَمَامٍ مَابِرفع یَکْتفی

وماسواہ ناقصٌ والنقصُ فِیْ
فتیء لیس دائمًا قُفِیَ

ترجمہ:...... لیس کی خبر کی تقدیم کی ممانعت پسند شدہ ہے اور ان افعال میں تام وہ کہلاتے ہیں جو رفع (یعنی اسم) پر اکتفاء

کریں۔ اور جو اس کے علاوہ ہیں (یعنی جو خبر بھی چاہیں) وہ ناقص ہیں اور فتیء لیس زال میں ہمیشہ نقص آیا ہے (یعنی یہ ناقصہ مستعمل ہوتے ہیں)

ترکیب:

(منع سبق خبر ليس) مبتدا (اصطفى) فعل مجہول با نائب فاعل خبر (ذو تمام) مبتدا (ما برفع يكتفى) موصول صلہ ملکر خبر (ماسواه) موصول صلہ مل کر مبتدا (ناقص) خبر (والنقص فى فتى الخ) مبتدا (قُفِى) فعل با نائب فاعل خبر۔

(ش) اختلف النحويون فى جواز تقديم خبر ((ليس)) عليها؛ فذهب الكوفيون والمبرد والزجاج وابن السراج واكثر المتأخرين -ومنهم المصنف- إلى المنع، وذهب ابو على (الفارسى) وابن برهان إلى الجواز؛ فتقول: ((قائما ليس زيدٌ)) واختلف النقل عن سيبويه؛ فنسب قوم إليه الجواز، وقوم المنع، ولم يرد من لسان العرب تقدم خبرها عليها، وإنما ورد من لسانهم ما ظاهره تقدم معمول خبرها عليها كقوله تعالىٰ: (ألا يوم يأتيهم ليس مصروفاً عنهم) وبهذا استدل من أجاز تقديم خبرها عليها، وتقريره أن ((يوم يأتيهم)) معمول الخبر الذى هو ((مصروفا)) وقد تقدم على ((ليس)) قال: ولا يتقدم المعمول إلا حيث يتقدم العامل.

وقوله: ((ذو تمام -إلى آخره)) معناه أن هذه الأفعال انقسمت إلى قسمين؛ أحدهما: ما يكون تاما وناقصا، والثانى: ما لا يكون إلا ناقصا، والمراد بالتام: ما يكتفى بمرفوعه، وبالناقص: ما لا يكتفى بمرفوعه، بل يحتاج معه إلى منصوب.

وكل هذه الأفعال يجوز أن تستعمل تامة، إلا ((فتئ))، و((زال)) التى مضارعها يزال، لا التى مضارعها يزول فإنها تامة، نحو: ((زالت الشمس)) و((ليس)) فإنها لا تستعمل إلا ناقصة.

ومثال التام قوله تعالىٰ: (وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ) اى: إن وجد ذو عسرة، وقوله تعالىٰ (خَالِدِيْنَ فِيهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ) وقوله تعالى: (فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ)

ترجمہ وتشریح: .... لیس کی خبر کی تقدیم:

نحویوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ لیس پر اس کی خبر کی تقدیم جائز ہے یا نہیں، کوفیین مبرّد زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ابن سراج رحمہ اللہ تعالیٰ اور اکثر متأخرین (جن میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں) رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناجائز ہے اور ابو علی

فارسی اور ابن برہان رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل میں اختلاف ہے بعض حضرات نے جواز اور بعض نے منع نقل کیا ہے۔ لسان عرب میں خبر کی تقدیم وارد نہیں ہاں خبر کے معمول کی تقدیم وارد ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول "اَلَا یَوْمَ یَاتِیھِم لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْھُم" ہے یہاں یوم یاتیھم خبر (یعنی مصروفا) کا معمول ہے اور یہ لیس پر مقدم ہوا ہے۔

جو حضرات خبر کی تقدیم کو لیس پر جائز کہتے ہیں وہ حضرات اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ یہاں خبر کا معمول لَیْسَ پر مقدم آیا ہے اور معمول مقدم نہیں ہوتا مگر وہاں جہاں عامل بھی متقدم ہو سکتا ہو۔

لیکن محشی نے اس قاعدہ پر اعتراض کیا ہے کہ جب مبتدا کی خبر فعل واقع ہو تو اس وقت بصریین کے ہاں اس کی تقدیم مبتدا پر جائز نہیں تاکہ مبتدا کا التباس فاعل کے ساتھ لازم نہ آئے لہٰذا ضَرَبَ زیدٌ اس اعتبار سے نہیں کہہ سکتے کہ ضَرَبَ فعل با فاعل خبر مقدم اور زیدٌ مبتدا مؤخر ہو لیکن یہاں خبر کے معمول کو اس کے مبتدا پر مقدم کر سکتے ہیں جیسے عمرو ضرب زیدًا میں زیدًا عمرو ضرب کہہ سکتے ہیں اس کے علاوہ اور بھی جگہیں ہیں جہاں معمول تو مقدم ہو سکتا ہے لیکن عامل مقدم نہیں ہو سکتا لہٰذا الا یوم یاتیھم الخ سے خبر کے معمول کی تقدیم کی وجہ سے خبر کی تقدیم کے جائز ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔

قولہ ذو تمام الخ:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ افعال ناقصہ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہیں جو تام اور ناقص دونوں مستعمل ہوتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو صرف ناقص مستعمل ہوتے ہیں۔

تامّ سے مراد وہ افعال ہیں جو اپنے مرفوع (اسم) پر اکتفاء کرتے ہیں اور ناقص سے مراد وہ ہیں جو اپنے اسم پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ منصوب (خبر) کی طرف بھی محتاج ہوتے ہیں۔

یہ سارے افعال ناقص استعمال ہونے کے ساتھ ساتھ تامّ بھی استعمال ہوتے ہیں سوائے فتیءَ زالَ اور لیس کے کہ یہ افعال صرف ناقص ہی استعمال ہوتے ہیں (زالَ جس کا مضارع یزولُ آتا ہے وہ تام استعمال ہوتا ہے۔)

تامّ کی مثال اللہ رب العزت کا قول ہے وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ ای اِنْ وُجِدَ ذو عسرۃ، اور خالدین فیھا مادامت (ای بقیت) السمٰوٰت والارض، فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ"

وَلَایَلِی الْعَامِلَ مَعْمُوْلُ الْخَبَرِ
اِلَّا اِذَا ظَرْفًا اَتٰی اَوْ حَرْفَ جَرّ

ترجمہ:...... عامل یعنی کان واخواتھا کے ساتھ اس کی خبر کا معمول نہیں ملتا ہے الا یہ کہ خبر کا معمول ظرف یا حرف جر آ جائے۔

ترکیب:

(لایلی) فعل منفی مضارع معروف (العامل) مفعول بہ مقدم (معمول الخبر) مضاف مضاف الیہ فاعل (الا) حرف استثناء (اذا) ظرف ہے متضمن معنی شرط کو (ظرفًا) حال مقدم ہے اتیٰ کی ھو ضمیر سے، (او حرف جر) ماقبل پر عطف ہے شرط جزاء محذوف 'فانه یلیه۔

(ش) یعنی انّه لایجوز أن یلی ((کان)) وأخواتها معمول خبرها الذی لیس بظرف ولا جار ومجرور، وهذا یشمل حالین:

أحدهما: أن یتقدم معمول الخبر (وحده علی الاسم) ویکون الخبر مؤخرا عن الاسم، نحو: ((کان طعامک زید آکلا)) وهذه ممتنعة عند البصریین، وأجازها الکوفیون.

الثانی أن یتقدم المعمول والخبر علی الاسم، ویتقدم المعمول علی الخبر، نحو: کان طعامک آکلا زید)) وهی ممتنعة عند سیبویه، وأجازها بعض البصریین.

ویخرج من کلامه أنه إذا تقدم الخبر والمعمول علی الاسم، وقدم الخبر علی المعمول جازت المسألة؛ لأنه لم یل ((کان)) معمول خبرها؛ فتقول: ((کان آکلا طعامک زید)) ولا یمنعها البصریون.

فإن کان المعمول ظرفا أو جارا ومجرورا جاز إیلائه ((کان)) عند البصریین والکوفیین، نحو: ((کان عندک زید مقیما، وکان فیک زید راغبًا)).

ترجمہ وتشریح:

بصریین کے ہاں چونکہ کان اور اس کے اخوات کی خبر کا معمول کان الخ کیلئے اجنبی ہے اور کان اور اس کے معمول کے درمیان اجنبی کا فاصلہ جائز نہیں لہٰذا کان کے ساتھ خبر کا معمول متصل آنا صحیح نہیں اور کوفیین کے ہاں چونکہ کان کی خبر کا معمول (معمول المعمول) کان کا معمول ہے لہٰذا اجنبی نہ ہونے کی وجہ اس کا کان کے ساتھ متصل آنا جائز ہے) اور یہ دو حالتوں کو شامل ہے۔

(۱) صرف خبر کا معمول اسم پر مقدم ہو جائے اور خبر اسم سے مؤخر جیسے کَانَ طَعَامَکَ زیدٌ اٰکلاً'' یہ بصریین کے ہاں منع اور کوفیین کے ہاں جائز ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ معمول اور خبر دونوں اسم پر مقدم ہوں اور پھر معمول خبر پر مقدم ہو جیسے کان طعَامک

آکلاً زیدٌ یہ سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور بعض بصریین' ابن سراج اور فارسی رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ خبر کی تقدیم جب جائز ہے تو خبر کا معمول تو اس کا ایک جزء ہے لہٰذا اس کی تقدیم بھی جائز ہونی چاہیے برخلاف اس صورت کہ جہاں صرف معمول ہی مقدم ہو۔ جمہور بصریین کے نزدیک یہ صورت بالاتفاق ممنوع ہے اور کوفیین کے ہاں مطلقاً جائز ہے۔

شارح فرماتے ہیں کہ اس تقریر سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر خبر اور معمول دونوں اسم پر مقدم ہوں اور خبر معمول پر مقدم ہو تو پھر جائز ہے جیسے اس لئے کہ اس صورت میں کان کے ساتھ خبر کا معمول نہیں آیا ہے بلکہ بذات خود خبر آئی ہے جیسے کانَ آکلاً طعامک زیدٌ اور بصریین کے ہاں یہ منع نہیں۔

ہاں اگر معمول ظرف یا جار مجرور ہو تو توسع کی بناء پر بصریین اور کوفیین سب کے ہاں اس کا اتصال کان کے ساتھ جائز ہے جیسے کان عندک زید مقیما، کان فیک زیدٌ راغبًا.

ومضمَرَ الشانِ اسماً انوِ إنْ وقَعَ
مُوهِمُ مَا استبانَ أنه امتنع

ترجمہ:......اگر کوئی ایسی ترکیب آجائے جس سے (اس سے پہلے والے شعر میں) واضح کردہ ممنوع صورت کے جواز کا وہم ہو تو اس صورت میں فعل ناقص میں ضمیر شان لیکر آئیں جو اس کا اسم ہو جائے۔

ترکیب:

(مضمر الشان اسما) ذوالحال وحال ملکر مفعول بہ مقدم (انو) فعل بافاعل کیلئے۔ ان حرف شرط وقع فعل (موھم ما الخ) مضاف مضاف الیہ فاعل جزاء محذوف ہے ماقبل اس پر دال ہے۔

(ش) یعنی انه إذا ورد من لسان العرب ماظاهره أنه ولی ((کان)) وأخواتها معمول خبرها فأوله علی أن فی ((کان)) ضمیرا مستترا هو ضمیر الشان، وذلک نحو قوله:

٦٧- قَنَافِذُ هَدّاجُونَ حَوْلَ بيوتهم
بِمَا كانَ إيّاهُم عطيّة عَوَّدَا

فهذا ظاهره أنه مثل ((کان طعامک زید آکلا)) ویتخرج علی أن فی ((کان)) ضمیرا مستترا هو

ضمير الشان(وهو أسم كان)ومما ظاهره أنه مثل((كان طعامک آکلا زید))قوله :

٦٨-فَأصبحُوا وَالنّوى عالِي مُعرَّسهم
وَلَيسَ كلَّ النّوىٰ تُلقِي المساكين

إذا قرئ بالتاء المثناة من فوق-فيخرج البيتان على إضمار الشأن:

والتقدير في الأول((بما كان هو))أي الشان؛فضمير الشان اسم كان،وعطية:مبتدأ،وعوّد: خبر،وإياهم:مفعول عوّد،والجملةمن المبتدأوخبره خبر كان؛فلم يفصل بين((كان))واسمهامعمول الخبر؛ لأن اسمهامضمرقبل المعمول.

والتقد يرفي البيت الثاني((وليس هو))أي:الشان؛فضمير الشان اسم ليس،وكل(النوى) منصوب بتلقي،وتلقي المساكين:فعل وفاعل(والمجموع)خبرليس،هذابعض ماقيل في البيتين.

ترجمہ وتشریح:

پہلے یہ بات گزر گئی کہ کان اوراس کے اخوات کے ساتھ ان کی خبر کا معمول لانا جائز نہیں اب اگر کوئی ایسی ترکیب آجائے جس سے بظاہر خبر کے معمول کا کان کے ساتھ متصل ہونا لازم آتا ہوتو اس صورت میں (تاویلا) کان کے اندر ضمیر شان مستتر لائی جائیگی وہ ضمیر شان کان کیلئے اسم ہوجائے گا اور فاصلہ اجنبی کا ختم ہوجائے گا، جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

٦٧-قَنَافِذُ هَدّاجُونَ حَوْلَ بيوتهم
بِمَا كَانَ ايّاهُم عطيّة عَوَّدَا

ترجمہ:......وہ لوگ سیہ جانور کی طرح رات کوان کے گھروں کے اردگرد بوڑھوں کی چال چلتے ہیں (ڈاکہ کے ارادہ سے)اوراس کی وجہ یہ ہے کہ عطیہ نے ان کواس کا عادی بنایا ہے۔

تشریح المفردات:

(قنافذ) جمع ہے قنفذکا۔ایک خاردار جانور ہے جو بلی کے برابر ہوتا ہے جس کے جسم پر کانٹے ہوتے ہیں اورخطرہ کے وقت ان کو پھیلا کران میں چھپ جاتا ہے اوررات کوسوتا نہیں ہے۔سیہ اس کو کہا جاتا ہے۔(هدّاج) بوڑھوں کی چال چلنے والا (عطيّة) جریر کا والد،(عوّد) باب تفعیل سے عادی بنانا۔

ترکیب:

(قنافذ) خبر مبتدا محذوف ھم کیلئے، اصل میں ھم کالقنافذ تھا حرف تشبیہ کو مبالغۃً حذف کر دیا گیا (ھداجون) قنافذ کی صفت ہے (حول بیوتھم) مضاف مضاف الیہ ظرف مکان (ب) حرف جر (ما) موصول حرفی (کان) فعل ناقص (ایّاھم) مفعول بہ مقدم (عوّد) فعل کیلئے۔ (عطیّۃ) کان کا اسم (عوّدا) جملہ فعلیہ خبر ہوا کان کیلئے۔

محل استشہاد:

بما کان ایّاھم عطیّۃ عودا محل استشہاد ہے یہاں بظاہر کوفیوں کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہاں کان کی خبر کے معمول (ایّاھم) کو اس کے اسم (عطیّۃ) پر مقدم کیا ہے اور خبر (عوّد) بھی مؤخر ہے۔

اور بصریین اس کی تاویل کرتے ہیں جس کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ذکر کیا ہے کہ عطیّۃ کان کا اسم نہیں ہے بلکہ کان کا اسم اس کے اندر ضمیر مستتر ہے جس کو ضمیر شان کہتے ہیں اس صورت میں کان کے معمول کی خبر کی تقدیم اس کے اسم پر لازم نہیں آتی کوفیین کے مسلک پر ایک اور شعر بھی ہے۔

۶۸-فَاَصبحُوا وَالنّوی عالِی مُعرَّسِھِم
وَلَیسَ کُلَّ النّویٰ تُلقِی المساکین

ترجمہ:......ان مہمانوں نے صبح کی اس حال میں کہ کھجور کی گھٹلیاں ان کے ٹھہرنے کی جگہ سے (زیادہ ہونے کی وجہ سے) بلند ہو چکی تھیں اور مزید برآں یہ کہ ہر گھٹلی کو یہ مسکین لوگ پھینکتے بھی نہیں تھے (بلکہ کچھ کو نگل بھی جاتے)

شان ورود:......شاعر کنجوس آدمی تھا اس کے پاس چند مہمان آئے تو اس نے ان کو کھجوریں کھلائیں اس شعر میں مہمانوں کی مذمت بیان کر کے ان کے زیادہ کھانے کو بیان کر رہا ہے۔

تشریح المفردات:

(اصبحوا) فعل تام ہے ای دخلوا فی الصباح انہوں نے صبح کی، النّوای) گھٹلی (معرّس) آخر رات میں آرام لینے کیلئے اترنے کی جگہ (مسکین) جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور فقیر جس کے پاس کچھ نہ کچھ ہو بعض نے برعکس کہا ہے اور بعض نے فرق ہی نہیں کیا۔ ولکلٍّ وِجھۃ، کماقالہ صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ترکیب:

(اصبحوا) فعل تام بافاعل (و) حالیہ (النوی) مبتدا (عالی معرّسھم) خبر (جملہ حالیہ) (لیس) فعل ناقص

(کل النوی تلقی) خبر کا معمول (المسکین) لیس کا اسم۔

محل استشہاد:

"لیس کل النوی تلقی المساکین" محل استشہاد ہے یہاں بظاہر کوفیین کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ یہاں لیس کے اسم پر خبر کے معمول کو مقدم کیا ہے۔

بصریین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں المساکین لیس کا اسم نہیں بلکہ اس کا اسم اس کے اندر مستتر ہے جو کہ ضمیر شان ہے اور کل النوی تلقی کا معمول ہے (تلقی المساکین) فعل فاعل ملکر لیس کی خبر ہوئی۔

وَقَدْ تُزَادُ كَانَ فِي حَشْوٍ كَمَا
كَانَ اَصَحَّ عِلْمَ مَنْ تَقَدَّمَا

ترجمہ:...... کبھی کبھار کان کو کلام کے درمیان زائد کیا جاتا ہے جیسے ماکان الخ (پہلے لوگوں کا علم کتنا زیادہ صحیح تھا)

ترکیب:

(قد) حرف تقلیل (تزاد) فعل مضارع مجہول (کان) باعتبار لفظ نائب فاعل (فی حشو) جار مجرور متعلق ہوا تزاد کے ساتھ۔ کما کان ای وذالک کائن کما الخ (ترکیب تفصیلاً گزر گئی)

(ما) تعجبیہ مبتدا (اصح) فعل تعجب با فاعل (علم من تقدما) مضاف مضاف الیہ مفعول بہ۔

(ش) قوله كان على ثلثة اقسام؛ أحدها: الناقصة، والثاني: التامة، وقد تقدم ذكرهما والثالث: الزائدة وهي المقصودة بهذا البيت، وقد ذكر ابن عصفور أنها تزاد بين الشيئين المتلازمين كالمبتدأ وخبره نحو: ((زيد كان قائمٌ)) والفعل ومرفوعه؛ نحو: ((لم يوجد كان مثلك)) والصلة والموصول، نحو: ((جاء الذى كان أكرمته)) والصفة ولاموصوف، نحو ((مررت برجل كان قائم)) وهذا يفهم ايضًا من إطلاق قول المصنف ((وقد تزاد كان فى حشو) وإنما تنقاس زيادتها بين ((ما)) وفعل التعجب، نحو: ((ما كان أصحّ علم من تقدما)) ولا تزاد فى غيره إلا سماعًا.

وقد سمعت زيادتها بين الفعل ومرفوعه، كقولهم: ولدت فاطمة بنت الخرشب الأنمارية الكملة من بنى عبس لم يوجد كان افضل منهم.

و(قد) سمع أيضا زيادتها بين الصفة والموصوف كقوله:

٦٩- فــكيفَ إذَا مَــرَرْتُ بِــدارِ قــومٍ
وَجِيــرانٍ لَــنَــا كَــانُــوا كِــرامٍ

وشذّزيادتها بين حرف الجر ومجروره، كقوله:

٧٠- سَــرَاةُ بَــنِــي ابــي بَــكْــرٍ تَسَامَى
عَــلــى كَــانَ الــمسوّمَةِ الــعِــرَابِ

وأكثر ما تزاد بلفظ الماضى، وقد شذت زيادتها بلفظ المضارع فى قول أم عقيل ابن أبى طالب.

٧٠- سَــرَاةُ بَــنِــي ابــي بَــكْــرٍ تَسَامَى
عَــلــى كَــانَ الــمسوّمَةِ الــعِــرَابِ

ترجمہ وتشریح:

کان کی تین قسمیں ہیں (۱) ناقصہ (۲) تامہ ان دونوں کا ذکر پہلے ہو چکا (۳) زائدہ، اس شعر میں اسی کا ذکر ہے۔

کان زائدہ کی تفصیل:

ابن عصفور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ کَانَ دو متلازم (جو ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوا کرتے) چیزوں کے درمیان زائد کیا جاتا ہے مبتدا خبر میں جیسے زیدٌ کان قائم، فعل نائب فاعل میں جیسے لم یوجد کان مثلک، صلہ موصول میں جیسے جاء الذی کان اکرمتہ صفت موصوف میں جیسے مررت برجل کان قائم۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے اطلاق سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اس کی زیادت (مَا) اور فعل تعجب کے درمیان قیاسی ہے جیسے ما کان اصح علم من تقدما، اور اس کے علاوہ جہاں زائد آتا ہے وہ سماعی ہے فعل اور اس کے مرفوع (خواہ فاعل ہو یا نائب فاعل) کے درمیان زیادت بھی مسموع ہے جیسے وَلَدَتْ فاطمةُ بنت الخرشب الانمارية الكملة من بنى عبس لم يوجد كان افضل منهم (یہ قیس بن غالب کا قول ہے فاطمہ بنت الخرشب کے بارے میں (انمارية) رفع کے ساتھ فاطمة کی صفت ہے عرب کے قبیلہ انمار کی طرف نسبت ہے، الكملة اسم فاعل جمع مکسر کا صیغہ ہے بمعنی کامل آدمی مراد اس سے اس کے بیٹے ہیں جن کا نام، ربیع الکامل قیس الحافظ، عمارۃ الوھاب، انس الفوارس ہے ان میں ہر ایک بڑی شان اور بہادری والا تھا خلاصہ یہ کہ قیس بن غالب فرماتے ہیں کہ فاطمہ بنت الخرشب نے کامل بیٹے جنے جن سے افضل نہیں پایا گیا) یہاں لــم

یوجد کان افضلھم میں کان زائد ہے۔

صفت اور موصوف کے درمیان بھی کان کی زیادت مسموع ہے جیسے

۶۹- فکیفَ اِذَا مَرَرْتُ بِدارِ قومٍ
وَجِیرانٍ لَنَا کانوا کرام

ترجمہ:......میری کیا حالت ہوگی جب میں ایک قوم کے گھر پر اور ان پڑوسیوں پر گزروں گا جو کہ عزت والے ہیں۔

تشریح المفردات:

(کیف) اسم استفہام (جیران) جمع ہے جار کی بمعنی پڑوسی (کرام) عزت والے مررتُ متکلم کا صیغہ بھی مروی اور مخاطب کا بھی۔

ترکیب:

(کیف) مبنی بر فتح اکون' انا ضمیر مستتر سے حال ہے اور محلاً منصوب ہے (اذا) ظرف (مررت) فعل فاعل (بدار قوم) معطوف علیہ (وجیران کرام) موصوف صفت معطوف (کانوا) زائد معطوف علیہ معطوف۔ ملکر مجرور ہوکر متعلّق ہوا مررتُ کے ساتھ شرط، جزاء محذوف ہے ماقبل دال ہے ای فکیف اکون۔

محل استشہاد:

(جیران لنا کانوا کرام) محل استشہاد ہے یہاں موصوف صفت کے درمیان کانوا زائد آیا ہے جو کہ سماعی ہے (اصل میں تقدیر عبارت یوں تھی (وجیران کرام لنا)

اور کان کی زیادت حرف جر اور مجرور کے درمیان شاذ ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۷۰- سَرَاۃُ بنِی ابی بکر تَسَامٰی
عَلٰی کانَ المسوّمَۃِ العِرَاب

ترجمہ:......بنوابوبکر کے سردار سوار ہوتے ہیں نشان زدہ عربی گھوڑوں پر۔

تشریح المفردات:

(سراۃ) بفتح السین سری کی جمع ہے بمعنی سردار، فعیل کی جمع فعلۃ غیر قیاسی ہے، عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ فعیل کی جمع فعلۃ کے وزن پر سری سراۃ کے علاوہ کہیں نہیں آیا ہے، قیاساً فعیل کی جمع افعلۃ آتی ہے جیسے

رغیف کی جمع ارغفة، اور بفتح السین سار کی جمع ہے جیسے قضاة قاضٍ اور رماة رام کی جمع ہے (تسامی) "سمو" سے ہے بمعنی بلندی یہاں سوار ہونا مراد ہے) اصل میں تتسامیٌ تھا قال باع کے قانون سے تتسامی ہوا پھر صرفی قاعدہ کے مطابق ایک تاء کو تخفیفا حذف کیا (المسوّمة) وہ گھوڑے جن پر نشان ہو۔ (العراب) عربی گھوڑے۔

ترکیب:

(سراة بنی ابی بکر) مضاف مضاف الیہ مبتدا (تسامی) فعل فاعل جملہ فعلیہ ہوکر خبر "علی" جار (المسوّمة العراب) (موصوف صفت مجرور ہوا جار کا) اور کانَ اس میں زائد ہے۔۔

محل استشہاد:

(علی کان المسوّمة العراب) محل استشہاد ہے یہاں جار مجرور کے درمیان کان زائد آیا ہے جو کہ شاذ ہے۔

قوله واکثر ماتزاد الخ:

اکثر کان ماضی کے لفظ کے ساتھ زائد ہوتا ہے بعض مرتبہ شاذ کے طور پر بصیغہ مضارع بھی زائد ہوتا ہے جیسے عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا قول ہے۔

۷۱- اَنْتَ تَكُوْنُ مَاجِدٌ نَبِيْلٌ
اِذَاتَهُبُّ شَمْأَلٌ بَلِيْلٌ

ترجمہ...... آپ شریف اور فضیلت والے ہیں جب شمال کی طرف سے تروتازہ ہوا چلتی ہے۔

تشریح المفردات:

(ماجد) بمعنی کریم شریف (نبیل) نبل سے ہے بمعنی شریف (بضم النون) یانبالة سے اس کی جمع نبلاء آتی ہے جیسے شریف کی جمع شرفاء ہے (تهب) بضم الهاء شاذ ہے اور بکسر الهاء قیاس کا تقاضا ہے جیسے عفّ یعف قَلَّ يَقِلُّ شاذ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ ہر وہ فعل جو لازم، مضاف ہو اور اس کا ماضی مفتوح العین ہو تو اس کا فعل مضارع مکسور ہی آئے گا وَهٰهُنَالَيْسَ كَذٰلِكَ شمأل وہ ہوا جو شمال کی طرف سے آتی ہے، اس میں کل پانچ لغتیں ہیں (۱) شمأل جیسے جعفر (۲) شأمل (بتقديم الهمزة) (۳) شمل (بسكون الميم) فلس کے وزن پر (۴) شمل (بتحريك الميم) سبب کے وزن پر (۵) شمال (بروزن سحاب یہ آخری اکثر استعمال ہوتا ہے۔

(بلیل) تروتازہ (اذاتھب شمأل بلیل) یہ قید اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی چیز کو دوام کے ساتھ متصف کرنا ہو یہاں بھی مخاطب کو دائمی فضیلت کے ساتھ شعر میں متصف کیا جارہا ہے۔

ترکیب:

(انت) مبتدا (تکون) زائد (ماجد نبیل) موصوف صفت خبر (اذاتھب) فعل (شمأل بلیل) موصوف صفت فاعل۔

شان ورود:......حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عقیل کے بارے میں ان کی والدہ کہتی ہیں بچپن میں ان کے ساتھ پیار ومحبت کے انداز مین ان کے ساتھ والدہ کھیلتی تھیں۔

محل استشہاد:

(انت تکون ماجدٌ) محل استشہاد ہے یہاں مبتدا اور خبر کے درمیان تکون بلفظ مضارع زائد ہے یہاں کان کے ساتھ حکم کی تخصیص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کان کے دیگر اخوات زائد نہیں ہوتے۔"مااصبح ابردھاوماا ضحی ادفاھا" کی مثال کوفیین نے روایت کی ہے جس میں اصبح امسیٰ زائد ہیں لیکن یہ شاذ ہے البتہ ابوعلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض اشعار میں اصبح امسیٰ کی زیادت کو جائز کہا ہے۔

وَیَحْذِفُوْنَهَا وَیُبْقُوْنَ الْخَبَر

وَبَعْدَ اِنْ وَلَوْ کثیرا اذااشتھر

ترجمہ:......نحوی حضرات کان کو حذف کر کے اس کی خبر کو باقی رکھتے ہیں اور اِنْ اور لَوْ کے بعد یہ زیادہ مشہور ہے۔

ترکیب:

(یحذفونھا) فعل فاعل ومفعول بہ، (یبقون الخبر) بھی اسی طرح ہے (بعدان ولو) مضاف مضاف الیہ ظرف متعلق ہوا اشتھر کے ساتھ (کثیرًا) حال ہے اشتھر کی ضمیر سے۔

(ش) تحذف کان مع اسمها ویبقی خبرها کثیرًا بعدإنْ کقوله:

۷۲-قَدْ قِیْلَ مَاقِیْلَ اِنْ صِدقًاوَاِنْ کذبا

فَمَااعتذارک من قول اذاقیلا

التقدیر:((إن کان المقول صدقًا، وإن کان المقول کذبًا))

وبعدلو کقولک((ائتنِی بدابّة ولو حمارًا))أی:((ولو کان المأتی به حمارًا))

وقدشذحذفهابعدلدن، کقوله:

۷۳- مِنْ لَدُ شَوْلاً فَالَیٰ اتلائِهَا

(التقدیر: من لدأن کانت شولا)

تشریح المفردات:

کان کا اسم سمیت حذف:

کان کبھی اسم سمیت حذف ہو جاتا ہے اور اس کی خبر باقی رہتی ہے اور یہ اکثر اِنْ کے بعد ہوتا ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۷۴- قَدْ قِیلَ مَاقِیل اِنْ صِدقًا وَاِنْ کذبا

فَمَا اعتذارک من قول اذاقیلا

ترجمہ:...... تحقیق کہا گیا جو کچھ کہا گیا وہ سچ تھا یا جھوٹ، اب کہی ہوئی بات سے آپ کیا عذر پیش کرو گے۔

تشریح المفردات:

(قد) حرف تحقیق (قیل) ماضی مجہول اصل میں قُوِلَ تھا (ان صدقا) ای ان کان المقول صدقا (اعتذار) باب افتعال کا مصدر ہے (اذاقیلا) ماضی مجہول واحد مذکر غائب (الف اشباعی ہے)

شان ورود:...... یہ شعر عرب کے بادشاہوں میں نعمان بن منذر کا ہے جو اس نے ربیع بن زیاد کے بارے میں کہا تھا۔ ہوا یوں تھا کہ بنوجعفر نعمان کے پاس آئے چونکہ ربیع نے بنوجعفر کی غیبت و چغلخوری اس کے سامنے کی تھی اس لئے نعمان نے ان سے اعراض کیا اور اس وقت ربیع نعمان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا تو بنوجعفر کے شاعر لبید نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نعمان کے سامنے ربیع کی مذمت مندرجہ ذیل اشعار سے کی۔

مَهلاًأبیتَ اللّعْنَ لاتاکل معه

اِنَّ استَه من بَرَصٍ مُلَمَّعَة

وانّه یُولِجُ فیهااِصْبَعَه

یولجها حتی یواری اشجعه

کانَّمَا یطلب شیئااَوْدَعَه

جس کا مطلب یہ ہے کہ اے نعمان اس ربیع کے ساتھ کھانا مت کھاؤ اسلئے کہ اس کے دُبر پر برص کی بیماری ہے اور یہ اپنی انگلیاں اپنے دبر میں داخل کرتا ہے یہاں تک کہ مکمل انگلیاں اندر چلی جاتی ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ کوئی رکھی ہوئی چیز کو تلاش کرتا ہے۔

جب نعمان نے ربیع کے بارے میں لبید کے یہ اشعار سنے تو کہا کہ کیا یہ حقیقت ہے؟ تو ربیع نے کہا کہ اس کمینے کے بیٹے نے جھوٹ بولا ہے بہر حال نعمان نے کھانا کھانا چھوڑ دیا اور ربیع کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا ربیع اپنے گھر چلا اور معذرت کے طور پر چند اشعار نعمان کے ہاں بھیجے، اس کے جواب میں نعمان نے اشعار کہے جس میں ایک یہ ہے قدقیل الخ ۔

ترکیب:

(قد) حرف تحقیق (قیل) ماضی مجہول (مَاقِیْلَ) موصول صلہ نائب فاعل (ان) حرف شرط (کان) فعل ناقص (المقول) محذوف اس کا اسم (صدقا) خبر وان کذبا اس پر عطف شرط، جزاء محذوف ماقبل کی عبارت اس پر دال ہے۔

محل استشہاد:

(ان صدقا وان کذبا) محل استشہاد ہے یہاں کان کو اسم سمیت حذف کیا گیا ہے اور خبر برقرار ہے تقدیر عبارت یوں ہے۔ ان کانَ المقول صدقا وان کان المقول کذبا (مقول صیغہ اسم مفعول ہے اصل میں مقوُوْلٌ تھا)

قوله وبعد لَوْ كَقَوْلِكَ ائتنى بدابّة ولو حمارا الخ:

اور لَوْ کے بعد کان اور اس کے اسم کو حذف کیا جاتا ہے جیسے إئِيتنى بِدَابّة وَلَوْ حِمَارًا ای وَلَوْ كانَ الماتیُّ به حِمَارًا (میرے لئے سواری لیکر آؤ اگر چہ گدھا کیوں نہ ہو) (ماتی اصل میں مأتوی تھا تعلیل کے بعد مأتی ہوا چونکہ یہ لازمی ہے اس لئے باء کے ساتھ متعدّی ہوتا ہے، اسم مفعول کا صیغہ ہے) یہاں کانَ اور اس کے اسم کو حذف کیا جاتا ہے۔

اور لَدُنْ کے بعد اس کا حذف شاذ ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۷۳- مِنْ لَدُ شَوْلاً فَإلَىٰ اتلائِهَا

ترجمہ:......میں نے اس اونٹنی کی تربیت کی اس وقت سے (یعنی جب اس کے حمل کو یا بعد وضع حمل کے سات مہینے ہو چکے تھے یا جب بغیر دودھ والی تھی) اس کے بچے کے پیچھے چلے جانے تک۔ یعنی اس وقت تک تربیت کی کہ اس قابل ہوئی کہ اب اس کا بچہ خود اس کے پیچھے جانے لگا۔

تشریح المفردات:

(من لَدُ) جار مجرور متعلّق ہے (ربیتھا کے ساتھ (لد) لدُن میں ایک لغت ہے، اس میں کل دس لغتیں ہیں (جیسا کہ ہدایۃ النحو میں تفصیلاً ذکر ہے) (شولا) یا تو شائل (بغیر ھاء) کا مصدر ہے اور مصدر یہاں بمعنی اسم فاعل ہے جو مستی کے وقت دم اٹھانے والی اور دودھ نہ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں اور شائل اگرچہ اونٹنی (مؤنث) کی صفت ہے لیکن چونکہ یہ صفت اسی کے ساتھ خاص ہے اس لئے اس میں تاء تانیث کا نہ لانا بھی جائز ہے جیسے عورت کو حائض کہا جاتا ہے باوجودیکہ حائض کا لفظ مذکر ہے۔ اور (شائل) کی جمع شُوَّل آتی ہے جیسے راکع کی جمع رکع آتی ہے۔

دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ یہ شائلۃ (ہاء کے ساتھ) کی جمع ہے غیر قیاسی طور پر (غیر قیاسی کی قید اس لئے لگائی کہ قیاساً اس کی جمع شوائل آنی چاہیے) (شائلۃ) اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے حمل کو یا بعد وضع حمل کے سات مہینے ہو چکے ہوں اور اس کا دودھ خشک ہو گیا ہو۔ (فالیٰ) میں فاء زائد ہے (اتلاء) کہا جاتا ہے اتَلَتِ الناقۃ اذا تبعھا ولدھا جب اونٹنی کے پیچھے اس کا بچہ جانے لگے۔

ترکیب:

(من) جار (لد) مضاف (شَوْلاً) خبر ہے (کان) اور اس کے اسم محذوف کیلئے ای ان کانت، فإلی إتلائِھَا جار مجرور متعلق ہوا ربّیت ھذہ الناقۃ کے ساتھ۔

محلّ استشہاد:

(من لد شولا) محل استشہاد ہے یہاں اصل میں من لدُ ان کانت شولا تھا کان کو اپنے اسم سمیت لدن کے بعد حذف کیا ہے جو کہ شاذ ہے۔

وَبَعْدَ اَنْ تَعْوِیْضُ مَا عَنْهَا ارتکِب

کَمِثْلِ "اَمَّا اَنْتَ بَرًّا فاقترِبْ"

ترجمہ: ...... ان مصدریہ کے بعد کان کو حذف کر کے اس کی جگہ ما کو لایا جاتا ہے جیسے: امّا انت بَرًّا فاقترب (چونکہ آپ نیک ہیں اس وجہ سے قریب ہو جائیں)

ترکیب:

(بَعْدُاَنْ) مضاف مضاف الیہ ظرف متعلق ہوا ارتکب کے ساتھ (تعویض) مضاف (ما) باعتبار لفظ مضاف الیہ مبتدا ارتکب فعل با نائب فاعل خبر۔ کمثل امّاانتَ ای وذالک کائن کمثل امّا انت برًّافاقترب الخ.

ش) ذکر في هذاالبيت أن((كان)) تحذف بعد((أن)) المصدرية ويعوض عنها((ما)) ويبقى اسمها وخبرها، نحو: ((أما أنت برًّافاقترب)) والأصل((أن كنت برًّافاقترب)) فحذفت((كان)) فانفصل الضمير المتصل بهاوهو التاء، فصار((أن أنت برًّا)) ثم أتى ب((ما)) عوضاعن((كان)) فصار((أن ماأنت برا)) إثم أدغمت النون في الميم، فصار((أما أنت برًّا))، ومثله قول الشاعر:

۷۴-اَبَا خُرَاشَةَ اَمَّا اَنْتَ ذَانَفَرٍ
فَاِنَّ قَوْمِي لَمْ تَاكُلهُم الضَّبُعُ

فأن مصدرية، وما: زائدة عوضاعن ((كان))، وأنت: اسم كان المحذوفة، وذانفر: خبرها، ولايجوزالجمع بين كان وما؛ لكون((ما)) عوضاعنها، ولايجوزالجمع بين العوض والمعوض، وأجاز ذلك المبرد فيقول((أما كنت منطلقاانطلقت)).

ولم يسمع من لسان العرب حذف((كان)) وتعويض((ما)) عنهاوإبقاء اسمهاوخبرهاإلاإذاكان اسمهاضميرمخاطب كمامثل به المصنف، ولم يسمع مع ضمير المتكلم، نحو: أماأنامنطلقا انطلقت)) والأصل((أن كنت منطلقا)) ولامع الظاهر، نحو: ((أمازيد ذاهباانطلقت)) والقياس جوازهماكماجازمع المخاطب، والأصل((أن كان زيدذاهباانطلقت)) وقدمثل سيبويه رحمه الله تعالى في كتابه ب ((أمازيدذاهبًا))

ترجمہ وتشریح:............ کانَ کوحذف کرکے اس کی جگہ مَا کولانا جائز ہے:

اس شعر میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتارہے ہیں کہ کبھی (ان) مصدریہ کوحذف کرکے اس کی جگہ (مـا) کولایا جاتا ہے اور اسم اور خبر اس کے برقرار رہتے ہیں جیسے اَمّاانت برًّا فاقترب اصل میں اِنْ کُنْتَ بَرًّافاقْتَرِبْ تھا کَانَ کوحذف کیا تو چونکہ اس کے ساتھ ضمیر متصل تھی اور وہ اکیلی بغیر کسی کے ملائے نہیں آسکتی اس لئے ضمیر متصل کی جگہ ضمیر منفصل کولایا تو اَنْ انت بـرًّا ہوا پھر کـان محذوفہ کے عوض (ما) لیکر آئے تو اَنْ ماانت الخ ہوا تو پھر نون کو میم میں مدغم کردیا تو امّاانت برًّافاقترب ہوا اور اسی قبیل سے شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۷۴-اَبَا خُرَاشَةَ اَمَّا اَنْتَ ذَانَفَرٍ
فَاِنَّ قَوْمِي لَمْ تَاكُلْهُمُ الضَّبُعُ

ترجمہ:......اے ابوخراشہ اگر آپ بڑی جماعت والے ہیں (تو کوئی پرواہ نہیں میں بھی بڑی جماعت والا ہوں) اس لئے کہ میری قوم کو قحط سالی نے ہلاک نہیں کیا ہے۔

تشریح المفردات:

(أبـا خراشة) منادیٰ ہے حرف نداء محذوف ہے ای یا اباخراشۃ ،أبـو خـراشة خفاف بن ندبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے، اوراس شعر میں عباس مرداس السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو فتح مکہ سے چند روز پہلے مسلمان ہوئے تھے) ان کو مخاطب کررہے ہیں ، (نفر) جماعت' تین سے لیکر دس تک یا سات تک (بشمول سات) اس کا اطلاق ہوتا ہے (ضبع) بجو معروف حیوان ہے یہاں قحط سالی والا سال مراد ہے اور اکل اھلاک سے مستعار ہے۔

ترکیب:

(اَبَـاخُـرَاشَةَ) ای ابـاخراشة اماانت ذانفر شرط فـان قومی الخ جزاء۔ یہاں اصل میں تقدیر عبارت یوں تھی لان کنت ذانفرا فتخرت علیَّ فانّ قومی الخ.

محل استشہاد:

(امـاانـت ذانفر) محل استشہاد ہے یہاں کان کو حذف کرکے اس کی جگہ (ما) کو لایا گیا ہے (امـاانت برًّا) میں تفصیل گذر گئی)

قوله ولایجوز الجمع الخ:

یہاں چونکہ کان کی جگہ ما کو عوضا لایا گیا ہے تو کان معوض اور ما عوض ہوا اسلئے عوض اور معوض دونوں کو ایک جگہ جمع کرنا جائز نہیں لہٰذا امّا کنت منطلقاانطلقتُ صحیح نہیں ،مبرّد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کو جائز کہا ہے۔

ولم یسمع الخ:

مذکورہ تفصیل اور مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کـان کو حذف کرکے اس کی جگہ مـا کالانا اور اس کے اسم اور خبر کو برقرار رکھنا صرف اسی وقت جائز ہے جب اس کا اسم ضمیر مخاطب ہو جیسے امـاانـت الـخ (یعنی مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی پیش کردہ

مثال میں) اور اگر اس کا اسم ضمیر متکلم ہو تو پھر وہ کلام عرب سے مسموع نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں جیسے اما انا منطلقا انطلقت بایں طور کہ اس کی اصل ان کنت منطلقا ہو۔

اسی طرح ماانت الخ کی مثال سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب اس کا اسم ضمیر ہوگا تب کان کو حذف کر کے اس کی جگہ ما لایا جائے گا اور اگر اس کا اسم ظاہر ہوگا تو پھر جائز نہیں جیسے امّا زیدٌ ذاھبًا انطلقت بایں طور کہ اصل اس کی ان کا ن زیدٌ ذاھبا انطلقت ہو سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چونکہ یہ بھی جائز ہے اس وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب میں امّا زیدٌ ذاھبا کی مثال دی ہے۔

وَمِنْ مُضَارِعٍ لِكَانَ مُنْجَزِمِ
تُحْذَفُ نُونٌ ،وَهُوَ حَذْفٌ مَا الْتُزِمْ

ترجمہ:...... کان کے مضارع مجزوم (جیسے لم یکن) سے نون کو حذف کیا جاتا ہے لیکن یہ حذف لازمی نہیں بلکہ جائز ہے)

ترکیب:

(منْ) جار (مُضارعٍ) موصوف (لِکانَ) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر صفت اوّل (مُنْجَزِمٍ) صفت ثانی، مجرور جار مجرور ملکر متعلق ہوا (تحذف نُونٌ فعل نائب فاعل) کے ساتھ (ھو) مبتدا (حذف) موصوف (ما) نافیہ (التزم) فعل با نائب فاعل صفت موصوف صفت ملکر (خبر)

(ش) اذاجزم الفعل المضارع من((کان)) قیل:لم یکن،والأصل یکون،فحذف الجازم الضمة التی علی النون،فالتقی ساکنان:الواو،والنون؛فحذف الواو لالتقاء الساکنین؛فصار اللفظ((لم یکن)) والقیاس یقتضی أن لایحذف منه بعد ذلک تحفیفًا لکثرة الاستعمال؛فقالوا:((لم یک)) وهو حذف جائز،لالازم، ومذهب سیبویه ومن تابعه أن هذه النون لا تحذف عندملاقاة ساکن؛ فلا تقول:((لم یک الرجل قائما)) وأجاز ذلک یونس،وقدقریٔ شاذا(لم یک الذین کفروا) وأماإذا لاقت متحرکافلایخلو :إماأن یکون ذلک المتحرک ضمیرامتصلا،أولا،فإن کان ضمیرامتصلا لم تحذف النون اتفاقا،کقوله ﷺ لعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ابن صیاد:((إن یکنه فلن تسلط علیه،وإلایکنه فلاخیرلک فی قتله))،فلایجوزحذف النون؛فلاتقول:((إن یکه والایکه))،وإن کان غیر(ضمیر)متصل جاز الحذف والإثبات،نحو:((لم یکن زیدقائما،ولم یک زیدقائما))

وظاهر کلام المصنف أنه لافرق فی ذلک بین((کان))الناقصة والتامة،وقدقریٔ :(وان تک حسنة یضاعفها) برفع حسنة وحذف النون،وهذه هی التامة.

ترجمہ وتشریح:............ کان کے مضارع مجزوم میں نون کوحذف کرنا جائز ہے:

کان کا فعل مضارع جب مجزوم ہوتو اس کی مثال لم یکن ہے یہ اصل میں یکون تھا لم داخل ہوا تو آخر کو جزم دیا پھر واؤ اور نون میں اجتماع ساکنین ہونے کی وجہ سے واؤ گرادیا تو لَمْ یکن ہوا۔اب قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کے بعد اور کوئی حرف اس سے حذف نہ ہولیکن پھر بھی نحویوں نے کثرت استعمال کی وجہ سے نون کو اس کے آخر سے حذف کیا تو لم یک ہوا (قرآن کریم میں فلاتک فی مربة میں بھی نون کو آخر سے حذف کیا گیا ہے) لیکن یہ حذف وجوبی نہیں بلکہ جائز ہے۔

اب فعل مضارع مجزوم کے آخر میں جونون ہے اس کے بعد والا حرف یا تو ساکن ہوگا یا متحرک اگر ساکن ہے تو سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے متبعین کے ہاں نون کا حذف صحیح نہیں تو ان کے ہاں لم یک الرجل قائما کہنا صحیح نہیں (اس لئے کہ یہاں نون کے بعد پہلی راساکن ہے) ہاں یونس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور ایک شاذ روایت لم یک الذین کفروا منفکین الخ اس کی تائید کرتی ہے (یہاں نون کے بعد پہلا لام ساکن ہے پھر بھی نون کو حذف کیا گیا ہے، اگرچہ مشہور قراءت لم یکن الذین کفروا ہے)

اور اگر نون کے بعد متحرک ہے تو متحرک ضمیر متصل ہوگی یا نہیں اگر ضمیر متصل ہے تو بالاتفاق نون کو حذف کرنا صحیح نہیں۔ جیسے نبی کریم ﷺ کے قول إِنْ یَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَیْهِ وَإلایکنه فلا خَیْرَ لَکَ فی قتله میں ان یکه،ان لایکه (بحذف النون) پڑھنا جائز نہیں۔(یہ کلمات نبی اکرم ﷺ نے ابن صیاد کے بارے میں کہے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مشکوٰۃ باب قصة ابن صیاد میں اس کی مکمل تفصیل موجود ہے)

اور اگر نون کے ساتھ متحرک ضمیر متصل کے علاوہ ہو تو حذف نون اور اثبات نون دونوں جائز ہیں جیسے لم یکن زیدٌ قائما،لم یک زیدٌ قائم.

وظاهر كلام المصنف الخ:

مصنف کے کلام سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مضارع مجزوم کے آخر سے نون کا حذف کان ناقصہ میں بھی جائز ہے اور کان تامہ میں بھی۔ کان ناقصہ سے حذف نون کی مثالیں تو گذر گئیں اور کان تامہ کی مثال۔ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةٌ ہے (اس قراءت میں حسنةٌ مرفوع ہے اور یہاں کان تامہ ہے اور پھر بھی نون حذف ہو چکا ہے۔

واضح رہے کہ مشہور قراءت میں حسنة منصوب ہے پھر کان اس قراءت میں ناقصہ ہوگا اور کان تامہ کی مثال نہیں بنے گی فقط واللہ اعلم وعلمه اتم.

فصل

فی مَاوَلاَوَلاتَ وإنْ الْمُشَبَّهَاتِ بِلَيسَ

إِعْمَالَ لَيْسَ أُعْمِلَتْ مَادُوْنَ إِنْ
مَعَ بَقَاالنَّفِي وَتَرْتِيْبِ زُكِنْ

وَسَبْقَ حَرْفِ جَرٍّ اَوْ ظَرْفٍ كَ ((مَا
بِي أَنْتَ مَعْنِيًّا اَجَازَ الْعُلَمَاءُ

ترجمہ:......لیس کا عمل ما نافیہ کو دیا گیا ہے اس حال میں کہ جب ما ان کے ساتھ مقترن نہ ہو اور اس کی نفی باقی ہو اور معلوم شدہ ترتیب (کہ اسم خبر پر مقدم ہو) بھی برقرار ہو۔ البتہ حرف جر اور ظرف کی تقدیم کو علماء نے جائز قرار دیا ہے جیسے مابی انتَ معنیًّا۔

ترکیب:

اِعْمَالَ لَيْسَ' مضاف مضاف الیہ مفعول مطلق (اعمِلَتْ) کیلئے (اعملت) فعل ماضی مجہول (مَا) باعتبار لفظ نائب فاعل (دُوْنَ اِنْ) ظرف' محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر حال ہے (ما) سے (مع) مضاف (بَقَاالنَّفِي) مضاف مضاف الیہ معطوف علیہ (تَرْتِيْبِ زُكِنْ) موصوف صفت معطوف (ظرف) (سَبْقَ حَرْفِ جَرٍّ اَوْظَرْفٍ) مفعول بہ مقدم (اَجَازَ الْعُلَمَاءُ) فعل با فاعل۔

(ش) تقدم فی أول باب ((كان)) وأخواتها أن نواسخ الابتداء تنقسم إلى أفعال وحروف، وسبق الكلام على ((كان)) وأخواتها، وهي من الأفعال الناسخة، وسيأتي الكلام على الباقي، وذكر المصنف في هذا الفصل من الحروف (الناسخة) قسما يعمل عمل (كان) وهو: ما، ولا، ولات، وإن.

أما ((ما)) فلغة بني تميم أنها لا تعمل شيئا؛ فتقول: ((ما زيد قائم)) فزيد: مرفوع بالابتداء، وقائم: خبره، ولا عمل لما في شيء منهما؛ وذلك لأن ((ما)) حرف لا يختص؛ لدخوله على الاسم نحو: ((ما زيد قائم)) وعلى الفعل نحو: ((ما يقوم زيد)) وما لا يختص فحقه أن لا يعمل.

ولغة أهل الحجاز أعمالها كعمل ((ليس)) لشبهها بها في أنها لنفي الحال عند الأطلاق؛ فيرفعون بها الاسم، وينصبون بها الخبر، نحو: ((مازيد قائما)) قال الله تعالىٰ (ماهذا بشرا)) وقال تعالىٰ: (ماهن أمهاتهم)
وقال الشاعر:

۷۵- ابناؤها متكنفون اباهم
حنقو الصدور وما هم أولادها

لكن لاتعمل عندهم إلا بشروط ستة، ذكر المصنف منها اربعة:

الاول: أن لايزاد بعدها ((إن)) فإن زيدت بطل عملها، نحو: ((ما إن زيد قائم)) برفع قائم، ولايجوز نصبه، وأجاز ذلك بعضهم.

الثاني: أن لاينتقض النفي بإلا، نحو: ((ما زيد إلا قائم))؛ فلايجوز نصب ((قائم)) برفع قائم، ولايجوز نصب ((قائم)) و(كقوله تعالىٰ: (ماأنتم إلا بشر مثلنا) وقوله: (وما أنا إلاّ نذير)) خلافا لمن أجازه.

الثالث: ألايتقدم خبرها على اسمها وهو غير ظرف ولا جار ومجرور؛ فإن تقدم وجب رفعه، نحو: ((ما قائم زيد)) فلا تقول: ((ما قائما زيد)) وفي ذلك خلاف.

فإن كان ظرفًا أو جارًا ومجرورًا فقدمت فقلت: ((ما في الدار زيد))، و((ما عندك عمرو)) فاختلف الناس في ((ما)) حينئذ: هل هي عاملة أم لا؟ فمن جعلها عاملة قال: إن الظرف والجار والمجرور في موضع نصب بها، ومن لم يجعلها عاملة قال: إنهما في موضع رفع على أنهما خبران للمبتدأ الذي بعد هما، وهذا الثاني هو ظاهر كلام المصنف؛ فإنه شرط في إعمالها أن يكون المبتدأ مقدما والخبر مؤخرا، ومقتضاه أنه متى تقدم الخبر لا تعمل ((ما)) شيئًا، سواء كان الخبر ظرفا أو جارا ومجرورًا، أو غير ذلك وقد صرّح بهذا في غير هذا الكتاب.

الشرط الرابع: ألّا يتقدم معمول الخبر على الاسم وهو غير ظرف ولا جار ومجرور؛ فإن تقدم بطل عملها، نحو: ((ما طعامك زيد آكل)) فلايجوز نصب ((أكل)) ومن أجاز بقاء العمل مع تقدم الخبر يجيز بقاء العمل مع تقدم المعمول بطريق الأولى؛ لتأخر الخبر، وقد يقال: لايلزم ذلك؛ لما في الاعمال مع تقدم المعمول من الفصل بين الحرف ومعموله، وهذا غير موجود مع تقدم الخبر.

فإن كان المعمول ظرفًاأوجارًاومجرورالم يبطل عملها،نحو:((ماعندك زيدمقيما،ومابي أنت معنيا))؛لأن الظروف والمجرورات يتوسع فيهامالايتوسع في غيرها.

وهذاالشرط مفهوم من كلام المصنف؛؛لتخصيصه جوازتقديم معمول الخبربماإذاكان المعمول ظرفاأوجاراومجرور.

الشرط الخامس ألاتتكرر((ما))؛فإن تكررت بطل عملها،نحو: ((مازيد قائم(فالأولىٰ نافية، والثانية لغت النفي؛فبقي إثباتا)فلايجوزنصب((قائم)) وأجازهُ بعضهم.

الشرط السادس:ألا يبدل من خبرهاموجب،فإن أبدل بطل عملها ،نحو:((مازيد بشيء إلا شيء لايعبأبه)) فبشيء في موضع رفع خبرعن المبتدأالذي هُوَ((زيد))ولايجوز أن يكون في موضع نصب خبرًا عن((ما)) وأجازه قوم ، وكلام سيبويه– رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ –في هذه المسألة محتمل للقولين المذكورين– أعني القول باشتراط ألايبدل من خبرهاموجبٌ،والقول بعدم اشتراط ذلك–فإنه قال بعد ذكرالمثال المذكور–وهو((مازيدبشيء ،إلى آخره))–استوت اللغتان، يعني لغةالحجازولغة تميم واختلف شراح الكتاب فيمايرجع إليه قوله:((استوت اللغتان))فقال قوم:هوراجع إلى الاسم الواقع قبل((إلا)) والمراد أنه لاعمل لِ((ما))فيه، فاستوت اللغتان في أنه مرفوع،وهؤلاء هُمْ الذين شرطوا في إعمال ماألاّ يبدل من خبرهاموجب وقال قوم هورَاجع إلى الإسم الواقع بعدإلاّ،والمرادأنّه يكون مرفوعًا سواء جعلت مَا حجازية أوتميميّة وهؤلاء هُم الذين لم يشترطوافي إعمال((ما))ألا يبدل من خبرهاموجب، وتوجيه كل من القولين، وترجيع المختار منهما–وهوالثاني– لايليق بهذاالمختصر.

ترجمہ وتشریح:............ماو لاالمشبهتين بليس کی بحث:

اس سے پہلے کان واخواتھا کے باب میں یہ بات گزرگئی کہ نواسخ ابتداء کی دوقسمیں ہیں افعال اورحروف۔
پھرافعال ناسخہ میں سے کان واخواتھا کے متعلق تفصیل گزرگئی اورباقی افعال کے متعلق وضاحت آگے آرہی ہے انشاءاللہ، یہاں مصنف رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ حروف ناسخہ کی ایک قسم کوذکرفرمارہے ہیں جو کـــــــــــان کی طرح عمل کرتی ہےاوروہ ما،لا،لات، اورإنْ ہے۔

ما کے عمل میں بنو تمیم اور اہل حجاز کا اختلاف:

پہلے یہاں ما کے بارے بتایا جاتا ہے (اور لا کے متعلق آگے تفصیل آ رہی ہے)

بنو تمیم ما کو عمل نہیں دیتے اس لئے کہ ما حرف غیر مختص ہے اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے مازیدٌ قائم اور فعل پر بھی جیسے مایقوم زید، اور غیر مختص عمل نہیں کرتا اور اہل حجاز ما کو لیس کی طرح عمل دیتے ہیں اس لئے کہ مالیس کے ساتھ مشابہ ہے حال کی نفی میں جب اس کو مطلق ذکر کیا جائے، اس وجہ سے وہ اس کے ذریعے سے اس کے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں جیسے مازیدٌ قائما، قرآن کریم کی آیات میں (جو اہل حجاز کی لغت کی مؤید ہیں) ما کو عمل دیا گیا ہے جیسے ماھذا بشرا، ما ھُنَّ امھاتھم (اگرچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت ماھذا بشر بالرفع ہے نیز عاصم سے ایک روایت امھات کے رفع کے ساتھ ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ (ما) کو عمل نہیں دیا گیا) اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

۷۵- ابناؤُھا متکنّفُوْنَ اَبَاھُمُ
حَنِقُو الصّدورِ وَمَا ھُم اولادَھَا

ترجمہ:...... لشکر کے بیٹے اپنے سردار کو گھیرے ہوئے غصّہ سے بھرپور سینوں والے ہیں اور حقیقت میں یہ اس کے بیٹے نہیں ہیں۔

تشریح المفردات:

(ابنائھا) ای ابناء الحرۃ ضمیر حرّۃ کی طرف راجع ہے جو اس سے پہلے شعر میں مذکور ہے (حرۃ) بفتح الحاء سیاہ پتھروں والی زمین و بکسر الحاء پیاس کو کہتے ہیں، (ابناء) سے مراد لشکر کے حمایت کنندہ افراد ہیں ان کو مجازاً بیٹوں کے نام سے پکارا گیا ہے۔ (متکنفون) باب تفعّل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے احاطہ کرنے اور گھیرنے کے معنی میں ہے۔ (متکنفون آباء ھم) بعض نسخوں میں نون نہیں ہے اضافت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، اور بعض نسخوں میں نون ذکر ہے اس صورت میں اضافت مراد نہیں ہوگی بلکہ آباء ھم، متکنفون کیلئے مفعول ہوگا۔ (الحنق) غصّہ۔ وماھم اولادھا ای حقیقۃ بل مجازا۔

ترکیب:

(ابناؤُھَا) مضاف مضاف الیہ مبتدا (مُتَکنّفُوْنَ اَبَاھُمُ) خبر اول (حَنِقُو الصّدورِ) خبر ثانی (مَا) نافیہ حجازیہ (ھُم) اس کا اسم (اولادھا) خبر۔

محلِ استشہاد:

(ماھم او لادھا) ہے یہاں اہل حجاز کی لغت کے مطابق (ما) نافیہ نے (لیس) کی طرح اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیا ہے۔

ما نافیہ حجازیہ کے عمل کی شرائط:

اہل حجاز والوں کے ہاں (مــا) نافیہ مشابہ بـلـیـس مطلقاً عمل نہیں کرتا بلکہ اس کیلئے چند شرائط ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار شرطیں ذکر کی ہیں۔

۱......پہلی شرط یہ ہے کہ اس کے بعد اِن زائد نہ ہو ورنہ اس کا عمل باطل ہو جائے گا۔ جیسے ما اِنْ زیدٌ قائمٌ، و اجازہ بعضھم یہاں عمل کا باطل ہونا اس وجہ سے ہے کہ ما عمل میں ضعیف ہے تو جب (مـا) اور اس کے معمول کے درمیان فاصلہ ہو گا تو وہ عمل نہیں کر سکے گا واضح رہے کہ صرف ما کے بعد ان زائد آتا ہے لا کے بعد نہیں۔

۲...... (الاّ) کے ذریعہ سے نفی کا معنی ختم نہ ہوا ہو جیسے "مــا زیـد الا قــائـم" یہاں اس وجہ سے عمل باطل ہے کہ مـا 'لیـس کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور یہ مشابہت نفی میں ہے پس جب نفی کا معنی مـنـتـقـض ہو تو مشابہت باقی نہ رہنے کی وجہ سے عمل نہیں کرے گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول " ماانتم الا بشرٌ مثلنا، ماانا الا نذیر ".

۳......تیسری شرط یہ ہے کہ اس کی خبر اس کے اسم پر مقدّم نہ ہو ورنہ پھر یہ عمل نہیں کرے گا جیسے ما قائمٌ زیدٌ میں ما قائما زید نہیں کہہ سکتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ما عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف اس وقت عمل کرتا ہے جب اس کے معمول بالترتیب ہوں یعنی پہلے اس کا اسم اور پھر اس کی خبر ہو۔

یہ تو اس صورت میں ہے جب خبر ظرف اور جار مجرور نہ ہو۔ اگر خبر ظرف یا جار مجرور ہو اور اس کو مقدم کیا جائے جیسے مــا فی الـدار زیـدٌ، مـا عـنـدک عمرٌو اس صورت میں (مـا) میں اختلاف ہے بعض حضرات نے اس کو عاملہ قرار دیا ہے اور وہ حضرات کہتے ہیں کہ اس صورت میں ظرف اور جار مجرور منصوب ہو کر خبر مقدم بنیں گے اور بعض نے عاملہ نہیں بنایا ان کے ہاں ظرف اور جار مجرور مرفوع ہو کر خبر مقدم بنیں گے مبتدا مؤخر کیلئے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے دوسرے مذہب کی تقویت معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے " وتـرتیب زکن" کہہ کر اس شرط کی طرف اشارہ کیا ہے کہ (مَا) تب عمل کرے جب اس کے معمول بالترتیب ہوں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر خبر مقدم آجائے (چاہے ظرف ہو یا جار مجرور) تو شرط مفقود ہونے کی وجہ سے ما عمل نہیں کرے گا چنانچہ اس

کتاب کے علاوہ انہوں نے اپنے اس مسلک کو صراحۃً ذکر کیا ہے (واضح رہے کہ پہلا مسلک صحیح ہے اور وہ جمہور کا ہے اس لئے کہ ظروف میں توسع ہے)

۴...... چوتھی شرط یہ ہے کہ خبر (جو ظرف اور جار مجرور نہ ہو) کا معمول اس کے اسم پر مقدم نہ ہو، اگر مقدم ہو جائے تو عمل باطل ہو جائے گا جیسے: ماطعامک زیدا آکلٌ" یہاں خبر آکل کا معمول (ما) کے اسم زیدٌ پر مقدم ہوا ہے اس لئے آکل کو منصوب نہیں پڑھ سکتے۔

ومن اجاز بقاء العمل الخ:

شارح فرمارہے ہیں کہ جن حضرات کے ہاں خبر کی تقدیم کی صورت میں عمل برقرار رہتا ہے ان کے ہاں معمول کی تقدیم کی صورت میں عمل بطریق اولیٰ جائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں خبر مؤخر ہوتی ہے۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے مسلک سے معمول کی تقدیم کا جواز لازم نہیں آتا اس لئے یہاں عمل کی صورت میں ما اور اس کے معمول (خبر) کے درمیان فاصلہ آتا ہے۔ اور صرف خبر کی تقدیم میں فاصلہ نہیں۔

ہاں اگر معمول ظرف اور جار مجرور ہے پھر اس کا عمل باطل نہیں ہوگا جیسے ماعندک زیدٌ مقیما، مابی انت معنیًّا، اس لئے کہ ظروف اور مجرورات میں ایسا توسع ہے جو اوروں میں نہیں۔

اور یہ شرط مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام "مابی انت معنیًّا أجاز العلماء" سے معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اس میں انہوں نے معمول کی تقدیم کے جواز کو خاص کیا ہے اس صورت کے ساتھ جب معمول ظرف یا جار مجرور ہو۔

۵...... پانچویں شرط یہ ہے کہ ما مکرّر نہ ہو ورنہ عمل باطل ہو جائے گا جیسے: مَامَازیدٌ قائمٌ ۔ پہلا ما نافیہ ہے اور دوسرے نے پہلی نفی کو ختم کیا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ نفی جب نفی پر داخل ہو جاتی ہے تو اثبات کا فائدہ دیتی ہے تو لیس کے ساتھ نفی میں مشابہت ختم ہونے کی وجہ اس کا عمل ختم ہو گیا۔

۶...... چھٹی شرط یہ ہے کہ ما کی خبر سے کلام موجب بدل واقع نہ ہو (کلام موجب اس کو کہتے ہیں جس میں نفی نہی استفہام نہ ہو) ورنہ اس کا عمل باطل ہو جائے گا جیسے: مازیدٌ بشیءٍ الاّ شیءٌ لایعبأ به، زید کوئی چیز نہیں مگر ایسی چیز ہے جس کی پرواہ نہیں کی جاتی) اب یہاں بشیءٍ محلاً مرفوع ہو کر زید کے لئے خبر ہے اور چونکہ یہ مبدل منہ ہے اور کلام موجب اس کا بدل ہے اس لئے کہ الاّ شیءٌ لا یُعبأ به میں نفی موجود نہیں ہے، اس وجہ سے شرط مفقود ہونے کی وجہ سے (شیء) محلاً منصوب ہو کر ما کی خبر نہیں بن سکتی۔

شارح فرماتے ہیں کہ سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے مذکورہ دونوں احتمالات معلوم ہوتے ہیں کہ کلام موجب کا ما کی خبر سے بدل آنا شرط ہے یا نہیں اس لئے کہ سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ما زید بشیء الخ کی مثال ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ "استوت اللغتان" دونوں لغتیں اس میں برابر ہیں۔

اب شارحین کتاب سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تشریح میں اختلاف کررہے ہیں بعض نے کہا ہے کہ ان کا کلام الاّ سے پہلے واقع ہونے والے اسم کی طرف راجع ہے اوران کی مراد یہ ہے کہ (ما) کا اس میں کوئی عمل نہیں اور لغۃ حجاز اور لغۃ تمیم اس کے مرفوع ہونے میں برابر ہیں، یہ ایسے حضرات کی رائے ہے جنہوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ ما کی خبر کیلئے ضروری ہے کہ کلام موجب اس کی خبر سے بدل نہ آئے (چونکہ یہاں خبر کا بدل کلام موجب آیا ہے اس وجہ سے ما نے عمل نہیں کیا)

اور بعض نے کہا ہے کہ سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام "استوت اللغتان" الاّ کے بعد واقع ہونے والے اسم کی طرف راجع ہے اوران کی مراد یہ ہے کہ یہ اسم مرفوع ہوگا چاہے (ما) حجازیہ ہو یا تمیمیہ۔ اور یہ وہ حضرات ہیں جن کے ہاں ما کے عمل میں اس کی خبر سے کلام موجب کا بدل نہ لانے کی شرط نہیں ہے۔ دونوں قولوں کی توجیہ اور مختار قول (جو کہ دوسرا ہے) کی ترجیح اس مختصر کے لائق نہیں (واضح رہے کہ پانچویں اور چھٹی شرط مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ضعیف ہیں اس وجہ سے ان کو ذکر نہیں کیا)

ورفعَ معطوفٍ بلٰکنْ اوبَلْ
مِنْ بَعْدِ مَنْصُوبٍ بِمَا الْزَمْ حَيْثُ حَلّ

ترجمہ:......ما کے ذریعے جو منصوب ہے اس کے بعد لکن اور بل کے ساتھ معطوف کے رفع کو لازم کریں جہاں بھی وہ آجائے۔

ترکیب:

(رفعَ معطوفٍ بلٰكِنْ اوبَلْ) مفعول بہ مقدم (من بعد منصوب بما) جار مجرور متعلق ہوا رفع کے ساتھ (الزم) فعل فاعل (حيْثُ حلّ) ظرف متعلق ہوا الزم کے ساتھ۔

(ش) اذاوقع بعدخبر ماعاطفٌ فلايخلوا اماان يكون مقتضياللايجاب أو لا.

فإن كان مقتضياللايجاب تعيّن رفع الاسم الواقع بعده-وذالك نحو "بل ولكن"-فتقول "مازيدقائمالكن قاعد" أو "بل قاعدٌ" فيجب رفع الاسم علىٰ انه خبر مبتدأمحذوف والتقدير "لكن هو قاعد، وبل هو قاعد" ولايجوزنصب "قاعد" عطفاعلىٰ خبر "ما" لان "ما" لا تعمل فى الموجب.

وان كان الحرف العاطف غير مقتض للايجاب- كالواو ونحوها جاز النصب والرفع، والمختار النصب، نحو "ما زيد قائما ولا قاعدا" ويجوز الرفع فتقول "ولا قاعد" وهو خبر لمبتدأ محذوف، والتقدير "ولا هو قاعد"

ففهم من تخصيص المصنف وجوب الرفع بما اذا وقع الاسم بعد "بل ولكن" انه لا يجب الرفع بعد غيرهما.

ترجمہ وتشریح:............ما کی خبر کے بعد حرف عاطف کا آنا:

جب ما کی خبر کے بعد حرف عاطف آ جائے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو حرف عاطف مقتضی للا یجاب ہوگا نہیں اگر مقتضی للا یجاب ہے تو اس کے بعد والے اسم کا رفع متعیّن ہے جیسے بل، لکن چنانچہ کہا جائے گا "ما زیدٌ قائما لکن قاعدا و بل قاعد (زید کھڑا نہیں ہے بلکہ بیٹھا ہے) یہاں لکن، بل حروف عطف ہیں اور مقتضی للا یجاب ہیں اس لئے کہ ان کے دخول کے بعد معنیٰ ہوگا کہ زید بیٹھا ہے (ایجاب سلب کے مقابل ہے) اور یہ اسم مرفوع بنا بر خبریت ہوگا اور مبتدا اس کیلئے محذوف ہے ای لکن هو قاعد' بل هو قاعد اس صورت میں قاعد کو ما کی خبر پر عطف کر کے منصوب نہیں پڑھ سکتے اس لئے کہ یہ کلام موجب میں عمل نہیں کرتا (اس کی وجہ پہلے گزر گئی کہ ما لیس کے ساتھ نفی میں مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور کلام موجب میں نفی نہیں ہوتی بلکہ اثبات ہوتا ہے) اور اگر حرف عاطف مقتضی للا یجاب نہیں ہے جیسے واو وغیرہ تو نصب بھی جائز ہے اور رفع بھی لیکن نصب اولیٰ ہے جیسے ما زیدٌ قاعدًا و لا قائمًا یہاں رفع کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں اس صورت میں یہاں مبتدا محذوف ہوگا ای "و لا هو قاعد"

بل اور لکن کے بعد رفع کی تخصیص مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ میں رفع واجب نہیں۔

وَبَعْدَ مَا وَلَيْسَ جرَّ البَا الخَبَرْ
وَبَعْدَ لَا وَنَفْيِ كَانَ قَدْ يُجَرّ

ترجمہ:......ما اور لَيْسَ کے بعد خبر کو باء زائدہ جر دیتی ہے اور لا اور کان منفی کی خبر کو بھی کبھی جر دیتی ہے۔

ترکیب:

(بَعدَمَاوَلَيْسَ) ظرف متعلق ہوا (جرٌّ) کے ساتھ۔ (جرّ) فعل (البا) باعتبار لفظ فاعل (الخبرَ) مفعول بہ۔ (بَعْدَلاَ وَنَفِي كَان) ظرف (يُجَرّ) فعل بافاعل کے متعلق۔

(ش) تزادالباء كثيرافى الخبر "بعدليس وما" نحوقوله تعالیٰ: (اليس الله بكافٍ عبده) و (اليس الله بعزيز ذى انتقام و (ماربک بغافل عمايعمَلُون) (وماربک بظلامٍ للعبيد)

ولاتختص زيادة الباء بعدماعن بنى تميم فلا التفات الىٰ من منع ذالک وهوموجودفى اشعار هم.

وقداضطرب وأى الفارسى رحمه الله تعالیٰ فى ذالک فمرة قال لاتزادالباء الابعد الحجازية ومرة قال تزادفى الخبرالمنفى. وقدوردت زيادة الباء قليلافى خبر لاكقوله.

٧٦- فَكُنْ لِىْ شَفِيعًا يَوْمَ لاذُو شَفَاعةٍ
بِمُغْنٍ فتيلاً عَنْ سَوادِ بنِ قَارِب

وفى خبر (مضارع) كانَ المنفية بلم كقوله.

٧٧- وَاِنْ مُدَّتِ الايدى اِلَى الزَّادِ لَمْ اكُنْ
بِاَعْجَلِهِم اِذْاَجْشَعُ الْقَوْمِ اَعْجَلُ

ترجمہ وتشریح:............لیس اور ما کی خبر میں باء کا زائد ہونا:

بسا اوقات لیس اور ما کی خبر میں باء زائد ہوتی ہے جیسے اليس الله بكاف عبده، اليس الله بعزيز ذى نتقام وماربک بظلام للعبيد. یہاں بكاف، بعزيز، بظلام خبر ہیں اور ان میں باء زائد ہے۔

نیز باء کا زائد آنا صرف ما حجازیہ کے بعد خاص نہیں ہے بلکہ ما تمیمیہ کے بعد بھی آتی ہے یہی وجہ ہے کہ سیبویہ اور فراء رحمہما اللہ تعالیٰ نے بنو تمیم سے بھی باء کی زیادت کو نقل کیا ہے اس لئے کہ وہ ان کے اشعار میں موجود ہے جیسا کہ ذیل کے شعر میں فرزدق، معن بن اوس کی مدح کرتے ہوئے ما کی خبر میں باء کو زائد لا رہا ہے۔

لَعَمْرُکَ مَامَعنٌ بِتَارِکِ حَقِّهِ
وَلاَمُنسِىءٍ مَعْنٌ وَلاَمُتيَسِّرُ

لہٰذا جن حضرات نے ماتمیمیہ کے بعد باء کی زیادت کو منع کیا ہے ان کی بات کا اعتبار نہیں۔

فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے اس بارے میں مضطرب ہے۔

لا کی خبر میں باء کی زیادت قلیل ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۷۶-فَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَاذُو شَفَاعَةٍ

بِمُغْنٍ فتيلاً عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

ترجمہ:...... آپ میرے لئے اس دن سفارش کرنے والا بنیں جس دن کوئی سفارش والا سواد بن قارب کو کھجور کی گھٹلی کے شگاف کے دھاگے کے برابر نفع دینے والا نہیں ہوگا۔

تشریح المفردات:

(كُنْ) نصر ینصر سے امر حاضر کا صیغہ ہے۔ (شفیعًا) سفارش کرنے والا (فتح) سے ہے (یوم) بمعنی وقت (مغن) ای نافع باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے (فتیل) کھجور کی گھٹلی کے شگاف کی باریک بتی/ دھاگہ۔ ایک قطمیر ہے کھجور کی گٹھلی کے شگاف کا باریک چھلکا، ایک نقیر ہے کھجور کی گٹھلی کا گڑھا، عرب ان تینوں کو قلّت کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ (عن سواد بن قارب) یہاں التفات من التكلم الى الغيبة ہے (جس کا تفصیلی ذکر مختصر المعانی میں انشاء اللہ آئے گا) ورنہ تو عنّی (بصیغہ متکلم) ہونا چاہئے تھا یہاں مضمر کی جگہ مظہر کو لائے۔

ترکیب:

(كُنْ) فعل امر ناقص (انت) ضمیر مستتر اس کیلئے اسم (شفیعًا) خبر، (لی) اس کے ساتھ متعلّق (یَوْمَ) مضاف منصوب بنا برظرفیت، (لا) نافیہ (ذُو شفاعةٍ) اس کا اسم (بمغن) باء زائدہ (مغن) خبر ہوا (لا) کیلئے (مغن) صیغہ اسم فاعل، فاعل کو رفع، مفعول کو نصب دیتا ہے ضمیر مستتر اس کا فاعل (لا ذو شفاعة) مجموعہ مضاف الیہ ہوا (یوم) کیلئے (فتیلا) مفعول بہ (عَنْ سَوادِ بنِ قَارِبِ) جار مجرور متعلق ہوا (مغن) کے ساتھ۔

محلّ استشہاد:

(بمغن) محلّ استشہاد ہے اس لئے کہ یہاں لا نافیہ کی خبر میں باء زائد آئی ہے، کان کے مضارع منفی بلم کی خبر میں باء زائدہ کی مثال جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۷۷- وَاِنْ مُـدَّتِ الایـدی اِلَـی الـزَّادِ لَـمْ اَكُـنْ
بِـاَعْـجَـلِهِـم اِذْاَجْشَـعُ الـقَـومِ اَعْـجَـلُ

ترجمہ:...... جب ہاتھ کھانے کی طرف بڑھائے جاتے ہیں تو میں جلدی کرنے والا نہیں ہوتا اس لئے کہ قوم میں حریص جلدی کرنے والا ہوتا ہے۔

تشریح المفردات:

(مدت) نصر سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے اصل میں مُدِدَتْ تھا پہلے دال کی حرکت حذف کر کے اس کو ساکن کر دیا پھر دال کو دال میں مدغم کر دیا الایدی، ید کی جمع قلت ہے من اطراف الاصابع الی الکف کو ید کہا جاتا ہے جو اصل میں یدیٌ تھا۔ (الزاد) توشہ، راستے کا خرچ اور یہاں بمعنی طعام یا غنیمت ہے اس کی جمع اذواد آتی ہے (اعجل) زیادہ جلدی کرنے والا، مگر یہاں قرائن کی وجہ سے اسم تفضیل مراد نہیں اذ تعلیلیہ 'اجشع زیادہ حریص۔

ترکیب:

(اِنْ) حرف شرط (مُـدَّتِ الایـدی اِلَـی الـزَّادِ) فعل با فاعل و متعلق شرط (لَـمْ اَكُـنْ بِـاَعْـجَـلِهِـم) جواب شرط۔ (اِذْ) تعلیلیہ (اَجْشَعُ القَومِ) مضاف مضاف الیہ مبتدا (اَعْجَلُ) خبر۔

محل استشہاد: (باعجلهم) محل استشہاد ہے یہاں کان کے مضارع منفی بلم کی خبر میں باء زائدہ آئی ہے۔

فِـی الـنَّـكِـرَاتِ أعـمِـلَـتْ كـلَيْـسَ "لَا"
وَقَـدْ تَـلِـي "لَاتَ" وَ"اِنْ" ذَا الْـعَـمَلاَ
وَمَـالِ ((لَاتَ)) فِـي سِـوَى حِيْـنِ عَـمَـل
وَحَـذْفُ ذِي الـرَّفْـعِ فَشَـا' وَالْـعَكْـسُ قَلّْ

ترجمہ:...... اسماء نکرات میں (لیس) کی طرح (لا) کو بھی عمل دیا گیا ہے اور کبھی (لات) اور ان بھی اس عمل کے ساتھ متصل ہوتے ہیں (یعنی کبھی لیس کی طرح لاتَ اور ان بھی عمل کرتا ہے) اور حین کے علاوہ میں لاتَ کا عمل نہیں اور اس کے مرفوع (یعنی اسم) کو حذف کرنا زیادہ ہے اور اس کا عکس کم ہے (یعنی خبر کو حذف کر کے اسم کو برقرار رکھنا)

ترکیب:

(فی النکرات) جارمجرور(اعملت) کے ساتھ متعلق ہوا(اعملت) فعل ماضی مجہول(لا) باعتبار لفظ نائب فاعل (کلیس) جارمجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہوکر حال ہوا (لا) سے (تلی) واحد مؤنث غائب فعل ماضی (از باب ضرَبَ) (لات وان) معطوف، معطوف علیہ معطوف ملکر فاعل (ذاالعملا) مفعول. (و) حرف عطف ما نافیہ (للات فی سوی حین) خبر مقدم (عمل) مبتدا مؤخر (حذف ذی الرفع مبتدا) (فشا) فعل فاعل خبر، (العکس قلّ) بھی اسی طرح ہے۔

(ش) تقدَّم أن الحروف العاملة عمل((لیس))أربعة،وقدتقدم الکلام علی((ما)) وذکرهنا((لا)) و ((لات)) و((إنّ)).

أما((لا)) فمذهب الحجازیین إعمالها عمل((لیس))ومذهب تمیم إعمالها ولاتعمل عند الحجازیین إلابشروط ثلاثة:

أحدها:أن یکون الاسم والخبرنکرتین،نحو:((لارجل أفضل منک))،ومنه قوله:

۷۸–تَعَزَّ فَلاَ شَیءٌ عَلَی الأرْضِ بَاقِیاً
وَلا وَزَرٌ مِمَّا قَضَی اللّٰهُ واقِیَا

وقوله:

۷۹.نَصَرْتُکَ إذْ لاَصَاحِبٌ غیرَ خَاذِلٍ
فَبُوِّئْتَ حِصناً بِالکُمَاةِ حَصِیْنَا

وزعم بعضهم أنهاقد تعمل فی المعرفة ،وأنشد للنابغة:

۸۰–بَدَتْ فِعلَ ذی وُدٍ فَلَمَّا تبِعْتُهَا
تَوَلَّتْ ،وَبَقَّتْ حَاجتی فِی فؤادِیَا
وَحَلَّتْ سَوَادَاالقلبِ ،لاأنَابَاغیًا
سِوَاهَا ،وَلا عَنْ حُبِّهَا مُتَرَاخِیًا

واختلف کلام المصنف فی(هذا)البیت،فمرة قال:إنه مؤول،ومرة قال: إن القیاس علیه سائغ

الشرط الثاني: ألا يتقدم خبرها على اسمها، فلا تقول: ((لا قائما رجل)).

الشرط الثالث: ألا ينتقض النفي بإلا، فلا تقول: ((لا رجل إلا أفضل من زيد)) بنصب ((أفضل))، بل يجب رفعه. ولم يتعرض المصنف لهذين الشرطين.

وأما ((إن)) النافية فمذهب أكثر البصريين والفرّاء أنها لا تعمل شيئا ومذهب الكوفيين. خلا الفراء. أنها تعمل عمل ((ليس))، وقال به من البصريين أبو العباس المبرد، وأبو بكر بن السراج، وأبو علي الفارسي، وأبو الفتح بن جني، واختاره المصنف رحمه الله تعالى. وزعم أن في كلام سيبويه. رحمه الله تعالى اشارة الى ذالک، وقد ورد السماع به، قال الشاعر:

٨١- إِنْ هُوَ مُسْتَوْلِيًا عَلَىٰ أَحَدِ
إِلاَّ عَلَىٰ أَضْعَفِ الْمَجَانِيْن

وقال آخر:

٨٢- إِنِ الْمَرْءُ ميتًا بِانْقِضَاءِ حَيَاتِه
ولٰكِنْ بِأَنْ يُبْغٰى عَلَيْهِ فَيُخْذَلَا

وذكر ابن جنى. في المحتسب. ان سعيد بن جبير. رضي الله تعالى عنه: اقرأ (إن الذين تدعون من دون الله عبادًا أمثالكم) بنصب العباد.

ولا يشترط في اسمها وخبرها أن يكونا نكرتين، بل تعمل في النكرة والمعرفة، فتقول: ((إن رجل قائما، (وإن زيد القائم)، وإن زيد قائما))

وأما لات)) فهي ((لا)) النافية زيدت عليها تاء التأنيث مفتوحة، ومذهب الجمهور أنها تعمل عمل ((ليس)) فترفع الاسم، وتنصب الخبر، لكن اختصت بأنها لا يذكر معها الاسم والخبر معا، بل (إنما) يذكر معها أحدهما، والكثير في لسان العرب حذف اسمها وبقاء خبرها، ومنه قوله تعالىٰ (ولات حين مناص) بنصب الحين، فحذف الاسم وبقي الخبر، والتقدير ((ولات الحين حين مناص)) فالحين: اسمها، وحين مناص: خبرها، وقد قرئ شذوذًا (ولات حينُ مناص) برفع الحين على أنه اسم ((لات)) والخبر محذوف، والتقدير ((ولات حينُ مناص لهم)) أي: ولات حين مناص كائنا لهم، وهذا هو المراد بقوله: ((وحذف ذي الرفع. إلى آخر البيت))

وأشار بقوله: ((وما للات في سوى حين عمل)) إلى ما ذكره سيبويه من أن ((لات)) لا تعمل إلا في الحين، واختلف الناس فيه، فقال قوم: المراد أنها لا تعمل إلا في أسماء الزمان، فتعمل في لفظ الحين وفيما رادفه كالساعة ونحوها، وقال قوم: المراد أنها لا تعمل إلا في أسماء الزمان، فتعمل في لفظ الحين وفيما رادفه من أسماء الزمان، ومن عملها فيما رادفه قول الشاعر:

۸۳. نَـدِمَ البُـغَـاةُ وَلاَتَ سَـاعَةَ مَـنْـدَمٍ
وَالْبَـغْـيُ مَـرْتَـعُ مُبْتَـغِيْـهِ وَخِيْـمُ

وكلام المصنف محتمل للقولين وجزم بالثاني في التسهيل ومذهب الأخفش أنها لا تعمل شيئًا، وأنه إن وجد الاسم بعدها منصوبا فناصبه فعل مضمر، والتقدير ((لات أرى حين مناص)) وإن وجد مرفوعا فهو مبتدأ والخبر محذوف، والتقدير ((لات حين مناص كائن لهم)) والله أعلم.

ترجمہ وتشریح: .... لا کا عمل اور اس میں حجازیین اور بنوتمیم کا اختلاف:

اس سے پہلے یہ بات گذر گئی کہ جو حروف لیس کی طرح عمل کرتے ہیں (یعنی اسم کو رفع خبر کو نصب دیتے ہیں) وہ چار ہیں۔ان میں (ما) کے متعلق تفصیل گذر گئی یہاں اب باقی کا ذکر ہے (ما) کے متعلق جو اختلاف حجازیین اور تمیمین کے درمیان تھا وہی اختلاف (لا) میں بھی ہے۔حجازیین کہتے ہیں کہ یہ لیس کی طرح عمل کرتا ہے اور بنوتمیم کے ہاں یہ بالکل عمل نہیں کرتا۔پھر حجازیین کے ہاں اس کے عمل کے لئے تین شرائط ہیں۔

۱......پہلی شرط یہ ہے کہ اسم اور خبر دونوں نکرہ ہوں جیسے "لا رَجلَ افضلَ منک" (اس کی وجہ یہ ہے کہ ما اور لا کو لیس کے ساتھ نفی میں مشابہت کی وجہ سے اس کا عمل دیا گیا لیکن چونکہ لیس کے ساتھ ما کی مشابہت قوی ہے اسلئے کہ لیس بھی حال کی نفی کیلئے آتا ہے اور ما بھی، لہٰذا ما معرفہ میں بھی عمل کرے گا اور نکرہ میں بھی۔اور (لا) چونکہ مطلق نفی کے لئے آتا ہے تو ما کی بنسبت لیس کے ساتھ اس کی مشابہت کم ہونے کی وجہ سے اس کے عمل میں بھی فرق آیا اور وہ یہ کہ (لا) صرف نکرہ میں عمل کرے گا) اور اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۸۴. تَـعَـزَّ فَلا شَـيءٌ عَـلَـى الارْضِ بَـاقِيًـا
وَلَا وَزَرٌ مِـمَّـا قَـضَـى الـلّٰـهُ واقِيًـا

ترجمہ:......آپ صبر کیجئے اس لئے کہ کوئی بھی چیز زمین پر باقی رہنے والی نہیں اور نہ کوئی پناہ گاہ ہے جو اللہ کے فیصلہ سے بچائے۔

تشریح المفردات:

(تعزّ) تفعّل سے بمعنی صبر وتسلی۔(وزر) پناہ گاہ (قضی اللّٰہ) ترکیبی اعتبار سے صلہ ہے عائد محذوف ہے ای قضاہ اللّٰہ.

ترکیب:

(تعز) فعل بافاعل (لا) نافیہ لیس کی طرح عمل کرتا ہے (شیٌ) اس کا اسم (باقیا) خبر (علی الارض) جار مجرور متعلق ہوا باقیا کے ساتھ۔(لا) نافیہ (وزر) اس کا اسم (من) جار (ماقضی اللّٰہ) موصول صلہ مجرور متعلق ہوا (واقیا) خبر کے ساتھ۔

محلّ استشہاد:

(لا شیء باقیًا) (لا وزر واقیًا) دونوں محلّ استشہاد ہیں یہاں لا نے دونوں جگہوں میں لیس کی طرح عمل کیا ہے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیا ہے اور اس کا اسم نکرہ ہے۔اور اسی طرح شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۷۹. نَصَرْتُکَ اِذْ لَا صَاحِبٌ غیرَ خَاذِلٍ
فَبُوِّئْتَ حِصْنًا بِالْکُمَاۃِ حَصِیْنًا

ترجمہ:......میں نے آپ کی مدد کی اس وقت کہ جب رسوا کرنے والے کے سوا آپ کا کوئی ساتھی نہیں تھا پس آپ کو ایسے مضبوط قلعے میں جگہ دی گئی جو مسلح ہتھیار والوں کی وجہ سے محفوظ تھا۔

تشریح المفردات:

(خاذل) نصر سے بمعنی ترک نصرت (چھوڑنا) (بوّئتَ) ماضی مجہول ہے رہائش دینا۔(حصن) مضبوط جگہ حصن حصین مضبوط قلعہ کو کہتے ہیں ۔(الکماۃ) کمی کی جمع ہے بہادر اور ہتھیار بند کو کہتے ہیں۔

ترکیب:

(نصرتک) فعل بافاعل ومفعول بہ (اذ) ظرف (لا) نافیہ (صاحب) اس کا اسم (غیر خاذل) خبر۔

(فا) عاطفہ (بوئت) فعل با نائب فاعل (حصنا حصینا) موصوف صفت مفعول بہ (بالکماۃ) جار مجرور متعلق ہوا (حصینا) کے ساتھ۔

محل استشہاد:

اس میں (لاصاحب غیر خاذل) محلِ استشہاد ہے یہاں بھی (لا) نے (لیس) کی طرح عمل کیا ہے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیا ہے اور اس کا اسم بھی نکرہ ہے اور خبر بھی۔

بعض حضرات کے زعم کے مطابق یہ (لا) معرفہ میں بھی عمل کرتا ہے جیسا کہ نابغہ کے اشعار میں ذکر ہے۔

۸۰- بَدَتْ فِعلَ ذی وُدٍّ فَلَمَّا تبعتُهَا
تَوَلَّتْ ،وَبَقَّتْ حَاجتی فِی فؤادیَا

وَحَلَّتْ سَوَادَاالقلبِ ،لاانَا باغیًا
سِوَاهَا ،وَلا عَنْ حُبِّهَا مُتَراخیًا

ترجمہ:...... میری محبوبہ نے محبت کا فعل ظاہر کیا جب میں اس کے پیچھے جانے لگا۔ تو وہ پھر گئی اور اس نے میری حاجت کو میرے دل ہی میں چھوڑا۔ اور وہ دل کی گہرائیوں میں اتر گئی میں اس کے علاوہ کسی ور کو تلاش کرنے والا نہیں ہوں اور نہ اس کی محبت سے پیچھے ہٹنے والا۔

تشریح المفردات:

(بَدَتْ) واحد مؤنث غائب از نصر (فِعلَ ذی وُدّ) منصوب بنزع الخافض ای کفعل ذی ود، (ود) محبت (تبعتُهَا) پیچھے چلنا از سمع (بَقَّتْ) باب تفعیل سے واحد مؤنث غائب ہے اصل میں بقَّیتْ تھا قال باع کے قانون کے تحت بَقَّتْ ہوا (حاجة) اس کی جمع حاجات، حوائج آتی ہے۔

(فؤاد) بمعنی دل، جمع اس کی افئدۃ آتی ہے بعض اہل لغت کے ہاں قلب اور فواد دونوں ایک شیٔ ہے اور بعض کے ہاں اس میں فرق ہے اور وہ یہ کہ قلب کی صفت رِقّۃ آتی ہے جو کہ ضدّ ہے غلظة کی اور "فواد" کی صفت (لینة) آتی ہے جو کہ ضدّ ہے خشونت کی۔ جیسے کہ حدیث شریف میں ہے أتاكم اهل اليمن هم ارقّ قلوبا وألين افئدة.

(حَلَّتْ نزلت) اترنا (سَوَادَاالقلبِ) دل کے درمیان، دل کا سیاہ نقطہ۔ یعنی محبوبہ دل کی گہرائیوں میں اتر گئی

(باغیا) طلب کرنے والا۔ (متراخیا) سستی کرنے والا، پیچھے ہٹ جانے والا۔

ترکیب:

(بَدَتْ) فعل بافاعل (فِعلَ ذی وُدّ)منصوب بنزع الخافض ای کفعل ذی ودّ،(لَمَّا تبعَتُهَا) فعل بافاعل ومفعول شرط(تولت) جملہ فعلیہ معطوف علیہ (بَقَّتْ حَاجتی فِی فؤادیاوَحَلَّتْ سَوَادَاالقلبِ)معطوف۔(لا)نافیہ (انا)اس کا اسم باغیاسِوَاهَا)خبر(وَلاعَنْ حُبِّهَامُتَراخیًا) ماقبل پر عطف۔

محلّ استشہاد:

یہاں(لاانا باغیا)محلّ استشہاد ہے یہاں لا نافیہ نے لیس کی طرح عمل کیا ہے حالانکہ اس کا اسم (انا) معرفہ ہے۔ نحویین نے اس میں کئی تاویلات کی ہیں۔

۱......ایک یہ کہ (انا) لا کا اسم نہیں ہے اور اصل عبارت لا اریٰ باغیًا ہے فعل کو حذف کر کے (انا) نائب فاعل کو لائے۔

۲......دوسری یہ کہ تقدیر عبارت یہ ہے(لاانا اریٰ باغیا)انا مبتدا ہے اور باغیًا فعل محذوف کے نائب فاعل سے حال ہے، فعل بانائب فاعل محلاً مرفوع خبر ہے مبتدا کیلئے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس شعر کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے انہوں نے تاویل کا بھی کہا ہے، اور کبھی یہ کہا ہے کہ اس پر قیاس کی گنجائش ہے۔

۳......دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہ ہو پس لا قائما رجل نہیں کہہ سکتے۔

۴......تیسری شرط یہ ہے کہ نفی الاّ کے ذریعے سے نہ ٹوٹے لہٰذا لا رجلٌ الا افضل منک (افضل کے نصب کے ساتھ) نہیں پڑھ سکتے۔(ان دونوں شرطوں کی وجہ(مــا) کی بحث میں گزر گئی) مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں شرطوں کی طرف تعرّض نہیں کیا ہے۔

ان نافیہ کے عمل کے بارے میں اختلاف:

اکثر بصریین اور فراء رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ ان نافیہ کوئی عمل نہیں کرتا اور کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ یہ بھی (لیس) کی طرح عمل کرتا ہے اور بصریین میں سے یہی مسلک ابوالعباس المبرّد، ابوبکر بن السراج رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوعلی فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ ،ابوالفتح بن جنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ہے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، اور ان کے زعم کے مطابق سیبویہ

رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے، شاعر نے بھی کہا ہے۔

۸۱–اِنْ هُوَ مُسْتَوْلِيًا عَلٰى اَحَدٍ

اِلاَّ عَلٰى أضْعَفِ الْمَجَانِيْن

ترجمہ:......اس کو کسی پر بھی ولایت حاصل نہیں مگر کمزور پاگلوں پر۔

تشریح المفردات:

(مُسْتَوْلِيًا) استفعال سے ولایت حاصل کرنے والا (المجانین) جمع ہے مجنون کی بمعنی پاگل۔

ترکیب:

(ان) نافیہ (هو) اس کا اسم (مستوليا) اس کی خبر (عَلٰى اَحَدٍ) جار مجرور متعلق ہوا مُسْتَوْلِيًا، کے ساتھ (اِلاَّ) حرف استثناء (علٰى أضعفِ المَجَانِيْن) جار مجرور۔

محل استشہاد:

(ان هو مستوليًا) محل استشہاد ہے ان نافیہ نے عمل کیا ہے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیا ہے۔ اور اسی طرح دوسرے شاعر کا قول ہے۔

۸۲–اِنِ الْمَرْءُ ميتًا بانْقِضَاءِ حَيَاتِه

ولٰكِنْ بِاَنْ يُبْغٰى عَلَيْهِ فَيُخْذَلَا

ترجمہ:......انسان اپنی زندگی کے ختم ہو جانے پر نہیں مرتا، لیکن جب اس پر ظلم کیا جائے اور اس کو رسوائی ہو جائے (یعنی زندگی ختم ہو جانے کی وجہ سے جو موت آتی ہے اس کی وجہ سے تو انسان دنیا کی تکالیف اور پریشانیوں سے بچتا ہے اس لئے یہ کوئی بڑی چیز نہیں ہے بلکہ موت تو یہ ہے کہ اس پر ظلم ہو رہا ہو اور اس کا مدد کرنے والا کوئی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں انسان پریشانیوں میں مبتلا ہو کر تنگ زندگی گزارتا ہے)

ترکیب:

(اِنِ) نافیہ (الْمَرْءُ) اس کا اسم (ميتا) خبر (بانقِضَاءِ حَيَاتِه) جار مجرور (ميتا) کے ساتھ متعلق ہوا (ولٰكِنْ) حرف استدراک (بِاَنْ يُبْغٰى عَلَيْهِ) ای بالبغی علیہ معطوف علیہ (فاء) عاطفہ (يُخْذَلا) فعل مضارع مجہول، معطوف۔

تشریح المفردات:

(المرء) آدمی، انسان (المیت) میم کے فتحہ اور یاء کے سکون کے ساتھ اس کو کہتے ہیں جس کی روح جسد سے نکل چکی ہو اور میّت (یاء کی تشدید اور کسرہ کے ساتھ) اس کو کہتے ہیں جو مرنے والا ہو، اور یہ استعمال غالب واکثر ہے۔

محلّ استشہاد:

(ان المرء میتا) محلّ استشہاد ہے یہاں ان نافیہ نے عمل کر کے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیا ہے۔

ابن جنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے محتسب میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت ان الذین تعبدون من دون اللہ عبادًا امثالکم (عباد کے نصب کے ساتھ) نقل کی ہے ان کی اس قراءت میں ان نافیہ ہے اور اس نے عمل کیا ہے۔

اور اس کے اسم اور خبر کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ دونوں نکرہ ہوں بلکہ وہ معرفہ میں بھی عمل کرتا ہے اور نکرہ میں بھی لہٰذا ان رجلٌ قائمًا اور ان زیدٌ قائمًا دونوں صحیح ہیں۔

لات اور اس کا عمل:

(لات) اصل میں لا نافیہ پر ہی تاء تانیث مفتوح کو زائد کر کے بنایا گیا ہے، جمہور کے مسلک کے مطابق یہ بھی لیس کی طرح عمل کر کے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے لیکن اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ اسم اور خبر دونوں ذکر نہیں ہوتے بلکہ دونوں میں سے ایک ذکر ہوتا ہے۔ اور زیادہ تر اس کا اسم حذف ہوتا ہے اور خبر باقی رہتی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے "ولاتَ حینَ مناصٍ" اصل میں لاتَ الحینُ حین مناصٍ تھا اسم کو حذف کر کے خبر کو باقی رکھا۔

اور ایک شاذ قراءت میں لاتَ حینُ مناصٍ ہے اس میں اسم کو برقرار کر کے خبر کو حذف کیا گیا ہے ای لاتَ حینُ مناصٍ کائنًا لَھم، مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول "حذف ذی الرفع فشا" سے یہی مراد ہے۔ "وما لِلاتَ فی سوی حین عمل" سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ لاتَ صرف حین میں عمل کرتا ہے اس کی مراد میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صرف لفظ حین میں عمل کرتا ہے اور اس کے ہم معنی میں عمل نہیں کرتا جیسے ساعۃ (وقت)۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ تمام اسماء زمان میں عمل کرتا ہے حین میں بھی اور اس کے ردیف (ہم معنی) میں بھی، ردیف میں اس کے عمل کی مثال۔

۸۳ . نَدِمَ الْبُغَاةُ وَلَاتَ سَاعَةَ مَنْدَمٍ
وَالْبَغْيُ مَرْتَعُ مُبْتَغِيهِ وَخِيمُ

ترجمہ:...... باغی لوگ پشیمان ہو گئے حالانکہ وہ وقت پشیمانی کا نہیں تھا، اور ظلم ایسی چراگاہ ہے کہ اس کو تلاش کرنے والے کا انجام برا ہوتا ہے۔

تشریح المفردات:

ندِم ندمًا، سمع سے ہے بمعنی پشیمان ہونا، البغاة اسم فاعل جمع مکسر کا صیغہ ہے بغاوت کرنے والے لوگ مرتع چراگاہ، وخیم بمعنی ثقیل۔

ترکیب:

(نَدِمَ الْبُغَاةُ) فعل بافاعل (ولات) واؤ حالیہ (لا) نافیہ ہے (لیس) کی طرح عمل کرتا ہے اسم اس کا محذوف ہے (ساعة مندم) اس کی خبر ہے (الْبَغْيُ) مبتدا (مَرْتَعُ مُبْتَغِيهِ) مبتدا ثانی (وَخِيمُ) خبر (خبر ہوئی مبتدا اوّل کیلئے)

محلّ استشہاد:...... لاتَ سَاعة مندمٍ محلّ استشہاد ہے یہاں لاتَ نے حین کے ہم معنی ساعة میں عمل کیا ہے اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام دونوں قولوں کا احتمال رکھتا ہے۔

تسہیل میں دوسرے قول کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے اور امام اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ لاتَ کوئی عمل نہیں کرتا اور جہاں اس کے بعد منصوب اسم پایا جائے تو اس کو نصب دینے والا فعل مضمر ہی ہوگا جیسے "لاتَ أریٰ حین مَنَاص" (اس صورت میں حین منصوب بنا بر مفعولیت ہے لات کے اسم ہونے کی وجہ سے منصوب نہیں ہے) اور اگر اس کے بعد اسم مرفوع ہو تو وہ مبتدا ہوگا اور خبر اس کی محذوف ہوگی تقدیر عبارت یوں ہوگی "وَلاتَ حینُ مناصٍ کائنًا لهم" واللہ اعلم۔

افعال المُقَارَبة

كَكَانَ كَادَ وَعَسَىٰ، لٰكِنْ نَدَرْ
غَيْرُ مُضَارِعٍ لِهٰذَيْنِ خَبَرْ

ترجمہ...... کانَ کی طرح کادَ اور عسیٰ بھی ہے لیکن ان کی خبر غیر مضارع کم ہے۔

ترکیب:

(ک) جار (کَانَ) باعتبار لفظ مجرور، جار مجرور ملکر محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر مقدم (کَادَ وعسیٰ) مبتدا مؤخر (لکن) حرف استدراک (نَدر) فعل (غَیرُ مُضارِعٍ لِهٰذینِ) فاعل (خبر) حال ہے نَدَر کی ضمیر سے۔

(ش) هذا هو القسم الثانی من الأفعال الناسخة (للابتداء)، وهو ((كاد)) وأخواتها وذكر المصنف منها أحد عشر فعلا، ولا خلاف في أنها أفعال، إلا عسى؛ فنقل الزاهد عن ثعلب أنها حرف، ونسب أيضا إلى ابن السراج، والصحيح أنها فعل؛ بدليل اتصال تاء الفاعل وأخواتها بها، نحو: ((عسيتُ، وعسيتِ، وعسيتما، وعسيتم، وعسيتن))

وهذه الأفعال تسمّى أفعال المقاربة، وليست كلها للمقاربة، بل هي على ثلاثة أقسام: أحدها: مادل على المقاربة، وهي: كاد، وكربَ، وأوشك.

والثاني: مادلّ على الرجاء، وهي عَسٰى وحرٰى واخْلَوْلَقَ. والثالث: مادل على الانشاء، وهي: جعل، وطفق، وأخذ، وعلق، وأنشأ، فتسميتها أفعال المقاربة من باب تسمية الكل باسم البعض.

وكلها تدخل على المبتدأ والخبر؛ فترفع المبتدأ اسما لها، ويكون خبره خبرًا لها في موضع نصب، وهذا هو المراد بقوله: ((ككان كاد وعسى)) لكن الخبر في هذا الباب لا يكون إلا مضارعًا، نحو: ((كاد زيد يقوم، وعسىٰ زيد أن يقوم)) وندر مجيئه اسما بعد ((عسى، وكاد)) كقوله:

۸۴–اكثَرتَ في العَذلِ مُلِحًّا دائمًا
لاتُكثِرَنْ إنّي عَسَيتُ صائِمًا

وقوله:

۸۵–فأُبتُ إلىٰ فَهمٍ، وَمَا كِدتُ آئبًا
وَكَم مثلِهَا فَارقتُهَا وَهِي تصفِرُ

وهذا هو مراد المصنف بقوله: ((لكن ندر–إلى آخره)) لكن في قوله ((غير مضارع)) إبهام؛ فإنه يدخل تحته: الاسم، والظرف، والجار والمجرور، والجملة الاسمية، والجملة الفعلية بغير المضارع، ولم

ینـدر مجیء هـذه کلهـا خبـرًا عـن ((عسـى، و کـاد)) بـل الذی ندر مجیء الخبر اسمًا، و أما هذه فلم یسمع مجیئها خبرًا عن هذین.

ترجمہ وتشریح:............افعال مقاربہ اوران کا عمل:

افعال ناسخة للابتداء کی دوسری قسم کادَ واخواتها ہے، مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں گیارہ افعال ذکر کئے ہیں، اوران کے افعال ہونے میں اختلاف نہیں صرف عسٰی کے متعلق اختلاف ہے زاهد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثعلب رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ حرف ہے اورابن السرّاج رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی یہ مسلک منسوب ہے لیکن صحیح قول کے مطابق یہ بھی فعل ہے اس لئے کہ تاء فاعل اس کے ساتھ متصل آتی ہے جیسے عسیت وغیرہ۔اور یہ جو افعال ہیں ان کو افعال مقاربہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ اپنی خبر کو اسم کے قریب کرتے ہیں پھر یہ سارے افعال مقاربت کیلئے نہیں بلکہ ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱......ایک وہ افعال ہیں جو مقاربت پر دلالت کرتے ہیں جیسے کادَ، کربَ، اوشکَ.

۲......دوسری قسم ان افعال کی ہے جو رجاء پر دلالت کرتے ہیں یعنی ان میں خبر کے قریب ہونے کی امید ہوتی ہے جیسے عسٰی، حرٰی، اخلَولقَ۔

۳......تیسری قسم ان افعال کی ہے جو دلالت کرتے ہیں انشاء پر، یعنی کسی کام میں شروع کرنے پر، یہی وجہ ہے کہ ان کو افعال شروع بھی کہا جاتا ہے الغرض ان سب کو افعال مقاربہ کہنا تسمیة الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے یعنی جزء کا نام کل کیلئے رکھا گیا ہے۔وہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول "ککانَ کَادَ وَعسٰی" کا یہی مطلب ہے۔

لیکن اس باب میں خبر اکثر مضارع کی شکل میں ہوتی ہے جیسے: کادَ زیدٌ یقومُ، عَسٰی زیدٌ ان یقُومَ۔

وندر الخ:

عسٰی اور کَادَ کی خبر اکثر فعل مضارع آتی ہے:

عسٰی اور کادَ کے بعد خبر کا اسم آنا نادر ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۸۴- اکثَرتَ فی العَذلِ مُلِحًّا دائمًا

لاتُکثِرَنْ اِنّی عَسَیتُ صَائِمًا

ترجمہ:...... آپ نے پیشگی اور اصرار کے ساتھ ملامت کرنے میں زیادتی کی، آپ زیادہ ملامت نہ کریں ہوسکتا ہے کہ میں رک جاؤں (یہاں عسیٰ امر مکروہ کے واقع ہونے کے لئے ہے یعنی شاعر یہ نہیں چاہتا کہ اپنی محبوبہ کی محبت سے باز آ جائے اس لئے یہاں مخاطب کو یہ کہتا ہے کہ آپ زیادہ ملامت نہ کریں کیونکہ آپ زیادہ ملامت کرینگے تو میں اس کی محبت سے رک جاؤں گا جوکہ مجھے پسند نہیں، (شعر کا یہ مطلب زیادہ اچھا ہے)

ترکیب:

(اکثرت فی العذل) فعل بافاعل ومتعلق (ملحًادائما) موصوف صفت حال (لاتکثرن) فعل بافاعل (انی عسیت) عسیٰ فعل ناقص بااسم (صائما) اس کی خبر، عسیٰ اپنے اسم اور خبر سے ملکر انّ کی خبر (یاء ضمیر اس کا اسم ہے)

محلّ استشہاد:

عسیتُ صائما محلّ استشہاد ہے یہاں عسٰی کی خبر اسم مفرد استعمال ہوئی ہے جب کہ اس کی خبر اکثر فعل مضارع آتی ہے۔ اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے:

۸۵-فَأُبْتُ إلىٰ فَهْمٍ، وَمَا كِدتُ آئبًا
وَكَمْ مثلهَا فَارقتُهَا وَهِيَ تصفِر

ترجمہ:...... پس میں اپنے قبیلے فہم کی طرف لوٹا اور میں لوٹنے والا نہیں تھا (اس لئے کہ موت کے ظاہری اسباب موجود تھے) اور ان جیسے بہتوں کو میں نے چھوڑا ہے اور وہ سیٹی بجاتے رہے۔

شان ورود:...... ھذیل کے قبیلے بنولحیان کے چندلوگوں نے شاعر (جس کا لقب تأبط شرًا ہے گویا اس نے شرّ کو اپنے بغل میں چھپایا ہے) کو کسی قوم کے شہد کی چوری کرتے وقت پایا' وہ لوگ اس کی نگرانی کرنے لگے تاکہ اس کو پکڑ سکیں ان کے پنجے سے خلاصی حاصل کرنے کیلئے وہ ان سے دور جاکر ایک پتھر کے قریب جا پہنچا اور شہد کو پتھر پر ڈال کر اس پر پھسلنے لگا یہاں تک کہ وہ نیچے پہنچ گیا اور ان سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنے قبیلہ پہنچا اس شعر میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

محلّ استشہاد:

ماکدتُ آئبًا محلّ استشہاد ہے اس لئے کہ یہاں کادَ کی خبر اسم مفرد آئی ہے، بعض حضرات نے اس شعر کی صحت کا انکار کیا ہے ان کے ہاں صحیح وماکنتُ آئبا، یا ماکدتُ اَنْ اکونَ آئبًا ہے پھر اس صورت میں محلّ استشہاد نہیں۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول لکن ندر الخ سے بھی یہی مراد ہے۔

شارح کا ماتن پر اعتراض اور اس کا جواب:

(شارح فرماتے ہیں کہ غیر مضارع سے معلوم ہوتا ہے کہ مضارع کے علاوہ جو خبر آتی ہے وہ سب نادر ہے اس غیر میں اسم، ظرف، جار و مجرور، جملہ اسمیہ اور بغیر مضارع والا جملہ فعلیہ بھی آ جاتا ہے حالانکہ ان میں سے کسی کا بھی کادَ اور عسیٰ کی خبر بن کر آنا نادر نہیں کیونکہ نادر میں یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھار آتا ہے حالانکہ ان (یعنی ظرف جار مجرور وغیرہ) کا عسیٰ اور کاد سے خبر آنا تو سرے سے سنا ہی نہیں گیا لہٰذا ان پر نادر کا حکم لگانا صحیح نہیں ہاں جو چیز یہاں نادر ہے وہ خبر کا اسم بن کر آنا ہے۔

شارح کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہاں عبارت میں واؤ محذوف ہے فتقدیر العبارۃ ندر غیر مضارع لهٰذین واخواتها خبر پھر مطلب یہ ہوگا کہ کاد اور عسیٰ اور اس کے دیگر اخوات کی خبر فعل مضارع کے علاوہ نادر ہے اور یہ بات صحیح ہے اس لئے کہ عسیٰ کادَ کے دیگر اخوات مثلاً جعلَ کی خبر میں جملہ اسمیہ بھی آیا ہے جیسے:

وَقَدْ جَعَلَتْ قلوصُ بني زيادٍ
من الاكوار مرتعها قريب

اور جملہ فعلیہ بغیر مضارع کے بھی آیا ہے جیسے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول۔ "فجعل الرجل اذالم یستطع ان یخرج ارسل رسولاً" اور یہ دونوں نادر ہیں اب صرف ایک اعتراض اور باقی رہ جاتا ہے وہ یہ کہ غیر مضارع میں ظرف اور مجرور بھی آ جاتا ہے حالانکہ کاد اخوات کی خبر میں ظرف، اور مجرور کا آنا ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض افراد (مثلاً جملہ اسمیہ فعل ماضی) پر نادر کا حکم ثابت ہو جانا کافی ہے اگرچہ تمام افراد کیلئے ثابت نہ ہو۔

۲......ایک دوسرا آسان جواب ہے وہ یہ کہ یہ غیر نکرہ ہے اور نکرہ جب اثبات کے سیاق میں واقع ہو جائے تو اس کا عموم نہیں ہوتا لہٰذا یہاں بھی (غیر مضارع) میں عموم مراد نہیں فلا اعتراض. واللہ اعلم۔

وَكَونُه بِدُونِ اَنْ بَعْدَ عَسٰى
نزرٌ، وكَادَ الامرُ فيه عُكِسَا

ترجمہ:......مضارع کا اَنْ کے بغیر عسیٰ کے بعد آنا کم ہے اور کاد میں معاملہ برعکس ہے۔

ترکیب:

(کونہ بدون ان بعد عسٰی) کون اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتدا (نزر) خبر (کاد) باعتبار لفظ مبتدا اوّل (الامر فیہ عکسا) مبتدا خبر مل کر خبر ہوا مبتدا اوّل کیلئے۔

(ش) ای اقتران خبر عسٰی بِ((أن)) کثیر؛ وتجریده من ((أن)) قليل وهذا مذهب سيبويه، ومذهب جمهور البصريين أنه لا يتجرد خبرها من ((أن)) إلا في الشعر، ولم يرد في القرآن إلا مقترنًا بِ((أن)) قال الله تعالىٰ: (فَعَسى اللّٰهُ أن يأتِي بالفتح)، وقال عزوجل: (عَسَى رَبُّكم أن يرحمكم) ومن ورده بدون ((أن)) قوله:

٨٦- عَسَى الكربُ الذى أمْسَيْتَ فيه
يكُونُ وراءه فَرَجٌ قريبُ

وقوله:

٨٧- عَسَى فَرَجٌ يأتِي به اللّٰه، إنّه
لَهُ كُلَّ يومٍ فى خليقته أمرٌ

وأما ((كاد)) فذكر المصنف أنها عكس ((عسى))؛ فيكون الكثير في خبرها أن يتجرد من ((أن)) ويقلُّ اقترانه بها، وهذا بخلاف مانص عليه الأندلسيون من أن اقتران خبرها ب((أن)) مخصوص بالشعر؛ فمن تجريده من ((أن)) قوله تعالىٰ: (فَذبحوها وما كادوا يفعلون) وقال: (من بعد ما كاد تزيغ قلوب فريق منهم) ومن اقترانه ب((أن)) قوله ﷺ: ((ما كدت أن أصلى العصر حتى كادت الشمس أن تغرب)) وقوله:

٨٨- كَادَتِ النَّفْسُ أن تفيضَ عَلَيهِ
إذْ غَدَا حَشْوَ رَيْطَةٍ وبُرُودِ

ترجمہ وتشریح:............ عسٰی کی خبر میں اَنْ کا آنا:

اس میں اختلاف ہے سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ عسٰی کی خبر کے ساتھ ان کا آنا کثیر ہے اور ان کا نہ

ہونا قلیل ہے، لیکن جمہور بصریین کا مسلک یہ ہے کہ صرف شعر میں اس کے ساتھ ان نہیں آتا اس کے علاوہ آتا ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی جہاں عسٰی آیا ہے اس کے ساتھ اس کی خبر میں ان بھی آیا ہے جیسے عَسَی اللّٰہُ ان یأتی بالفتح، عسٰی ربکم ان یرحمَکم۔ اور بغیر ان کی مثال:

٨٦- عَسَی الکربُ الّذی اَمْسَیْتَ فیہ
یکونُ وراءہ فَرَجٌ قریبُ

ترجمہ:...... ہوسکتا ہے کہ جس مصیبت میں آپ ہیں اس کے بعد عنقریب خوشحالی آجائے۔

ترکیب:

(عَسٰی) فعل مقارب (الکربُ) اس کا اسم (اَمْسَیْتَ فیہ) فعل ناقص (وراءہ) خبر مقدم (فَرَجٌ قریبُ) موصوف صفت اسم مؤخر۔

تشریح المفردات:

(الکرم)، مصیبت وغم، (امسیتُ) تاء کے ضمہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ مروی ہے (فرج) کشادگی، آسانی۔

محل استشہاد:

یکون وراءہ محل استشہاد ہے یہاں عسٰی کی خبر فعل مضارع آئی ہے اور اس کے ساتھ اَن مصدریہ ہے جو کہ قلیل ہے۔ اور اسی طرح شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

٨٧- عَسَی فَرَجٌ یأتِی بہ اللّٰہ، اِنَّہ
لَہُ کلَّ یومٍ فی خلیقتہ امرٌ

ترجمہ:...... ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کشادگی اور آسانی لیکر آئے اس لئے کہ اس کو ہر دن اپنی مخلوق میں کچھ کام کرنا ہوتا ہے۔

تشریح المفردات:

خلیقۃ بمعنی مخلوق اَمر کام۔

ترکیب:

(عَسَی) فعل (فَرَجٌ) اس کا اسم (یأتِی به الله) جملہ فعلیہ محلاً مرفوع اس کی خبر (اِنَّ) حرف تاکید (ہٗ) ضمیر اس کا اسم (له) جار مجرور محذوف کیساتھ متعلق ہو کر خبر مقدم کلَّ یومٍ منصوب بنا بر ظرفیت، (فی خلیقته) جار مجرور، یہ دونوں محذوف کے ساتھ متعلق ہیں۔ (امرٌ) مبتدا مؤخر، مبتدا خبر مل کر محلّ رفع میں خبر ہوئی انّ کیلئے۔

محلّ استشہاد:

یأتی به الله محلّ استشہاد ہے یہاں بھی عسٰی کی خبر فعل مضارع آئی ہے اور اس کے ساتھ اُن نہیں۔

قوله و امّا كادَ الخ:

كادَ کی خبر میں ان کا آنا:

کادَ کو چونکہ اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ یہ دلالت کرے خبر کے قریب ہونے پر اس وجہ سے حال کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی خبر میں ان کا نہ آنا کثیر ہے (اس لئے کہ ان استقبال کیلئے آتا ہے) اور مقترن ہونا قلیل ہے۔ اگرچہ اندلسیین کے ہاں ان کا مقترن ہونا صرف شعر کے ساتھ خاص ہے۔

بغیر ان کے آنے کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول "فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ" اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ تَزِيغُ قُلُوْبُ فريقٍ منهُمْ

اور اَنْ کے ساتھ آنے کی مثال نبی اکرم ﷺ کا قول ہے۔ "ما كدتُ ان أصلّی العصرَ حتّٰی كَادَتِ الشمسُ ان تغرُبَ"

اور اسی طرح شاعر کا یہ قول بھی ہے:

۸۸- كَادَتِ النَّفسُ أن تفيضَ عَلَيهِ

اِذْ غَدَا حَشْوَ رَيْطَةٍ وبُرُودِ

ترجمہ:...... قریب تھا کہ روح میری نکل جاتی جب وہ کفن کے کپڑوں میں لپیٹا گیا۔

ترکیب:

(کَادَت) فعل مقارب (النفس) اس کا اسم (أن تفیضَ عَلَیہِ) مضارع بتاویل مصدر خبر (اِذْ) ظرف (غَدًا) فعل ناقص، ضمیر مستتر اس کیلئے اسم (حَشْوَرَیْطَۃٍ وبُرُودٍ) خبر۔

تشریح المفردات:

نفس یہاں بمعنی روح ہے اس صورت میں یہ مؤنث ہے اور اگر شخص کے معنی میں لیا جائے تو پھر مذکر ہوتا ہے، تفیض فیضًا بدن سے روح کا نکلنا، علیہ میں ضمیر اس میت کی طرف راجع ہے جس کے بارے میں شاعر یہ مرثیہ پڑھتا ہے غدا بمعنی صار، ریطۃ وہ کپڑا جو چادر کی طرح ہو یا کفن، برود جمع ہے برد کی، دھاری دار کپڑے کو کہتے ہیں۔

محلِّ استشہاد:

ان تفیض محلِ استشہاد ہے یہاں عسٰی کی خبر میں فعل مضارع کے ساتھ ان آیا ہے۔

وکَعَسٰی حَرٰی، ولٰکن جُعِلا
خبرُهَا حَتمًا بِ"أن" مُتَّصِلا
وَألزَمُوا اِخلَولَقَ "انْ" مِثلَ حَرٰی
وبَعدَاوْ شَکَ انتِفَا "أنْ" نَزَرَا

ترجمہ:...... کسی کام کی امید پر دلالت کرنے میں عسٰی کی طرح حرٰی بھی ہے لیکن حرٰی کی خبر کے ساتھ اَنْ کا اتصال ضروری ہے۔ اور نحویوں نے حرٰی کی طرح اخلَولق کے ساتھ بھی اَن کا لانا ضروری قرار دیا ہے اور اوشک کے بعد اَن کا نہ آنا کم ہے۔

ترکیب:

(کَعَسٰی) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر خبر مقدم (حَرٰی) باعتبار لفظ مبتدا مؤخر (لٰکن) حرف استدراک (جعل) فعل ماضی مجہول (خبرُهَا) نائب فاعل (حَتمًا) صفت ہے موصوف محذوف (اتّصالاً) کیلئے، (بأن) جار مجرور مابعد (متصلا) کے ساتھ متعلق متصلاً جَعَلَ کیلئے مفعول ثانی ہے۔ (ألزَمُوا) فعل بافاعل (اِخلَولَقَ) باعتبار لفظ مفعول اوّل (أن) مفعول ثانی (مِثلَ حرٰی) حال (بَعدَاوْ شَکَ) ظرف ہے متعلق ہوا انتفا کے ساتھ (اِنتِفَاءِ ان) مبتدا (نَدَرَا) فعل با فاعل خبر۔

(ش) یعنی انّ "حریٰ" مثلُ ((عسی)) فی الدلالة علی رجاء الفعل، لکن یجب اقتران خبرھا ب((أن)) نحو: ((حری زیدأن یقوم)) ولم یجرد خبرھا من ((أن)) لافی الشعرولافی غیرہ، وکذلک ((أخلولق)) تلزم ((أن)) خبرھا نحو: ((اخلولَقَتِ السماءُ أن تمطر)) وھومن أمثلة سیبویه، وأما ((أوشک)) فالکثیر اقتران خبرھا ب((أن)) ویقل حذفھا منه؛ فمن اقترانه بھا قوله:

۸۹-وَلَوْ سُئِلَ النَّاسُ التُّرابَ لأوشَکُوا
اِذَاقِیْلَ ھَاتُوا ان یَمَلُّوا وَیَمنَعُوا

ومن تجردہ منھا قوله:

۹۰-یُوشِکُ مَنْ فَرَّ مِنْ مَنِیَّتِهٖ
فِی بَعْضِ غِرَّاتِهٖ یُوَافِقُھَا

ترجمہ وتشریح:............حریٰ، اِخلولَق، اوشکَ کی خبر میں ان کا آنا:

جس طرح عسیٰ فعل رجاء پر دلالت کرتا ہے اسی طرح حریٰ بھی کرتا ہے لیکن حریٰ کی خبر میں اَنْ کا لانا واجب ہے جیسے حریٰ زیدٌ ان یقُومَ، اور أن اس سے الگ نہیں ہوتا، نہ تو شعر میں اور نہ غیر شعر میں۔

اور حریٰ کی طرح اخلولق فعل بھی ہے اس کے ساتھ بھی أن زیادہ آتا ہے جیسے اخلولقت السمآء أن تمطرَ، سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال دی ہے۔ أوشک کی خبر میں أن کا آنا کثیر ہے اور نہ آنا قلیل، اقتران أن کی مثال شاعر کا یہ قول ہے۔

۸۹-وَلَوْ سُئِلَ النَّاسُ التُّرابَ لأوشَکُوا
اِذَاقِیْلَ ھَاتُوا ان یَمَلُّوا وَیَمنَعُوا

ترجمہ:......اگر لوگوں سے مٹی بھی مانگی جائے تو قریب ہے کہ وہ اکتا جائیں اور منع کریں یعنی مٹی کی کوئی قیمت نہیں لیکن لوگوں کی طبیعت ایسی بن گئی ہے کہ اگر ان سے مٹی بھی مانگی جائے تو بھی نہیں دیتے شاعر نے خوب کہا ہے۔

اللّٰهُ یَغْضَبُ ان تَرَکتَ سُؤَالَهُ
وابنُ آدمَ یَغْضَبُ حِیْنَ یُسْئَلُ

تشریح المفردات:

(التراب) مٹی (ھاتوا) فعل امر اس کا مفعول بہ محذوف ہے ای ھاتوا التراب (ان یملوا) سمع سے ہے بمعنیٰ تھک جانا۔

ترکیب:

(لو) شرطیہ (سُئِلَ النّاسُ) فعل مجہول با نائب فاعل (التُّرابَ) مفعول بہ (لام) لو کے جواب میں واقع ہے (أوشَكُوا) فعل مقارب واؤ جمع اس کا اسم۔ (ان یمَلُّوا اوَیمنعُوا) اس کی خبر (اذاقیل ھاتوا) جملہ معترضہ۔

محلّ استشہاد:

أن یملّوا محلّ استشہاد ہے یہاں اوشک کی خبر جملہ فعلیہ آئی ہے اور أن کے ساتھ مقترن ہے جو کہ کثیر ہے۔
اوشک کی خبر کا أن کے ساتھ متصل نہ ہونے کی مثال شاعر کا یہ قول ہے۔

۹۰- یُوشِکُ مَنْ فَرَّ مِنْ مَنِیَّتِہٖ
فِی بَعضِ غِرَّاتِہٖ یُوَافِقُھَا

ترجمہ:..... قریب ہے کہ جو بندہ اپنی موت سے بھاگے وہ اپنی کسی غفلت کی حالت میں کسی وقت اس سے جا ملے۔

ترکیب:

(یُوشِکُ) فعل ہے افعال مقاربہ سے (مَنْ فَرَّمِنْ مَنِیَّتِہٖ) موصول صلہ اس کا اسم (یوافقھا) خبر، (فِی بعض غِرَّاتِہٖ) اس کے متعلق۔

تشریح المفردات:

(یوشک) اوشک کا مضارع ہے بمعنیٰ قریب ہونے کے ہیں (فرّ) ازضرب بھاگنا۔ (منیّۃ) بروزن عطیّۃ موت کو کہتے ہیں جیسا کہ شعر میں ہے۔

وَاذَ المَنیّۃ اَنْشَبَتُ اظفارَھَا
الفَیتَ کلَّ تَمِیمَۃٍ لاتنفَعُ

محل استشہاد:

یوافقها محل استشہاد ہے یہاں یوشک کی خبر ان کے بغیر آئی ہے جو کہ نادر ہے۔

وَمِثْلُ كَادَ فِی الاصحّ كَرَبَا
وَتَرْكُ أنْ مَعَ ذِی الشَّرُوعِ وَجَبَا
كَأَنْشَا السَّائِقُ يَحْدُو، وطَفِق
كَذا جَعَلْتُ، وَاخَذْتُ، وَعَلِق

ترجمہ:...... کادَ کی طرح اصحّ قول کے مطابق کرب بھی ہے اور جو فعل شروع کے معنی پر دلالت کرتا ہے اس کے ساتھ ان کا نہ آنا واجب ہے جیسے انشأ السائقُ يَحدو اوَطَفِقَ (وہ گا کر ہانکنے لگا) اسی طرح جعلتُ ، اخَذْتُ علِقَ بھی ہے۔

ترکیب:

(مِثْلُ كَادَ) مضاف مضاف الیہ خبر مقدم (فی الاصحّ) جار مجرور متعلّق ہوا (مثل) کے ساتھ (کرب) باعتبار لفظ مبتدا مؤخر، (ترک أن) مبتدا (مَعَ ذِی الشَّرُوعِ وَجَبَ) خبر (كأنْشَا) ای وذالک كائن كأنشا السَّائقُ الخ (كذا) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلّق ہو کر خبر مقدم (جَعلتُ، وَاخَذْتَ، وَعَلِقَ) معطوف علیہ معطوف، باعتبار لفظ مبتدا مؤخر۔

(ش) لم يذكر سيبويه فی ((كرب)) إلا تجرد خبرها من ((أن)) وزعم المصنف أن الأصح خلافه، وهو أنها مثل ((كاد))؛ فيكون الكثير تجريد خبرها مِنْ "أن" وَيقلّ اقترانه بُهَا فمن تجريد قوله:

۹۱- كَرِبَ الْقَلْبُ مِنْ جَوَاهُ يَذُوبُ
حِيْنَ قَالَ الوُشاة: هِنْدٌ غَضُوبٌ

وسمع من اقترانه بها قوله:

۹۲- سَقَاهَا ذَوُو الأحْلامِ سَجْلاً عَلَى الظّمَا
وَقَدْ كَرَبَتْ أعْنَاقُهَا أن تَقَطَّعَا

والمشهور في ((كرب)) فتح الراء، ونقل كسرها أيضًا

ومعنى قوله: ((وترك أن مع ذى الشروع وجبا)) أن ما دل على الشروع في الفعل لا يجوز اقتران خبره بـ((أن)) لما بينه وبين ((أن)) من المنافاة؛ لأن المقصود به الحال، و((أن)) للاستقبال، وذلك نحو: أنشأ السائق يحدو، وطفق زيد يدعو، وجعل يتكلم، وأخذ ينظم، وعلق يفعل كذا))

ترجمہ وتشریح: .... کربَ کی خبر میں ان کا آنا:

افعال مقاربہ میں سے ایک کربَ بھی ہے جس کے بارے میں سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی خبر میں أن نہیں آتا جبکہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے زعم کے مطابق اس میں أن کا نہ آنا کثیر ہے اور أن کا آنا قلیل ہے۔ تجرید (بغیر أن کے آنے کی) مثال شاعر کا یہ قول ہے۔

۱۹- كَرَبَ الْقَلْبُ مِنْ جَوَاهُ يَذُوبُ
حِيْنَ قَالَ الْوُشَاةُ: هِنْدٌ غَضُوبٌ

ترجمہ:...... قریب تھا کہ میرا دل زیادہ غم کی وجہ سے پگھل جاتا جب چغلخوروں نے مجھے کہا کہ ہندہ (شاعر کی محبوبہ ہے) آپ پر غصہ ہے۔

تشریح المفردات:

(کرب) نصر اور سمع سے آتا ہے (جواہ) ای شدۃ الحزن، ذاب یذوب ذوبًا پگھلنا' (الوشاۃ) جمع ہے واشِ کی (بمعنی چغلخور) جیسے قُضاۃ جمع ہے قاضِ کی (غضوب) بروزن صبور' اس میں مذکر ومؤنث دونوں برابر ہیں۔

ترکیب:

(کربَ) فعل ہے افعال مقاربہ ہے (القلب) اس کا اسم (یذوب) فعل با فاعل خبر (من جواہ) جار مجرور متعلق ہوا یذوب کے ساتھ' حین منصوب بنا بر ظرفیت (قال الوشاۃ) فعل فاعل' (ھند غضوب) مبتدا خبر جملہ اسمیہ، مقولہ ہوا قول کا۔

محل استشہاد:

یذوب محل استشہاد ہے کرب کی خبر یہاں فعل مضارع آئی ہے اور اس کے ساتھ أن نہیں ہے۔

کَرُبَ کی خبر میں ان کے آنے کی مثال شاعر کا یہ قول ہے۔

۹۲-سَقَاهَا ذَوُو الاَحْلامِ سَجْلاً عَلَی الظَّمَا
وَقَدْ كَرَبَتْ أعناقُهَا أن تَقَطَّعَا

ترجمہ:......اس قوم کی رگوں کو عقل والوں نے پیاس کی حالت میں پانی کا بھرا ہوا ڈول پلایا اور قریب تھا کہ اس پیاس کی وجہ سے ان کی گردنیں کٹ جاتیں (یہاں شاعر مذکورہ قوم کی ہجو، برائی بیان کر رہا ہے کہ اگر چہ فی الحال ان کے اوپر آسانی اور مالدار ہے لیکن ایک وقت ایسا تھا کہ ان کو کھانے پینے کی کوئی چیز میسر نہیں تھی اور دیگر اچھے لوگ ان کی مدد کرتے تھے)

تشریح المفردات:

(سقاھا) سقی واحد مذکر غائب ھا ضمیر (عروق) کی طرف راجع ہے جو اس سے پہلے والے شعر میں ذکر ہے اور یہ (عرق) کی جمع ہے رگوں کو کہتے ہیں قوم کی رگیں، مقصود قوم کی مذمّت بیان کرنی ہے۔) (ذوو الاحلام) عقل والے، (سجلاً) پانی سے بھرا ہوا ڈول (الظّما) سخت پیاس (تقطّعا) اصل میں تتقطّعا تھا دو تاء میں سے ایک کو جوازی طور پر حذف کیا۔

ترکیب:

(سَقَی) فعل ماضی واحد مذکر غائب ھا مفعول اوّل (ذَوُو الاَحْلامِ) فاعل، (سَجْلاً) مفعول ثانی (عَلَی الظَّمَا) جار مجرور متعلق ہوا سقیٰ کے ساتھ (واو) حالیہ قد حرف تحقیق (کَرَبَت) فعل ہے افعال مقاربہ سے (أعناقُهَا) اس کا اسم (أن تَقَطَّعَا) فعل مضارع بتاویل مصدر اس کی خبر۔

محلّ استشہاد:

أن تقطّعا محلّ استشہاد ہے یہاں کربَ کی خبر فعل مضارع مقترن بأن آئی ہے جو کہ قلیل ہے۔ کرب کے اندر را کا فتحہ مشہور ہے اور کسرہ بھی نقل کیا گیا ہے۔

شروع پر دلالت کرنے والے افعال کی خبر میں ان کا لانا:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول "وترک أن مَعَ ذِی الشروع وَجَبَا" کا مطلب یہ ہے کہ افعال مُقاربہ میں سے جو افعال فعل کے شروع ہونے پر دلالت کرتے ہیں (جیسے اَخَذَ طَفِقَ وغیرہ) ان کی خبر میں أن کا لانا جائز نہیں اس لئے کہ ان میں منافات ہے کیونکہ اس قسم کے افعال سے حال مقصود ہوتا ہے اور أن استقبال کیلئے آتا ہے جیسے انشأ السایق یحدو الی آخرہ۔

واستعملوا مُضارِعًا لِأوْشَكا
وَكَادَ لاغَيْرُ وَزادُوا مُوشِكًا

ترجمہ:...... نحوی حضرات نے اوشک اور کاد کے مضارع کو استعمال کیا ہے فقط، اور موشکؔ کو بھی زیادہ کیا ہے (یعنی اوشک سے اسم فاعل کو بھی استعمال کیا ہے)

ترکیب:

(استعملوا مُضارِعًا) فعل با فاعل ومفعول (لأوْشَكا) اس کے ساتھ متعلق (اوشک) معطوف علیہ (کادَ) معطوف (لا) عاطفہ (غَيرُ) اوشک کا معطوف (زادُوا مُوشِكًا) فعل با فاعل ومفعول۔

(ش) افعال هذا الباب لا تتصرف، إلا ((كاد، وأوشک)) ؛ فإنه قد استعمل منهما المضارع، نحو قوله تعالیٰ: (يكادون يسطون) وقول الشاعر:...... "يوشک من فر من منيته"

وزعم الأصمعي أنه لم يستعمل ((يوشک)) إلا بلفظ المضارع (ولم يستعمل ((أوشک)) بلفظ الماضی) وليس بجيد، بل قد حكی الخليل استعمال الماضی، وقد ورد فی الشعر، كقوله:

وَلَوْ سُئِلَ النَّاسُ التراب لأوشكوا
إذاقيل هاتوا أن يملوا ويمنعوا

نعم الكثير فيها استعمال المضارع (وقل استعمال الماضی) وقول المصنف: ((وزادوا موشكا)) معناه أنه قد ورد أيضًا استعمال اسم الفاعل من ((أوشک)) كقوله:

۹۳ - فَمُوشِكَةٌ أرْضُنا أنْ تَعُودَ
خِلافَ الأنِيسِ وُحُوشًا يَبَابَا

وقد يشعر تخصيصه ((أوشک)) بالذكر أنه لم يستعمل اسم الفاعل من ((كاد))، وليس كذلک، بل قد ورد استعماله فی الشعر، كقوله:

۹۴ - أمُوتُ أسًى يَوْمَ الرِّجامِ، وَإنَّنِي
يَقِينًا لَرَهْنٌ بالَّذِي أنا كائِدُ

وقد ذكر المصنف هذا فی غير هذا الكتاب.

وأفهم كلام المصنف أن غير ((كاد، وأوشك)) من أفعال هذا الباب لم يرد منه المضارع ولا اسم الفاعل وحكىٰ غيره خلاف ذالک فحکی صاحب الانصاف استعمال المضارع واسم الفاعل من ((عسى)) قال: عسى يعسى فهو عاس، وحکی الجوهری مضارع ((طفق))، وحکی الکسائی مضارع ((جعل))

ترجمہ وتشریح:............افعال مقاربہ کا ماضی کے بغیر استعمال ہونا:

واضح رہے کہ افعال مقاربہ غیر متصرفہ ہیں یعنی ان میں با قاعدہ عمومی تصرّف (تصرف کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے) نہیں ہوتا صرف کَادَ، اور اوشک دو ایسے فعل ہیں کہ ان سے مضارع استعمال ہوتا ہے جیسے ربّ العزّت کا قول "یَکادُوْنَ یَسْطُوْنَ" اور شاعر کا یہ قول یُوشکُ مَنْ فَرَّ من منیّته (اس شعر کی تفصیل گذر گئی)

امام اصمعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے زعم کے مطابق یوشک صرف مضارع کے لفظ کے ساتھ استعمال ہوا ہے لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ خلیل رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اس کے ماضی کے استعمال کی بھی حکایت کی ہے جیسا کہ شعر میں وارد ہے (لاوشکوا) یہاں ماضی استعمال ہوا ہے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مضارع کا استعمال اس میں بنسبت ماضی کے کثیر ہے۔

وَقولُ المصنف "وَزادُوا موشكًا" الخ:

مصنف رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے قول "وزادُوا مُوشكًا" کا مطلب یہ ہے کہ اوشک سے اسم فاعل بھی استعمال ہوتا ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۹۳- فَمُوشِكَةٌ أرْضُنَا أنْ تَعُودَ

خِلافَ الأنيسِ وُحُوشًا يَبَابَا

ترجمہ:......قریب ہے کہ ہماری زمین محبوب کے بعد جدا ہونے کے وحشت والی اور خراب ہو جائے۔

ترکیب:

(فَمُوشِكَةٌ) خبر مقدم (أرْضُنَا) مبتدا مؤخر (أنْ تَعُودَ) مضارع بتاویل مصدر (خِلافَ الأنيسِ) منصوب بنا بر ظرفیت (وُحُوشًا) حال اوّل ہے تعود کی ضمیر سے، (يَبَابًا) حال ثانی۔

تشریح المفردات:

(تعود) بمعنی تصِیرَ (خلاف الانیس) ای بعدالمؤانس" انس (محبت) کرنے والے کے بعد (وحوشا) وحشت والی (یبابا) بمعنی خراب، جہاں کوئی بھی نہ ہو۔

محلّ استشہاد:

فموشکۃ محل استشہاد ہے یہاں اوشک کا اسم فاعل استعمال ہوا ہے۔

وقد یُشعر الخ:

شارح فرمارہے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف اوشکَ کے اسم فاعل کا ذکر کیا ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "کاد" کا اسم فاعل استعمال نہیں ہوتا حالانکہ کاد کا اسم فاعل بھی استعمال ہوتا ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۹۴-أمُوتُ أسًى یَوْمَ الرِّجامِ، وَإنَّنِی
یَقِیْنًا لَرَهْنٌ بِالَّذِی أنا کَائِدُ

ترجمہ:......قریب تھا کہ میں رجام کی لڑائی کے دن غم کی وجہ سے مرجاتا اور میرا یقین تھا کہ میں گروی ہوں اس چیز کے بدلے جس سے میں ملنے والا ہوں (یعنی موت سے)

تشریح المفردات:

(اموتُ) جملہ فعلیہ ہوکر خبر واقع ہے کدتُ کیلئے (جو کہ پہلے شعر میں ذکر ہے) اَسًی مفعول لہ ہے ای لاجل الحزن (رجام) اس جگہ کا نام ہے جہاں جنگ ہوئی تھی (رھن) بمعنی مرھون گروی (کائد) اس کی خبر آتیہ محذوف ہے۔

ترکیب:

(أمُوتُ) فعل بافاعل (أسی) مفعول لہ (یَوْمَ الرِّجامِ) منصوب بنا ظرفیت خبر ہے (کدت) کیلئے جو کہ پہلے شعر میں مذکور ہے) (ان) حرف ہے حروف مشبہ بالفعل سے (ی) اس کا اسم (یقینًا) مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا ای أوقِنُ یقینًا (لام) تاکید (رَهْنٌ بالّذِی أنا کَائِدُ) خبر ہے انّ کیلئے۔ کائد کی خبر محذوف ہے ای انا کائد آتیہ.

محلِّ استشہاد:

أنا كائد، محلِ استشہاد ہے یہاں "کاد" کا اسم فاعل استعمال ہوا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے علاوہ دوسری کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ نیز مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کادَ، اوشکَ، کے علاوہ جو افعال ہیں ان سے مضارع، اسم فاعل واقع نہیں ہوتا لیکن دیگر حضرات نے اس کے خلاف حکایت کی ہے۔

چنانچہ صاحب انصاف نے عسٰی سے فعل مضارع اور اسم فاعل دونوں کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے عسٰی یعسِیُ فھو عاسٍ ، اور جوہری (ابونصر اسماعیل بن حماد متوفی ۲۹۳) رحمۃ اللہ تعالیٰ نے "طفق" کا مضارع اور کسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جَعَل کا مضارع نقل کیا ہے۔

بَعْدَ عَسَى اخْلَولَقَ أوشك قَدْيَرِد

غِنًى بِ"أن يَفْعَلَ" عَنْ ثَانٍ فُقِد

ترجمہ:......عسٰی، اخلولق اور أوشک کے بعد کبھی ان یفعل (مضارع بتاویل مصدر) کے ساتھ دوسرے غیر موجود (خبر) سے بے احتیاطی پیدا ہوتی ہے۔ (یعنی عسٰی وغیرہ کے بعد جب ان یفعل آ جائے تو اس کو خبر کی ضرورت باقی نہیں رہتی)

ترکیب:

(بَعْدَعَسَى الخ) ظرف متعلّق ہے (یرد) فعل کے ساتھ (غنًى) فاعل (بان یفعل) جار مجرور متعلق ہوا (غِنًى) کے ساتھ (عن) جار (ثان فقد) موصوف صفت ملکر مجرور۔ جار مجرور مل کر یہ بھی متعلق ہوا غنًى کے ساتھ۔

(ش) اختصّت ((عسى، واخلولق، وأوشك)) بأنها)) تستعمل ناقصة وتامة. فأما الناقصة فقد سبق ذكرها. وأما التامة فهي المسندة إلى ((أن)) والفعل ،نحو: ((عسى أن يقوم، واخلولق أن يأتي، وأوشك أن يفعل)) ف((أن)) والفعل في موضع رفع فاعل ((عسى، واخلولق، وأوشك)) واستغنت به عن المنصوب الذي هو خبرها.

وهذا إذا لم يل الفعل الذي بعد ((أن)) اسم ظاهر يصح رفعه به؛ فإن وليه نحو ((عسى أن يقوم زيد)) فذهب الأستاذ أبو علي الشلوبين إلى أنه يجب أن يكون الظاهر مرفوعا بالفعل الذي بعد ((أن)) ف ((أن)) وما بعدها فاعل لعسى، وهي تامة، ولا خبر لها، وذهب المبرد والسيرافي والفارسيُّ إلى تجويز

ماذكره الشلوبين وتجويز: أن يكون مابعدالفعل الذى بعد((أن)) مرفوعابعسى اسما لها، و((أن)) والفعل في موضع نصب بعسى، وتقدم على الاسم، والفعل الذى بعد((أن)) فاعله ضمير يعود على فاعل ((عسى)) وجازعوده عليه–وإن تاخر–لإنه مقدم فى النية.

وتظهر فائدة هذاالخلاف فى التثنية والجمع والتأنيث.

فتقول –على مذهب غيرالشلوبين–((عسى أن يقوماالزيدان، وعسى أن يقوموا الزيدون، وعسى أن يقمن الهندات)) فتأتى بضميرفى الفعل؛لأن الظاهرليس مرفوعًابه، بل هومرفوع ب ((عسٰى))

وعلى رأى الشلوبين يجب أن تقول: ((عسى أن يقوم الزيدان، وعسى أن يقوم الزيدون، وعسى أن تقوم االهندات))فلا تأتى فى الفعل بضمير؛لإ نه رفع الظاهر الذى بعده.

ترجمہ وتشریح:............عسٰی، اخلولق، اوشک کا تامّہ استعمال ہونا:

افعال مقاربہ میں سے عسٰی، اخلولق، أوشک کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ناقصہ بھی استعمال ہوتے ہیں اور تامّہ بھی۔

ناقصہ کا ذکر پہلے گزر چکا، تامّہ وہ ہے جس کی اسناد أن اور اس کے فعل کی طرف ہو چکی ہو جیسے عسٰی أن یقُومَ، اخلولق أن یأتی، أوشک ان یفعل یہاں أن اپنے مابعد فعل مضارع کے ساتھ بتاویل مصدر ہو کر فاعل ہے عسٰی الخ کیلئے، اس صورت میں عسٰی کے لئے خبر کی ضرورت نہیں، غنّی بان یفعل عن ثانٍ فقد سے یہی مراد ہے۔
لیکن یہ توجیہ اس صورت میں ہے جب أن کے بعد والے فعل کے ساتھ کوئی اسم ظاہر نہ ہو جس کو اس فعل کا رفع دینا صحیح ہو اور اگر ان کے بعد والے فعل کے ساتھ کوئی اسم ظاہر ہو تو اس صورت میں وجوبی طور پر اسم ظاہر اس فعل کے ساتھ مرفوع ہوگا اور عسٰی کیلئے فاعل بنے گا جیسے عسٰی ان یقومَ زیدٌ 'ای عسٰی قیام زید عسٰی اس صورت میں تامّہ ہے اور اس کی خبر نہیں ہے یہ استاذ ابوعلی الشلوبین رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے (ان کا نام عمر بن محمد ہے اندلس میں نحو ولغت کے امام تھے ۶۴۵ھ کو انتقال کر گئے مزید تفصیل مقدمہ میں گزری ہے)

امام مبرد، سیرافی فارسی رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں شلوبین رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ أن کے بعد

والے فعل کے بعد اسم ظاہر کو مرفوع قرار دیا جائے اور أن اپنے فعل سمیت محلاً منصوب ہو کر خبر ہو، عسیٰ ان یقوم زیدٌ میں زیدٌ عسیٰ کا اسم اور أن یقوم اس کی خبر ہوگی۔

یہاں اس ترکیب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان یقوم میں ضمیر زید کی طرف لوٹ رہی ہے جو کہ مؤخر ہے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں زید (اسم) اگرچہ لفظوں میں مؤخر ہے لیکن نیت اور رتبہ میں مقدم ہے۔

اختلاف کا ثمرہ

غیر شلوبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مطابق عَسٰی ان یقوما الزیدان، عسٰی أن یقوموا الزیدون، عسٰی ان یقُمْنَ الھنداتُ کہا جائے گا اس لئے کہ الزیدان الزیدون فعل مذکور کی وجہ سے مرفوع نہیں ہیں بلکہ وہ عسٰی کی وجہ سے مرفوع ہیں یعنی الزیدان، الزیدون عسٰی کے اسم ہیں اور ان یقوما، ان یقوموا خبر، (ضمیر مرجع کے مطابق ہوگی)

اور شلوبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے مطابق عسٰی ان یقوم الزیدان، عسٰی ان یقوم الزیدون، عسٰی أن تقومَ الھنداتُ (فعل کو مفرد لاکر) پڑھنا واجب ہے اس لئے کہ یہاں الزیدان، الزیدون فعل مذکور ان یقوم کی وجہ سے مرفوع ہے اور الزیدان الزیدون اس فعل کے فاعل ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ فاعل جب اسم ظاہر تو فعل کو ہمیشہ کیلئے واحد لایا جائے گا چاہے فاعل تثنیہ ہو یا جمع۔

وَجــــرِّدَنْ عسٰـــــی، أوِ ارْفَـــعْ مُـــضْـــمَـــرا
بِھَــــــا، إذا اســــمٌ قبــلَھَــــاقَـــدْ ذُكِـــرَا

ترجمہ:......آپ عسٰی کو خالی مانیں یا اس کے ذریعہ سے آپ ضمیر کو رفع دیں جب اس سے پہلے اسم مذکور ہو۔

ترکیب:

(جرِّدَنْ) فعل امر با فاعل (عسٰی) باعتبار لفظ مفعول بہ (ارفع) فعل امر با فاعل (مُضمَرا بِھَا) مفعول بہ و متعلق (إذا) ظرف ذُکر کے ساتھ متعلق (اسمٌ) نائب فاعل ذکر کیلئے۔

(ش) اختصّت عسٰی من بین سائر افعال ھذا الباب بأنھا إذا تقدم علیھا اسم جاز أن یضمر فیھا ضمیر یعود علی الاسم السابق، وھذہ لغة تمیم، وجاز تجریدھا عن الضمیر، وھذہ لغة الحجاز، وذلک نحو: ((زیدٌ

عسى أن يقوم فعلى لغة تميم يكون في((عسى)) ضمير مستتر يعود على((زيد))و((أن يقوم))في موضع نصب بِعَسَى: وعلى لغة الحجاز لا ضميرَ في "عسى" و"اَنْ يقومَ" في موضع رفع بعسى.

وتظهر فائدة ذلك في التثنية والجمع والتأنيث.

فتقول –على لغة تميم–:((هند عست أن تقوم، والزيدان عسيا أن يقوما،والزيدون عسوا أن يقوموا،والهندان عستا أن تقوما،والهندات عسين أن يقمن))

وتقول– على لغة الحجاز–:((هند عسى أن تقوم،والزيدان عسى أن يقوما،والزيدون عسوا أن يقوموا، والهندان عستا أن تقوما،والهندات عسين أن يقمن))–وتقول على لغة الحجاز"هند عسٰى أن تقوم والزيدان عسٰى ان يقوما ، والزيدون عسٰى ان يقوموا والهندان عسٰى ان تقومَا،والهنداتُ عسٰى ان يقمن"

وأما غير((عسى)) من أفعال هذا الباب فيجب الإضمار فيه؛فتقول:((الزيدان جعلا ينظمان)) ولا يجوز ترك الإضمار؛فلا تقول:((الزيدان جعل ينظمان)) كما تقول:((الزيدان عسى أن يقوما))

ترجمہ وتشریح:............عسٰی کی خصوصیت:

باقی افعال سے ہٹ کر عسٰی کے اندر یہ خصوصیّت ہے کہ جب اس سے پہلے اسم واقع ہو جائے تو اس کے اندر دو احتمال ہیں ایک تمیم کی لغت ہے اور ایک حجاز کی لغت ہے۔تمیم والوں کی لغت یہ ہے کہ جب عسٰی سے پہلے اسم ہو تو اس میں ضمیر ہوگی جو لوٹے گی سابق اسم کی طرف۔اور حجاز والوں کی لغت یہ ہے کہ عسٰی کے اندر اس صورت میں ضمیر نہیں ہوگی، الغرض تمیم کی لغت کے مطابق عسٰی میں ضمیر ہے جو لوٹ رہی ہے زید کی طرف اور وہ اس کا اسم ہے اور أن یقوم محلاً منصوب ہے جو اس کی خبر ہے اور حجاز والوں کے ہاں عسٰی میں ضمیر نہیں اور أن یقومَ عسٰی کی وجہ سے مرفوع ہے۔

ثمرہ اختلاف:

اس اختلاف کا ثمرہ اور فائدہ تثنیہ جمع تانیث میں ظاہر ہوتا ہے،تمیم کی لغت کے مطابق ھندٌ عَسَتْ أنْ تَقُومَ، الزیدان عَسَیا أن یقوما، الزیدون عَسَوا أن یقومُوا،الھندان عَسَتَا أن تقُومَا، الھنداتُ عَسَینَ أن یقُمْنَ پڑھا جائے گا،اور حجاز کی لغت کے مطابق ھندٌ عسٰی أن تقومَ،الزیدان عسٰی أن یقوما، الزیدون عَسَوا أن یقوموا،

الهندان عَسَتَاأن تقوما، الهندات عَسَينَ أن يقُمْنَ پڑھا جائے گا۔

اور عسٰی کے علاوہ دیگر افعال میں اضمار واجب ہے جیسے الزیدان جَعَلاينظِمَان یہاں الزیدان جَعَل ينظِمَان کہنا غلط ہے۔

وَالْفَتْحَ والكَسْرَ أجِزْ فِي السّيْنِ مِنْ
نحوِ "عَسَيْتُ" وَانتقا الفَتحِ زُكِن

ترجمہ:...... عَسَيْتُ کی جیسی مثالوں میں فتح اور کسرہ دونوں جائز قرار دیں اور فتح کا مختار ہونا معلوم ہے۔

ترکیب:

(وَالْفَتْحَ وَالكَسْرَ) معطوف علیہ معطوف مفعول بہ مقدم (أجِزْ) فعل با فاعل کیلئے (فِي السّيْنِ) جار مجرور متعلّق ہوا أجز کے ساتھ (مِنْ نحوِ "عَسَيْتُ) جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلّق ہو کر حال ہے (السّين) سے (انتقاء الفَتح) مضاف مضاف الیہ مبتدا (زُكِن) ماضی مجہول با نائب فاعل خبر۔

(ش) أذا اتّصل بِ((عسى)) ضمير موضوع للرفع، وهو لمتكلم، نحو: ((عسيتُ)) أو لمخاطب، نحو: ((عسيتَ، وعسيتِ، وعسيتما، وعسيتم، وعسيتُنَّ)) أو لغائبات، نحو: ((عَسَينَ)) جاز كسر سينها وفتحها، والفتح أشهر، وقرأ نافع: (فهل عسيتم: إن تولّيتُم) بكسر السين، وقرأ الباقون بفتحها.

ترجمہ وتشریح:............ عسٰی کے باب میں سین کا کسرہ اور فتح کب جائز ہے؟

جب عسٰی کے ساتھ ضمیر مرفوع آ جائے چاہے متکلم کی ہو یا مخاطب کی یا غائب کی تو اس صورت میں اس میں سین کا کسرہ اور فتح دونوں جائز ہے اور فتح زیادہ مشہور ہے، جیسے عَسَيْتُ الخ۔

اور نافع رحمہ اللہ تعالیٰ نے سین کے کسرہ کو پڑھا ہے ان کی قراءت فَهَلْ عَسِيْتُمْ ان تولّيتمْ ہے جبکہ دیگر حضرات نے اس قراءت میں سین پر فتحہ پڑھا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

وصلتُ الیٰ هذاالمقام ليلة ۲۶ من ذی القعدة ۱۴۲۳ھ فللّٰه الحمد.

إِنَّ وَأَخَوَاتُها

لإنَّ ،أنَّ لَيْــتَ، لٰــكِــنَّ لــعَــلَّ
كــأنَّ ،عــكــسُ مَــالِــكَــانَ مِـنْ عــمــل
كــإنَّ زيـــدًا عـــالِـــمٌ بـــأنّـــي
كفءٌ ،ولــكــنَّ ابــنـــه ذوضِــغْــن

ترجمہ:......إنَّ أنْ ليتَ لكنَّ لعلَّ اور كأنَّ کا عمل کان کے عمل کے برعکس ہے (یعنی یہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں) جیسے انَّ زیدًا عالمٌ الخ (زید جاننے والا ہے کہ میں برابر کا آدمی ہوں لیکن اس کا بیٹا حسد و بغض والا ہے۔(یہاں انَّ اور لکنَّ کی مثال دی ہے)

ترکیب:

(لإنَّ ،أنَّ لَيْـتَ، لـكـن لـعَـلَّ) معطوف علیہ معطوف بحذف حرف عطف' جار مجرور محذوف کے ساتھ متعلّق ہو کر خبر مقدم (عكسُ) مبتدا مضاف (مَا) موصولہ (لِكانَ مِنْ عمل) دونوں جار مجرور متعلّق ہوئے فعل محذوف استقرَّ کے ساتھ۔ (كـأنَّ اى كقولك إنّ(انَّ) حرف مشبہ بالفعل (زيد) اس کا اسم (عـالـم بـانّـي كفّ) خبر (ولكنَّ) حرف استدراک (ابنه) اس کا اسم ذوضعن) خبر۔

(ش) هـذاهـو القسم الثانى من الحروف الناسخة للابتداء،وهى ستة أحرف :إنَّ،وأنَّ،ولكنَّ،وليتَ،ولعلَّ، وعدَّها سيبويه خمسة؛ فأسقط((أنَّ))المفتوحة لأن أصلها((إنَّ))المكسورة، كماسيأتى.

ومعنى((إنَّ، وأنَّ))التوكيد،ومعنى((كأنَّ))التشبيه، و((لكنَّ))للاستدراك،و((ليتَ)) للتمنّى، و((لعَلَّ))للترجى والإشفاق،والفرق بين الترجّى والتمنى أن التمنّى يكون فى الممكن،نحو:((ليت زيدا قائم)) وفى غير الممكن،نحو:((ليت الشباب يعود يومًا))، وأن الترجى لايكون إلافى الممكن؛فلا تقول ((لعلَّ الشباب يعود))والفرق بين الترجى والإشفاق أن الترجى يكون فى المحبوب،نحو:((لعل الله يرحمنا)) والإشفاق فى المكروه نحو:((لعل العدو يقدم))

وهـذه الـحـروف تعمل عكس عمل((كان))فتنصب الاسم،وترفع الخبر،نحو:((إنَّ زيدًاقائمٌ))؛ فهي عاملةفي الجزء ين،وهٰذامذهب البصريين.

وذهـب الـكـوفيـون إلى أنهالاعمل لهافي الخبر،وإنماهوباق على رفعه الذى كان له قبل دخول ((أنَّ)) وهو خبر المبتدأ.

ترجمہ وتشریح:............حروف مشبّہ بالفعل اوران کی وجہ تسمیہ:

حروف کی دوسری قسم جوناسخ للا بتداء ہے وہ چھ ہیں۔ إنَّ ،أنَّ ، كـأنَّ ،لـكـنَّ ليتَ، لعَلَّ، سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پانچ شمار کیا ہے انہوں نے انّ مفتوحہ کو ساقط کیا ہے اس لئے کہ اس کی اصل انّ مکسورہ ہی ہے جیسا کہ آگے ذکر آئے گا (ان حروف کو حروف مشبّہ بالفعل کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ حروف فعل متعدی کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں جس طرح فعل متعدی فاعل اور مفعول کو چاہتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی دو اسموں کو چاہتے ہیں' اور دوسری مشابہت یہ ہیکہ فعل کی طرح یہ حروف بھی ثلاثی رباعی ہیں اور تیسری مشابہت یہ ہے کہ فعل ماضی کی طرح یہ بھی مبنی برفتحہ ہیں)

حروف مشبہ بالفعل کے معانی:

اِنَّ،اَنَّ دونوں تاکید کے معنی کیلئے آتے ہیں اور کأنّ تشبیہ کیلئے آتا ہے۔

اور لـکـنَّ استدراک کیلئے آتا ہے،استدراک کا معنی اس وہم کو دور کرنا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہو مثلاً کسی نے کہا "مـاجـاء نی زيدٌ" تو اس سے وہم ہوا کہ شاید عمرو بھی نہ آیا ہو تو اس کو دفع کر دیا کہ لـكـنَّ عـمـرًاقدجاء،لیتَ تمنّی (آرزو) اور لعلَّ ترجّی اور اشفاق کیلئے آتا ہے۔ترجّی (امید) اور تمنّی میں فرق یہ ہے کہ تمنّی ممکن میں بھی ہوتی ہے جیسے ليتَ زيدًا قائم، یہاں قیام زید ممکن ہے،اور غیر ممکن میں بھی جیسے ليتَ الشباب يعودُ چنانچہ جوانی لوٹ کر آنا ناممکن نہیں اور ترجّی صرف ممکن میں ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ لَعَلَّ الشبابَ يعودُ يومًا صحیح نہیں۔

پھر ترجّی اور اشفاق میں فرق یہ ہے کہ ترجّی محبوب چیز میں ہوتی ہے جیسے 'لَـعَـلَّ الـلّٰـه يـرحـمـنـا' اور اشفاق مکروہ (ناپسندیدہ چیز) میں ہوتا ہے جیسے لَعَلَّ العدوّ يقدم (شاید کہ دشمن آجائے) چنانچہ دشمن کا آنا ناپسندیدہ ہے۔

قوله وهذه الحروف الخ:

حروف مشبّہ بالفعل کا عمل

یہ حروف کان کے برعکس عمل کرتے ہیں یعنی اسم کونصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسے اِنَّ زیداً قائم یہاں دونوں جزء میں انَّ، عامل ہے اور یہ بصریین کا مسلک ہے۔ اور کوفیین کا مسلک یہ ہے کہ یہ خبر میں عمل نہیں کرتے اور خبر مرفوع ہوگی اس رفع کی وجہ سے جو پہلے تھا یعنی پہلے مبتدا کیلئے خبر بننے کی صورت میں جو رفع تھا وہ اب بھی برقرار رہے گا یہ عمل ان حروف کی وجہ سے نہیں ہوگا۔

وَرَاعِ ذَاالتــــرتيـــبَ اِلاّ فـــى الّــذى
كــلَيْــتَ فيهَــا أو هُـنَــا غيــر البـذى

ترجمہ:......اور انَّ واخواتہا کے اسم اور خبر میں ترتیب کی رعایت کیجئے (یعنی پہلے اسم اور پھر خبر کو لایئے) مگر اس ترکیب میں جو لَيْتَ فيهَا يا هُنـا غير البذى کی طرح ہے (اس ترکیب میں چونکہ خبر جار مجرور، اور ظرف ہے اس وجہ سے ترتیب کے بغیر ہے۔ ترجمہ کاش وہاں فحش گو کے علاوہ کوئی ہوتا)

ترکیب:

(رَاعِ) فعل امر بافاعل (از باب مفاعلہ) (ذا) مبدل منہ (الترتیب) بدل (مفعول بہ) (اِلاّ فی الّذی) (تقدیر عبارت یوں ہے رَاعَ ذاالترتیب فی کلّ ترکیب الاّ فی الترکیب الذی) جار مجرور (کلَیْتَ) ای وذالک کائن کلیتَ الخ (لیت) حرف مشبّہ بالفعل (فیهَا أو هُنَا غیر البذی) لیت کا اسم مؤخر۔

(ش) ای یلزم تقدیم الاسم فی هذاالباب وتأخیر الخبر، إلا إذا كان الخبر ظرفًا، أو جارًا ومجرورًا؛ فإنه لايلزم تأخيره، وتحت هذا قسمان:

أحدهما: أنه يجوز تقديمه وتأخيره، وذالك نحو: ((ليتَ فيهاغير البذى)) أو ((ليت هناغير البذى)) أى الوقح؛ فيجوز تقديم ((فيها، وهنا)) على ((غير)) وتأخيرهما عنها.

والثانى: أنه يجب تقديمه، نحو: ((ليت فى الدار صاحبها)) فلايجوز تأخير ((فى الدار)) لئلا يعود الضمير على متأخر لفظا ورتبة.

ولايجوز تقديم معمول الخبر على الاسم إذا كان غير ظرف ولا مجرور، نحو: ((إن زيدًا آكل طعامک)) فلايجوز ((إن طعامک زيدا آكل)) وكذا إن كان المعمول ظرفًا أو جارًا ومجرورًا، نحو: ((إن زيدا واثق بک)) أو ((جالس عندک)) فلايجوز تقديم المعمول على الاسم؛ فلا تقول: ((إن بک زيدا واثق)) أو ((إن عندک زيدا جالس)) وأجازه بعضهم، وجعل منه قوله:

٩٥- فَلاتَلْحَنِي فيها، فإنَّ بِحُبِّهَا
أَخَاکَ مُصَابُ القلبِ جَمٌّ بَلابِلُه

ترجمہ وتشریح:

انَّ اور اس کے اخوات کے باب میں اسم کو مقدم اور خبر کو مؤخر کرنا ضروری ہے:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ انَّ واخواتھا میں اسم کو مقدم اور خبر کو مؤخر کرنا ضروری ہے الّا یہ کہ خبر ظرف یا جار مجرور ہو تو خبر کو مؤخر کرنا ضروری نہیں۔ اور اس تفصیل کے تحت خبر کی دو قسمیں ہیں۔

۱......ایک قسم خبر کی وہ ہے جہاں تقدیم بھی جائز ہو اور تاخیر بھی جیسے لیتَ فیها غیرَ البذی، لیتَ هُنَا غیر البذی (بذی کا معنیٰ شارح نے الوقح سے کہا ہے جس کا معنی ہے قلیل الحیاء (کم حیاء والا) یہ بذی کی تفسیر ہے باللازم) یہاں فیها اور هُنَا کی تقدیم بھی جائز ہے اور تاخیر بھی۔

۲......دوسری قسم خبر کی وہ ہے جہاں تقدیم خبر واجب ہے جیسے لیتَ فی الدارِ صَاحبُها یہاں فی الدّار خبر کی تاخیر جائز نہیں تا کہ لفظًا اور مرتبۃً مؤخر چیز کی طرف ضمیر کا لوٹنا لازم نہ آئے اسی طرح خبر جب ظرف یا جار مجرور ہو تو اس کے معمول کی تقدیم اس کے اسم پر جائز نہیں جیسے اِنَّ زیدًا آکِلٌ طَعَامَکَ یہاں طعامکَ آکلٌ خبر کا معمول ہے اور ظرف اور جر مجرور نہیں لہٰذا اِنَّ طعامک زیدًا آکلٌ ھنا صحیح نہیں۔

اور اگر معمول ظرف یا جار مجرور ہو تو بعض حضرات کے ہاں اس میں بھی تقدیم جائز نہیں چنانچہ انَّ زیدًا واثقٌ بک، جَالِسٌ عندَکَ میں اِنَّ بِکَ زیدًا واثقٌ، اِنَّ عندَکَ زیدًا جالِسٌ نہیں کہہ سکتے جب کہ بعض دیگر حضرات کے ہاں جائز ہے اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

۹۵-فَلاتَلْحَنِيْ فيها، فإنَّ بِحُبِّهَا
أخَاکَ مُصَابُ القلبِ جَمٌّ بَلابِلُه

ترجمہ:......اے مخاطب آپ مجھے اس محبوبہ کی محبت میں ملامت نہ کر، اس لئے کہ آپ کا بھائی (یعنی شاعر خود) اس کی محبت کی وجہ سے غم دل ہے اور اس کے وساوس زیادہ ہیں۔

تشریح المفردات:

لاتلحنی واحد مذکر حاضر نہی کا صیغہ ہے، علامت جزم الف کا حذف ہونا ہے از فتح بمعنی ملامت کرنا، فیھا ای فی حبھا، اخاک شاعر کا مقصود یہاں اپنا نفس ہے، مصاب القلب یہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہوئی ہے۔ مصاب وہ آدمی ہے جس پر کوئی حادثہ وغیرہ نازل ہو جائے جمّ ضرب سے بمعنی کثیر ہے بلابل بلبال کی جمع ہے وسوسوں کو کہا جاتا ہے۔

ترکیب:

(لا) ناھیہ (تَلْحَنِیْ) فعل مضارع مجزوم بلا (انت) ضمیر مستتر اس کا فاعل (ن) وقایہ (ی) ضمیر متکلم مفعول (فیھا) جار مجرور متعلّق ہوا (لاتلحنی) کے ساتھ۔ (فاء) تعلیلیہ اِنَّ حرف مشبّہ بالفعل (بحبّھا) جار مجرور مصاب کے ساتھ متعلّق (اخاک) اس کا اسم (مصاب القلب) خبر اوّل (جمّ بلابلہ) خبر ثانی۔

محلّ استشہاد:

بحبّھا محلّ استشہاد ہے یہاں انَّ کی خبر (مُصاب القلب) کے معمول (بحبّھا) کو اس کے اسم (أخاک) پر مقدم کیا ہے جو کہ بعض حضرات کے نزدیک جائز ہے۔

وَهَمْزَ إنَّ افتَحْ لِسَدِّ مَصْدَرِ
مَسَدَّهَا وَفِي سِوَى ذاکَ اکسِرُ

ترجمہ:......اِنَّ کے ہمزہ کو آپ مفتوح کریں جب مصدر اس کی جگہ قائم ہوا، اس کے علاوہ میں کسرہ دیں۔

ترکیب:

(هَمْزَ إنَّ) مفعول بہ مقدم، (افتَح) فعل بافاعل کیلئے، (لِسَدِّ مَصْدرِ مَسَدَّهَا) جارمجرور (افتح) کے متعلّق ہوا (وَفی سِوَی ذاکَ) جارمجرور بعدوالے فعل (اکسِرْ) کے متعلّق ہوا۔

(ش) انَّ لَهَا ثلاثة أحوال: وجوب الفتح، ووجوب الكسر، وجواز الأمرين:

فيجب فتحها إذا قدرت بمصدر، كما إذا وقعت في موضع مرفوع فعل، نحو ((يعجبني أنك قائم)) أي: قيامك، أو منصوبه، نحو: ((عرفت أنك قائم)) أي: قيامك، أو في موضع مجرور حرف، نحو: ((عجبت من أنك قائم)) أي: من قيامك، وإنما قال: ((لسد مصدر مَسَدّها)) ولم يقل: ((لسد مفرد مسدها)) لأنه قد يسد المفرد مسدها ويجب كسرها، نحو: ((ظننت زيداً إنه قائم))؛ فهذه يجب كسرها وإن سد مسدها مفرد؛ لأنها في موضع المفعول الثاني، ولكن لا تقدر بالمصدر؛ إذ لا يصح ((ظننت زيداً قيامه))

فإن لم يجب تقديرها بمصدر لم يجب فتحها، بل تكسر: وجوباً، أو جوازاً، على ما سَنُبَيِّنُ، وتحت هذا قسمان؛ أحدهما: وجوب الكسر، والثاني: جواز الفتح والكسر؛ فأشار إلى وجوب الكسر بقوله:

ترجمہ وتشریح:

اِنَّ کی تین حالات ہیں بعض میں اس کے ہمزہ پرفتحہ لانا واجب ہے اور بعض میں کسرہ اور بعض میں دونوں جائز ہیں۔

جہاں أنّ (بفتح الهمزه) پڑھنا واجب ہے:

جب انّ فعل کے مرفوع (یعنی فاعل) یا منصوب (یعنی مفعول) یا حرف کے مجرور کی جگہ واقع ہو بایں طور کہ وہ اپنے مدخول سمیت ایسی جگہ واقع ہو جس کی جگہ مصدر کولایا جاسکتا ہو تو اس صورت میں انّ ہمزے کے فتحہ کے ساتھ پڑھا واجب ہے۔

مثال کے طور پر یعجبنی انک قائم، عرفت انّک قائم، عجبت من انّک قائم جیسی مثالوں میں یعجبنی قیامک (موضع رفع میں واقع ہونے کی مثال) عرفت قیامک (موضع نصب) عجبتُ من قیامک (موضع مجرور بحرف) پڑھا جاسکتا ہے یہاں ان اوراس کے مدخول کی جگہ مصدر کولایا جاسکتا ہے اس لئے یہاں انّ (بفتح الهمزة) پڑھنا ہی واجب ہے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے "لِسَدِّ مَصْدَرٍ مسدّها" کہا اور لسدّ مفرد مسدّها نہیں کہا اس لئے کہ بعض مرتبہ انّ اور اس کے مدخول کی جگہ مفرد تو آتا ہے لیکن پھر بھی فتح نہیں آتا بلکہ کسرہ واجب ہوتا ہے جیسے: ظننتُ زیدًا قائمٌ یہاں انّ مکسورہ پڑھنا واجب ہے اگر چہ اس کی جگہ مفرد آتا ہے اس لئے کہ انّہ قائم مفعول ثانی کی جگہ پر واقع ہے جو کہ مفرد ہے لیکن یہاں مصدر کو مقدر ماننا جائز نہیں چنانچہ ظننتُ زیدًا قیامه پڑھنا صحیح نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ مصدر کے ذریعے سے اسم ذات (زید) سے بغیر تاویل کے خبر دینا صحیح نہیں اور ظنّ کا مفعول ثانی اصل کے اعتبار سے خبر ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ظننتُ زیدًا قائمًا میں اگر ظننتُ نہ ہوتا تو زید مبتدا اور قائم خبر تھے۔ ہاں اگر اس میں مصدر کو مقدر ماننا واجب نہ ہو تو پھر فتح واجب نہیں، پھر یا تو کسرہ واجب ہوگا یا جائز۔ (آگے اس کی تفصیل آئے گی) کسرہ کے واجب ہونے کی طرف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے۔

فَاكْسِرْ فِي الابتدا، وَفِي بدءِ صِلَة
وَحيثُ إنَّ لِيَمِينٍ مُكْمِلَة
أوْ حُكِيَتْ بالقولِ، أوحَلَّتْ مَحَلّ
حَالٍ، كَزُرْتُهُ وَانّي ذُوامَلِ
وَكَسَرُوا مِنْ بَعْدِ فعلٍ عُلِّقَا
بِاللامِ، كَاعْلَمْ إنَّهُ لَذُوتُقَى

ترجمہ:...... جب انّ ابتداء میں ہو یا صلّہ کے شروع میں تو وہاں انّ کے ہمزہ کو کسرہ دو اور وہاں بھی جہاں انّ قسم کو پورا کرنے والا ہو (یعنی جواب قسم واقع ہو) یا ایسے جملہ میں ہو جس کی حکایت کی جائے قول کے ساتھ، یا ایسے جملہ میں ہو جو حال کی جگہ واقع ہو جیسے زرتُه وَانّي ذو امل (میں نے اس سے ملاقات کی اس حال میں کہ میں امید والا تھا، وانی ذو امل جملہ حالیہ میں انّ مکسورہ کی مثال ہے) اور نحویین نے انّ کے ہمزہ کو مکسور پڑھا ہے اس فعل کے بعد جو معلّق باللام ہو (اس کی وضاحت آگے آرہی ہے) جیسے اعلم انّه لذوتقى (جان لو کہ یہ آدمی تقویٰ والا ہے)

ترکیب:

(اکْسِرْ) فعل بافاعل (في الابتداء) جار مجرور اکسر کے ساتھ متعلق (وَفِي بدءِ صِلَة) ماقبل پر عطف (حيثُ)

ظرف (انّ) باعتبار لفظ مبتدا (مُکمِلَة) خبر (لیمین) اس کے ساتھ متعلّق (أوْ) حرف عطف (حُکِیَتْ) فعل با نائب فاعل بالقولِ) جار مجرور فعل مذکور کے ساتھ متعلّق (أو) حرف عطف (حَلَّتْ) فعل با فاعل (مَحلّ حَالٍ) مفعول فیہ۔ (کزُرْتُه ای وذالک کائن کقولک زرته وانی ذُوَامَلٍ) (کسروا) فعل فاعل (مِن) جار (بَعْدِ) مضاف (فعلٍ) موصوف (عُلّقَا باللامِ) جملہ فعلیہ صفت کاعلم الخ۔

(ش) فذكر انّه يجب الكسر في ستّةِ مواضع:

الأول: إذا وقعت ((إنَّ)) ابتداء أى: في أول الكلام، نحو: ((إنَّ زيدًا قائمٌ)) ولا يجوز وقوع المفتوحة ابتداء؛ فلا تقول: ((أنك فاضل عندى)) بل يجب التأخير؛ فتقول: ((عندى أنك فاضل)) وأجاز بعضهم الابتداء بها.

الثانى: أن تقع ((إنَّ)) صدر صلة نحو: ((جاء الذى إنه قائم))، ومنه قوله تعالىٰ: (وآتَيْنَاهُ مِنَ الكُنُوْزِ مَاإِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ)

الثالث: أن تقع جوابًا للقسم وفى خبرها اللام، نحو: ((والله إن زيدًا لقائم)) وسيأتى الكلام على ذلك.

الرابع: أن تقع فى جملة محكيّة بالقول، نحو: ((قلت إنَّ زيدًا قائم)) (قال تعالىٰ: (قال إنّى عبدُاللّهِ)) فإن لم تحك به- بل أجرى القول مجرى الظن -فتحت، نحو: ((أتقول أن زيدا قائم؟))

الخامس: أن تقع فى جملة فى موضع الحال، كقوله: ((زرته وإنى ذو أمل)) ومنه قوله تعالىٰ: (كَمَاأَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بالْحقّ وَإنَّ فَرِيقًامِّنَ المؤمنين لَكَارِهُونَ) وقول الشاعر:

۹٦- مَـــا أَعْـطَيَــانِــي وَلاسَــأَلْتُهُــمَــا
إلَّا وَإنّــي لَــحَــاجِــزِي كَــرَمِــي

السادس: أن تقع بعد فعل من أفعال القلوب وقد علق عنها باللام، نحو، "علمتُ إِنَّ زيدًا لقائمٌ" وسَنُبَيِّنُ هذا فى باب "ظنَّ" فإنْ لم يكن فى خبرها اللامُ فُتِحَتْ. نحو: ((علمت إنَّ زيدًا قائم))

هذا ماذكره المصنف، وأورد عليه أنه نقص مواضع يجب كسر ((إنَّ)) فيها:

الأوّل: إذا وقعت بعد ((ألا)) الاستفتاحية، نحوه ((ألا إنَّ زيدًا قائم)) ومنه قوله تعالىٰ: (ألاَ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاء)

الثاني: إن وقعت بعد ((حيث))، نحو: ((اجلس حيث إن زيدًا جالس)).

الثالث: إذا وقعت في جملة هي خبر عن اسم عين نحو زيدٌ اِنَّهُ قَائِمٌ ولا يرد عليه شيء من هذه المواضع؛ لدخولها تحت قوله: ((فاكسر في الابتداء)) لأن هذه إنما كسرت لكونها أوّل جملة مبتدأ بها.

ترجمہ وتشریح: .... جہاں انّ کے ہمزہ کو مکسور پڑھا جاتا ہے:

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں چھ جگہیں ذکر کیں ہیں جہاں انّ کو مکسور پڑھا جاتا ہے،

۱...... جب انّ کلام کے شروع میں واقع ہو جائے جیسے إنَّ زيدًا قائمٌ اوران مفتوحہ کا کلام کے ابتداء میں واقع ہونا جائز نہیں چنانچہ أنّكَ فاضل عندی (بالفتح) نہیں کہہ سکتے بلکہ اس میں تاخیر واجب ہے فتقول عندی انّک فاضل۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ابتداء میں ان مفتوحہ آ جائے تو ان مکسورہ کے ساتھ خطًا اور لَعَلّ کی لغت (کے ساتھ لفظًا اور خطًا التباس آ جائے گا (اس لئے کہ لعلّ کے اندر تقریبًا دس لغت ہیں ایک ان میں أنّ بھی ہے جس کا ذکر ہدایۃ النحو میں ہے) اگرچہ بعض حضرات نے اس کو بھی جائز کہا ہے۔

۲...... جب إنّ صلہ کے شروع میں واقع ہو جیسے جاء الذی انه قائم اور اسی سے اللہ ربّ العزّت کا یہ قول ہے "وآتيناه مِنَ الكُنُوزِ مَا إنَّ مفَاتِحَه لَتَنُوء بالعصبة" سورۃ قصص/۷

۳...... انّ ایسے جملہ میں ہو جو جوابِ قسم واقع ہو اور اس کی خبر میں لام ہو جیسے والله ان زيدًا لَقَائمٌ اس پر مزید تفصیل آگے آئے گی۔

۴...... انّ ایسے جملہ میں واقع ہو جو قول کی حکایت ہو جیسے قلتُ إنَّ زيدًا قائم قرآن کریم میں بھی ہے قَالَ انّی عبدُ الله۔ اگر حکایت نہ ہو اور قول کا ظنّ کے معنی میں لیا گیا ہو تو پھر أن مفتوحہ ہوگا جیسے أتقولُ أنّ زيدًا قائم ای أتظُنّ۔

۵...... انّ ایسے جملے میں واقع ہو جو حال کی جگہ ہو جیسے زرته وَانّی ذُوْ اَمَلٍ اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "كَمَا أخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بيْتِكَ بِالْحَقّ وَانَّ فريقًا مّن المؤمنِيْنَ لكٰرِهُون۔

اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

٩٦ – مَا أعْطَيَانِي وَلَا سَألْتُهُمَا
إلّا وَانّي لَحَاجِزِي كَرَمِي

ترجمہ:......میرے ان دوستوں نے نہ مجھے کچھ دیا اور نہ میں نے ان سے مانگا مگر اس حالت میں کہ میری شرافت میرے لئے مانع تھی۔

ترکیب:

(مَا) نافیہ (أَعْطَيَانِي) فعل بافاعل ومفعول اوّل (وَلاسَأَلْتُهُمَا) اس پر عطف (إِلَّا) حرف استثناء مستثنیٰ منہ محذوف ہے ای ولاسالتهمافی حالةٍ من الاحوال (واو) حالیہ (ان) حرف مشبّہ بالفعل (ی) ضمیر اس کا اسم (لَحَاجِزِی) لام تاکیدیہ (حاجزی کَرَمِی) مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق انّ کی خبر۔

تشریح المفردات:

مااعطیانی ماضی معلوم باب افعال سے تثنیہ کا صیغہ ہے الف ضمیر بارز مرفوع متصل اس کا اسم ہے جو اس سے پہلے والے شعر میں دو دوستوں کی طرف راجع ہے حاجز از ضرب منع کرنے والا کرم شرافت حاجزی اس میں اسم فاعل کی اضافت مفعول کی طرف ہے کرمی اس کیلئے فاعل ہے۔

محلّ استشہاد:

الاّ وانّی محلّ استشہاد ہے یہاں انّ کا ہمزہ مکسور آیا ہے اس لئے کہ یہ حال کی جگہ واقع ہے۔

٦......انّ افعال قلوب کے فعل کے بعد واقع ہو جائے اور وہاں لام کی وجہ سے تعلیق ہو (اس کی وضاحت آگے آئے گی کہ تعلیق اس کو کہتے ہیں جہاں لفظاً مانع کی وجہ سے عمل نہ ہو سکا ہو) جیسے: علمتُ إنّ زيدًا لقائمٌ ہاں اگر خبر میں لام نہ ہو تو پھر انّ مفتوحہ ہوگا جیسے: علمت أنَّ زيدًاقائم (واللّٰه يعلم انک لرسوله میں بھی تعلیق ہے)

یہ تو وہ جگہیں تھیں جن کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیں ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض:

لیکن ان پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بعض جگہیں چھوڑ دی ہیں جن میں انّ کو مکسور پڑھنا واجب ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱......جب انّ ألا استفتاحیہ کے بعد واقع ہو جیسے الا انّ زيدًا قائمٌ اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے ألا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ۔

۲......جب انّ حیث کے بعد واقع ہو جیسے: اجلس حیث أنَّ زیداً جالسٌ۔

۳......جب وہ ایسے جملہ میں ہو جو اسم ذات سے خبر واقع ہو جیسے: زیدٌ إنّه قائم۔

شارح کی طرف سے اس کا جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فاکسر فی الابتداء" کہکر ان جگہوں کی طرف اشارہ کردیا ہے اس لئے کہ ان میں بھی انّ اس لئے مکسور ہے کہ وہ جملہ کے ابتداء میں آیا ہے لہٰذا ان جگہوں کو مستقل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

بَعْدَ إذا فُجَاءَةٍ أو قَسَمٍ
لالَامَ بَعْدَهُ بِوَجْهَيْنِ نُمِي
مَعَ تِلْوِفَا الجزاءِ، وَذَا يَطَّرِدُ
فِي "نَحْوِ خيرُ القولِ إنى احْمَدُ"

ترجمہ:......اذا فجائیہ (جو اچانک کے معنیٰ میں ہو) اور ایسی قسم کے بعد جس کے جواب میں لام نہ ہو إنَّ اور أنَّ (کسرہ، فتحہ) دونوں منسوب ہیں اور فاء جزائیہ کے بعد بھی اور "خیر القول انّی احمد" جیسی مثالوں میں یہ قیاسی ہے۔

ترکیب:

(بَعْدَ) مضاف (إذا فُجَاءَةٍ) مضاف مضاف الیہ معطوف علیہ (أو حرف عطف (قَسَمٍ لالَامَ بَعْدَهُ) موصوف صفت معطوف (بِوَجْهَيْنِ) جار مجرور متعلق ہوا، فعل مجہول نُمِي کے ساتھ (مَعَ تِلْوِفَا الجزاءِ) یہ بھی ماقبل پر عطف ہے (ذَا) اسم اشارہ مبتدا (يَطَّرِدُ) فعل فاعل خبر (فِي نَحْوِ الخ) جار مجرور متعلق ہوا (يطرد) کے ساتھ۔

(ش) يعنى أنه يجوز فتح ((إنّ)) وكسرها إذا وقعت بعد إذا الفجائية، نحو: ((خرجت فإذا إن زيدا قائم)) فمن كسرها جعلها جملة، والتقدير: خرجت فإذا زيدٌ قائمٌ، ومن فتحها جعلها مع صلتها مصدرا، وهو مبتدأ خبره إذا الفجائية، والتقدير ((فإذا قيام زيد)) أى ففى الحضرة قيام زيد ويجوز أن يكون الخبر محذوفا والتقدير ((خرجت فإذا قيام زيد موجود))، ومما جاء بالوجهين قوله:

۹۷–وَكُنْتُ أرىٰ زيدًا كَمَا قِيلَ.سيِّدًا
إذاأنّه عَبْدُ القَفَا واللَّهَازِمِ

روى بفتح((أنّ))وكسرها؛فمن كسرهاجعلها جملة (مُسْتَأنفة)،والتقدير :((إذاهوعبدالقفا واللهازم)) ومن فتحهاجعلهامصدرامبتدأ،وفي خبره الوجهان السابقان والتقديرعلى الاول((فإذا عبوديته))أي:ففي الحضرةعبوديته،وعلى الثاني:((فإذاعبوديته موجودة))

وكذايجوزفتح((إنّ))وكسرهاإذاوقعت جواب قسم،وليس في خبرها اللام ،نحو: ((حلفت أن زيدًا قائم)) بالفتح والكسر؛وقدروى بالفتح والكسر قوله:

۹۸–لتَقْعُدِنَّ مَقْعَدَ القَصِيِّ
مِنِّي ذِي القَاذُورَةِ المَقْلِيِّ
أوتَحْلِفِي بِرَبِّكَ العَلِيِّ
أنّي أبُوذَيَّالِكِ الصَّبِيِّ

ومقتضى كلام المصنف أنه يجوزفتح((إنّ)) وكسرهابعدالقسم إذالم يكن في خبرها اللام، سواء كانت الجملة القسم بهافعلية،والفعل فيهاملفوظ به،نحو:((حلفت أنَّ زيدًاقائم))أوغيرملفوظ به، نحو:((والله انَّ زيدًاقائم))أواسمية،نحو:((لعمرك إن زيدًاقائم))

وكذلك يجوزالفتح والكسرإذاوقعت((إنّ)) بعدفاء الجزاء، نحو:((من يأتني فإنّه مكرمٌ)) فالكسرعلى جعل ((إنّ)) ومعموليهاجملة أجيب بهاالشرط،فكأنه قال:مَنْ يأتني فهومكرم،والفتح على جعل ((أنّ)) وصلّتهامصدرًامبتدأوالخبرمحذوف،والتقدير:((من يأتني فإكرامه موجود))ويجوز أن يكون خبرًاوالمبتدأمحذوفًا،والتقدير:((فجزاؤه الإكرام))

ومماجاء بالوجهين قوله تعالىٰ:(كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوءً بِجَهالةٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعدِهِ وَاَصْلَحَ فَإنَّه غفورٌرحيم)قرئ (فإنه غفوررحيم)بالفتح(والكسر؛فالكسرعلى جعلها جملة جوابًالمن،والفتح)على جعل أن وصلتهامصدرًامبتدأخبره محذوف،والتقدير:((فالغفران جزاؤه)) أوعلى جعلهاخبرًالمبتدأمحذوف،والتقدير:((فجزاوه الغفران))

وكذلك يجوز الفتح والكسر اذا وقعت ((أنّ)) بعد مبتدأ هو فى المعنى قولٌ وخبر ((إنّ)) قول، والقائل واحدٌ، نحو: "خير القول إنى أحمد الله" فمن فتح جعل ((إنّ)) وصلتها مصدرًا خبرًا عن ((خير))، والتقدير: ((خير القول حمد الله)) ف((خير)): مبتدأ، و((حمد الله)): خبره، ومن كسر جعلها جملة خبرًا عن ((خير)) كما تقول: ((أول قراءتى: سَبِّحِ اسمَ رَبِّكَ الأَعْلَى)) فاوّلُ مبتدأ، و((سبح اسم ربك الأعلى)) جملة خبر عن ((أول)) وكذلك ((خير القول)) مبتدأ، و((إنى أحمد الله)) خبره، ولا تحتاج هذه الجملة إلى رابط؛ لإنها نفس المبتدأ فى المعنى؛ فهى مثل ((نطقى الله حسبى)) ومثل سيبويه هذه المسألة بقوله: ((أول ما أقول أنّى أحمد الله)) وخرّج الكسر على الوجه الذى تقدم ذكره، وهو أنه من باب الإخبار بالجمل، وعليه جرى جماعة من المتقدمين والمتأخرين: كالمبرد، والزجاج، والسيرافى، وأبى بكر بن طاهرٍ وعليه اكثر النحويين.

ترجمہ وتشریح: .... جہاں انّ کا فتح اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔

ا......جب انّ اذا فجائیہ کے بعد واقع ہو تو انّ کو مفتوح اور مکسور دونوں طرح پڑھنا جائز ہے جیسے خرجتُ فاذا إنّ زيدًا قائم۔ جنہوں نے اس کو کسرہ دیا ہے ان کے ہاں انّ اپنے مابعد کے ساتھ جملہ ہوگا اور تقدیر عبارت یوں ہے خرجت فاذا زيدٌ قائم، اور جنہوں نے فتح دیا ہے ان کے ہاں انّ اپنے مابعد سمیت بتاویل مصدر مبتدا ہوگا اور خبر اس کی اذا فجائیہ ہے والتقدير فاذا قيامُ زيد اى ففى الحضرة یا اس کی خبر محذوف ہوگی والتقدير خرجتُ فاذا قيامُ زيد موجودٌ. شاعر کا یہ قول بھی اس قبیل سے ہے۔

۹۷- وَكُنْتُ ارٰى زيدًا كَمَا قِيلَ سَيِّدًا
إذا انّه عَبْدُ القَفَا واللَّهَازِمِ

ترجمہ:......میں تو زید کو سردار سمجھتا تھا جیسا کہ لوگوں میں مشہور تھا اچانک پتہ چلا کہ وہ تو گدی اور جبڑے پر مار کھانے والا غلام ہے۔

ترکیب:

(كُنْتُ) فعل ناقص (تُ) ضمیر بارز مرفوع متصل اس کیلئے اسم (ارٰى زيدًا كَمَا قِيلَ سَيِّدًا) جملہ فعلیہ

خبر (إذا) فجائیہ (انّ) حرف مشبہ بالفعل (ہ) ضمیر اسم (عَبْدُ القَفَاو اللَّهَازِم) خبر۔

تشریح المفردات:

(سیدا) سردار (القفا) سر کا پچھلا حصّہ، گدی، یہ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اقفِ، اقفیة اقفاء قُفِیّ قِفِیّ اس کی جمعیں آتی ہیں۔ اللھازم جمع ہے اس کا مفرد لھزمة ہے کان کے نیچے جبڑے کی ابھری ہوئی ہڈی کو کہا جاتا ہے عبد کی اضافت قفا اور لھازم کی طرف ادنی ملابست کی وجہ سے ہے اس لئے کہ جس طرح غلام کو ذلّت وحشت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ٹھیک اس طرح گدّی تھپڑ اور کان کے نیچے ابھری ہوئی ہڈی مکا لگنے کی وجہ سے ذلّت کے شکار ہوتے ہیں (مقصود زید کی ذلّت کو بتانا ہے)

محلّ استشہاد:

اذا انّــہ محلِ استشہاد ہے یہاں انّ مفتوحہ پڑھنا بھی جائز ہے اور مکسورہ بھی، جن حضرات نے مکسورہ کہا ہے ان کے ہاں یہ جملہ مستانفہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اذا ھُوَ عبدُ القفا و اللھازم، اور جنہوں نے مفتوحہ کہا ہے ان کے ہاں یہ مصدر مبتدا ہے اور اس کی خبر (شروع میں ذکر کی گئی دو توجیہوں میں سے) پہلی توجیہ کے مطابق فاذا عبو دیّته ہے ای ففی الحضرة عبو دیّته، اور دوسری توجیہ کے مطابق فاذا عبو دیته موجودة ہے۔

۲...... اسی طرح جب انّ جواب قسم واقع ہو اور اس کی خبر میں لام نہ ہو پھر بھی انّ کو مفتوحہ پڑھنا جائز ہے اور مکسورہ بھی۔ جیسے حلَفْتُ أنَّ زیدًا قائمٌ۔

اور اسی سے شاعر کا یہ قول بھی ہے۔

۹۸- لَتَـقْـعُـدِنَّ مَـقْـعَـدَ الـقَـصِـيِّ
مِـنِّـي ذِي الـقَـاذُورَةِ الـمَـقْـلِـيِّ
أوتَـحْـلِـفِـي بِـرَبِّـكِ الـعَـلِـيِّ
أنِّـي أبُـو ذَيَّـالِـكِ الـصَّـبِـيِّ

ترجمہ:...... تم ضرور بیٹھوگی مجھ سے اس دور آدمی کی جگہ جو کہ میل کچیل، گندگی والا ہے اور لوگوں کے ہاں مبغوض ہے، یا تو پھر تم قسم کھاؤ گی اپنے بلند ربّ کی کہ میں اس بچے کا باپ ہوں۔

تشریح المفردات:

لَتَقْعُدِنَّ واحد مونث حاضر بحث اثبات در فعل مستقبل معروف لام تاکید با نون ثقیلہ کا، اصل میں تقعُدِینَ تھا شروع میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید بڑھا دینے سے لتقعدینَّ ہوا پھر توالی الامثال (پے در پے ایک جیسے حروف کا آنا) کی وجہ سے ایک نون کو حذف کیا اور یاء اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ مقعد ظرف مکان ہے بیٹھنے کی جگہ القصی دور آدمی منّی بمعنی عنّی ہے، القاذورۃ میل کچیل، گندگی، زنا، اور اس آدمی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس سے لوگ بد خلقی کی وجہ سے کم ملتے ہوں المقلی ضوب سے بمعنی مبغوض، اسم مفعول کا صیغہ ہے او بمعنی الیٰ کے ہے۔ ذیالک یہ ذالک کی تصغیر ہے جو کہ شاذ ہے اس لئے کہ یہ مبنی ہے اور مبنیات میں تصغیر نہیں ہوتی کیونکہ یہ اسمائے متمکّنہ کے خواص میں سے ہے جو کہ معرب ہیں۔

شانِ ورود:...... مذکورہ بالا اشعار کا شاعر ایک مرتبہ سفر سے واپس آیا دیکھا تو اس کی بیوی اپنے گود میں بچے کو اٹھائی ہوئی ہے تو شاعر نے اس بچے کے نسب کا انکار کیا اور اس کو مذکورہ بالا دو شعر کہے۔

اس کے بعد بیوی نے اس کو جواب میں مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

لا وَالَّذِی رَدَّکَ یَا صَفِی

مَا مَسَّنِی بَعْدَکَ مِن اِنْسِی

غیرَ غلامٍ واحدٍ قَیْسِی

بَعْدَ امْرَأیْنِ مِنْ بنی لؤی

وآخرین من بنی عَدِیّ

وَخمسةٍ کانُوا علی الطَّوِی

وستّةٍ جاءُ وا علٰی العَشِی

وغیرُ ترکی وتصرانی

ان اشعار میں عورت نے اقرار کیا ہے کہ شوہر کی جدائی کے بعد اس کے ساتھ بہت لوگوں نے بدکاری کی ہے۔

ترکیب:

(لَتقعُدِنّ) فعل بافاعل (مَقعَدالقَصِیّ) مفعول مطلق (منّی) متعلق ہوا (تقعدنّ) کے ساتھ (ذِی القاذورةِ) صفت اوّل قصیّ کیلئے (المقلیّ) صفت ثانی (أو) حرف عطف بمعنی الیٰ ان (تَحْلِفِی بِرَبّک) فعل بافاعل و متعلق (العَلِیّ) صفت ہے ربّ کی (أنّ) حرف مشبہ بالفعل (ی) اس کا اسم (أبو ذَیّالِکِ الصَّبِیّ) مضاف مضاف الیہ خبر ہوا انّ کیلئے۔

محلّ استشہاد:

أنی أبو ذیّالک الخ محلّ استشہاد ہے یہاں انّ مکسورہ بھی پڑھا جاتا ہے اور مفتوحہ بھی اسلئے کہ یہ ایسے فعل کے بعد واقع ہے جس کے بعد لام نہیں ہے۔

ومقتضی کلام المصنف الخ:

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انّ مکسورہ اور مفتوحہ دونوں پڑھنا (جب قسم کے بعد واقع ہو اور اس کی خبر میں لام نہ ہو) جائز ہے چاہے قسم والا جملہ فعلیہ ہو اور فعل لفظوں میں ہو جیسے حلفتُ إنّ زیدًا قائم یا لفظوں میں نہ ہو جیسے وَاللهِ إنَّ زیدًا قائم اور چاہے جملہ اسمیہ ہو جیسے لَعمرکَ إنَّ زیدًا قائم.

٣...... تیسری جگہ یہ ہے کہ جب انّ فاء جزائیہ کے بعد واقع ہو جائے تو وہاں اس کو مکسورہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور مفتوحہ بھی جیسے مَنْ یأتنی فإنه مُکرم۔ کسرہ کی صورت میں انّ اپنے معمول سمیت جملہ ہے جو شرط کے جواب میں واقع ہے و التقدیر من یأتنی فهو مکرمٌ، اور فتح کی صورت میں انّ اپنے مابعد کے ساتھ مل کر مصدر مبتدا اور خبر اس کی محذوف ہوگی و التقدیر من یأتنی فاکرامه موجودٌ یا پھر یہ خبر ہوگی اور اس کا مبتدا محذوف ہوگا و التقدیر فجزاؤه الاکرام.

بعینہ یہی تفصیل کتب ربکم الیٰ قوله تعالیٰ فإنّه غفور رحیم میں بھی ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں بھی یہ دونوں وجہیں جائز ہیں۔

٤...... اسی طرح فتح اور کسرہ وہاں بھی جائز ہے جہاں انّ ایسے مبتدا کے بعد واقع ہو جو معنیٰ کے اعتبار سے قول ہو اور انّ کی خبر بھی معنًی قول ہو اور دونوں کا قائل ایک ہو جیسے خیرُ القول انی احمدالله (بہترین قول یہ ہے کہ میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں) ۔فتح کی صورت میں انّ اپنے مابعد سمیت مصدر خبر ہے و التقدیر خیرُ القول حمدُالله اور کسرہ کی صورت میں یہ جملہ بن کر خبر ہوگا خیر القول مبتدا اور انی احمدالله اس کی خبر ہوگی اسی طرح ہے اوّل قراءتی (سَبّح اسمَ ربک الاعلیٰ)

واضح رہے کہ چونکہ مبتدا خبر میں باہمی ربط ہوتا ہے اور جملہ من حیث الجملۃ مستقل ہوا کرتا ہے اسلئے خبر اگر جملہ واقع ہو تو اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہوتا ہے جولوٹتی ہے مبتدا کی طرف لیکن خیر القول انّی احمدُ اللّٰہ جیسے جملوں میں رابط کی ضرورت نہیں اس لئے کہ یہ معنی کے اعتبار سے بعینہٖ مبتدا ہے (مثلاً احمدُ اللّٰہ معنی کے اعتبار سے خیر القول ہے کیونکہ (احمد اللّٰہ) کا معنی ہے "میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اور یہی "خیر القول" (بہترین قول) ہے وکذالک علی العکس ۔) تو یہ نطقی اللہ حسبی کی طرح ہو گیا جس کا تفصیلی ذکر مبتدا خبر کی بحث میں گزر گیا (کہ اس میں بھی جملہ ہونے کی وجہ سے رابط کی ضرورت نہیں)

ومثل سیبویہ الخ:

سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کی مثال اوّلُ ماقول أنی احمداللّٰہ، سے دی ہے اور کسرہ کی وجہ وہی بتائی ہے جو پہلے گزر چکی کہ یہاں جملہ خبر واقع ہوا ہے، متقدمین اور متأخرین کا مسلک بھی یہی ہے جیسے امام مبرد، زجاج سیرانی، ابوبکر بن طاہر اور یہی اکثر نحویوں کا مسلک ہے۔

وَبَعْدَ ذَاتِ الْكَسْرِ تَصْحَبُ الْخَبَرَ

لَامُ الابْتِدَاءِ، نَحْوُ: إِنِّي لَوَزَر

ترجمہ:...... انّ مکسورہ کے بعد خبر کے ساتھ لام ابتداء آتا ہے جیسے انّی لوزر (بے شک میں جائے پناہ ہوں)

ترکیب:

(وَبَعْدَ ذاتِ الکسرِ) ظرف متعلّق ہوا (تصحَب) کے ساتھ (تصحب) فعل (الخبرَ) مفعول بہ مقدم (لامُ الابتداءِ) فاعل مؤخر، (نحوُ :إنّی لَوَزَر ای وذالک کائن کقولک انّی)

(ش) یجوز دخول لام الابتداء علی خبر((إن))المکسورة:،نحو:((إنّ زیدا لقائم))

وهذه اللام حقها أن تدخل علی أول الکلام؛لإن لها صدر الکلام؛ فحقها أن تدخل علی((إن)) نحو((لإن زیدًا قائم))لکن لما کانت اللام للتاکید،وإن للتاکید؛ کرهوا الجمع بین حرفین بمعنی واحد، فأخروا اللام إلی الخبر.

ولا تدخل هذه اللام علی خبر باقی أخوات((إن))؛فلا تقول((لعلّ زیدًا لقائم)) وأجاز الکوفیون

دخولها في خبر((لكن))وأنشدوا:

۹۹-يَلُومُونَنِي فِي حُبِّ لَيلَى عَوَاذِلِي
وَلَكِنَّنِي مِنْ حُبِّهَا لَعَمِيدُ

وخرج على أن اللام زائدة، كماشذزيادتها في خبر((أمسى))نحو قوله:

۱۰۰-مرّوا عجالى، فقالوا كيف سيّدكم
فقال من سألوا: أمسى لمجهودا

أى أمسى مجهودًا، وكمازيدت في خبر المبتدأشذوذًا، كقوله:

۱۰۱-أُمُّ الحُلَيْسِ لَعَجُوزٌ شَهْرَبَة
تَرْضَى مِنَ اللَّحْمِ بِعَظْمِ الرَّقَبَة

وأجازالمبرّدخولها في خبرأن المفتوحة، وقدقرئ شاذا: (إلاأنهم ليأكلون الطّعام) بفتح ((أن))، ويتخرج أيضا على زيادة اللام.

ترجمہ وتشریح:............لام ابتداء کہاں آتا ہے؟

انّ مکسورہ کی خبر پر لام ابتداء کالانا جائز ہے جیسے إنّ زيدًا لَقَائِمٌ، اب چونکہ لام ابتداء صدارت کلام چاہتا ہے اس لئے ہونا یہ چاہئیے تھا کہ یہ انّ پر داخل ہوتا لیکن چونکہ لام بھی تاکید کیلئے ہے اور انّ' بھی اس وجہ سے نحویوں نے مکروہ (ناپسند) جانا کہ دوحرف ایک معنیٰ والے جمع ہوجائیں تو انہوں نے لام کو مؤخر کر کے خبر کی طرف منتقل کر دیا۔

ولاتدخل هذه اللام الخ:

لام ابتداء انّ کے دیگر اخوات انّ، لکن وغیرہ پر نہیں آتا چنانچہ لعلّ زيدالقائم نہیں کہہ سکتے لیکن کوفیین نے لکنّ کی خبر میں داخل ہونے کو جائز کہا ہے، شاعر کا یہ قول انہوں نے دلیل میں پیش کیا ہے۔

۹۹-يَلُومُونَنِي فِي حُبِّ لَيلَى عَوَاذِلِي
وَلَكِنَّنِي مِنْ حُبِّهَا لَعَمِيدُ

ترجمہ:......ملامت کرنے والے مجھے لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے ملامت کرتے ہیں لیکن (میں ان کو توجہ نہیں دیتا اس لئے کہ) میں اس کی محبت کی وجہ سے سخت غمزدہ ہوں۔

تشریح المفردات:

(یلوم) از نصر ملامت کرنا، لیلیٰ محبوبہ کا نام ہے تانیث لفظی اور علمیّت کی وجہ سے غیر منصرف ہے عواذل عاذلة کی جمع ہے چونکہ یہ جمع تکسیر ہے اسلئے اس کے فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لایا جاتا ہے عـمـیـد سخت غمزدہ شخص، جس کو عشق نے شکستہ خاطر کر دیا ہو۔

ترکیب:

(یَلُومُونَنِی) فعل ومفعول (فی حُبِّ لَیلی) اس کے ساتھ متعلّق (عَواذِلِی) مضاف مضاف الیہ، فاعل (عواذلی) یا بدل کل ہے یلومونني کے واؤ سے، یا اس میں بھی اکلونی البراغیث والی لغت ہے (جس کا تفصیلی ذکر پہلے گذر چکا) (لکِنّنی) لکنَّ حرف مشبہ بالفعل یا اسم (لعمید) خبر (مِنْ حُبِّهَا) اس کے ساتھ متعلّق۔

محلّ استشہاد:

لعمید محلّ استشہاد ہے اس لئے کہ یہاں لام ابتداء لکنّ کی خبر پر آیا ہے اور یہ کوفیین کے ہاں جائز ہے۔
بصریین اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ شعر صحیح نہیں اور کسی ثقہ آدمی نے اس کو نقل بھی نہیں کیا لہٰذا اس سے حجّت تام نہیں۔
دوسرا جواب شارح نے دیا ہے کہ یہاں لام زائد ہے اور لام ابتداء نہیں۔ جس طرح اس کی زیادت أمسیٰ کی خبر میں بھی شاذ آئی ہے۔ جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۱۰۰ –مـرّوا عـجـالـی ، فَـقـالُـوا کیف سیّدکم
فَـقَـالَ مَـنْ سَـألُـوا: أمسٰـی لَـمَـجهُـودا

ترجمہ:...... سردار کے ساتھی جلدی گزرے اور انہوں نے پوچھا کہ تمہارا سردار کیسا ہے تو جس آدمی سے انہوں نے سوال کیا اس نے جواب دیا کہ وہ تو (عشق کے مرض کی وجہ سے) بہت تکلیف میں ہے۔

تشریح المفردات:

(عـجالیٰ) عین کے ضمّہ کے ساتھ جمع ہے عجلان کی جیسے سُکاریٰ جمع ہے سکران کی (من سالوا) اس میں دو روایتیں ہیں اگر معروف پڑھا جائے تو موصول کی طرف لوٹنے والی عائد ضمیر محذوف ہوگی ای فـقـال الّذی سالوه، اور مجہول کی صورت میں عائد واؤ جمع ہوگا باعتبار معنیٰ ای فقال الّذین سئلوا (مجهود) جس کو مشقت منتہیٰ تک پہنچا دے۔

ترکیب:

(مرّوا) فعل بافاعل (عجالی) حال (فقالوا) فعل بافاعل (کیف) اسم استفہام خبر مقدم (سیّد کم) مبتدا مؤخر (فقالَ) فعل (مَنْ سألُوا) فاعل (أمسٰی) فعل ناقص (هو) ضمیر مستتر اس کیلئے اسم (لمجهُودا) خبر۔

محلّ استشہاد:

لمجهودا محلّ استشہاد ہے یہاں امسٰی کی خبر میں لام زائد آیا ہے جو کہ شاذ ہے اور مبتدا کی خبر میں بھی کبھی بطور شاذ کے لام زائد آتا ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۱۰۱-أُمُّ الحُلَیْسِ لَعَجوزٌ شَهْرَبَة
تَرْضٰی مِنَ اللَّحمِ بِعَظمِ الرَّقبة

ترجمہ:......امّ حلیس تو ایک بوڑھی اور کمزور عورت ہے وہ گوشت میں سے گردن کی ہڈی کے گوشت کو زیادہ پسند کرتی ہے (اس لئے کہ یہ بنسبت دوسرے گوشت کے چبانے میں نرم ہوتا ہے) یا یہ کہ وہ گوشت کے بدلے گردن کی ہڈی کے شوربہ کو پسند کرتی ہے (اس لئے کہ وہ غریب ہونے کی وجہ سے گوشت خرید نہیں سکتی یا گوشت تو خرید سکتی ہے لیکن بڑھاپے کی وجہ سے چبا نہیں سکتی)

تشریح المفردات:

(ام الحلیس) یہ گدھی کی کنیت ہے یہاں شاعر نے گدھی کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عورت کی کنیت "امّ الحلیس" رکھ دی ہے عجوز بڑی عمر والی، بوڑھی، ابن السکیت رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (عجوز) تاء کے ساتھ مؤنث استعمال نہیں ہوتا اور ابن الانباری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عجوزة پڑھ سکتے ہیں، اس کی جمع عجائز، عجز آتی ہے شهربة بمعنی فانية من اللحم یا من تبعیض کے لئے ہے ای ترضی ببعض اللحم بلحم عظم الرقبة یا من بدل کے معنٰی میں ہے (جیسا کہ قرآن کریم میں ہے لَجَعَلْنَا مِنکم مَلا ئکة ای بدلکم) ای ترضی بدل اللحم بعظم الرقبة۔

محلّ استشہاد:

لعجوز محلّ استشہاد ہے اس لئے کہ یہاں مبتدا کی خبر پر لام زائد آیا ہے جو کہ شاذ ہے یا اس میں یہ تاویل بھی ہو سکتی ہے کہ لام اصل میں مبتدا پر داخل ہوا ہے جو کہ محذوف ہے۔ والتقدیر لهی عجوز:

اورمبرد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کے ہاں انّ مفتوحہ کی خبر میں بھی لام زائدہ آتا ہے ان کی دلیل ایک شاذ قراءت ہے **الا انّھم لیأکلونَ الطعامَ** (انّ مفتوحہ کے ساتھ) یہاں انّ کی خبر **لیأکلون** میں لام زائد آیا ہے، اس کا بھی وہی جواب ہے کہ یہ لام ابتداء کا نہیں بلکہ زائد ہے۔ واللہ اعلم۔

وَلاَ یَلِی ذِی اللاّمَ مَا قَدْ نُفِیَا

وَلاَمِنَ الاَفْعَالِ مَا کَرَضِیَا

وَقَدْ یَلِیْھَا مَعَ قَدْ کَاِنّ ذَا

لَقَدْ سَمَا عَلَی العِدَا مُسْتَحْوِذَا

ترجمہ:.......انّ کی منفی خبر پر لام نہیں آتا اور اس خبر پر بھی نہیں آتا جو رضِیَ (ماضی متصرف) کی طرح ہو۔ اور کبھی قد والی ماضی کے ساتھ لام آتا ہے جیسے انّ ذا الخ (بے شک یہ آدمی غلبہ حاصل کر کے اپنے دشمنوں پر بلند ہوا)۔

ترکیب:

(لاَ) نافیہ (یَلِی) واحد مذکر غائب مضارع معلوم از ضرب (ذِی اللاّمَ) مفعول بہ مقدم (مَاقَدْ نُفِیَا) موصول صلہ فاعل (وَلاَمِنَ الاَفعالِ الخ) اس پر عطف، (قَدْ) حرف تحقیق (یَلِی) فعل ضمیر اس میں مستتر ہے جو راجع ہے (ما) ماضی کی طرف (ھا) ضمیر مفعول (کانّ ذَاالخ) ای کقولک انّ ذا الخ، (انّ) حرف مشبہ بالفعل (ذا) اس کا اسم (لَقَدْ سَمَاعَلَی العِدَا) اس کی خبر (مُسْتَحْوِذًا) حال ہے سَمَا (فعل) کی ضمیر سے۔

(ش) اذا کان خبر "إنّ" منفیًّا لم تدخل علیہ اللام؛ فلا تقول: ((إن زیدا لمایقوم)) وقد ورد فی الشعر، کقولہ:

۱۰۲ -وَأعلَمُ انّ تَسْلِیْمًا وَتَرْکًا

لَلامُتَشَابِھَانِ وَلاسَوَاء

وأشار بقولہ: ((ولامن الأفعال ما کرضیا)) إلی أنہ إذا کان الخبر ماضیًا متصرفا غیر مقرون بقدلم تدخل علیہ اللام؛ فلا تقول ((إن زیدالرضی)) وأجاز ذلک الکسائی، وھشام؛ فإن کان الفعل مضارعا دخلت اللام علیہ، ولا فرق بین المتصرف نحو: ((إن زیدًالیرضی)) وغیر المتصرف، نحو: ((إن زیدًا

ليذر الشر)) هذا إذا لم تقترن بـه السين أوسوف؛ فإن اقترنت (بـه) ،نحو: ((إن زيدًا سوف يقوم)) او ((سيقوم)) ففي جواز دخول اللام عليه خلاف؛ (فيجوز إذا كان ((سوف)) على الصحيح، و أما إذا كان السين فقليل)

وإذا كان ماضيًا غير متصرف فظاهر كلام المصنف (جواز) دخول اللام عليه؛ فتقول: ((إن زيدًا لنعم الرجل، وإنّ عمرًا لبئس الرجل)) وهذا مذهب الأخفش و الفراء، والمنقول أن سيبويه لايجيز ذلك.

فإن قرن الماضي المتصرف ب((قد)) جاز دخول اللام عليه، وهذا هو المراد بقوله: ((وقد يليها مع قد)) نحو: إن زيدًا لقد قام)).

ترجمہ وتشریح:

جب انّ کی خبر منفی ہو تو اس صورت میں اس پر لام کا لانا صحیح نہیں جیسے إنّ زيدًا للايقوم اسلئے کہ اس صورت میں دو لام آتے ہیں جو کہ ناپسندیدہ ہے نیز یہ لام اثبات کی تاکید کیلئے آتا ہے جو کہ نفی کی ضد ہے، ہاں بعض مرتبہ شعر میں آیا ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۱۰۲ –وَأعلَمُ انّ تَسْلِيْمًا وَتَرْكًا
لَلَامُتَشَابِهَانِ وَلَاسَوَاء

ترجمہ:...... میں جانتا ہوں کہ کسی کے ذمّہ کام حوالہ کرنا اور نہ کرنا نہ ایک جیسے ہیں اور نہ برابر۔

ترکیب:

(أعلَم) فعل مضارع (انا) ضمیر مستتر اس کا فاعل (ان) حرف مشبہ بالفعل (تَسْلِيْمًا وَتَرْكًا) معطوف علیہ معطوف اس کا اسم (لَلَامُتَشَابِهَانِ الخ) خبر۔

تشریح المفردات:

تسليمًا اى تسليم الامر کسی کو کام حوالہ کرنا ترکا ای ترك التسليم کسی کو کام حوالہ نہ کرنا بلکہ خود کرنا، سواء مصدر ہے تثنیہ سے اس کا خبر واقع ہونا صحیح ہے اس لئے کہ مصدر تثنیہ وجمع واقع نہیں ہوتا لاسواء کو ضرورت شعری کی وجہ سے مؤخر کیا ورنہ پہلے ہونا چاہئے تھا۔

محلّ استشہاد:

للامُتَشَابِهَانِ محلّ استشہاد ہے انّ کی خبر منفی بلا پر لام آیا ہے جو کہ شاذ ہے۔

واشار بقوله وَلامِنَ الافعال الخ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہاں چند جزئیات ہیں۔

۱...... جب خبر ماضی متصرف ہو اور قد کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو تو اس صورت میں اس پر لام ابتداء نہیں آتا چنانچہ انّ زیدًا لَرَضِی نہیں کہہ سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ لام میں اصل یہ ہے کہ وہ اسم پر داخل ہو اور ماضی متصرف اسم کے ساتھ کسی طرح بھی مشابہ نہیں۔

امام کسائی اور ہشام رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کو جائز کہا ہے وہ یہاں قد کو مقدر مانتے ہیں جس کے جواز کی وجہ آگے آ رہی ہے۔

۲...... اگر فعل مضارع ہو تو اس پر لام ابتداء داخل ہوتا ہے اسلئے کہ لام ابتداء اسم پر داخل ہوتا ہے اور فعل مضارع اسم کے ساتھ کئی وجوہ سے مشابہت رکھتا ہے (جیسا کہ پہلے معرب مبنی کے بحث میں گزر چکا) واضح رہے کہ اس میں فعل مضارع کا متصرف ہونا ضروری نہیں متصرف ہو جیسے إنّ زیدًا الیرضٰی یا غیر متصرف جیسے انّ زیدًا الیذرُ الشرّ (تصرف سے تصرف تام مراد ہے نہ کہ ناقص ورنہ تو یذر کا امر بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں فَذرھُم آیا ہے متصرف اور غیر متصرف کی تفصیل کان واخواتها میں گزر گئی ہے من شاء فلیراجع الیه۔

۳...... اگر مضارع کے ساتھ "سین" یا "سوف" ہو تو اس پر لام کے داخل ہونے میں اختلاف ہے صحیح قول کے مطابق "سوف" کی صورت میں لام ابتداء کا داخل ہونا صحیح اور "سین" کی صورت میں قلیل ہے۔

۴...... جب ماضی غیر متصرف ہو تو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے ظاہر سے اس پر لام کے داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ انہوں نے (رَضِــی) (فعل متصرف) پر داخل ہونے کو منع کیا ہے' یہ اخفش اور فراء رحمہما اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے اور سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے عدم جواز منقول ہے۔

۵...... اگر ماضی متصرف کے ساتھ ہو تو اس پر لام کا داخل ہونا صحیح ہے اس لئے کہ قــد اس کو حال کے قریب کرتا ہے تو اس کی مشابہت فعل مضارع کے ساتھ ہو جائے گی اور فعل مضارع پر لام کا داخل ہونا صحیح تھا لہٰذا یہاں بھی صحیح ہے۔

وَتَصْحَبُ الواسطَ معمُولَ الخبر

وَالفَصلَ واسمًا حَلَّ قبلَهُ الخبر

ترجمہ:......اور یہ لام اس خبر کے معمول پر آتا ہے جو درمیان میں ہو اور ضمیر فصل اور اس اسم پر بھی آتا ہے جس سے پہلے خبر آ جائے۔

ترکیب:

(تصحبُ) فعل (ھی) ضمیر مستتر جو راجع ہے لام کی طرف وہ اس کا فاعل (الواسطَ معمولَ الخبر) مبدل منہ اور بدل مفعول بہ (وَالفصلَ واسمًا الخ) ماقبل پر عطف ہے۔

(ش) تدخل لام الابتداء علی معمول الخبر إذا توسط بین اسم إن والخبر، نحو: ((إن زیدا لطعامک آکل)) وینبغی أن یکون الخبر حینئذ مما یصح دخول اللام علیه کما مثلنا فإن کان الخبر لا یصح دخول اللّام علیه لم یصح دخول اللام علی المعمول، کما إذا کان (الخبر) فعلا ماضیًا متصرفا غیر مقرون ب((قد)) لم یصح دخول اللام علی المعمول؛ فلا تقول ((إن زیدا لطعامک آکل)) وأجاز ذلک بعضهم، وإنما قال المصنف: ((وتصحب الواسط)) أی: المتوسط –تنبیها علی أنها لا تدخل علی المعمول إذا تأخر؛ فلا تقول ((إن زیدا آکل لطعامک))

وأشعر قوله بأن اللام إذا دخلت علی المعمول المتوسط لا تدخل علی الخبر، فلا تقول ((إن زید الطعامک لآکل))، وذلک من جهة أنه خصص دخول اللام بمعمول الخبر المتوسط، وقد سمع ذلک قلیلا، وحکی من کلامهم ((إنی لبحمد الله لصالح))

وأشار بقوله: ((والفصل)) إلی أن لام الابتداء تدخل علی ضمیر الفصل، نحو: ((إن زیدا لهو القائم)) وقال اللّٰه تعالیٰ: (إن هذا لهو القصص الحق) ف((هذا)) اسم ((إن))، و((هو)) ضمیر الفصل، ودخلت علیه اللام، و((القصص)) خبر ((إن)).

وسمی ضمیر الفصل لأنه یفصل بین الخبر والصفة، وذلک إذا قلت ((زید هو القائم)) فلو لم تأت ب((هو)) لاحتمل أن یکون ((القائم)) صفة لزید، وأن یکون خبرًا عنه، فلما أتیت ب ((هو)) تعین أن یکون ((القائم)) خبرًا عن زید.

وشرط ضمیر الفصل أن یتوسط بین المبتدأ والخبر، نحو: ((زید هو القائم)) أو بین ما أصله المبتدأ والخبر، نحو: ((إن زیدا لهو القائم)).

وأشار بقوله:((واسما حل قبله الخبر))إلى أن لام الابتداء تدخل على الاسم إذا تأخر عن الخبر، نحو:((إن في الدار لزيدًا)) قال الله تعالىٰ:(وَإِنَّ لَكَ لَاجرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ)

وكلامه يشعر (أيضًا) بأنه إذا دخلت اللام على ضمير الفصل أو على الاسم المتأخر لم تدخل على الخبر وهو كذالك فلا تقول "إنَّ فِي الدّارِ لَزَيدًا" ومقتضى إطلاقه في قوله إنّ لام الابتداء تدخل على المعمول المتوسط بين الاسم والخبر أنّ كل معمول إذا توسط جاز دخول اللام عليه؛ كالمفعول الصريح، والجار والمجرور، والظرف، والحال، وقد نص النحويون على منع دخول اللام على الحال؛ فلا تقول: ((إن زيدا لضاحكا راكب))

ترجمہ وتشریح:

ا...... جب خبر کا معمول اسم اور خبر کے درمیان آ جائے تو اس صورت میں اس معمول پر لام ابتداء آ تا ہے جیسے إنّ زيـدًا لطعَامَكَ آكلٌ " لیکن اس صورت میں بھی خبر کا ایسا ہونا ضروری ہے جس پر لام کا داخل ہونا صحیح ہو جیسے گزری ہوئی مثال 'اور اگر خبر اس قبیل سے ہو جس پر لام کا داخل ہونا صحیح نہ ہو مثلاً خبر فعل ماضی متصرف غیر مقرون بقد ہو جیسے رضِـيَ' آكل تو پھر اس قسم کی خبر کے معمول پر بھی لام ابتداء کا داخل ہونا صحیح نہیں لہٰذا "انّ زيـدًا لـطعَامَك آكل" کہنا صحیح نہیں اگر چہ بعض حضرات نے اس کو جائز کہا ہے۔

۲...... نیز مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے "تصحب الواسط" کہکر اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ اگر معمول درمیان کے بجائے بعد میں آ جائے پھر بھی لام ابتداء داخل نہیں ہوگا چنانچہ "انّ زيدًا آكلٌ لطعامك" صحیح نہیں۔

۳...... "والـفـصـل" کے ساتھ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا کہ لام ابتداء ضمیر فصل پر بھی داخل ہوتا ہے۔ جیسے إنَّ زيدًا لهُو القائم ،اور قرآن کریم میں بھی ہے إنَّ هـذا لهُوَ القصص الحقّ،اس کو ضمیر فصل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ خبر اور صفت میں فرق کرنے کیلئے آتی ہے اس لئے کہ اگر زيـد هـو القائم میں هو کو نہ لایا جائے تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ قائم زید کی صفت ہو یا خبر ہو لیکن هو ضمیر سے متعین ہو گیا کہ القائم 'زید کی خبر ہے نہ کہ صفت اس لئے کہ موصوف صفت میں اجنبی کا فاصلہ نہیں ہوتا۔

ضمیر فصل کی شرط یہ ہے کہ وہ مبتدا اور خبر کے درمیان واقع ہو جیسے زيـدٌ هـو القائم یا اس میں واقع ہو جو باعتبار اصل کے

مبتدا خبر تھے جیسے انّ زیدًالھو القائم یہاں زید، القائم اگرچہ فی الحال مبتدا خبر نہیں اس لئے کہ زید انّ کا اسم اور القائم اس کی خبر ہے لیکن اصل کے اعتبار سے انّ کے داخل ہونے سے پہلے یہ مبتدا، خبر تھے۔

۴......واسمًا حلّ قبله الخبر کے ذریعے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے اس بات کی طرف کہ لام ابتداء انّ کے اسم پر داخل ہوتا ہے جب وہ خبر سے مؤخر ہو جیسے انّ فی الدّار لَزیدًا، اور قرآن کریم میں بھی ہے اِنّ لك لَاَجرًا غیر ممنون، (اس طرح کی مثالیں قرآن وحدیث میں بہت زیادہ ہیں)

۵......مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ضمنی طور پر یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جب لام ضمیر فصل یا اسم مؤخر پر داخل ہو تو پھر وہ خبر پر داخل نہیں ہوگا لہٰذا انّ زیدًا لھُو لَقائمٌ، اِنَّ لَفِی الدّار لزیدًا کہنا صحیح نہیں۔

۶......مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے اطلاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر معمول جب درمیان میں آجائے اس پر لام کا داخل ہونا صحیح ہے جیسے صریح مفعول، جار مجرور، ظرف، حال، لیکن نحویوں نے تصریح کی ہے کہ لام کا داخل ہونا حال پر صحیح نہیں جیسے انّ زیدًا لَضَاحِکًا راکبٌ۔ (حال اور تمیز کا حکم علماء نے ایک لکھا ہے)

وَوَصلُ مَا بِذِی الحُرُوفِ مُبطِلُ
إعمَالَهَا، وَقَد یُبقَی العَمَلُ

ترجمہ:......اور ما غیر موصولہ کا ان حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ ملنا ان کے عمل کو باطل کرتا ہے، اور کبھی ان کا عمل باقی بھی رہتا ہے۔

ترکیب:

(وَصلُ مَا بِذِی الحروفِ) مضاف مضاف الیہ مبتدا (مُبطِلُ إعمَالَهَا) خبر (قَدْ) حرف تقلیل (یُبقَی العَمل) فعل مضارع مجہول با نائب فاعل۔

(ش) اذا اتصلت ((ما)) غیر الموصولة بان وأخواتها کفتها عن العمل، إلا ((لیت)) فإنه یجوز فیها الإعمال (والإعمال) فتقول: ((إنما زید قائم)) ولا یجوز نصب ((زید)) وکذلك أن (وکان) ولکنّ ولعلّ، وتقول: ((لیتما زید قائم)) وإن شئت نصبت ((زیدًا))، فقلت ((لیتما زیدًا قائم)) وظاهر کلام المصنف –رحمه الله تعالیٰ!– أن ((ما)) إن اتصلت بهذه الأحرف کفتها عن العمل، وقد تعمل قلیلا، وهذا مذهب جماعة من النحویین (کالزجاجی، وابن السراج) وحکی الأخفش والکسائی ((إنما زیدًا قائمٌ)) والصحیح

المذهب الأول، وهو أنه لايعمل منها مع ((ما)) إلا ((ليت))، وأما ما حكاه الأخفش والكسائي فشاذ، واحترزنا بغير الموصولة من الموصولة؛ فإنها لاتكفها عن العمل، بل تعمل معها، والمراد من الموصولة التي بمعنى ((الذي))، نحو: ((إن ما عندك حسن)) أي: إن الذي عندك حسن) والتي هي مقدرة بالمصدر، نحو: ((إن ما فعلت حسن)) أي: إن فعلك حسن.

ترجمہ وتشریح: .... حرف مشبہ بالفعل کے ساتھ ماکافّہ کا آنا:

۱...... جب غیر موصولہ یعنی کافّہ انّ اور اس کے اخوات کے ساتھ آجائے تو وہ ان کو عمل سے روکتا ہے۔ چنانچہ انّما زیدٌ قائم پڑھنا صحیح ہے اور زید کو منصوب پڑھنا صحیح نہیں اسی طرح انّ کأنّ وغیرہ میں بھی ہے (ما غیر موصولہ کو ما زائدہ اور ماکافّہ بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ زائد ہوتا ہے اور عمل سے روکتا ہے)

۲...... حروف مشبّہ بالفعل میں سے صرف لیتَ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ اگر ماکافّہ آجائے تو اس صورت میں عمل دینا بھی جائز ہے اور نہ دینا بھی جائز ہے چنانچہ آپ لیتَمازیدٌ قائم اور لیتمازیدًا قائم دونوں پڑھ سکتے ہیں (اس کی علّت نحویوں نے یہ بیان کی ہے کہ ان حروف کو عمل ہی اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ یہ اسماء کے ساتھ خاص ہیں اب جب ان پر مازائدہ آجائے تو یہ اختصاص ختم ہوجاتا ہے اس لئے کہ ماافعال پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا یہ قول ہے قُلْ انّما یوحیٰ الیّ الخ، اور کانّما یُساقون الی الموت، البتہ صرف لیتَ کے ساتھ مازائدہ آنے میں عمل دینا اور نہ دینا دونوں جائز ہیں)

۳...... مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حروف کے ساتھ ماکافّہ آجائے تو ان کو مکمّل طور پر عمل سے روکتا ہے، لیکن (شارح فرماتے ہیں کہ) نحویوں کی ایک جماعت زجاجی، ابن السراج رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کبھی کبھار ما کے باوجود عمل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اخفش اور کسائی رحمہما اللہ تعالیٰ نے انّما زیدًا قائم کی حکایت کی ہے جس میں ما کے داخل ہونے کے باوجود زیدًا کو عمل دیا گیا ہے لیکن شارح کے نزدیک پہلا مذہب صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ لیتَ کے علاوہ حروف کے ساتھ اگر مازائدہ آجائے تو وہاں عمل نہیں ہوگا اور اخفش اور کسائی رحمہما اللہ تعالیٰ نے عمل کی جو حکایت نقل کی ہے وہ شاذ ہے۔

۴...... غیر موصولہ کہا تو موصولہ سے احتراز کیا اسلئے کہ ما موصولہ آنے کی صورت میں ان حروف کا عمل برقرار رہتا ہے جیسے اِنَّماعندکَ حَسَنٌ (موصولہ وہ ہے جو بمعنی الذی کے ہو)

اسی طرح موصولہ کہہ کر اس مـا سے بھی احتراز کیا جو تقدیرا مصدر کے معنیٰ میں ہو جیسے إنَّ مَـا فَـعَـلْـتَ حَسَـنٌ ای إن فِعلَکَ حَسَنٌ .

وَجَـائِـزٌ رَفْـعُکَ مَـعْـطُـوفًـا عَـلـیٰ
مَـنْـصُـوبِ "إنَّ" بَـعْـدَ أنْ تَسْـتَـکْـمِلاَ

ترجمہ:......انّ کے اسم پر معطوف کو آپ رفع بھی دے سکتے ہیں بشرطیکہ یہ معطوف انّ کے دونوں معمولوں کے بعد آ جائے۔

ترکیب:

(جَائِزٌ) خبر مقدم (رَفْعُکَ) مبتدا مؤخر (یہاں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے، اور مصدر فعل جیسا عمل کرتا ہے)
(مَعطوفًا علیٰ منصُوبِ إنَّ) مفعول بہ (بَعْدَ أنْ تَسْتَکْمِلاَ) بتاویل مصدر، اور مصدر کا مفعول محذوف ہے ای بعد استکمالها معمولیها (ظرف)

(ش) ای إذا اتی بعد اسم ((إنّ)) وخبرها بعاطف جاز فی الاسم الذی بعده وجهان؛ أحدهما: النصب عطفًا علی اسم ((إنّ زیدًا قائمٌ وعمرًا))

والثانی: الرفع نحو: ((إنّ زیدًا قائمٌ، وعمرو)) واختلف فیه فالمشهور أنه معطوف علی محل اسم ((إنّ)) فإنه فی الأصل مرفوع لکونه مبتدأ، وهذا یشعر به (ظاهر) کلام المصنف، وذهب قوم إلی أنه مبدأ وخبره محذوف، والتقدیر: وعمرو کذلک، وهو الصحیح.

فإن کان العطف قبل أن تستکمل ((إنّ)) –أی قبل أن تأخذ خبرها– تعیّن النصب عند جمهور النحویین؛ فتقول: إن زیدًا وعمرًا قائمان، وإنک وزیدًا ذاهبان؛ وأجاز بعضهم الرفع.

ترجمہ وتشریح:............انّ کے اسم پر معطوف کا اعراب:

جب انّ کے بعد اس کا اسم اور خبر آ جائے اور پھر اس اسم پر کوئی چیز معطوف کرنا چاہیں تو اس صورت میں معطوف کے اعراب میں دو وجہیں جائز ہیں۔

ا......عطف کی وجہ سے منصوب پڑھنا جیسے انّ زیدًا قائمٌ وعمرًوا یہاں عمرًوا کو زیدًا پر عطف کر کے منصوب پڑھ سکتے ہیں۔

۲......مرفوع پڑھنا۔ پھر اس رفع کی وجہ میں اختلاف ہے مشہور تو یہ ہے کہ یہ انّ کے محل پر معطوف ہے اور وہ اصل میں مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع تھا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، اور بعض حضرات کے ہاں اس مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے و التقدیر وعمرو کذالك اور یہی صحیح ہے۔ یہ تفصیل تو اس صورت میں ہے جب معطوف مذکور انّ کے اسم اور خبر دونوں کے بعد آجائے اگر صرف انّ کے اسم کے بعد آجائے اور خبر سے پہلے ہو تو پھر جمہور بصریین کے ہاں نصب متعیّن ہے۔ جیسے: انّ زیدًا وَعمرًو اقائمان، اگرچہ بعض نے یہاں بھی رفع کو جائز کہا ہے۔ و التفصیل فی المطوّلات:

وَأُلْحِقَتْ بِأَنَّ لٰكِنَّ وأنَّ
مِنْ دُوْنِ لَيْتَ وَلَعَلَّ وكَأَنَّ

ترجمہ:...... لکنّ اور أنّ عطف کے حکم میں إنّ کے ساتھ ملحق ہیں سوائے لیت لَعَلَّ اور کأنَّ کے (یعنی آخری تینوں کا حکم إنّ کی طرح نہیں)

ترکیب:

(أُلْحِقَتْ) فعل ماضی مجہول (بأنَّ) اس فعل مذکور کے ساتھ متعلّق (لکِنَّ و أنَّ) معطوف علیہ معطوف نائب فاعل (مِنْ دُوْنِ الخ) جار مجرور الحقت کے متعلّق ہوا۔

(ش) حكم أن المفتوحة و((لكنّ)) في العطف على اسمهما حكم ((إنّ)) المكسورة؛ فتقول: ((علمت أن زيدًا قائم وعمرو)) برفع ((عمرو)) ونصبه، وتقول: ((علمت أن زيدًا وعمرًا قائمان)) بالنصب فقط عند الجمهور، وكذلك تقول: ((مازيد قائمًا، لكنَّ عمرًا منطلق وخالدا)) بنصب خالد ورفعه، و((مازيد قائمًا لكن عمرا وخالدًا منطلقان، بالنصب فقط.

وأما ((ليت ولعلَّ وكأن)) فلايجوز معها إلا النصب، (سواء تقدم المعطوف، أو تاخر؛ فتقول: ليت زيدا وعمرًا قائمان، وليت زيدًا قائم وعمرًا، بنصب ((عمرو)) في المثالين، ولايجوز رفعه، وكذلك ((كأن، ولعل))، وأجاز الفرّاء الرفع فيه — متقدمًا ومتأخرًا — مع الأحرف الثلاثة.

ترجمہ وتشریح: .... انّ کے خوات کے اسم پر معطوف کا حکم:

۱......اس سے پہلے إنّ کے اسم پر معطوف کے اعراب کا تفصیل سے ذکر ہوا اب یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ أنّ مفتوحہ اور لٰــکــنّ دونوں کے اسم پر معطوف کے اعراب کا حکم بھی إنّ کے اسم پر معطوف کے اعراب کا ہے چنانچہ عَلِمْتُ أنّ زیدًا قائم وعمرو میں عمرو کو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اور علمتُ انّ زیدًا وعمرا قائمان صرف نصب کے ساتھ ہی جائز ہے جو کہ جمہور کا مسلک تھا اسی طرح اعراب لکنّ میں بھی ہے۔

۲......لیتَ لَعَلَّ کأنَّ کا حکم اس مسئلے میں إنّ مکسورہ کی طرح نہیں لہٰذا اس میں صرف نصب جائز ہے چاہے معطوف مقدّم ہو یا مؤخر۔ چنانچہ آپ لیتَ زیدًا وعمرًا قائمان لیتَ زیدًا قائم وعمرا عمرو کے نصب کے ساتھ ہی پڑھینگے اسی طرح کأنّ اور لَعَلَّ کی مثالوں میں) بعض علماء نحو نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ لیت وغیرہ جملے کو انشاء کے معنی میں کرتے ہیں اس وجہ سے رفع کی صورت میں خبر کا عطف لازم آئے گا انشاء پر جو کہ مستحسن نہیں ہے۔ اور فراء رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بھی رفع کو جائز کہا ہے۔ ولِکُلّ وِجهَۃ۔

وَخُـــفِّـــفَـــتْ إنَّ فَـــقَـــلَّ الْـــعَـــمَـــلْ
وَتَـــلْـــزَمُ الـــلامُ إذا مَـــاتُـــهْـــمَـــلْ
وَرُبَّـــمَـــا اسْـــتُـــغْـــنِـــيَ عَـــنْـــهَـــا إنْ بَـــدَا
مَـــا نَـــاطِـــقٌ أرادَهُ مُـــعْـــتَـــمِـــدَا

ترجمہ:......انّ میں کبھی تخفیف کی جاتی ہے (جیسے إنْــم) تو اس کا عمل قلیل ہوتا ہے اور عمل نہ ہونے کی صورت میں پھر اس کی خبر پر لام کا لانا ضروری ہوتا ہے۔ اور کبھی اس لام کی ضرورت نہیں ہوتی اگر متکلم کی مراد اعتماد کی وجہ سے ظاہر ہو۔

ترکیب:

(خُــفِّفَتْ) ماضی مجہول (إنَّ) باعتبار لفظ نائب فاعل (فاء) عاطفہ (قَلَّ العَمل) فعل فاعل (تَـلْزَمُ اللامُ) فعل فاعل (إذا) ظرف متضمّن معنی شرط ما زائدہ (تُهمَل) فعل نائب فاعل شرط جزاء محذوف ہے ای لـزمتها اللام (واو) عاطفہ (ربَّ) حرف تقلیل (مَا) کافّہ (استُغنِيَ) فعل ماضی مجہول (عَـنْهَا) جار مجرور نائب فاعل (إنْ) حرف شرط (بَدَا) فعل (مـانـاطِقٌ أرادهُ) موصول صلہ فاعل (معتمدا) حال ہے ارادکی مستتر ضمیر سے۔ جزاء محذوف ہے اور ماقبل کی عبارت اس پر دال ہے۔

(ش) إذا خففت ((إنّ)) فالأكثر في لسان العرب إهمالها فتقول؛ ((إن زيد لقائم)) وإذا أهملت لزمتها اللام فارقة بينها وبين ((إن)) النافية، ويقل اعمالُهَا فتقول: ((إن زيداً قائم)) وحكى الإعمال سيبويه، والأخفش، رحمهما الله تعالى؛ فلا تلزمها حينئذ اللام؛ (لأنها لا تلتبس — والحالة هذه — بالنافية) لأن النافية لا تنصب الاسم وترفع الخبر، وإنما تلتبس بان النافية إذا أهملت ولَمْ يظهر المقصود (بها) فإن ظهر المقصود (بها) فقد يستغني عن اللام، كقوله:

١٠٣ — وَنَحْنُ أُبَاةُ الضَّيْمِ مِنْ آلِ مَالِكٍ
وَإِنْ مَالِكٌ كَانَتْ كِرَامَ الْمَعَادِنِ

التقدير: وإن مالک لکانت، فحذفت اللام؛ لأنها لا تلتبس بالنافية؛ لأن المعنىٰ على الاثبات، وهذا هو المراد بقوله: ((وربما استغنى عنها إن بدا — إلى اخر البيت))

واختلف النحويون في هذه اللام: هل هي لام الابتداء أُدْخلت للفرق بين ((إن)) النافية و ((إن)) المخففة من الثقيلة، أم هي لام أخرى اجتلبت للفرق وكلام سيبويه يدل على أنها لام الابتداء دخلت للفرق.

وتظهر فائدة هذا الخلاف في مسألة جرت بين ابن أبي العافية وابن الأخضر؛ وهي قوله صلّى الله عليه وسلم: ((قد علمنا إن كنت لمؤمنا)) فمن جعلها لام الابتداء أوجب كسر ((إن)) ومن جعلها لام أخرى — اجتلبت للفرق — فتح أن، وجرى الخلاف في هذه المسألة قبلهما بين أبي الحسن علي بن سليمان البغدادي الأخفش الصغير، وبين أبي علي الفارسي؛ فقال الفارسي: هي لام غير لام الابتداء اجتلبت للفرق، وبه قال ابن أبي العافية، وقال الأخفش الصغير: إنما هي لام الابتداء أدخلت للفرق، وبه قال ابن الأخضر.

ترجمہ وتشریح: .... اِنْ مخفّفہ کے متعلّق چند جزئیات:

۱...... إنّ (بتشديد النون) کو جب مخفف (یعنی بغیر شدّ کے) بنایا جائے تو لغت عرب میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا عمل (یعنی اسم کو نصب اور خبر کو رفع دینا) نہیں کرتا ایسی صورت میں پھر اس کی خبر میں لام کالانا ضروری ہوتا ہے تا کہ ان مخفف عن المثقل

اور اِن نافیہ کے درمیان فرق آ جائے جیسے اِنْ زیدٌ لقائمٌ، اگر یہاں لام نہ لایا جائے اور اِنْ زیدٌ قائمٌ پڑھا جائے تو اِنْ نافیہ کے ساتھ التباس ہو جائے گا پھر اس کا معنی نفی کی صورت میں یہ ہوگا کہ زید کھڑا نہیں، جو کہ خلاف مقصود ہے۔ (اس لئے کہ یہاں زید کے قیام کو ثابت کرنا ہے)

۲......امام سیبویہ اور اخفش رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اِن اگر مخفف ہو جائے پھر بھی یہ عمل کرے گا جیسے اِنْ زیدًا قائمٌ، ان کے مسلک کے مطابق عمل کی صورت میں پھر ان مخفف کی خبر پر لام کا لانا ضروری نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عمل کی صورت میں ان نافیہ کے ساتھ اس کا التباس نہیں آتا اس لئے کہ ان نافیہ عمل ہی نہیں کرتا۔

۳......پہلے مسلک کے مطابق (کہ ان مخفف عمل نہیں کرتا) ان نافیہ کے ساتھ التباس کی وجہ سے خبر میں لام کا لانا ضروری تھا تاکہ پتہ چلے کہ یہ ان مخفف ہے نافیہ نہیں یہ اس صورت میں ہے جب مقصود متکلم کا ظاہر نہ ہو مثلاً ان زیدٌ قائمٌ میں مخفف کی صورت میں یہ احتمال ہے کہ متکلم زید کے قیام کو ثابت کر رہا ہے اور نافیہ کا لحاظ کرتے ہوئے یہ احتمال ہے کہ متکلم زید کے قیام کی نفی کر رہا ہے۔ لیکن اگر متکلم کا مقصود ظاہر ہو یعنی ظاہری قرائن سے پتہ چلتا ہو کہ یہاں متکلم کی مراد واضح ہے تو پھر چونکہ علت التباس باقی نہیں رہتی اس وجہ سے ان مخفف کی خبر میں لام کا لانا ضروری نہیں۔ جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۱۰۳- وَنحنُ أباةُ الضَّيمِ مِنْ آلِ مَالكٍ
وَإِنْ مَالِكٌ كَانَتْ كِرَامَ المَعَادِنِ

ترجمہ:......ہم ظلم کو ماننے والے نہیں اور ہم آل مالک میں سے ہیں اور تحقیق مالک قبیلہ تو شریف الاصل تھا۔

تشریح المفردات:

(أباة) آبٍ کی جمع ہے از ابی یأبی انکار کرنے والے، جیسے قُضَاةٌ، قاضٍ کی جمع ہے (الضیم) ظلم کو کہتے ہیں، مالک شاعر کے قبیلے کے بڑے کا نام ہے یہاں اس سے مراد شاعر نے قبیلہ لیا ہے کرام جمع کریم کی بمعنی شریف المعادن معدن کی جمع ہے اصل کو کہتے ہیں۔

محل استشہاد:

وان مالكٌ كانت الخ محل استشہاد ہے یہاں اِن مخفف عن المثقل غیر عامل ہے اور اس کی خبر میں لام لایا جاتا ہے تاکہ اس میں اور اِن نافیہ میں فرق آ جائے لیکن یہاں خبر میں لام کو نہیں لائے اسلئے کہ یہاں سامع کے ذہن پر اعتماد کیا گیا ہے کیونکہ یہ

مقام مقام مدح ہے اس لئے کہ شاعر نے شروع میں کہا کہ ہم ظلم کو ماننے والے نہیں اور یہ اچھی صفت ہے جیسا کہ شروع کلام سے مستفاد ہوتا ہے اب اگر یہاں ان نافیہ مراد لیا جائے تو وہ مذمت پر دلالت کرتا ہے پھر معنی یوں ہوگا کہ کرام قبیلہ شریف الاصل نہیں جس کی وجہ سے ایک ہی کلام میں تناقض آ جائے گا۔

لام ابتداء اور لام فارقہ میں فرق:

یہ بات پہلے گذر گئی کہ اِنْ جب مخفف عن المثقل ہو جائے تو لغت عرب میں وہ عمل نہیں کرتا اور عمل نہ کرنے کی صورت میں اس کی خبر میں لام کا لانا ضروری ہے تا کہ اس کے اور ان نافیہ کے درمیان فرق آ جائے۔

اب اس لام میں اختلاف ہے کہ آیا یہ لام ابتداء ہے یا کوئی دوسرا لام ہے جو محض فرق کرنے کیلئے لایا گیا ہے، سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لام ابتداء ہے۔

ثمرہ اختلاف

اس اختلاف کا ثمرہ ابن ابی العافیہ اور ابن اخضر رحمہما اللہ تعالیٰ کے درمیان زیر بحث ہونے والے نبی اکرم ﷺ کے اس قول میں معلوم ہوتا ہے کہ جو کہ "قد علِمْنَا اِنْ کنتَ لَمؤمنًا" ہے جو حضرات اس کو لام ابتداء کہتے ہیں ان کے ہاں یہاں اِن کا کسرہ ضروری ہے اور یہ مخفف عن المثقل ہوگا۔ اس صورت میں تعلیق ہے (یعنی لفظوں میں عمل نہیں ہوا ہے) تو یہاں لام ابتداء ان کی خبر میں آیا ہے تا کہ ان مخفف اور ان نافیہ کے درمیان فرق آ جائے کیونکہ اِنْ نافیہ کی خبر میں لام نہیں آتا۔

اور جن حضرات کے ہاں یہ لام ابتداء نہیں بلکہ یہ ایک دوسرا لام ہے جو محض فرق کیلئے لایا گیا ان کے ہاں یہاں أنْ کو مفتوح پڑھا جائے گا یہاں بظاہر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جب أنْ مفتوحہ مخفف ہو تو اس صورت میں چونکہ یہ مفتوح ہے اور اِن نافیہ مکسور ہے اس لئے ان کے درمیان فرق ظاہر ہے تو پھر لام کو ان دونوں کے درمیان فرق کے لئے لانے کا کیا فائدہ ہے، تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ کبھی لام فرق ویسے بغیر احتیاج کے بھی لایا جاتا ہے جیسا کہ انْ مکسور میں بھی قرینہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ان نافیہ نہیں پھر بھی لام فرق آ جاتا ہے اگرچہ اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔

قوی مسلک:

پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ لام ابتداء صرف مبتداء پر داخل ہوتا ہے یا اس پر جو اصل کے اعتبار سے مبتدا ہو نیز یہ اِنّ مکسورہ کے باب میں خبر اور معمول خبر اور ضمیر فصل پر داخل ہوتا ہے جب وہ مثبت، مؤخر، غیر ماضی متصرف اور قد سے خالی نہ ہو لیکن

یہ لام جو ان نافیہ اور ان مخفف کے درمیان فرق کیلئے لایا جاتا ہے اس میں یہ شرائط ملحوظ نہیں اس لئے کہ یہ ایسے مفعول پر داخل ہوتا ہے جو اصل کے اعتبار سے مبتداء خبر نہیں۔ جیسے اِنْ قَتَلْتَ لَمُسْلِمًا میں مُسْلِمًا پر لام فارقہ (فرق کرنے والا) آیا ہے حالانکہ یہ باعتبار اصل نہ مبتدا ہے نہ خبر، اسی طرح یہ لام فارقہ اس ماضی متصرف (اس کی تفصیل گذری ہے) پر بھی داخل ہوتا ہے جس سے پہلے قد نہ ہو جیسے ان زید لقامَ وغیرہ لہٰذا معلوم ہوا کہ لام ابتداء الگ ہے اور یہ لام جو محض فرق کیلئے لایا جاتا ہے الگ ہے اور یہی مسلک صحیح ہے۔ واللہ علم۔

والفعلُ ان لَمْ يكُ ناسخًا فَلا

تُلفهِ غالبًا بِان ذِى مُوصلا

ترجمہ:...... فعل اگر ناسخ للابتداء نہ ہو تو اکثر اس کو ان مخفف عن المثقل کے ساتھ ملا ہوا نہیں پائینگے۔

ترکیب:

(الفعلُ) مبتدا ((ان لَمْ يكُ ناسخًا) شرط (فلا تلفه) جزاء (غالبًا) حال ہے تلفہ کی (ہ) ضمیر سے بان ذی) جار مجرور (موصلا) مفعول ثانی کے متعلق۔

(ش) إذا خففت ((إنّ)) فلا يليها من الأفعال إلاّ الأفعال الناسخة للابتداء، نحو: كان وأخواتها، وظن وأخواتها، قال اللّٰه تعالىٰ: (وإن كانت لكبيرة إلاعلى الّذين هدى اللّٰه) وقال اللّٰه تعالىٰ: (وإن يكَادُ الّذينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِأَبْصَارِهِمْ) وقال اللّٰه تعالىٰ: (وإن وجدنا اكثرهم لفاسقين) ويقل ان يليها غير الناسخ، وإليه أشار بقوله: ((غالبا)) ومنه قول بعض العرب: ((إن يزينك لنفسك، وإن يشينك لهيه)) وقولهم: ((إن قنعت كاتبك لسوطًا) وأجاز الأخفش ((إن قام لأنا)) ومنه قول الشاعر:

٢٠٤- شَلَّتْ يَمِيْنُكَ إِنْ قَتَلْتَ لَمُسْلِمًا

حَلَّتْ عَلَيْكَ عُقُوْبَةُ المتَعَمِّدِ

ترجمہ وتشریح:............ إن مخفف عن المثقل کے بعد آنے والے افعال:

جب إنّ مخفف عن المثقل ہو تو اس کے بعد صرف وہی افعال آئینگے جو ناسخ للابتداء ہوں جیسے کان وغیرہ، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے وَإِنْ كانت لكبيرةً الخ، وان يكاد الذين الخ وَإِنْ وَجدنَا اكثرهُم الخ (ناسخ کی تفصیل

گزر چکی ہے)، غیر ناسخ کا اِن کے ساتھ آنا قلیل ہے غـالبًـا کہہ کر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسی قبیل سے بعض عرب کا یہ قول بھی ہے اِن یـزینـک لـنفسُـک وإن یشینُـک لَهِیـه (تیرا نفس تجھے خوبصورت بھی بناتا ہے اور عیب دار بھی) اور یہ قول بھی ہے "إن قـنـعـتَ کـاتِبکَ لَسـوطًـا" (آپ نے اپنے غلام کو ایک کوڑا لگایا) اور اخفش رحمہ اللہ تعالیٰ نے إِنْ قَامَ لَا نَا (تحقیق میں کھڑا ہوا) کو جائز کہا ہے ان تمام مثالوں میں ان مـخفّف عن المثقل کے بعد ایسے افعال آئے ہیں جو ناسخ للابتداء نہیں۔ اور اسی سے شاعر کا یہ قول ہے۔

۲۰۴-شَـلّـتْ یَـمِـیْـنُـکَ إِنْ قَـتَـلْـتَ لَـمُـسْـلِـمًـا
حَـلّـتْ عَـلَـیْـکَ عُـقُـوْبَـةُ الـمـتَـعَـمّـدِ

ترجمہ:......آپ کا دایاں ہاتھ شل ہو جائے تحقیق آپ نے تو ایک مسلمان کو قتل کیا ہے جس کی وجہ سے قصداً قتل کرنے والے کی سزا آپ پر نازل، (واجب) ہو چکی ہے۔

تشریح المفردات:

(شـلّـت) بـفـتـح الشین، اصل میں عین کلمہ مکسور ہے از سَـمِعَ، ہاتھ کی حرکت کا بند ہو جانا۔ (حـلّـت) نَزَلَتْ، نازل ہونا (عـقـوبة الـمـتـعـمّد) قصداً قتل کرنے والے کی سزا جو کہ قرآن کریم میں ذکر ہے ومـن قـتـل مـؤمـنًـا متـعـمدا فجزاء ہ جَهَنَّمَ خالدًا فیها الخ۔

ترکیب:

(شَـلّتْ یَمِیْنُکَ) فعل فاعل (إِنْ) مـخفّف عن المثقل (قَتَلْتَ) فعل فاعل (لـمُسْلِمًا) میں لام فارقہ ہے اور (مسلما) مفعول بہ ہے۔ (حَلَّتْ) فعل (عَلَیْکَ) اس کے ساتھ متعلق (عُقُوْبَةُ المتَعَمّدِ) فاعل۔

شان ورود:......عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا، اس شعر میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ ان پر مرثیہ پڑھ رہی ہیں اور ان کے قاتل کو بد دعا دے رہی ہیں۔

محلّ استشہاد:

إن قَتَـلـتَ لمُسْلِمًا محلّ استشہاد ہے یہاں ان مـخفّ عن المثقل کے ساتھ فعل آیا ہے جو کہ قَتَلْتَ ہے لیکن غیر ناسخ للابتداء ہے۔

وَإِنْ تُــخَــفَّفُ أَنَّ فَــاسْــمُهَــا اسْتَــكَــنّْ
وَالْــخَبَــرَ اجْــعَــلْ جُــمْــلَةً مِــنْ بَــعْــدِ أَنْ

ترجمہ:......اگر انّ (مفتوحہ) کو مخفف کر دیا جائے تو اس کا اسم محذوف ہوگا اور اس کے بعد اس کی خبر کو جملہ بنائیں۔

ترکیب:

(إِنْ) حرف شرط (تُخفَّفُ أَنَّ) فعل با نائب فاعل شرط (فَاسْمُهَا اسْتَكَنّْ) مبتداء خبر جزاء (اجْعَلْ) فعل با فاعل (الخبر) اس کیلئے مفعول اوّل مقدم (جملةً) مفعول ثانی (مِنْ بَعْدِ أَنْ) افعل کے ساتھ متعلّق ہوا۔

(ش) اذا خفّفت إنَّ (المفتوحة) بقيت على ما كان لها من العمل، لكن لا يكون اسمها إلا ضمير الشأن محذوفًا، وخبرها لا يكون إلا جملة، وذلك نحو: ((علمتُ إنْ زيدٌ قائم)) جملة في موضع رفع خبر أنّ)) ((والتقدير)) ((علمت أنه زيدٌ قائم)) وقد يبرز اسمها وهو غير ضمير الشأن كقوله:

۱۰۵ـ فَلَوْ أَنْكِ فِي يَوْمِ الرَّخَاءِ سَأَلْتِنِي
طَلَاقَكِ لَمْ أَبْخَلْ وَأَنْتِ صَدِيقٌ

ترجمہ وتشریح:

(أن) مفتوحہ مخففہ کے متعلّق چند جزئیات:

۱......جب أن مخفّف عن المثقل ہو تو اس صورت میں اس کا عمل پہلے کی طرح برقرار رہے گا لیکن فرق یہ ہے کہ اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہوگا اور خبر صرف جملہ ہوگی جیسے عَلِمتُ أنْ زيدٌ قائمٌ یہاں أن مخفّف عن المثقل ہے (ہ) ضمیر اس کی حذف ہے جو اس کا اسم ہے اور زیدٌ قائم محلّ رفع میں جملہ أن کی خبر ہے۔ اور تقدیر عبارت عَلِمتُ أنه زيدٌ قائم ہے۔

اور کبھی ضمیر شان کے علاوہ اس کا اسم ظاہر ہوتا ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۱۰۵ـ فَلَوْ أَنْكِ فِي يَوْمِ الرَّخَاءِ سَأَلْتِنِي
طَلَاقَكِ لَمْ أَبْخَلْ وَأَنْتِ صَدِيقٌ

ترجمہ:......اگر آپ نکاح سے پہلے مجھ سے سوال کرتیں کہ میں آپ کا راستہ (یعنی آپ کو) چھوڑ دوں تو میں اس پر بخل نہ کرتا (یعنی آپ کو چھوڑ دیتا) حالانکہ آپ میری دوست ہو (شاعر اپنی سخاوت وزندہ دلی بتا رہا ہے کہ میں اتنا سخی آدمی ہوں کہ

بعض مرتبہ اپنے قریب کے دوستوں سے بھی جدائی اختیار کرنے کو تیار ہو جاتا ہوں جو ہر کسی کیلئے ممکن نہیں)

تشریح المفردات:

(لَوْ انكِ) میں خطاب اپنی بیوی کو ہے (رخاء) فراخی (طلاقك ای اخلاء سبیلك) چھوڑ دینا، (لم ابخل) ای بـه (صدیق) بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے اس میں مذکر ومؤنث دونوں برابر ہیں بعض کے ہاں یوم الرخاء سے مراد نکاح کا وقت ہے۔

ترکیب:

(لَوْ) شرطیہ غیر جازمہ (أنْ) مخفف عن المثقل (كِ) ضمیر اس کا اسم (فِي يَوْمِ الرَّخَاءِ) جار مجرور (سألتني) کے ساتھ متعلق (سَألْتنِیْ طَلاَ قَكِ) فعل بامفعولین، شرط (لَمْ أبخَلْ به) جواب شرط (وَأنْتِ صَدِيقٌ) جملہ حالیہ۔

محلّ استشہاد:

لو أنك محلّ استشہاد ہے یہاں أن مخفّ عن المثقّل کا اسم کاف ضمیر بارز کی شکل میں آیا ہے حالانکہ اس کا اسم محذوف اور ضمیر شان ہوتا ہے۔

وَأن يَــكُــن فِــعلاً وَلَــمْ يَــكُــن دُعَــا
وَلَــمْ يَــكُــنْ تَــصــرِيــفُــه مُـمْتَـنِـعَــا
فَــالأحسَــنُ الــفَــصْــلُ بِــقَــد، أوْ نَــفــيٍ، أو
تَــنــفِيْــسٍ، أوْ لَــوْ، وَقَــلِــيــلٌ ذِكْــرُ لَــوْ

ترجمہ:.......اگر خبر فعل ہو اس حال میں کہ بمعنی دعا نہ ہو اور اس کی تصریف ممتنع نہ ہو (یعنی وہ فعل متصرّف ہو) تو اس صورت میں قد، نفی، حرف تنفیس (سین، سوف) یا لَوْ کے ساتھ فاصلہ اچھا ہے لیکن لَوْ کا ذکر کرنا قلیل ہے۔

ترکیب:

(إنْ) حرف شرط (يكُن) فعل ناقص ضمیر مستتر اس کا اسم (فعلاً) خبر (وَلَمْ يَكُنْ دُعا) جملہ حالیہ معطوف علیہ (وَلَمْ يكُن تصريفُه مُمْتَنِعاً) جملہ معطوف (شرط) (فالأحسَنُ) مبتدا (الفَصلُ بِقَدْ، أوْ نفيٍ، أو تنفِيْسٍ الخ) خبر (قليلٌ) خبر مقدم (ذِكْرُ لَوْ)مبتدا مؤخر۔

(ش)إذاوقع خبر"ان"المخففة جملةاسمية لم يحتج إلى فاصل،فتقول:((علمت أن زيدٌقائم)) من غير حرف فاصل بين((أن))وخبرها،إلاإذاقصدالنفى،فيفصل بينهمابحرف(النفى) كقوله تعالىٰ:(وأن لاإلٰه إلا هوفهل أنتم مُسْلِمُون)

وإن وقع خبرهاجملة فعلية،فلايخلوا:إماأن يكون الفعل متصرفا ،أو غير متصرف ،فإنكان غيرمتصرف لم يؤت بفاصل،نحوقوله تعالىٰ :(وأن ليس للإنسان إلاماسعىٰ)وقوله تعالىٰ:(وأن عسىٰ أن يكون قد اقترب أجَلُهُمْ)وإن كان متصرفا،فلايخلوا:إماأن يكون دعاء،أولا،فإن كان دعاء لم يفصل،كقوله تعالىٰ:(والخامسة أن غضب اللّٰه عليها)فى قراءة من قرأ(غَضِبَ)بصيغةالماضى،وإن لم يكن دعاء فقال قوم:يجب أن يفصل بينهماإلا قليلا،وقالت فرقةمنهم المصنف:يجوزالفصل وتركه والأحسن الفصل،والفاصل أحدأربعة أشياء :

الأول:((قد))كقوله تعالىٰ:(ونعلم أن قد صدقتنا).

الثانى:حرف التنفيس'وهوالسين أوسوف'فمثال السين قوله تعالىٰ:(عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰى)ومثال((سوف))قول الشاعر :

واعلم فعلم المرء ينفعه
أن سوف يأتى كلّ ماقُدِرَا

الثالث:النفى،كقوله تعالىٰ:(أفلايَرَوْنَ أنْ لايَرجِعُ إلَيْهِمْ قَوْلاً).وقوله تعالىٰ:(أيحسبُ الإنْسَانُ أنْ لَنْ نَجْمَعَ عِظَامَه) وقوله تعالىٰ:(اَيَحْسَبُ أنْ لَمْ يَرَهٗ اَحَدٌ)

الرابع:((لو))وقل من ذكركونها فاصلة من النحويين—ومنه قوله تعالىٰ:(وأن لَوِاسْتَقَامُواعلى الطريقة) وقوله:(أوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الأرضَ مِنْ بَعْدِ أهْلِهَاأنْ لَوْنَشَاء أصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ)ومماجاء بدون فاصل قوله:

۱۰۷—عَلِمُواأنْ يُؤَمَّلُوْنَ فَجَادُوا
قَبْلَ أن يُسْألُوابِأعْظَمِ سُؤْلِ

وقوله تعالىٰ (لِمَنْ أرَادَأنْ يُتِمَّ الرَّضاعَةَ)فى قراءةِ من رفع (يتم) فى قول،والقول الثانى:أن((أن))

لیست مخففة من الثقيلة،بل هي الناصبة للفعل المضارع،وارتفع(يتم)بعده شذوذًا.

ترجمہ وتشریح:............أن مخفف عن المثقل کے بعد فاصلہ کا آنا:

یہاں بھی چند جزئیات ہیں۔

۱......أن مخفف عن المثقل کی خبر اگر جملہ اسمیہ ہے پھر فاصلہ کی ضرورت سرے سے نہیں جیسے: علمتُ أنْ زیدٌقائمٌ یہاں أن اوراس کی خبر میں کسی بھی چیز کا فاصلہ نہیں۔

۲......ہاں اگر جملہ اسمیہ میں نفی مقصود ہوتو پھر حرف نفی کے ذریعہ سے فاصلہ واجب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "وَأن لاالهَ اِلاّ هُوَ الخ"

۳......اگر خبر جملہ فعلیہ ہوتو یا وہ فعل متصرف ہوگا یا غیر متصرف، اگر فعل غیر متصرف ہے تو پھر فاصلہ نہیں ہوگا جیسے: وَأنْ لَيْسَ للانسان إلامَاسَعٰى ،اورأنْ عَسٰى أن يكُونَ قَدِاقْتَرَبَ اَجَلُهُم (یہاں لَيْسَ،عَسٰى دونوں فعل غیر متصرّف ہیں اس لئے فاصلہ نہیں)

۴......اگر خبر جملہ فعلیہ ہے اور فعل متصرف ہے تو یا وہ دعا کے معنی میں ہوگا (یعنی اس میں دعا یا بددعا ہوگی) یا نہیں اگر دعاء نہیں تو پھر فاصلہ کی ضرورت نہیں۔ جیسے اللہ جلّ جلالہ کا یہ قول ہے "والخامسةَ أن غضِبَ اللّٰه عليها" (ماضی والی قراءت میں، اگرچہ مشہور قراءت یہ نہیں ہے)

۵......اگر دعا نہ ہوتو اس میں اختلاف ہے ایک قوم کی رائے یہ ہے کہ فاصلہ واجب ہے إلاّ قليلاً، اور ایک قوم کے ہاں (جن میں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں) اس صورت میں فاصلہ کا ہونا نہ ہونا دونوں جائز ہے لیکن فاصلہ زیادہ اچھا ہے۔ اور فاصل ان چار چیزوں میں سے ایک ہوگی۔

۱......قَد جیسے قرآن کریم میں ہے وَنَعْلَمَ أنْ قَدْ صَدَ قْتَنَا۔

۲......حرف تنفیس: اور وہ سین اور سوف ہے، سین کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "عَلِمَ أنْ سَيَكُوْنُ منكم مَرضى" اور سَوْف کی مثال شاعر کا یہ قول ہے۔

واعلم فعلم المرء ينفعه

أن سوف يأتى كلّ ماقُدِرَا

ترجمہ:......جان لو (اس لئے کہ آدمی کا جاننا اس کو نفع دیتا ہے) کہ عنقریب وہی واقع ہوگا جو اللہ کے ہاں مقدر ہے۔

تشریح المفردات:

اعلم فعل امر بمعنی تیقن ہے (یأتی) ای یقعُ قدرًا ای قدره اللّٰہ تعالیٰ۔

ترکیب:

(اعلم) فعل بافاعل، (علم المرء) مبتدا (ینفعه) جملہ فعلیہ خبر (أن) مخفف عن المثقل ضمیر شان محذوف اس کا اسم ہے (سوف) حرف تنفیس (یأتی کلّ ما قُدِرًا) مضاف مضاف الیہ فاعل، فعل بافاعل خبر ہوا (أن) مخفف کیلئے (علم المرء ینفعه جملہ معترضہ ہے)

محلّ استشہاد:

أن سوف یأتی محلّ استشہاد ہے یہاں ان مخفّف عن المثقل کی خبر جملہ فعلیہ بغیر دعاء کے آئی ہے اور أن اور اس کی خبر کے درمیان سوف حرف تنفیس فاصل ہے۔

۳......أن مخفّف اور اس کی خبر میں فاصل آنے والی تیسری چیز نفی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول "أفلا یَرَوْنَ أن لایَرجِعُ الیهم قولاً" أیحسبُ الإنسانُ أنْ لَنْ نجمَعَ عِظامه، اَیَحْسَبُ أنْ لَمْ یَرَهٗ اَحَدٌ۔

۴......ایک فاصل لَو بھی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول وَأن لَوِ استقاموا عَلَی الطّریقةِ، أوَلَمْ یَهْدِ لِلّذینَ یَرِثُوْنَ الارض مِن بعد اهلِها أن لَوْ نشآء أصبنَاهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ (یہاں لَوْ فاصل آیا ہے)

لیکن نحویوں میں سے اکثریت لَــوْ کے فاصل ہونے کی قائل نہیں۔ واضح رہے کہ ان چار حروف کا فاصلہ دو وجہ سے ضروری ہے (۱) ایک تو اس لئے کہ أن (مشدّدہ) میں دونون تھے تخفیف کی وجہ سے ایک کو حذف کیا اس وجہ سے اس کے عوض فاصل کو لے آئے، دوسری وجہ نفی کے علاوہ باقی تینوں میں یہ ہے کہ سین اور سوف أن مصدریہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتے، اس وجہ سے کہ یہ دونوں استقبال کیلئے آتے ہیں اور أن مصدریہ بھی استقبال کیلئے آتا ہے اور حروف استقبال کے درمیان اجتماع جائز نہیں۔

باقی رہا قَــد تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قــد تحقیق کیلئے ہے اور أن مصدریہ میں طمع کا معنی ہوتا ہے اور تحقیق اور طمع میں منافات ہے والتفصیل المزید فی الخادمة۔

بغیر فاصل کی مثال شاعر کا یہ قول ہے:

۱۰۷۔ عَلِمُوا أنْ یُؤَمَّلُونَ فَجَادُوا
قَبْلَ أن یُسْألُوا بِأعْظَمِ سُؤْلِ

ترجمہ:...... یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب انہوں نے جانا کہ ان سے (مال وغیرہ کی) امید کی جاتی ہے تو انہوں نے ان کے سوال کرنے سے پہلے بڑی چیز کی سخاوت کی۔

تشریح المفردات:

(یؤملون) مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی امید (جادوا) از (نصر) بخشش وغیرہ میں غالب ہونا (سؤل) بمعنی مسؤل۔

ترکیب:

(عَلِمُوا) فعل فاعل (أنْ) مخفف من المثقل، اوراس کا اسم محذوف ہے۔(یُؤَمَّلُوْنَ) فعل مجہول با نائب فاعل خبر (فا) عاطفہ (جَادُوا) فعل فاعل (قَبْلَ أن یُسْألوا) مضاف مضاف الیہ ظرف (بِأعْظَمِ سُؤْلِ) متعلّق ہوا جَادُوا کے ساتھ۔

محلّ استشہاد:

علموا أن یؤمّلون محلّ استشہاد ہے یہاں أن مخفف عن المثقل کی خبر جملہ فعلیہ، فعل متصرف غیر دعاء کے ساتھ آئی ہے اوراس کے باوجود یہاں أن مخفف اوراس کی خبر میں کسی چیز کا بھی فاصلہ نہیں۔ بغیر فاصل کے آنے کی دوسری مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "لِمَنْ أرَادَ أنْ یُتِمُّ الرَّضَاعَةَ" (اس قراءت میں یتمّ مرفوع ہے اس لئے کہ یہاں بھی ان مخفف عن المثقل ہے اور فاصلہ کی تمام شرطوں کے پائے جانے کے باوجود فاصل نہیں آیا یہ تو ایک قول ہے) دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں أن مخفف عن المثقل نہیں بلکہ ناصبہ ہے اور یتمّ شاذ ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔

وخُفِّفَتْ کَأنَّ ایضًا فَنُوِی
مَنْصُوبُهَا، وَثَابِتًا ایضًا رُوِیَ

ترجمہ:...... اور کأنّ کو بھی مخفف بنایا جاتا ہے اوراس کا اسم محذوف ہوگا اور ثابت (برقرار) بھی مروی ہے۔

ترکیب:

(خُــفِّـفَـتْ) فعل ماضی مجہول (کــأنَّ) لفظاً نائب فاعل (أیــضًـــا) مفعول مطلق ہے فعل محذوف آض کیلئے (فا) عاطفہ (نُوِی منصوبُھا) فعل با نائب فاعل (ثابتًا) حال مقدم ہے (رُوِی) کی ضمیر مستتر سے۔

(ش) إذا خـفِّـفـتْ ((کـأنّ)) نـوی اسـمهـا، وأخبر عنها بجملة اسمية، نحو: ((کأن زيدٌ قائمٌ)) أو جملة فعلية مصدرة بـ((لم)) کقوله تعالیٰ: (کأن لم تغن بالأمس) أو مصدرة بـ((قد)) کقول الشاعر:

أَفِـدَ التــرحُّــلُ غيــرَ أنّ رِکــابَـنَــا

لَـمَّــا تَــزُلْ بِــرِحَــالِـنَــا، وَکَــأنْ قَــدِ

أی: ((وکـأن قد زالت)) فاسم ((کأن)) فی هذه الأمثلة محذوف، وهو ضمير الشّان، والتقدير ((کأنه زيدٌ قائمٌ، وکأنه لم تغن بالأمس، وکأنه قد زلت))

والـجـملة التی بعدها خبر عنها، وهذا معنی قوله: ((فنوی منصوبها)) وأشار بقوله: ((وثابتًا أيضا روی إلی أنه قد روی إثبات منصوبها، ولکنه قليل ومنه قوله:

۱۰۸ - وَصَــدرٍ مُشْـــرقِ الـــنَّـــحْـــرِ

کَــأنْ ثَـــدْيَيْـــهِ حُـــقَّـــانِ

ف((ثـدييـه)) اسـم کـأن، وهـو مـنـصـوب بالياء لأنه مثنی، و((حقّان، خبر کأن، وروی ((کأن ثدياه حـقّـان)) فيـکـون اسم ((کأن)) محذوفا وهو ضمير الشان، والتقدير ((کأنه ثدياه حقان)) و((ثدياه حقّان)): مبتـدأ وخبـر فـی مـوضع رفع خبر کأن، ويحتمل أن يکون ((ثدياه)) اسم ((کأن)) وجاء بالالف علی لغة من يجعل المثنی بالألف فی الأحوال کلها.

ترجمہ وتشریح:............ کأنّ مخفّفہ کی وضاحت:

إنّ اور أنّ کی تخفیف کا ذکر ہوگیا اب کأنّ کی تخفیف کے متعلق بتا رہے ہیں، جب کأن مخفف ہو تو اس صورت میں اس کا اسم محذوف ہوگا اور اس کی خبر جملہ ہوگی چاہے اسمیہ ہو جیسے کأن زیدٌ قائمٌ یا وہ جملہ فعلیہ ہو جس کے شروع میں لَمْ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول "کأنْ لَمْ تَغْنَ بالأمس" یا اس کے شروع میں قَدْ ہو جیسے:

أَفِــدَ التَّــرَحُّــلُ غَيــرَ أَنَّ رِكَــابَنَــا
لَـمَّــا تَــزُلْ بِــرِحَــالِــنَــا، وَكَــأَنْ قَـدِ

اس شعر کی پوری تفصیل کتاب کے شروع میں گذری ہے یہاں لانے کا مقصد یہ ہے کہ کأن قد میں کأن مخفّف عن المثقل ہے اور ضمیر محذوف اس کا اسم ہے اور قد زالت جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے، اسی طرح باقی مثالوں میں بھی ہے، مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول فَنُوِی منصوبُها کا یہی مطلب ہے۔

"وثابتًا ایضًا رُوِی" کہکر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ کبھی اس کا اسم (منصوب) حذف نہیں ہوتا بلکہ برقرار رہتا ہے جیسے شاعر کا یہ قول ہے۔

۱۰۸- وَصَــدْرٍ مُشْــرِقِ الــنَّــحْــرِ
كَــأَنْ ثَــدْيَيْــهِ حُــقَّــانِ

ترجمہ:......اور بہت زیادہ سینے ایسے ہیں کہ ان کے سینہ کے اوپر کا حصّہ چمک رہا ہوتا ہے گویا کہ اس کی دونوں چھاتیاں ہاتھی دانت کے بنے ہوئے دو برتن ہیں (تشبیہ چھوٹے ہونے اور گول ہونے میں ہے)

تشریح المفردات:

(وصدر) ای ورُبّ صدر (مشرق) باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے چمکنا'النحر مافوق الصدر سینہ کے اوپر کا حصّہ جہاں ہار وغیرہ پہنا جاتا ہے (کأن) مخفّف عن المثقل (ثدییه) کأن کا اسم ہے ضمیر صدر (سینے) کی طرف راجع ہے اور ایک روایت "وجــه مشــرق اللـون" کی ہے اس صورت میں کلام میں حذف ہے ای کــأن ثـديَـيْ صاحبـه' (ثديين) ثدی کا تثنیہ ہے چھاتی کو کہتے ہیں یہ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی (حُـقّـان) حقة کا تثنیہ ہے جو برتن کو کہتے ہیں یہاں ہاتھی دانت کے دو برتن مراد ہیں (ہاتھی دانت' جس سے کئی چیزیں بنتی ہیں) اس لئے کہ عرب دونوں چھاتیوں کی تشبیہ ہاتھی دانت کے برتن سے دیتے ہیں اور یہ تشبیہ چھوٹے اور گول ہونے میں ہے، یہاں حقّان کہنا چاہیے تھا لیکن معنیٰ کے اعتبار سے چونکہ یہ اناء (برتن) کو کہتے ہیں جو کہ مذکر ہے اس وجہ سے حُقّان مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

ترکیب:

(صَدرٍ) ای و ربّ صدر مبتدا (مُشرقِ النّحْرِ) خبر (کأن) مخفّف عن المثقل (ثدیَیْهِ) اس کا اسم (حُقّان) خبر۔

محلّ استشہاد:

کأن ثدییه محلّ استشہاد ہے یہاں **کأن** کے مخفف ہونے کے باوجود اس کا اسم مذکور ہے جو کہ **(ثدییه)** ہے چونکہ یہ تثنیہ ہے اس لئے حالت نصبی میں یاء ماقبل مفتوح ہے۔

اوراس میں **کأن ثدیاه حُقّان** بھی مروی ہے اس صورت میں **کأن** کا اسم محذوف ہے جو کہ ضمیر شان ہے تقدیر عبارت **کأنه ثدیاهُ حُقّانِ** ہے، **ثدیاه حقان محلاً** مرفوع ہے اور **کان** کیلئے خبر ہے لیکن اس دوسری روایت میں یہ بھی احتمال ہے کہ **ثدیاه کأن** کا اسم ہو اور **حقان** خبر ہو لیکن یہ ان حضرات کی لغت کے مطابق ہے جو تثنیہ کی حالت رفعی نصبی جری تینوں میں الف ہی کو لاتے ہیں (جس کا تفصیلی ذکر تثنیہ کی بحث میں گذر چکا ہے) **فقط واللّٰہ اعلم.**

احادیث کا عظیم ذخیرہ

اثمار الہدایہ

شرح اردو الہدایہ

شارح

مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

ہدایہ اولین کی مکمل شرح پانچ جلدوں میں

جس میں ہر ہر مسئلے کو انتہائی آسان انداز میں کئی طریقوں سے سمجھایا گیا ہے، اور تمام مسائل واحادیث کی مکمل تحقیق کی گئی ہے۔ ایسی کامل شرح جس کے بعد مزید کسی شرح کی تشنگی باقی نہیں رہتی۔

زم زم پبلشرز کی مطبوعات
ایک نظر میں

کتاب	مصنف
۱) روضة الطالبين فی حل زاد الطالبين	مولانا محمد حسین صدیقی صاحب
۲) رياض الصالحين مترجم كامل	مولانا محمد حسین صدیقی صاحب
۳) خلاصة الحواشی شرح اصول الشاشی	حضرت مولانا مفتی ابراہیم صاحب
۴) شرح اردو نخبة الفكر	محمد عمر صاحب
۵) ارشاد اصول الحدیث	مولانا مفتی ارشاد قاسمی صاحب
۶) روضة الصالحين مكمل ۵ جلد	مولانا محمد حسین صدیقی صاحب
۷) روضة المسلم شرح مقدمه مسلم	مولانا محمد حسین صدیقی صاحب
۸) حلال وحرام کے احکام المعروف نہ عطر ہدایہ	حضرت مولانا فتح محمد لکھنویؒ
۹) آیات متعارضہ اور اُن کا حل	حضرت مولانا انور گنگوہی صاحب
۱۰) روضة الاذهار شرح كتاب الآثار	مولانا محمد حسین صدیقی صاحب
۱۱) النحو اليسير تسهيل نحو مير (عربی)	مولانا فاروق حسن زئی صاحب
۱۲) بداية النحو تسهيل هداية النحو	مولانا محمد عثمان صاحب
۱۳) جواهر الفرائد شرح اردو شرح عقائد	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب